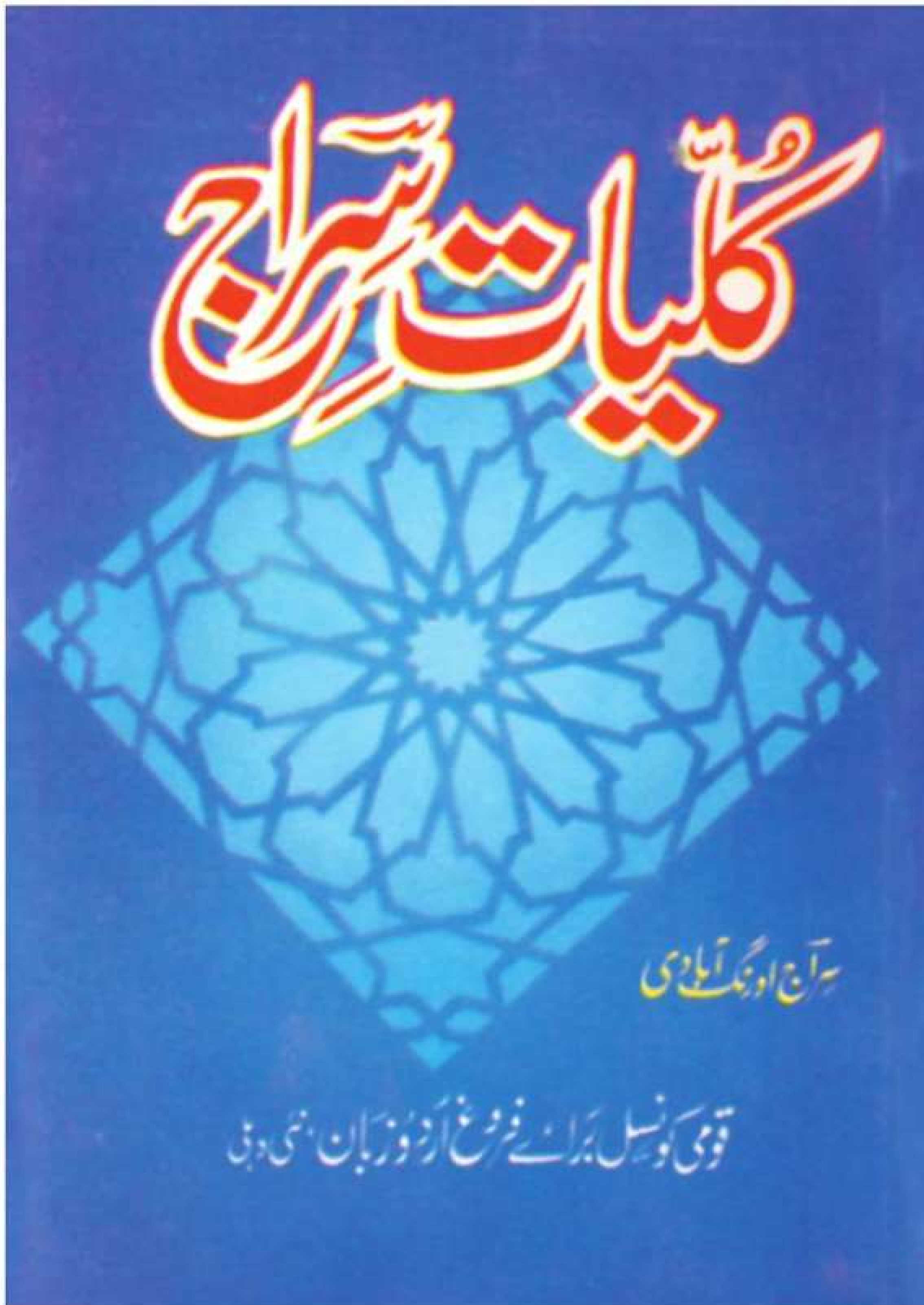

کلیاتِ سراج
سراج اورنگ آبادی
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

کلیاتِ سراج

سراج اورنگ آبادی



قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل
حکومت ہند
ویسٹ بلاک-I، آر-کے-پورم، نئی دہلی-110066

Kulliyat-e-Siraj

Edited By : Abdul Qadir Sarwari

سنہ اشاعت:

پہلا اڈیشن : 1982

دوسرا اڈیشن : 1998 تعداد 1100

قیمت: -/138

سلسلۂ مطبوعات: 280

ناشر : ڈائریکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک-1، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی-110066

طابع : لاہوتی پرنٹ ایڈز، جامع مسجد، دہلی-٦

پیش لفظ

"ابتدا میں لفظ تھا۔ اور لفظ ہی خدا ہے"

پہلے جمادات تھے۔ ان میں نمو پیدا ہوئی تو نباتات آئے۔ نباتات میں جبلت پیدا ہوئی تو حیوانات پیدا ہوئے۔ ان میں شعور پیدا ہوا تو بنی نوع انسان کا وجود ہوا۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ کائنات میں جو سب سے اچھا ہے اس سے انسان کی تخلیق ہوئی۔

انسان اور حیوان میں صرف نطق اور شعور کا فرق ہے۔ یہ شعور ایک جگہ پر ٹھہر نہیں سکتا۔ اگر ٹھہر جائے تو پھر ذہنی ترقی، روحانی ترقی اور انسان کی ترقی رک جائے۔ تحریر کی ایجاد سے پہلے انسان کو ہر بات یاد رکھنا پڑتی تھی، علم سینہ بہ سینہ اگلی نسلوں کو پہنچتا تھا، بہت سا حصہ ضائع ہو جاتا تھا۔ تحریر سے لفظ اور علم کی عمر میں اضافہ ہوا۔ زیادہ لوگ اس میں شریک ہوئے اور انھوں نے نہ صرف علم حاصل کیا بلکہ اس کے ذخیرے میں اضافہ بھی کیا۔

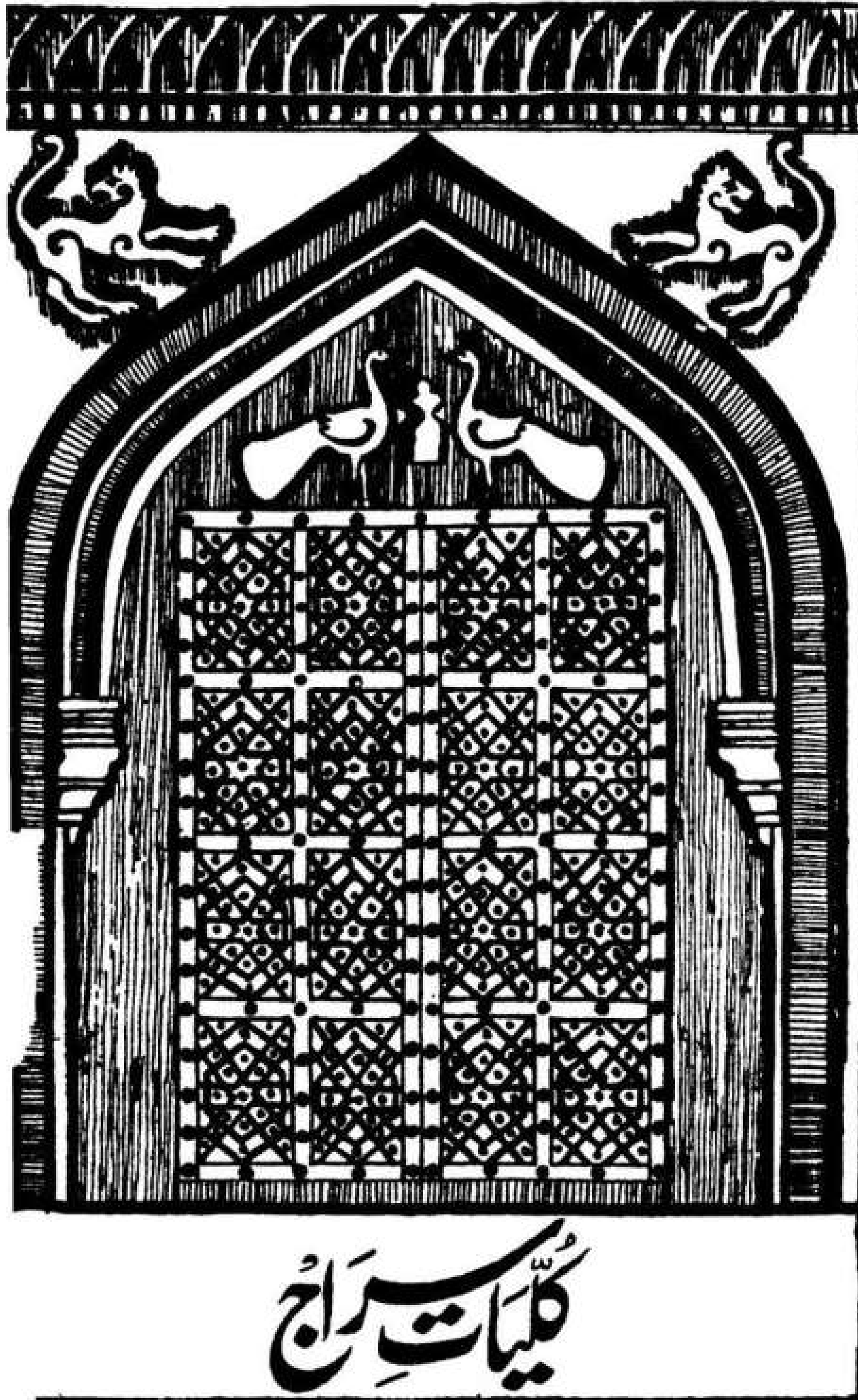
لفظ حقیقت اور صداقت کے اظہار کے لیے تھا، اس لیے مقدس تھا۔ لکھے ہوئے لفظ کی، اور اس کی وجہ سے قلم اور کاغذ کی تقدیس ہوئی۔ بولا ہوا لفظ، آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ ہوا تو علم و دانش کے خزانے محفوظ ہو گئے۔ جو کچھ نہ لکھا جا سکا، وہ بالآخر ضائع ہو گیا۔

پہلے کتابیں ہاتھ سے نقل کی جاتی تھیں اور علم سے صرف کچھ لوگوں کے ذہن ہی سیراب ہوتے تھے۔ علم حاصل کرنے کے لیے دور دور کا سفر کرنا پڑتا تھا، جہاں کتب خانے ہوں اور ان کا درس دینے والے عالم ہوں۔ چھاپہ خانے کی ایجاد کے بعد علم کے پھیلاؤ میں وسعت آئی کیونکہ وہ کتابیں جو نادر تھیں اور وہ کتابیں جو مفید تھیں آسانی سے فراہم ہوئیں۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اچھی کتابیں، کم سے کم قیمت پر مہیا کرنا ہے تاکہ اردو کا دائرہ نہ صرف وسیع ہو بلکہ سارے ملک میں سمجھی جانے والی، بولی جانے والی اور پڑھی جانے والی اس زبان کی ضرورتیں پوری کی جائیں اور نصابی اور غیر نصابی کتابیں آسانی سے مناسب قیمت پر سب تک پہنچیں۔ زبان صرف ادب نہیں، سماجی اور طبعی علوم کی کتابوں کی اہمیت ادبی کتابوں سے کم نہیں، کیونکہ ادب زندگی کا آئینہ ہے، زندگی سماج سے جڑی ہوئی ہے اور سماجی ارتقاء اور ذہنِ انسانی کی نشوونما طبعی، انسانی علوم اور ٹکنالوجی کے بغیر ممکن نہیں۔

اب تک بیورو نے اور اب تشکیل کے بعد قومی اردو کونسل نے مختلف علوم اور فنون کی کتابیں شائع کی ہیں اور ایک مرتب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ کتاب اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے یہ اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔ میں ماہرین سے یہ گذارش بھی کروں گا کہ اگر کوئی بات ان کو نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں نظرِ ثانی کے وقت خامی دور کر دی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائریکٹر
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی


کلیاتِ سراج

کلیاتِ سراج

سیّد شاہ سراج الدّین سراج اورنگ آبادی

مرتبہ

پروفیسر عبد القادر سروری ایم، اے ال ال بی

کُلیّاتِ سراج

فہرست

مقدّمہ

حیات اور شاعری

نمبر شمار | صفحہ

مثنویات

غزلیات

متفرقات



مقدمہ

سراج کی حیات، تصنیفات اور شاعری

مقدمہ

۱

حیات

آج سے ڈھائی سو سال پہلے، جب اُردو کے دو اولین مرکز اور دکن کے علم دوست، عادل شاہی اور قطب شاہی سلاطین کی دو راجدھانیاں، بیجاپور اور گولکنڈہ، اجڑ گئیں، تو انہیں کی اینٹ پتھر سے دکن کا مغلیہ پایۂ تخت تعمیر ہوا اور اورنگ[1] آباد کہلایا۔ لیکن اس کی تعمیر اور اس کی تزئین میں جو مسالہ سب سے زیادہ بیش بہا استعمال ہوا تھا، وہ شائستگی، اور علم و ادب کا وہ ذوق تھا

---

[1] قدیم زمانہ میں یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، موجودہ شہر سنہ ۱۰۱۹ھ میں ملک عنبر نے بسایا۔ عالمگیر نے اسے اورنگ آباد کے نام سے موسوم کیا، اور دکن کا دارالحکومت قرار دیا۔ اورنگ زیب کے بعد، جب نظام الملک نے دکن کی عنانِ حکومت ہاتھ میں لی، تو اسی کو اپنا مستقر رکھا۔ نواب نظام علیخاں کے زمانے میں پایۂ تخت یہاں سے حیدرآباد منتقل ہوا۔

جو دوسو سال کے طویل عرصہ میں، بیجاپور اور گولکنڈہ میں نشوونما پا تا رہا تھا۔
یہی سبب ہے کہ ابھی اورنگ آباد کی بنیادیں خشک بھی نہ ہونے پائی
تھیں کہ اس کے علم و فن کا شہرہ اور شعر و سخن کی صحبتوں کا چرچا
گجرات، اور دہلی تک پہنچ گیا۔ دہلی اپنی گرتی ہوئی حالت میں بھی اس وقت
ہندوستان کا سب سے بڑا فارسی مرکز تھا۔

انسانوں کی زندگی کی طرح، شہروں اور ملکوں کی زندگی کے بھی
کارنامے ہوتے ہیں، جو ان کا حاصل سمجھے جا سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے،
اورنگ آباد جو اب قلمرو آصفی کا محض ایک صوبہ ہے، اور جو اس وقت دکن کا
سب سے بڑا شہر تھا، اپنے عنفوان کی بہاروں پر تھا۔ اپنے عروج کا دور دورہ
ختم کرنے سے پہلے پہلے اس نے اردو کی گود میں دو مایۂ ناز اولادیں چھوڑیں،
ان میں پہلا قابلِ احترام نام حضرت وَلی کا ہے، جن کی عزت، اُردو شاعری
نہیں تو اردو غزل کے باوا آدم کی حیثیت سے، رہتی دنیا تک قائم رہیگی۔
دوسری ہستی جو اس خاک پاک سے اٹھی وہ حضرت سید شاہ سراج الدین حسینی
اورنگ آبادی کی ہے، جن کی خاموش طبیعت اور دنیوی جاہ و مرتبہ سے نفرت نے

ملاحظہ ہو "پنجاب میں اردو" ۔ صفحہ ۲۵۹

انہیں شایانِ شان شہرت سے محروم رکھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے
زمانے کے لوگ یا بعد کی نسلیں ان کے نام اور کارناموں سے ناواقف رہیں
بلکہ خود انہوں نے اپنے خیال کے مطابق جس طرز زندگی کو پسند کیا، اس نے ان
کی شاعری کی زندگی کو پس منظر میں ڈال دیا۔ چنانچہ اپنے زمانہ میں اور بعد بھی۔
وہ ایک خدارسیدہ بزرگ ایک صوفی، ایک تارک دنیا بلکہ ایک ولی سمجھے
گئے اور اسی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ان کے
زمانے کے بعد سے اولیاء اللہ کے جتنے تذکرے لکھے گئے تقریباً ان سب میں
ان کا ذکر موجود ہے۔ گو شاعری کی حیثیت سے بھی وہ کسی زمانہ میں بھلائے نہیں
گئے، لیکن اُس حیثیت کو ہمیشہ ترجیح حاصل رہی۔

علمی دنیا کی بہت سی ستم ظریفیوں کی طرح، یہ بھی ایک ستم ظریفی ہے کہ
سراج کو جس زندگی پر فخر و ناز تھا، اور جس کو وہ پائدار سمجھتے تھے، انہیں کے
ساتھ ختم ہوگئی۔ اور جس زندگی کو وہ ناپائدار سمجھ کر چھوڑ بیٹھے تھے، وہی آج ان
کی بقا کا باعث ہے۔ اسی کی آج ہم کو ٹوہ ہے اور اس کے معمولی سے معمولی
واقعہ کو بھی ہم گراں قیمت پر لینے کو تیار ہیں۔ ان کا وہ روحانی کشف اور فیض
جس کا تعلق ان کی زندگی سے تھا، وہ اب عام دنیا کے لیے ایک قصہ ماضی

بن گیا ہے، لیکن دوسرا روحانی سرچشمہ جو ان کے کلام کی صورت میں ہمارے
پاس موجود ہے، نہ معلوم کتنے دکھی دلوں کا سہارا، کتنے خوش باشوں کا ہیجِ
اور کتنے بد ذوقوں کے ذوق کو سنوارنے کا باعث ہو چکا ہے اور نہ معلوم
آئندہ کتنی نسلیں اس لازوال سرچشمہ سے فیضیاب ہوتی رہینگی۔

سراج کے شاعرانہ کمالات ایسے نہیں تھے، جن کو ایک آدھ غیر اہم
تذکرہ نگار کے سوا کوئی تذکرہ نگار بھول سکتا۔ کیونکہ یہ اس کی بڑی بھول ہوتی
چنانچہ جس وقت سے اردو شعراء کے تذکرے لکھنے کا خیال پیدا ہوا اُس وقت
سے لے کر آج تک کوئی تذکرہ، سراج کے حالات اور انتخاب اشعار سے
خالی نہیں رہا۔

سراج کے حالات میں سب سے پہلے تذکرہ غالباً میر تقی میر کا
"نکات الشعراء" ہے جو سراج کی زندگی میں لکھا گیا۔ اور یہی اُردو شعراء کا
اولین اور قابلِ اعتبار تذکرہ سمجھا جاتا ہے۔ میر تقی میر کو، شمالی ہند کے شعراء
میں، جس طرح یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اُردو شاعری کو
بحیثیت ایک مستقل اور خود مکتفی فن کے اختیار کیا اور اسی کے لیے اپنی
زندگی وقف کردی اسی طرح انہیں دکن اور شمالی ہند کے ادیبوں میں یہ فخر

بھی حاصل ہوا کہ انہوں نے اردو شاعری کی پوری اہمیت کو محسوس کر کے اس کے شعرا کا تذکرہ لکھنے کا خیال پیدا کیا۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ عالمگیر کی دکنی مہم کی کامیابی کے بعد سے دکن اور شمالی ہند کے تعلقات میں قربت پیدا ہو گئی تھی، پھر بھی آنے جانے کی پوری سہولتیں مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ایک جگہ کی علمی تحریکوں کا حال دوسری جگہ تک آسانی سے نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اسی لیے اس زمانے میں شمال والوں کو دکن کے شعرا اور ادیبوں کا حال پوری طرح معلوم نہیں تھا۔ صرف سنی سنائی باتوں پر ان کی معلومات کا انحصار تھا۔ میر کی معلومات کا ماخذ بھی، کچھ ایسا ہی تھا۔ دکن کے شعرا کے باب میں وہ اکثر ایک سید صاحب کی بیاض کا حوالہ دیتے ہیں۔ اور اس حوالے کی ابتدا، سراج کے تذکرے سے ہوتی ہے۔ سراج سے عین پہلے، میر نے سید عبدالولی عُزلت کا حال لکھا ہے اس لیے یقین ہے کہ یہ بیاض عزلت ہی کی تھی۔ عُزلت، سورت کے رہنے والے تھے، اور اسی زمانے میں دہلی گئے تھے۔ "نکات الشعرا" کے لکھے جانے کے وقت وہ دہلی ہی میں تھے، اور میر صاحب سے ان کی دوستی تھی۔ بعد میں عُزلت حیدرآباد بھی آگئے تھے، اور انتقال کے وقت تک یہیں رہے، انتقال کے

بعد وہ دائرہ میر مومن میں مدفون ہوئے۔

اس میں شک نہیں کہ گجرات اور دکن کے علمی اور ادبی تعلقات بہت قدیم ہیں۔ دونوں جگہ کی علمی تحریکوں کا اثر ایک دوسرے پر پڑتا رہا۔ اس کے باوجود یہ صاف ظاہر ہے کہ سراج کے متعلق عزلت کی معلومات سنی سنائی تھیں۔ اسی سے میر نے "نکات الشعراء" میں استفادہ کیا۔ اس لیے وہ سراج کے متعلق ان دو سطروں سے زیادہ نہ لکھ سکے۔

"سراج تخلص، در اورنگ آباد شنیدہ می شود۔ شاگرد سید حمزہ۔ ہمیں قدر از بیاض سید سطور استفادہ می گردد۔ سخن او خالی از مزہ نیست[1]"

اسی بیاض کا حوالہ میر نے عارف علی خاں عاجز (عارف الدین خاں عاجز صـ۱۰۳) حسیب مرزا داؤد (صـ۱۱۱) میر عبداللہ تجرد و حکیم یونس (صـ۱۱۲) کے حالات کے سلسلہ میں بھی دیا ہے۔ یہ تقریباً سب کے سب دکنی شعرا ہیں۔ میر نے اپنی عادت کے مطابق اور اپنی حد تک تحقیق کا حق ادا کر دیا، لیکن خود عزلت کے ماخذ مبہم ہیں۔

سراج کا حال میر تک ظاہر ہے کہ دو واسطوں سے پہنچا تھا، عزلت کو

---

[1] "نکات الشعراء" مطبوعہ انجمن ترقی اردو صـ۱۰۱۔

نہ معلوم کتنے اشعار ملے تھے ۔ ان میں سے میر نے تیرہ اشعار لکھے ہیں۔ اتنے تھوڑے کلام کی بنا پر، میر جیسا محتاط نقاد ظاہر ہے کہ کیا صحیح رائے قائم کر سکتا تھا تاہم میر نے سراج کا ذکر یا ان کی طرف اشارہ ایک دو جگہ اور بھی کیا ہے ۔ ایک اپنے تذکرے کی تمہید میں اور دوسرے دکنی شعرا کے حالات کے تعارفی نوٹ میں اور دونوں جگہ وہ سراج کو قابلِ ذکر شعرا کے زمرہ میں شامل کرتے ہیں۔ پہلے حصے کا اقتباس حسبِ ذیل ہے :-

"اگرچہ ریختہ در دکن است، چوں از آنجا یک شاعر مربوط برنخاستہ، لہٰذا شروع بنام آنہا نہ کردہ، و طبع ناقص معروف اینہم نیست کہ احوال اکثر آنہا طال اندوز گردد مگر بعضے از آنہا نوشتہ خواہد شد۔ انشاءاللہ"[1]

دوسرے موقع پر، وہ ان شعراء کا نام بتلا دیتے ہیں، جن کے حالات لکھنے کا انہوں نے ابتدا میں وعدہ فرمایا تھا - اس کا اقتباس یہ ہے :-

"مخفی نماند کہ احوال یکے ازیں شاعران سمتِ دکن کہ پر بے رتبہ اند، مگر بعض چنانچہ ولی، سید عبدالولی عزلت، و سراج و آزاد، کہ معاصر ولی بود شعر مربوط گوئی بدستِ ایشاں یافتہ می شود"[2]

---

[1] "نکات الشعراء" صـ ۱ - [2] ایضاً صـ ۹۲ -

میر کے بعد شمالی ہند کے تذکرہ نگاروں میں سید فتح علی حسینی گردیزی نے سراج کا ذکر اپنے "تذکرہ ریختہ گویان" میں کیا ہے، اور کلام کے انتخاب میں میر سے اٹھارہ شعر زیادہ نقل کیے ہیں۔ میر کو نام کا علم نہیں تھا، فتح علی نے پورا نام بھی لکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فتح علی کا ماخذ میر سے مختلف تھا۔ تاہم حالات میں وہ میر سے بھی کم یعنی صرف ڈیڑھ سطر لکھ سکے، جو حسب ذیل ہے:

"سراج، میر سراج الدین سراج، نشو و نمایش از خاک دکن است، و طبع روشنش شمع بزم سخن۔"

بظاہر جو تذکرے فتح علی کی دسترس میں ہو سکتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں

(۱) تذکرہ سید امام الدین خان، جو عہد محمد شاہ میں لکھا گیا تھا۔ (۲) تذکرہ سراج الدین علی خاں آرزو (۳) تذکرہ سودا۔ یہ تینوں تذکرے اس وقت نایاب ہیں۔ (۴) "نکات الشعرا" (۵) معشوق چہل سالہ خود از خاکسار (۱۱۶۵ھ) (۶) "تحفۃ الشعرا" از افضل بیگ خاں قاقشال اورنگ آبادی (۱۱۶۵ھ) (۷) گلشن گفتار از حمید خاں اورنگ آبادی (۱۱۶۵ھ)

"گلشن گفتار" میں سراج کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور "تحفۃ الشعرا"

۱؎ "تذکرہ ریختہ گویاں" ص۹۵ (انجمن ترقی اردو)

اور "نکات الشعرا" سے گردیزی نے، کم سے کم سراج کی حد تک، استفادہ نہیں کیا۔ کیونکہ ان دونوں میں سراج کے وطن کا ذکر صراحت سے موجود ہے گردیزی نے صرف "خاک دکن" لکھ دیا ہے۔ نام انہوں نے "میر سراج الدین" بتلایا ہے، اور قائم نے "شاہ سراج الدین" لکھا ہے اور واقعات کسی قدر تفصیل سے لکھے ہیں۔ ان کو پڑھنے کے بعد یقین ہے کہ گردیزی مذکورۂ بالا مبہم عبارت پر قناعت نہیں کر سکتے تھے۔ خاکسار کا تذکرہ ہمارے سامنے نہیں ہے، اس لیے مطابقت کا پتہ نہ چل سکا۔ ممکن ہے پہلے تین نایاب تذکروں میں سے کسی میں سراج کے اشعار زیادہ نقل کیے گئے ہوں، جس سے فتح علی فائدہ اٹھا سکے۔

ان اولین تذکروں کے بعد شمالی ہند میں جتنے تذکرے اردو شعرا کے لکھے گئے، وہ بظاہر قدیم شعرا کی حد تک، انہیں دو چار تذکروں پر مبنی ہیں۔ چنانچہ "مخزن نکات" (۱۱۶۸ھ) میں، قائم کا بیان بالکل میر سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ قائم نے تین شعر جو نقل کئے ہیں، وہ سب "نکات الشعرا" میں موجود ہیں[1]۔ صرف کلام کے متعلق کسی قدر

---

[1] "مخزن نکات" از قائم چاندپوری ص۶ (انجمن ترقی اردو)۔

معین رائے ظاہر کی ہے ۔ "از سلیقہ اشعارش معلوم می شود کہ بسیار بدرستی حرف می زند" اسی طرح میر حسن، قدرت اللہ شوق، علی ابراہیم خاں خلیل، مصحفی، اور حکیم قدرت اللہ قاسم کے تذکروں میں، میر اور گردیزی کے مقابلہ میں حالات یا انتخاب اشعار میں کسی میں بھی کچھ اضافہ نہیں کیا گیا ۔ میر حسن کا بیان بالکل انہیں دو تذکروں پر مبنی ہے[1] شوق نے بھی اس میں کچھ گھٹایا یا بڑھایا نہیں علی ابراہیم خاں خلیل کا بیان میر حسن پر مبنی ہے[2] مصحفی کے دو تین تذکروں میں سے ایک یعنے "ریاض الفصحا" میں اگلے تمام تذکروں سے کم، صرف "سراج الدین سراج تخلص[3]" پر اکتفا کیا گیا ہے ۔ اور ایک ہی شعر تحریف کے ساتھ نقل کردیا گیا ہے ۔ قاسم کا تذکرہ "مجموعہ نغز" (سنہ ۱۲۲۱ھ) اس سلسلہ کا آخری تذکرہ ہے ۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ قاسم نے اگلے تمام تذکروں سے استفادہ کیا ہوگا ۔ لیکن تعجب ہے کہ وہ سراج کے نام سے ناواقفیت کا اظہار کرتے ہیں ۔ پورا نوٹ حسب ذیل ہے :-

"سراج تخلص، شاعریست از شعرائے بلدہ نیک بنیاد اورنگ آباد، سیر مشق،

---

[1] ملاحظہ ہو "تذکرہ شعرائے اردو" صفحہ ۸۰ (انجمن ترقی اردو) [2] ملاحظہ ہو مخطوطہ "طبقات الشعرا" کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن (مخطوطہ) صفحہ ۳۰ ۔ تذکرہ فارسی ۔ [3] "ریاض الفصحا" صفحہ ۱۱۹ (انجمن ترقی اردو)

شہر استاد، اگرچہ از نامش اطلاع نہ دارم، امّا از سخنش بوئے محبت اشتمام می نمائم، غالب کہ مرغے درویش نہاد، والا نژاد خواہد بود۔"[1]

اس کے بعد گیارہ شعر لکھے ہیں۔ انہیں میں وہ مشہور غزل بھی ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

خبرِ تحیرِ عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بیخبری رہی

اس غزل کے پانچ شعر نقل کرکے وہ لکھتے ہیں۔

"این غزل را بعضے بہ سراج الدولہ [والی] بنگالہ نسبت کنند۔ (واللہ اعلم) بحقیقۃ حال"

سراج کی یہ غزل وہ ہے، جو نہ صرف دکن بلکہ ہندوستان بھر میں مشہور اور مقبول ہے۔ اور اسی مقبولیت کے سبب ہندوستان کے کئی شعراء کے نام سے منسوب ہو چکی ہے۔

ہم سے قریب تر زمانے میں، شعرائے اردو کے جو تذکرے شمالی ہند میں لکھے گئے ان میں مرور زمانہ کی وجہ سے، حالات اور کلام خلط ملط ہو گیا ہے۔

---

[1] "مجموعہ نغز" مرتبہ پروفیسر محمود شیرانی (مطبوعہ جامعہ پنجاب) صفحہ ۲۹۳۔

اور چند غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ عبدالغفور خاں نساخ نے "سخن شعراء" میں تین شعرا کا ذکر کیا ہے، جن کے تخلص سراج ہیں۔ ان میں سے ایک مرتب کے معاصر اور ملاقاتی تھے۔ دوسرے دو میں سے پہلے کے متعلق وہ لکھتے ہیں :۔

"سراج الدین دکھنی، بعضے تذکرہ داوں نے ان کا نام قمر علی لکھا ہے[1]۔"

ان کے دو شعر جو نقل کیے ہیں، وہ دراصل سراج اورنگ آبادی کے ہیں۔ دوسرے سراج کے متعلق لکھا ہے :۔

"سراج الدین علی شاہ، اورنگ آبادی درویش تھے[2]۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نساخ نے سراج کا حال دو مختلف تذکروں سے اخذ کیا۔ اور "دکھنی" اور "اورنگ آبادی" کے فرق اور اشعار کے اختلاف کی بنا پر، دو مختلف اشخاص سمجھ لیے۔

نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ نے بھی "گلشن بے خار" میں دو مختلف شعراء کا ذکر کیا ہے، جن کے تخلص سراج تھے۔ لیکن سراج کے حالات اور ان دونوں کے حالات میں بہت کچھ مشابہت ہے۔ پہلے سراج کا نام انہوں نے سراج الدین علی لکھا ہے۔ ان کے حالات سے وہ لاعلمی ظاہر کرتے ہیں اور وطن کے بارے میں

---

[1] و [2] "سخن شعراء" ص ۲۱۳

کچھ نہیں لکھتے، صرف ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بزرگ کسی ہندو لڑکی پر عاشق تھے، اور شعر جو نقل کیا ہے، وہ اسی مشہور غزل کا ہے۔ جس کا مطلع ہم نے اوپر لکھا ہے۔ ان کا کسی ہندو لڑکی پر عاشق ہونا، مثنوی بوستان خیال کے واقعہ کا ہندوستانی نقش معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے سراج کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ ان کا نام معلوم نہ ہو سکا، اورنگ آباد کے رہنے والے تھے، اور آبرو کے معاصر۔ دو شعر انتخاب کیے ہیں، جو سراج کے دیوان میں موجود ہیں[1]۔

آزاد جب "آبحیات" کے لکھنے میں مصروف تھے، اسالیب اور لطیفوں نے ان کے تذکرے میں اتنی جگہ لے لی کہ وہ سراج کے لیے کوئی گوشہ نہ نکال سکے۔ حالانکہ انہوں نے سراج کے کمتر درجہ کے معاصرین کو، آب و تاب سے پیش کیا ہے۔

اب سے چند سال پہلے تک شمالی ہند کے تذکرہ نگاروں کی دسترس میں سراج کے متعلق یہی معلومات تھیں۔ ایک سراج ہی پر کیا موقوف ہے، اکثر قدیم شعراء کے حالات سے وہ کم واقف تھے۔ حالانکہ ان کے دکنی اور خاص طور پر اورنگ آبادی معاصرین نے، جو تذکرے لکھے ہیں ان میں سراج کے حالات تفصیل سے دیے گئے ہیں۔

سب سے پہلا تذکرہ جس میں سراج کے حالات صحت کے ساتھ اور

---

[1] "گلشن بے خار" صفحہ ۹۶

کسی قدر تفصیل سے ملتے ہیں وہ "تحفۃ الشعراء" ہے۔ جس کے مصنف افضل بیگ خاں قاقشال، سراج کے ہم وطن اور معاصر تھے۔ یہ تذکرہ ۱۱۶۵ھ میں لکھا گیا۔ اس وقت سراج کی عمر ۴۳ سال کی تھی۔ اس میں سراج کی زندگی کے متعلق جتنی تفصیلات ہیں، وہ اس زمانے کے کسی اور تذکرے میں نہیں ملتیں۔

لیکن اس سلسلے میں ایک اہم بات وضاحت طلب ہے۔ "تحفۃ الشعراء" کے جو مخطوطے اب تک دستیاب ہو سکے ہیں، اُن میں سراج کے حالات دو جُدا گانہ انداز سے بیان کیے گئے ہیں کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد دکن میں، اتفاق سے یہ دونوں مخطوطے موجود ہیں جن میں سے ایک ۸۰۱ (فن تذکرہ فارسی) ۱۳۰۸ھ کا مکتوبہ ہے۔ دوسرے ۱۲۲ پر تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ پہلا تذکرہ نہایت زشت خط ہے، دوسرا نفیس شکستہ نستعلیق خط میں لکھا ہوا ہے۔ یہ مخطوطہ کسی ایسے نسخہ کی نقل معلوم ہوتی ہے جو لالہ لچھمی نارائن شفیق اورنگ آبادی یا ان کے کسی شاگرد یا معتقد کا مملوکہ تھا۔ اس کی ابتدا میں اردو شعراء کے کلام کا ایک انتخاب درج ہے جو ردیف وار ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں صاحب کے اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس انتخاب کے بعد صاحب کی مثنوی "تصویر جاناں" منقول ہے۔ سب سے آخر میں، تذکرۂ "تحفۃ الشعراء" ہے۔

سراج تک دونوں نسخوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے، یا ایسے اختلافات ہیں، جو قابلِ ذکر نہیں ہیں۔ لیکن سراج کے حالات دونوں میں بالکل مختلف ہیں عطا کی عبارت حسبِ ذیل ہے :-

"شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی از ابتداء در سلک سپاہیاں نوکری می کرد الحال ترک روزگار کردہ از چند سال لباس درویشی پوشیدہ است در فکر ریختۂ ہندی طبیعِ موزونے دارد۔ دیوان ریختۂ ہندی ترتیب دادہ گاہے در فکر اشعار فارسی می گراید" (انتخاب میں ۵ شعر دیے ہیں)

عـــ ۱۳۲ کی عبارت یہ ہے۔

"شاہ سراج الدین اورنگ آبادی سید صحیح النسب است۔ اجدادش از مشائخین بودہ اند۔ تا عمر دوازدہ سالگی بزرگانِ اورا بقید نوشتن و خواندن داشتند۔ چوں سیزدہ سالہ شد۔ وحشتے در مزاجش راہ یافت۔ تا ہفت سال بروضۂ منورہ حضرت شاہ برہان الدین غریب قدس سرہٗ دیوانہ وحشی ماند۔ شبہا بحالت بے اختیاری، بکوہ و صحرای گشت۔ پدرش سید درویش زنجیر بپایش کرد۔ بعد چندے بافاقت آمد۔ خیال صحبت فقراء در سرش افتاد از اثرِ صحبت صاحب کمالے ترک لباس نمودہ بلذتِ درویشی آشنا گردیدہ مطبع منعلا بود آشت،

در فکر ریختہ ہندی صاحبِ قدرت بسبب شوق اشعار ریختہ ہجوم
امرداں خوبصورت در کلبہ اش می باشد۔ رسول خاں نامی از منظوران او
دیوان ریختہ ترتیب دادہ فکر اشعار فارسی ہم می نماید۔ ایں چند ابیات
فارسی و ہندی از دست " آگے ۲۶ شعر فارسی کے اور ۶ شعر اردو کے
منقول ہیں)۔

ایک ہی تذکرے کے دو مخطوطوں میں اتنا بین اختلاف بظاہر ناقابلِ فہم ہے۔
ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ نسخۂ ا کی عبارت کو بعد میں مصنف نے یا کسی اور واقف کار نے
۱۲۲ھ کے مطابق تبدیل کر دیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ سراج سے عین پہلے میر فخر الدین
اورنگ آبادی کے حالات منقول ہیں۔ سراج کی طرح ان کے متعلق بھی لکھا گیا ہے کہ
آغاز شباب میں وہ سپاہیوں کے زمرہ میں ملازم تھے، کچھ عرصہ کے بعد بحکم
"انفقر فخری" مسندِ فقر پر جاگزیں ہو گئے۔

ممکن ہے کہ بعد میں کسی کاتب کی سہو کی وجہ سے میر فخر الدین کے
حالات اور سراج کے حالات خلط ملط ہو گئے ہوں۔ ان دو نسخوں میں آگے
اور بھی اسی طرح کے اختلافات ہیں۔ مثلاً " علی نقی ایجاد" کے حالات میں
دونوں کی عبارتیں بالکل مختلف ہیں۔ اور آگے چل کر بعض شعرا کے ذکر میں تقدیم

د تاخیر اور کمی زیادتی ہوگئی ہے۔

"چمنستان شعرا" کے حاشیہ پر جو "تحفۃ الشعرا" شائع ہوا ہے، وہ نمبر ۱ کے مطابق ہے۔ اور مرتب اوراق ہٰذا کو جو نسخہ اس تذکرہ کا 'سراج سخن' کی ترتیب کے وقت دستیاب ہوا تھا، وہ نمبر ۲ کے مطابق تھا، اور جناب شیخ چاند مرحوم ایم۔اے 'ریسرچ اسکالر' کی مہربانی سے دستیاب ہوا تھا۔

اس اختلاف پر کچھ روشنی ممکن ہے کہ مولوی ظفریاب خانصاحب کے مضمون "سراج اورنگ آبادی" کے حسبِ ذیل اقتباس سے پڑ سکے ان کے پیشِ نظر، نسخہ نمبر ۱ کی عبارت تھی وہ لکھتے ہیں۔

"صاحب تحفۃ الشعرا مرزا افضل بیگ خاں قاقشال اورنگ آبادی جو سراج کے ہمعصر تھے ..... یوں خامہ فرسائی فرماتے ہیں۔ "از ابتدا در مسلک ..... الخ" لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قاقشال کو جو عارف الدین خاں عاجز کے منا خوانوں میں تھے، سراج کے ساتھ حسن عقیدت نہیں تھی۔ اور دتذکرہ لکھتے وقت انہوں نے سراج کے حالات میں تعصب سے کام لیا۔ ایک سپاہی سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ اپنے پیشہ کی انجام دہی کے بعد، وہ ایسا لاجواب اور پراز معرفت و تصوف دیوان ترتیب دے سکے۔

بیان بالا کی تکذیب اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ شفیق نے اپنے کسی تذکرہ
میں سراج کے سپاہی پیشہ ہونے کی نسبت ایک لفظ بھی نہیں لکھا ہے[1]"
بہر حال وجہ جو کچھ بھی ہو، سراج کی زندگی کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد،
مذکورۂ بالا شبہ کے امکانات قوی ہو جاتے ہیں۔ اس شبہ کا اظہار، اس وقت
لیا گیا تھا، جب دوسرے نسخے کی عبارت کا مضمون نگار کو غالباً علم
نہیں تھا۔

قاقشال کے بعد عبدالوہاب افتخار دولت آبادی نے اپنے تذکرے
موسوم بہ "تذکرہ بے نظیر" میں چند واقعات کا اضافہ کیا۔ اسد علی خاں تمنا
بھی اورنگ آبادی کے رہنے والے اور سراج کے کم و بیش معاصر تھے۔ لیکن
انہوں نے قاقشال اور افتخار کے مقابلہ میں کوئی نئی بات نہیں لکھی۔

سراج کے انتقال سے دو سال قبل لالہ لچھمی نارائن شفیق نے اپنا مشہور
تذکرہ "چمنستان شعراء" مرتب کیا۔ اس میں شک نہیں کہ انہوں نے اپنی
ادبی مہارت کے جوہر دکھانے کی کوشش کی ہے۔ پھر بھی یہ تذکرہ سراج کی

---

[1] رسالہ "لسان الملک" حیدر آباد دکن بابتہ ماہ جنوری و فروری [illegible] ص [illegible]۔

زندگی کے واقعات کی حد تک نہایت اہم ہے۔ شفیق کو تمام تذکرہ نگاروں میں یہ امتیاز حاصل تھا کہ وہ سراج کے دوست اور معتقد بھی تھے۔ اکثر علمی صحبتوں میں ان کا ساتھ رہا تھا۔ وہ بہت کچھ لکھ سکتے تھے اور نہایت صحت کے ساتھ لیکن جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے اس تذکرے کے ذریعہ انہیں اپنے ادبی جوہر بھی دکھانا منظور تھا۔ تاہم ایک اہم کام انہوں نے یہ کیا کہ سراج کی تالیف "منتخب دیوانہا" کے دیباچہ سے ایک اقتباس نقل کر دیا۔ "منتخب" کا کوئی مکمل نسخہ اب تک نہیں مل سکا۔ اس لیے شفیق کے اقتباس کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے اس کی بدولت سراج کی زندگی کا ایک اہم اور خود نوشت پارہ ہماری دسترس میں آگیا ہے۔

شفیق کا دوسرا تذکرہ "گل رعنا" جو فارسی گو شعرا کے حالات پر مشتمل ہے، سراج کے انتقال کے دو سال بعد مرتب ہوا۔ اس میں بھی شفیق نے وہی اقتباس نقل کر دیا ہے۔ اور ایک دو واقعات کے علاوہ سراج کے انتقال کی چند تاریخیں جو ان کے مشہور معاصرین نے لکھی تھیں درج کر دی ہیں۔

سراج کے حالات پر ایک اور ماخذ سے بھی روشنی پڑتی ہے۔

یہ "تذکرہ اولیائے دولت آباد" ہے۔ اس کا مصنف سبزواری، ۱۰۸۶ھ میں دولت آباد وارد ہوا تھا، اس نے وہاں کے مشہور بزرگوں کے حالات اس میں قلمبند کیے ہیں۔ اورنگ آباد اپنے عروج کے زمانہ میں اتنے منتخب اور برگزیدہ ہستیوں کا مسکن بن گیا تھا کہ یہ شہر رشکِ شیراز و دہلی بننے کو تھا لیکن افسوس ہے کہ اس کے ارتقا کا تسلسل مرہٹوں کے آئے دن حملوں کی وجہ سے ہمیشہ خطرہ میں رہا اور بالآخر یہ شہر ۱۲۰۰ھ میں، شہر حیدرآباد کی رونق بڑھانے کے کام آیا۔ سبزواری نے سراج کے شعری کمالات کی دل کھول کر تعریف کی ہے مگر اس نے، کوئی نیا واقعہ نہیں بیان کیا۔

سراج کے حالات کی کسی قدر اشاعت سب سے پہلے، عبدالجبار خاں آصفی ملکاپوری کے تذکرے "محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن" کے چھپنے کے بعد ہوئی۔ انہوں نے غالباً "چمنستان شعراء" اور "گلِ رعنا" کی مدد سے، سراج کے حالات مرتب کئے۔ کچھ سنی سنائی باتیں بھی لکھ دیں۔ کیونکہ ان کے زمانے میں کچھ لوگ ایسے مل سکتے تھے، جو سراج کے تابعین کو دیکھے ہوئے تھے۔ بعد کے تذکروں مثلاً "گلِ رعنا" مرتبہ مولانا عبدالحی میں، سراج کے حالات کسی قدر تفصیل سے جو پیش کیے جا سکے، وہ اسی تذکرے کی بدولت ہے۔

چند سال پہلے رسالہ "لسان الملک" (بابتہ ماہ جنوری و فروری ۱۹۲۴ء) میں مولوی ظفریاب خاں صاحب کا وہ مضمون شایع ہوا تھا، جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ اس مضمون میں تمام ماخذوں سے مدد لے کر سراج کی زندگی اور کلام پر، تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ اس کے دو سال بعد، جناب احسن مارہروی سابق پروفیسر جامعہ اسلامیہ علی گڑھ نے سراج کی مثنوی "بوستان خیال" کو ضروری حواشی اور شاعر کے حالات زندگی کے ساتھ مرتب کر کے رسالہ "سہیل" علی گڑھ (بابتہ ماہ ۱۹۲۶ء) میں شایع کیا تھا، اس کی وجہ سے، شمالی ہند کے ادبی حلقوں میں سراج کے متعلق کافی معلومات فراہم ہو گئیں۔ اور اکثر اصحاب کو ان کے مکمل کارناموں کا مطالعہ کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی۔

اس سلسلہ کی آخری کڑی "ادارہ ادبیات اردو" (حیدر آباد دکن) کی دو کوششیں ہیں جن میں سے ایک "مرقع سخن" (جلد اول) ہے، جس میں سراج پر ایک مبسوط مضمون شایع ہوا ہے۔ دوسری کوشش، "شعرائے دکن کے انتخابات کے سلسلہ میں" "سراج سخن" کی اشاعت کی ہے، جس کی ترتیب کا ذمہ دار راقم الحروف ہی تھا۔

لیکن بہت سا مواد جس سے اس "کلیات" کی ترتیب میں مدد لی گئی ہے،

اس وقت راقم کی دسترس میں نہیں تھا۔ چنانچہ نئے مواد کی روشنی میں، کئی مزید امور واضح ہو سکے۔

سراج کے تذکروں کی اس فراوانی کے باوجود، ان کی مکمل زندگی، طرز ماندوبود اور ان کے کارناموں کو مرتب صورت میں دیکھنے کی خواہش کو سیری نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ تذکرے اکثر تشنہ ہیں۔ ان کے خاندان کے متعلق ہم اب بھی بہت کم جانتے ہیں۔ ان کے اجداد کے حالات دریافت کرنے کا فی الحال کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اسلاف کو سرکاری ملازمتوں سے واسطہ نہیں تھا۔ اکثر مشائخین کی طرح انہیں غالباً کوئی انعام یا مشاہرہ بھی مقرر نہیں تھا۔ تاہم یہ خاندان حسینی سادات کے ایک محترم گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، اور اپنی مذہبیت اور علم و فضل کی وجہ سے عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ فقر و درویشی اس خاندان کی نمایاں خصوصیت تھی۔ خود سراج کے والد، سید درویش اسم بامسمیٰ تھے، علم و فضل سے انہیں کس قدر لگاؤ تھا، اس کا پتہ قاقشال کے بیان سے چل سکتا ہے۔ وہ ایک متشرع اور ثقہ انسان تھے، اسی لئے بے خودی میں بیٹے کا گھر سے بھاگ کر نکل جانا، خواہ وہ شہر کے سب سے بزرگ کے

مزار پر فروکش ہونے کے لیے ہی کیوں نہ ہو' انہیں گوارا نہیں تھا۔ ان کے اصول کی سختی کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ' انہیں اپنے لختِ جگر کو تادیب کی خاطر پا بہ زنجیر کرتے بھی پس و پیش نہ ہوتا تھا۔ غالباً وہ سراج کی عمر کا لحاظ کرتے' ان کے جذب کے متعلق بہت زیادہ خوش کن خیال نہیں رکھتے تھے۔ یہی عقیدہ ہر اس شخص کا ہوتا ہے' جو اپنی اولاد کو خواہ وہ کسی فضا کے لئے ہو' زیادہ ساز و سامان کے ساتھ' تیار ہوتے دیکھنا چاہتا ہے۔

سراج کی ولادت اورنگ آباد میں ہوئی۔ سنہ ولادت کسی تذکرہ میں مذکور نہیں ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے' خود سراج نے دیوان کی ترتیب کا سنہ اور اس وقت ان کی جو عمر تھی اس کا ذکر دیوان کی آخری غزل کے اشعار میں کر دیا ہے۔

جب کیا جزوِ پریشانِ سخن شیرازہ بند — تھے برس چوبیس میری عمرِ بے بنیاد کے

سالِ ہجری تھے ہزار و یک صد و پنجاہ "دو" — واقفِ علمِ لدنی صاحبِ اسرار کے

بعض نسخوں میں "پنجاہ و یک" بھی لکھا ہوا ہے' لیکن "دو" اس لیے زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ "منتخب دیوانہا" کی تکمیل کے وقت یعنی سنہ ۱۱۶۹ میں انہوں نے بتلایا ہے کہ دیوان کی ترتیب کے بعد سے میں نے شعر

کہنا ترک کر دیا ہے' جس کو اب سترہ سال ہوتے ہیں۔" پنجاہ و یک" سے اس میں ایک سال بڑھ جاتا ہے۔ اس لحاظ سے سراج کی ولادت ۱۱۲۸ھ میں ہوئی۔

جیسا ماحول انہیں اس وقت اورنگ آباد میں میسر تھا اور جو اہتمام ان کی تعلیم کے لئے ان کے بزرگوں نے کیا تھا۔ اس سے بآسانی یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی گئی تھی۔ چنانچہ بارہ سال کی عمر تک وہ التزام کے ساتھ متداولہ علوم کی تحصیل میں مصروف رہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں فارسی ادب اور شاعری سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ چنانچہ پانچ سات سال کے اندر اندر' انہوں نے تمام مشہور اساتذۂ فارسی کا کلام پڑھ لیا تھا اور نہ صرف پڑھ لیا تھا' بلکہ اس کی روح کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا' چنانچہ بارہویں سال سے جب جذب اور مستی کی کیفیت ان پر طاری ہوئی' تو اضطراری طور پر' فارسی اشعار ان کی زبان سے جاری ہونے لگے۔ ان اشعار کے متعلق خود فرماتے ہیں کہ اگر وہ جمع کئے جاتے تو ایک اچھا خاصا ضخیم دیوان تیار ہو جاتا' اور لوگ اس کو

---

۵ "تحفۃ الشعراء" صـ ۱۲۲

پڑھتے تو ان کی عمر کا لحاظ کرتے، ان اشعار کو معجزہ سمجھتے۔ ان اشعار میں سے ممکن ہے کچھ باقی رہ گئے ہوں ۔

سراج کی زندگی کا یہ زمانہ اس اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کہ ابھی ان کی طبیعت کے اصلی جوہر بروئے کار نہیں آئے تھے، ان کا بیشتہ وقت درس و تدریس میں صرف ہوتا ہوگا، اور جو وقت اس سے بچ جاتا، اس لحاظ سے کہ وہ فطرتاً یار باش واقع ہوئے تھے، یقین ہے یاران ہم مشرب کی صحبتوں میں بسر ہوتا ہوگا۔ اغلب یہ ہے کہ عبدالرسول خاں سے ان کی دوستی اسی زمانے میں ہوئی ہو، کیونکہ اس کے بعد کے ایام میں انہیں ایسی فرصت کا زمانہ بہت کم میسر آیا۔

اگلے زمانے کے بعض صوفیائے کرام کے استعاری یا حقیقی قصوں کی طرح کے چند واقعات سراج کے متعلق بھی مشہور ہیں ۔ قاقشال کے قول کے مطابق، ایک تو انہیں عبدالرسول خاں کا واقعہ ہے ۔ دوسرا واقعہ وہ ہے، جس پر ان کی مثنوی "بوستان خیال" مبنی ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ یہ واقعات کبھی کبھی مبالغے کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں، تاہم ان پر شک کرنے یا ان کی توجیہ کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ صوفیائے کرام کا اِس

مسئلہ میں جو کچھ بھی مسلک ہو، ایک بات تو سب کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ بچپن
اور جوانی کے زمانے میں، اپنے ساتھیوں میں سے بعض کے ساتھ ہماری گہری دوستی
ہوجاتی ہے، اور بعض وقت یہ دوستی محبت کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ محبت
اگر وہ حقیقی ہو تو ایسی خاص صورت میں وہ بے غرض یا کم سے کم خود غرضانہ ہوگی
یہ ہماری زندگی کے روزمرہ واقعات ہیں۔ عام ذہنیتیں جو نازک نفسیاتی مسائل
کی الجھنوں میں نہیں پڑسکتیں، اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق، ایسے تمام تعلقات کو
وہ فطرتاً اپنی اصطلاحات میں تحویل کرلیتی ہیں۔ اور پھر اپنے عقیدے کے مطابق ایسے
تمام واقعات سے بداخلاقی کے نتائج منسوب کردیتی ہیں۔ عشق و محبت کے
متعلق ہمارے عمومی تخیلات اس قدر محدود ہیں! قاقشال نے عبدالرسول خاں
کے ساتھ سراج کے لگاؤ کو جس انداز میں پیش کیا ہے، اس سے قاقشال کی ذہنیت
کا پتہ چلانا مشکل نہیں ہے۔ قاقشال، سراج کے معاصر تھے اور معاصرین کی رائے
بہت زیادہ اثر پذیر ہوتی ہیں یقین ہے کہ اسی طرح کے واقعہ کو وہ دو چار سو
سال پہلے کے کسی بزرگ سے متعلق پیش کرتے تو ان کا لب و لہجہ دوسرا ہوتا۔
زمانے کے گذرنے سے مشاہیر کے اطراف تقدس کا ایک ہالہ سا پیدا ہوجاتا
ہے۔ اس واقعہ کے باوجود، قاقشال، سراج کے کمالات کا اعتراف کرنے

میں کسی تذکرہ نگار سے پیچھے نہیں ہیں ۔

صوفی مسلک کا ایک مقولہ عام طور پر مشہور ہے کہ "مجازی سے عشقِ حقیقی ملا" ہماری دانست میں یہ مقولہ جہاں کہیں درست ہوا ہے، ان میں سراج بھی شامل ہیں ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سراج فطرتاً ایک حسن پسند نظر رکھتے تھے، ایسی حسن پسند نظر جو اطراف کی چیزوں میں، ملنے جلنے والوں میں، بول چال میں خیالات میں، اجساد میں غرض ہر جگہ حسن کی متلاشی رہتی ہو۔ یہی اصول اپنی اپنی حد کے اندر ہر ذی شعور انسان کا ہے، لیکن جہاں اس کی نمود کچھ غیر معمولی ہو جاتی ہے، وہ سراج کی زندگی کے اس معمولی واقعہ کی طرح معرضِ بحث میں آ جاتی ہے۔ ہر زید اور بکر کے اسی رویہ پر موافق یا مخالف رائے دینے بلکہ اس کی طرف توجہ کرنے کی بھی کوئی زحمت گوارا نہیں کرتا۔ سراج کی زندگی عام سطح سے اونچی تھی اس لئے وہ اپنے زمانے میں نمایاں رہے اور ہر زمانے میں نمایاں رہے۔ عشق و محبت، سوز و ساز کی زندگی اور شعر و سخن کی زندگی میں بے حد قرب ہے ۔ چنانچہ خود سراج اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں :۔

سراج یوں مجھے استاد مہرباں نے کہا   کہ علم عشق میں بہتر نہیں ہے اور علوم

ذیل کے اشعار کو پڑھ کر ان کی عشق کی حقیقت کے متعلق شاید کچھ شبہ باقی نہ رہیگا۔

گر حقیقت کی سیر ہے خواہش　　راہِ عشقِ مجاز لازم ہے

اور عاشقوں مثال مجھے تم نہ بوجھیو　　سب مبتلائے عام ہیں یہ مبتلائے خاص

دنیوی محبت کے متعلق ان کا اعتقاد بھی سننے کے لائق ہے۔

صنم ہزار ہوا تو وہی صنم کا صنم　　کہ اصل ہستی بے بود ہے عدم کا عدم

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ سراج نہ صرف حسن پسند نظر رکھتے تھے، بلکہ وہ صاحبِ دل اور صاحب باطن بھی تھے۔ حسن ظاہر کی دلکشیاں، انہیں کبھی اتنا محو نہ کرسکیں کہ وہ حقیقت سے بے خبر ہو گئے ہوں۔ ان کے کلام سے جگہ جگہ اس کا ثبوت ملتا ہے۔

تیرہویں سال سے سراج کی زندگی میں ایک انقلاب رونما ہونے لگا۔ جذب اور بے خودی کی کیفیت ان پر طاری ہوئی۔ تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ اور اسی حالت میں وہ گھر سے نکل کر چلے جاتے۔ اس زمانے میں، ان کی منزل زیادہ تر، حضرت شاہ برہان الدین غریبؒ[1] کے مزار پر ہوتی۔ کبھی کبھی وہ از خود رفتگی

---

[1] حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مرید اور خلیفہ، جو [illegible]ھ میں بمقام ہانسی پیدا ہوئے۔ اور دہلی جا کر حضرت شاہ نظام الدینؒ سے بیعت کی۔ اسی زمانے میں امیر خسرو سے اور ان سے دوستی ہوئی۔ آخری عمر میں آپ مرشد کے امر کے بموجب اورنگ آباد آ گئے تھے، یہیں [illegible]ھ میں انتقال فرمایا اور خلد آباد میں مدفون ہیں۔

کی حالت میں، رات رات بھر صحرا نوردی کیا کرتے ۔ یہ حالات خود سراج کے
نوشتہ موجود ہیں، اور شفیق کی بدولت محفوظ ہو گئے ہیں۔ منتخب دیوانہا کے دیباچہ میں لکھتے ہیں

"فقیر از سنِ دوازدہ سالگی، بغلبۂ شوق بے جہت ہفت سال جامۂ عریانی
در برداشت و بہ تکلیف نقار، بے خودی اکثر در سواد روضۂ متبرکہ حضرت
شاہ برہان الدین غریب قدس سرہٗ شبہا بروز می آورد، و از جوش ہیجان مستی
اشعار شور انگیز و ابیات درد آمیز زبانِ فارسی از مکمن جاں بعرصۂ
زباں می آمد و بہ اقتضائے حال خامہ را بہ تحریر آں آشنائی ساخت، احیاناً
شوقمندے حاضر الوقت بود و بجہت حلاوت ذائقۂ طبع خود، کاغذ را
سیاہ می نمود اگر آں اشعار تحریر می گشت دیوان ضخیم ترتیب می یافت ۔ چوں
تقاضائے عمر قابل آن ہمہ سخن سنجیہا نبود، باستماع موزونات حالی،
عالمے در ورطۂ تعجب می افتاد و از جملۂ الہامات بتصور می آوردہ[1]"

یہ زمانہ ۱۱۴۱ھ سے ۱۱۴۸ھ تک رہا ۔ قاقشال کے بیان سے بھی ان
واقعات کی توضیح ہوتی ہے ۔ وہ اس میں اس کا بھی اضافہ کرتے ہیں کہ بعض وقت

۱؎ مخطوطہ "گل رعنا" صـ۱۸۳ (تذکرہ فارسی) کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن ۔ و "چمنستان شعراء"
(انجمن ترقی اردو) صـ۳۹۹

رات رات بھر وہ کوہ وصحرا میں پھرتے ہوئے گذار دیا کرتے تھے۔ ان کے والد انہیں پکڑ پکڑ لاتے، لیکن جہاں انہیں موقع ملتا، وہ بھاگ نکلتے۔ آخر مجبور ہو کر پدر بزرگوار نے اس دیوانہ شوق کو طوق وسلاسل تک پہنانا گوارا کر لیا۔ والد کی تمام کوششوں کے باوجود، یہ حالت سات سال تک برابر قائم رہی۔

اس عرصہ میں سراج کی طبیعت کے پوشیدہ جوہر ظاہر ہونے لگے۔ یہ ان کی شعر گوئی کی ابتدا تھی، اور فارسی شاعری سے لگاؤ کے سبب، بے اختیاری کی حالت میں موزوں فارسی اشعار ان کی زبان پر جاری ہو جاتے تھے۔ افسوس ہے کہ اس زمانے کا وہ قابلِ قدر سرمایہ، اب ضایع ہو گیا ہے۔ ورنہ شاید ہندی فارسی گویوں میں بھی سراج نمایاں جگہ حاصل کر سکتے۔ جو کچھ فارسی کلام اب تک مل سکا ہے اس کے لحاظ سے ان کی فارسی شاعری کے متعلق صحیح رائے قایم نہیں کی جا سکتی۔ یہ کلام ادھورا اور پارہ پارہ ہے۔ اِس میں ایک بڑا حصّہ بعد کے افکار کا بھی شامل ہو گیا ہے۔ وہ کیفِ شعر کچھ اور ہوتا جس کو پڑھ کر دنیا دنگ رہ جاتی۔ اس امر کا پتہ چلانا مشکل ہے کہ اس زمانے میں سراج نے کچھ شعر اُردو میں بھی کہے تھے یا نہیں۔

اس حالت سے جب انہیں افاقہ ہوا، تو صاحب باطن بزرگوں اور فقیروں کی

صحبت کی خواہش دامنگیر ہوئی۔ اسی تلاش و جستجو میں، حضرت شاہ عبدالرحمٰن چشتی انہیں مل گئے، اُن کی خود نوشت کا اقتباس حسبِ ذیل ہے :۔

"بعد انقضائے مدتِ مذکورہ تلاش لذتِ تحقیق محرک رگ جاں گردید تا بآں وساطت بجناب حامئ شریعت غرّیٰ، سالک طریقت الاخفیٰ واقف حقیقت المولیٰ عارف معرفت کبریٰ قبلہ مریدان راسخ الیقین صاحب الایمان کعبہ مستفیضان کامل الصدق و ثابت البرہان حضرت خواجہ سید شاہ عبدالرحمٰن چشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز، کہ وصال مقدس در سنہ احدی ستین و مایۃ والف اتفاق افتاد۔ مستعد ارادت گشتہ فیض یاب ارشاد گردید۔ و جرعہ از بزم عنایت آں ساقئ شرابِ ہدایت، مرافق حوصلہ خود چشید۔"

قاقشال نے سراج کے مرشد کا نام نہیں بتلایا، صرف یہ لکھا ہے کہ ایک صاحبِ کمال بزرگ کی صحبت کے اثر سے، وہ ترک لباس کرکے لذتِ درویشی سے آشنا ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالرحمٰن کے متعلق تذکرے بھی ساکت ہیں صرف قاقشال ہی کے بیان سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اورنگ آباد کے صاحبِ کمال بزرگوں میں شمار ہوتے تھے، اور چشتیہ گھرانے سے تعلق

رکھتے تھے۔ لیکن جس تلاش اور جستجو کے بعد سراج نے انہیں اپنی دنیوی اور دینی رہبری کے لیے منتخب کیا تھا، اور جو اثر ان کے فیضان کا سراج پر پڑا، اس کے لحاظ سے، حضرت شاہ عبدالرحمٰن کی روحانی قوتوں کا پتہ چل سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت متشرع بزرگ تھے، چنانچہ، اپنے انتقال سے چند سال پہلے، آپ نے سراج کو غالباً ان کی روحانی ضرورت کے مدنظر شاعری سے منع کر دیا تھا، اور سراج نے ایک سچے عقیدت مند کی طرح مرشد کے احکام کی تعمیل کی۔ حالانکہ شعر ان کی زندگی تھی۔

سراج نے سنہ ۱۱۴۶ھ یا ۱۱۴۷ھ میں حضرت شاہ عبدالرحمٰن سے بیعت کی، اور یہی زمانہ ان کی اردو شاعری کے آغاز، اور عروج کا ہے۔ غالباً اسی لیے وہ اپنے شعر کی تاثیر کو مرشد کے فیض کا اثر بتلاتے ہیں۔

مشعل سوزِ جگر ہے ہر غزل میری سراج
شمع دل روشن ہے فیض شاہ رحماں کے طفیل

سراج پر، حضرت شاہ عبدالرحمٰن کی صحبت کا کیا اثر ہوا، وہ خود سراج نے تحریر فرما دیا ہے۔ لیکن ان کے کلام سے بھی جگہ جگہ مرشد کے اس احترام کا پتہ چلتا ہے، جو ان کے دل میں جاگزیں تھا۔

سراج جب سلسلۂ ارادت میں داخل ہوئے، ان کی عمر انیس بیس سال کی تھی، جوانی کا زمانہ تھا، اور قاآنشال کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ، ابھی ان کی طبیعت دنیا سے اکتا نہیں گئی تھی۔ وہ لاابالی طرز کی زندگی گذارتے تھے۔ جب یہ مرشد کی خدمت میں نہ ہوتے، تو ان کا زیادہ وقت شعر و سخن کی صحبتوں میں گزرتا تھا، گھر پر احباب کا مجمع رہتا تھا، ان صحبتوں کو سراج کے بزرگ اور بڑے بوڑھے لوگ غالباً اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے لیکن سراج کو دنیا والوں کی تعریف یا مذمت سے کوئی سروکار نہیں تھا، ان کی نظر زندگی کے اس پرآشوب زمانے میں بھی مقصد سے نہیں ہٹی۔ ان چند اشعار سے ان کے مسلک کا پتہ چل سکتا ہے:۔

معتبر نہیں جمال ظاہر کا — گردشِ روزگار کی سوگند

جو دل کا آئینہ ہو صاف رنگِ غفلت سیں — عیاں ہے سنئ ہر شئے میں صورتِ محبوب

دیکھا ہوں ہر طرف نگہِ امتیاز سیں — کوئی دوسرا نظر نہیں آیا مثال دوست

اے پاکباز گلشن آئینہ، سیر کر — گر تجھ کوں آرزو ہے کہ پاؤں وصال دوست

سراج کی اردو شاعری کی ابتدا اور نشو و نما کا یہی زمانہ ہے۔ غالباً عبدالرسول خاں سے ان کی پینگیں اسی زمانے میں بڑھیں، اور ان کی دوستی، رفاقت اور محبت کے وہ نقش، جو بچپن سے ان کے دل پر مرتسم ہو چکے تھے، اب بہت گہرے ہو گئے۔ سراج

اور بھی کئی دوست، شاگرد اور معتقد تھے، جن سے انہیں محبت تھی، ان میں شاہ ضیاء الدین پروانہ، شاہ تاج الدین، شاہ چراغ وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ضیاء الدین کو جو محبت سراج سے تھی، وہ ان کے تخلص سے ظاہر ہے جو "سراج" کی رعایت سے اختیار کیا گیا تھا۔ ان کے نام سراج نے جو خطوط لکھے ہیں، ان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ سراج ان سے کس درجہ بے تکلفی اور محبت سے پیش آتے تھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"قلم می خواست دریں مقام شرحیبا کند و نا نوشتنی ہا نویسد۔ لاکن در ضبط پرداختہ شد" (خط مکہ)

ضیاء الدین نے بھی سراج کی بڑی خدمت کی۔ اسی طرح تاج الدین کے موسومہ خطوط سے بھی حد درجہ محبت اور بے تکلفی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن سراج کو جو محبت عبدالرسول خاں سے تھی، وہ ان میں سے کسی اور سے نہیں تھی۔ انہیں کے مجبور کرنے سے سراج اپنا اردو کلام قلمبند کرنے پر مائل ہوئے۔ اور عبدالرسول خاں نے ان منتشر جواہر پاروں کو ردیف وار ترتیب دے کر دیوان مرتب کیا۔ یہ واقعات خود سراج نے اس طرح لکھے ہیں:۔

"دراں ایام بنا بر پاس خاطرِ عزیز، عبدالرسول خاں صاحب کہ برادر

طریق ایں فقیر است اکثر اشعار ریختہ بسلک سطور منسلک گشتہ۔ ایشاں
آں جواہر متفرق را کہ قریب پنج ہزار بیت بود، بہ ترتیب دیوان مروف
نمودہ حصہ مشتاقان خاص گردانیدند و رفتہ رفتہ شہرت تمام گرفتہ
بعام ہم رسید۔"

اس اقتباس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ 'عبدالرسول خاں' سراج کے برادر طریق بھی تھے۔ چنانچہ وہ آخری زمانے میں شاہ عبدالرسول چشتی مشہور ہوگئے تھے۔ سراج کی صحبت کے اثر سے وہ شعر بھی کہنے لگے تھے، سراج کے ایک خط سے اس کا پتہ چلتا ہے[1]۔ لیکن، شاعر کی حیثیت سے ان کا تذکرہ کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ ایک چیز ان کے متعلق یقینی ہے کہ وہ نفیس ادبی مذاق رکھتے تھے اور اچھے سخن فہم تھے۔ شاعر کی نظر میں 'ایک سخن فہم کیا مرتبہ رکھتا ہے' اس کا کچھ اندازہ غالب کے ان خیالات سے ہو سکے گا جو انہوں نے 'اپنے ایک دوست منشی نبی بخش حقیر کے متعلق ظاہر کئے ہیں[2]۔ نبی بخش شعر کے بڑے پرکھنے والے تھے' اسی لئے غالب ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ حالانکہ علمی پایہ میں وہ غالب کے بعض

---

[1] ملاحظہ ہو خط ۳ کلیات ہذا۔ [2] ملاحظہ ہو "یادگار غالب" مطبوعہ مطبع ریاض ہند صفحہ ۹۸۔۷۶۔

اور مشہور دوستوں کے پاسنگ بھی نہ تھے۔ شعر گوئی کی طرح، یہ ملکہ بھی فطری ہوتا ہے، اور شاید شعر لکھنے کی قابلیت کے مقابلے میں زیادہ شاذ بھی ہوتا ہے۔ جس طرح دو بولنے والوں میں ہم آہنگی مشکل ہے۔ اسی طرح دو شاعروں میں حقیقی دوستی شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔ شاعر کے دوست ایسے لوگ خوب ہو سکتے ہیں، جو منفی صفات کے حامل ہوں۔ جس قدر شوق نمود شاعر میں ہوتا ہے، اس میں اتنی ہی جذب کرنے کی قابلیت کی ضرورت ہے۔ یہ خصوصیات عبدالرسول خاں میں کم و بیش ضرور موجود تھیں۔ چنانچہ سراج کے تمام دوستوں میں، کم سے کم ذکر ان کا کیا گیا ہے۔ پروانہ کا تذکرہ "چمنستان شعرا" اور "گل عجائب" وغیرہ میں موجود ہے، شاہ چراغ باغی طبیعت کے انسان تھے اور وقت سے پہلے میدان میں کود پڑنا چاہتے تھے، سراج کے خطوط سے ان کی یہ خصوصیت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ اس حلقہ میں صرف ایک عبدالرسول خاں ہی ایسے تھے جن کو نمود و نمایش کی خواہش کم سے کم تھی۔ سراج کے وہ خطوط جو ان کے موسومہ ہیں، دوسروں کے مقابلے میں بہت زیادہ ادبیانہ ہیں۔ یہ بات بھی خاص طور پر توجہ طلب ہے کہ سراج نے صرف انہیں کے خطوط میں جگہ جگہ اردو اشعار لکھے ہیں۔

سراج کے کلام میں بعض جگہ عبدالرسول خاں کی طرف، شارے بھی موجود ہیں۔ مثلاً سراج کی ایک غزل کا مطلع ہے۔

صبا میرے جوان لشکری کوں جا خبر کرنا
دل بے درد میں اس یار کے جا کر اثر کرنا

آخری زمانہ میں عبدالرسول خاں لشکر میں منتقل ہوگئے تھے ممکن ہے یہ ملازمت کے سلسلہ میں ہو، سراج کے خطوط سے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ انھیں کی وجہ سے سراج بھی کبھی کبھی لشکر میں رہا کرتے تھے۔ "تحفۃ الشعراء" کی اگلی عبارت کا تعلق ممکن ہے کہ اسی سلسلہ میں کسی غلط فہمی پر مبنی ہو۔ کیونکہ سراج کی زندگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے، اس کی توجیہ کسی اور طرح ممکن نہیں معلوم ہوتی۔

اس قلیل مدت کا اندازہ کرتے، جس کے اندر اندر ان کی اردو شاعری کی ابتداء ہوئی، اور وہ نشو و نما کے اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچ سکی، سراج کی شاعرانہ قابلیت کے متعلق نہایت بلند رائے قائم ہوتی ہے۔ تھوڑی سی مدت میں انھیں، اس فن میں وہ کمال اور شہرت نصیب ہوئی، جو ایک عمر کی سعی کے باوجود بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے بجز ۱۱۵۶ھ

سے پہلے پہلے سراج کی شاعری کی شہرت، گجرات اور شمالی ہند کے علمی مرکزوں دہلی وغیرہ تک پہنچ گئی تھی۔ ریختہ میں وہ ولی کے بعد سب سے بڑے استاد تسلیم کئے گئے، اور ولی کے جانشین سمجھے گئے[1]۔

دکن کے آزاد، یعنے عبدالجبار خاں آصفی نے سراج کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے، بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں، جو کسی اور تذکرے میں نہیں پائی جاتیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ سراج کی غزلیں عام طور پر محفلوں میں پڑھی جاتیں اور قوال انہیں گاکر سنایا کرتے تھے۔ جب غزل گائی جاتی تو محفل پر ایک وجد کا عالم طاری ہوجاتا تھا۔ خود سراج کے پاس ہفتہ میں ایک روز محفلِ سماع منعقد ہوتی جس میں شہر کے عمائد اور مشائخ جمع ہوتے تھے[2]۔ سراج کی غزلوں کا اثر کوئی خیالی چیز نہیں ہے، بلکہ آج سے کچھ سال پہلے تک، حیدرآباد میں، ان کی غزلیں محفل سماع میں عام طور پر گائی جاتی تھیں۔ اب تک بھی اس فضا کے مٹے مٹے سے نقش موجود ہیں۔ اور آج بھی ان کی غزل سن کر محفل کی محفل سر دھننے لگتی ہے۔ نہ صرف حیدرآباد بلکہ شمالی ہند میں بھی۔ ان کی بعض غزلیں بہت مشہور اور

---

[1] ملاحظہ ہو "چمنستان شعرا" (انجمن ترقی اردو) صفحہ ۲۹۰ [2] "محبوب الزمن" صفحہ ۳۸۔

مستعمل ہیں۔

غرض یہ سب کچھ سراج کو پانچ چھ سال کے اندر اندر حاصل ہوگیا۔ کیونکہ ۱۱۵۲ء کے بعد، مرشد کے حکم کی بنا ر پر انہوں نے شاعری ترک کردی۔ اپنی خود نوشت میں یہ واقعہ بھی انہوں نے لکھا ہے۔ دیوان کی ترتیب کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں۔

"و فقیر بعد چندے بلباس" الفقر فخری" ممتاز گردید و از ہماں روز موافق امر مرشد برحق تا حالت تحریر کہ سال ہفدہم است دست زبان را از دامن سخن موزوں کشیدہ"

یہ تحریر ۱۱۶۹ء کی ہے، اس سے سترہ سال پہلے، دیوان مرتب ہوا تھا۔ اس طرح گویا دیوان کی ترتیب کے بعد ہی سراج نے شعر کہنا ترک کردیا۔

لیکن "بوستانِ خیال" کا جو نسخہ لٹن لائبریری جامعہ علی گڑھ میں محفوظ ہے اسکے اور عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ مشرقی کے مخزونہ نسخہ 'د' کے ایک شعر سے سنہ تصنیف ۱۱۶۰ء ظاہر ہوتا ہے۔ شعر حسب ذیل ہے:۔

"عدد جب کہ اس نام کے آئے ہات ؎ مطابق ہوئے سال' ابیات سات"

راقم کے مرتبہ نسخہ میں اشعار کی کل تعداد ۱۱۶۲ ہے، لیکن نسخہ د میں

اشعار (۱۱۵۳) اور علی گڑھ کے مخطوطے میں ابیات کی تعداد ۱۱۵۵ ہے۔ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کے ناقص نسخے میں تقریباً سات سو اشعار ہیں۔ اور عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں "بوستان خیال" کا جو دوسرا نسخہ ہے اس میں ابیات کی تعداد (۱۱۶۱) ہے۔ اس طرح راقم کے مرتبہ نسخے میں ان تین نسخوں میں سے کسی سے دو شعر زیادہ ہو گئے ہیں۔" "بوستان خیال" تاریخی نام ہے، جس سے ۱۱۶۰ھ برآمد ہوتا ہے۔ مذکورۂ بالا شعر سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مثنوی کے اشعار کی تعداد سنہ سے مطابقت رکھتی ہے۔ اس اعتبار سے اسکا سنہ ۱۱۶۰ ہونا چاہئے کیونکہ عموماً تصنیف کا نام تاریخی رکھتے تھے۔ خود سراج نے "منتخب دیوانہا" کے نام میں سنہ تکمیل کی رعایت ملحوظ رکھی ہے۔ "بوستان خیال" میں اتفاق سے ابیات بھی، سنہ کے مطابق ہو گئے ہیں۔ یہ تمام قرائن ایسے ہیں، جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ "بوستان خیال" ۱۱۶۰ھ میں لکھی گئی۔

لیکن سراج کی وہ تحریر جو ہم نے اوپر نقل کی ہے، اس کے لحاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۱۵۰ھ یا ۱۱۵۲ھ اور ۱۱۶۹ھ کے درمیان انہوں نے شعر گوئی ترک کر دی تھی۔ عبدالجبار خاں آصفی نے اپنے تذکرہ میں "چمنستان شعرا" کے حوالے سے اس کی تصنیف کا ۱۱۵۳ھ لکھا ہے۔ لیکن مطبوعہ "چمنستان" میں،

"بوستانِ خیال" کا سنہ تصنیف کہیں درج نہیں ہے، صرف ابیات کی تعداد (۱۱۶۰) بتلائی گئی ہے۔ اقتباس حسب ذیل ہے:-

"مثنوی شاہ صاحب مسمّی بہ "بوستانِ خیال" کہ جلا ابیاتش یک ہزار و یکصد و شصت باشد بنظر درآمد - حقا کہ خوں از رگ اندیشہ چکانیدہ است مطلع او این است"[1]

اس کے علاوہ کوئی بیرونی شہادت ایسی موجود نہیں ہے، جس سے اس مسئلہ پر روشنی پڑ سکے۔ "گلِ رعنا" میں شفیق نے اس کا ذکر ہی نہیں کیا۔ تاہم "منتخب دیوانہا" کی محولہ بالا عبارت کا لحاظ کرتے ہم نے "سراج سخن" میں بعد کے سنہ کو ترجیح دی تھی۔ اس کے متعلق جناب احسن مارہروی صاحب نے ایک خط میں حسبِ ذیل بحث فرمائی ہے:—

"چمنستان شعرا" کے صفحہ ۳۰ کی ... عبارت کا مدعا ہے کہ سنہ ۱۱۶۹ سے سترہ سال قبل لباسِ فاخرہ "الفقر فخری" پہن کر سخن گوئی سے الگ ہو گئے تھے۔ اور سنہ ۱۱۶۹ میں دیوان کا انتخاب ختم کیا ہے۔ انتخاب رخن گری میں

---

[1] ملاحظہ ہو "چمنستان شعرا" صفحہ ۳۰۔

جو فرق ہے ظاہر ہے۔ ...... جب ترک سخن کر چکے تھے تو ۱۱۶۹ھ میں اس

شغل کو بلا وجہ کیوں اختیار کرتے..... خلاصہ ...... یہ ہے کہ

"بوستان خیال" "منتخب دیوانہا" سے ۹ برس پہلے ۱۱۶۰ھ میں تصنیف ہوئی۔"

"بوستان خیال" دوسری مشہور مثنویوں کی طرح، کوئی فرضی اور خیالی قصہ نہیں ہے، بلکہ یہ سراج کی آپ بیتی ہے۔ اور اس واقعہ کو سراج نے نہایت درد انگیز انداز میں پیش کیا ہے۔ انہیں ایک لالہ جی کے لڑکے کے ساتھ گہری دوستی ہو گئی تھی پہلے وہ ان کے پاس پڑھنے آتا تھا، رفتہ رفتہ یہ حالت ہو گئی کہ دن اور رات کے چوبیس گھنٹے، سراج ہی کے ساتھ رہنے لگا۔ یہ حال دیکھ کر، اس کی قوم والوں نے ماں باپ کو سکھا پڑھایا اور دراندازی کی۔ ایک دفعہ جب وہ اپنے گھر گیا، تو، ماں باپ نے اسے سخت سست کہا، اور قوم سے نکال باہر کرنے کی دھمکی بھی دی۔ اس نے ان کی ایک نہ سنی اور ناراض ہو کر گھر سے چلا آیا۔ جب یہ واقعہ اس نے سراج سے بیان کیا، تو سراج نے یہ خیال کر کے کہ مبادا دراندازوں کو، لگانے بجھانے کا موقع مل جائے اور وہ لالہ کو اپنے پاس آنے جانے سے ہمیشہ کے لیے روک دیں۔ انہوں نے سمجھایا کہ، میاں تمہارے ماں باپ جب خفا ہوتے ہیں، تو انہیں رنجیدہ

کرنا ٹھیک نہیں، تم ان کا دل مت دکھاؤ۔ اور یہاں بھی دن میں ایک بار آتے جاتے رہو۔ لالہ نے یہ سمجھا کہ سراج کی دوستی میں فرق آگیا، اس لئے آب دیدہ ہو کر کہا: "تم میں دوستی کی کمی ہے۔ میں جان دل سے تمہارا دوست ہوں۔ اور مرنے تک تم سے کبھی جدا نہ ہونگا"

لیکن چند دنوں کے بعد، اس کی طبیعت ایسی بدل گئی کہ آنا جانا تو درکنار اگر کبھی سراج بھی اس طرف جاتے تو، انجان ہو کر گھر میں چھپ جاتا۔ کچھ دن اس طرح بھی گذرے، آخر لالہ کو سراج کی وہ اگلی وفا یاد آئی۔ اور وہ آکر ان سے عذر خواہ ہوا، اور پہلے سے زیادہ دوستی کا دم بھرنے لگا۔ یہ حالت بھی زیادہ قایم نہ رہ سکی۔ پھر چند روز کے بعد وہ ان سے بیگانہ ہوگیا اور ملنا جلنا بالکل ترک کر دیا۔

سراج جو دوستی اور محبت کے لئے پیدا ہوئے تھے، یہ واقعہ ان کے لئے بے حد شاق گذرا۔ وہ نہایت مغموم رہنے لگے۔ ان کے دوست احباب، ملنے جلنے والے انہیں لاکھ سمجھاتے، لیکن کچھ اثر نہ ہوتا۔ آخر ایک سردار زادہ، صاحب جمال، جو سراج کا گہرا دوست تھا، اور نواب نظام الملک بہادر کی فوج میں ملازم تھا، پالکنڈے کی فتح (۱۱۴۹ھ) کے بعد گھر واپس جاتے ہوئے

سراج سے ملا۔ اور انہیں سمجھا بجھا کر اپنے گھر لے گیا۔ وہ ان کی بڑی خاطر مدارات کیا کرتا، اور ان کی دلدہی میں کمی نہ کرتا، لیکن ان کے غمگین دل کو کبھی واشد نصیب نہ ہوتی۔ ایک روز وہ سیر باغ کے لئے گئے، اور وہاں سراج ایک درخت کی پیڑ پر گر کر رونے چلانے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر سب ساتھی پریشان ہوئے اور انہیں اٹھا کر گھر واپس لے آئے۔ گھر پہنچ کر، سردار زادے نے ان سے شکایت کی کہ تم اب تک اپنی محبت کا حال مجھ سے چھپاتے رہے، تمہاری آج کی بے خودی محبت کا نتیجہ تھی۔ مجھ سے اپنی بپتا بیان کرو۔ اس پر سراج نے، اوپر کا سارا حال سنایا۔ سردار زادے نے ان کا دل بہلانے کے لئے کہا کہ "وہ تو بڑا ہی سنگدل ہے، جو آپ کو ایسی مصیبت میں گرفتار کر کے پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا۔ میں بھی خوبصورت ہوں۔ اگر میرے ساتھ عہد وفا باندھو تو آرام سے گذر جائیگی۔" اس پر سراج کو بہت طیش آیا، رات کی تاریکی اور بارش کا بھی انہوں نے خیال نہ کیا۔ اور اپنی چھڑی اٹھا کر، وہاں سے چل کھڑے ہوئے، سردار زادے نے بہت معذرت چاہی لیکن ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور تکلیفیں اٹھاتے گھر لوٹ آئے۔

یہ واقعات بیان کر کے، وہ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ یارا الٰہا اب تو دنیا کی محبت میرے دل سے دور کر۔ اور اپنی محبت میں ثابت قدم رکھ۔"

اس میں جو تاریخی حوالے آگئے ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۱۱۰۹ھ سے پہلے کا ہے۔ اسی سنہ میں باگکنڈہ فتح ہوا، قاقشال نے، جس زمانے میں اپنا تذکرہ مرتب کیا، اس زمانے میں سراج کی زندگی اسی طرح لاابالی انداز سے بسر ہوتی تھی۔ اس واقعہ اور سراج کی زندگی کا تفصیل سے مطالعہ کرنے کے بعد، روس کے شہرۂ آفاق قصہ نگار انتون چیخوف، کا وہ مثالی کردار جو اس نے "ڈارلنگ" میں پیش کیا ہے، ہمارے ذہنوں میں تازہ ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ دنیا میں صرف محبت کرنے کے لئے پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور محبت کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ محبت ہی ان کے لئے "زیست کا مزہ" ہوتی ہے۔ اور محبت کے بغیر ان کی "حرکت نہیں سکتی"۔

۱۱۶۱ھ میں حضرت شاہ عبدالرحمن چشتی کا وصال ہو گیا۔ سراج کو ان سے جو ارادت تھی اس کے مدنظر یہ جانکاہ صدمہ ان کے لئے یقیناً بہت تھا۔ فقر و درویشی وہ پہلے ہی اختیار کر چکے تھے، اس حادثے کے بعد، وہ اور بھی گوشہ گزیں ہو گئے۔ اس زمانے میں جب انہیں دنیا سے بہت کم سروکار رہ گیا تھا، انہوں نے اپنے شعری ذوق کی تشفی کے لئے ایک مناسب شغل تلاش کر لیا۔ فارسی شاعری، جس کا ذوق ان کے رگ و پے میں بسا ہوا تھا۔ اب پھر ان کے لئے جاذب توجہ

تھی۔ لیکن چونکہ وہ شعر کہنا ترک کر چکے تھے، اس لئے اساتذہ فارسی کے دیوانوں کا انتخاب شروع کیا۔ اور ۱۱۶۹ھ میں اسے مکمل کر کے ایک دیباچہ بھی لکھا۔ جس کا اقتباس شفیق نے اپنے دونوں تذکروں میں پیش کیا ہے۔ اس مجموعہ کا تاریخی نام انہوں نے "منتخب دیوانہا" رکھا۔

"منتخب" کا جو نامکمل مخطوطہ، کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے، اس میں کلام ردیف وار ترتیب دیا ہوا ہے۔ اور تقریباً تمام مستند اساتذہ فارسی کے افکار پر مشتمل ہے۔ جو شاعر اس زمانہ میں زندہ تھے ان کے نام کے ساتھ "سلمہ" یا "سلمہ اللہ" وغیرہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ سراج کی طبیعت کا انکسار اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا ایک شعر بھی اس میں نہیں لکھا۔ قدیم زمانے میں ایسے "منتخب" بیاضوں سے بنتے تھے اور "منتخب" کی ترقی یافتہ شکل "تذکرہ" تھی۔ بہت کم تذکرہ نگار ایسے ہونگے، جنھوں نے اپنے کلام کو اپنے تذکروں میں جگہ نہ دی ہو بعضوں نے تو صرف اسی لئے یہ سارا کھیل کھڑا کیا تھا۔

"منتخب دیوانہا" کا دیباچہ جس کا حوالہ جا بجا دیا جاتا ہے۔ کتب خانے کے نسخے میں موجود نہیں ہے۔ عبدالجبار خاں آصفی نے بھی "چمنستان" اور

گل رعنا سے واقعات اخذ کرکے لکھے ہیں۔

منتخب دیوانہا" غالباً سراج کا آخری کارنامہ تھا۔ اس کے بعد سے سوائے خطوط کے انہوں نے شاید ہی کچھ لکھا ہو۔ بحرِ طویل میں انہوں نے جو خط لکھا ہے وہ ابتدائی جوش کے زمانے کی یادگار معلوم ہوتا ہے۔

آخری زمانے میں سراج کی ہستی نہایت مقدس اور بزرگ ہوگئی تھی۔ عوام اور خواص ان کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ تقریباً سارا شہر ان کا معتقد تھا اور ان کی شاعری اور بزرگی کی شہرت دور دور پہنچ گئی تھی۔ ان کے مریدوں کی تعداد بھی کافی ہوگی۔ انکے خاص معتقدین میں ضیاءالدین، تاج الدین، شاہ چراغ کے علاوہ صرف دو ایک نام ہم کو معلوم ہوسکے ہیں۔ ان کے شاگردوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی ان میں سے جو مشہور تھے وہ حسبِ ذیل ہیں:۔

ضیاءالدین پروانہ، لالہ جے کشن بیجان، مرزا مغل کمتر، میر مہدی متین، مرزا محمود خاں نثار، محمد عطا ضیا، محمد رضا بیگ خاں وغیرہ۔

بیجان کا ذکر "چمنستان" میں موجود ہے[1]۔ شفیق نے ان کی شاعری کی بڑی تعریف کی ہے۔ شفیق کو ان کے متعلق سراج سے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ نواب صلابت جنگ کے

---

[1] "چمنستان شعرا" ص

لشکر کے ہمراہ گئے تھے، جس کے بعد سے ان کا پتہ نہیں چلا۔ پروانہ اپنے زمانے کے معتبر لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ "چمنستان" اور "گلِ عجائب" مصنفۂ اسد علی خاں تمنا اورنگ آبادی دونوں میں ان کا ذکر موجود ہے۔ وہ سراج کے مرید، شاگرد اور حد درجہ معتقد تھے۔ سراج بھی انہیں بہت چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنا تخلص "پروانہ" سراج ہی کی رعایت سے اختیار کیا تھا۔ وہ فارسی اور اردو دونوں میں شعر کہتے تھے، اور اچھے شاعر سمجھے جاتے تھے۔ کمتر اور یقین کا ذکر بھی شفیق نے کیا ہے یقین برہان پور کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد میر محمد امین، مرزا عبدالقادر بیدل سے تلمذ رکھتے تھے۔

مرزا محمد خاں نثار دیانت خاں کے فرزند اور امانت خاں کے پوتے تھے۔ اور ان کا خطاب توارث خاں تھا۔ اورنگ آباد کے امرا میں شمار ہوتے تھے، شاعری میں بھی اچھی دستگاہ تھی چنانچہ شفیق نے انکے کلام اور ان کی سخن فہمی کی داد دی ہے۔ انہوں نے ایک مثنوی بھی لکھی تھی جس میں جگہ جگہ "بوستان خیال" کے اشعار کی تضمین کی گئی تھی شفیق نے انکے اشعار کا انتخاب ساڑھے چار صفحوں پر دیا ہے۔

ضیا اچھے شاعر تھے، لیکن شفیق نے ان کی انشا کی بہت تعریف لکھی ہے۔ رضا بیگ خاں رضا کے والد شاہجہاں آباد سے آئے تھے۔ رضا اورنگ آباد میں

پیدا ہوئے اور شاہ سراج سے تلمذ حاصل کیا۔ شفیق نے ان کے اشعار تذکرہ کے لئے انتخاب کرنے سے پہلے، سراج کی خدمت میں بھیج دیے تھے، جتنے شعر انہوں نے انتخاب کئے وہی لکھے ہیں۔

شہرت، عزت اور احترام کے لحاظ سے یہ سراج کی زندگی کا بہترین زمانہ ہے۔ انہیں شاعری میں استادی کا درجہ حاصل ہو چکا تھا، شہر کے بعض نہایت خوش گفتار شاعر ان کی شاگردی کا دم بھرتے تھے، اس کے علاوہ عالموں، ادیبوں اور شاعروں کے ہر حلقہ میں ان کی عزت ہوتی تھی۔ اس وقت اورنگ آباد میں جو سر برآوردہ اہلِ قلم موجود تھے وہ یا تو ان کے دوست تھے یا ان کے معتقد۔ میر غلام علی آزاد بھی ان کے ملنے جلنے والوں میں سے تھے۔ شفیق جو پہلے اپنے آپ کو سراج کا دوست سمجھتے تھے، اب ان کا احترام کرنے لگے تھے۔ "چمنستانِ شعرا" میں انہوں نے لکھا تھا: "دریں ایام با راقم السطور گرم جوش شدہ دم از دلسوزی می زدند۔" لیکن چند سال بعد "گلِ رعنا" میں اس نسبت کو وہ اس طرح ظاہر کرتے ہیں: "با راقم السطور آشنا بود، و شفقت خاص از سائر الناس بر بندہ مبذول می فرمود۔"[1]

---

[1] مخطوطہ "گلِ رعنا" ۱۳۶۔ کتب خانہ آصفیہ (فن تذکرہ فارسی)

یہی فرق ان دونوں تذکروں کے اس بیان میں بھی ہے، جس میں سراج کی شاعری کی تعریف کی گئی ہے۔ قاقشال کا تذکرہ اس وقت لکھا گیا تھا، جب سراج کی عمر ابھی ۳۷، ۳۸ سال کی تھی، دس بارہ سال کے اندر اندر سراج کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم برپا ہوگیا تھا۔ وہ لوگ بھی، جو ان کی جوانی کی لاابالی زندگی کو کچھ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے، اب ان کے سامنے خود بخود جھک جاتے تھے۔

اس زمانے میں بھی شعر و سخن سے ان کی دلچسپی کم نہیں ہوئی تھی، اکثر شعرا اور علماء ان سے ملنے آیا کرتے تھے اور بعض وقت شعر و سخن کی بحثیں بھی چھڑ جاتی تھیں۔ "گل رعنا" میں شفیق نے اس طرح کا ایک واقعہ درج کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرلینے کے باوجود، وہ شعر و سخن کی دلچسپیوں سے دامن نہ چھڑا سکے تھے۔ گو یہ صحیح ہے کہ اس زمانے میں ان کی یہ دلچسپیاں عملی نہیں رہی تھیں۔

اس تمام عزت و تقدس کے باوجود سراج کا یہ حال تھا کہ وہ گھر میں تنہا رہا کرتے تھے۔ صرف دو خدمت گار کام کاج کے لئے مامور تھے۔ کوئی دوست دلسوز پاس نہ تھا ضیاء الدین پروانہ ملازمت کے سلسلہ میں بیجاپور میں مقیم تھے،

شاہ چراغ، احمد نگر میں اور شاہ عبدالرسول، لشکر میں رہا کرتے تھے۔ شاہ تاج الدین بھی ان کے نزدیک نہیں تھے۔ آخری عمر میں مرض بواسیر، ضعف معدہ اور اسہال جیسے امراض میں وہ مبتلا رہا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک خط میں وہ پروانہ کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"از یکدو ماہ بواسیر بادی و ضعف قوائے رئیسہ، خصوصاً ضعف معدہ غالب است، اگرچہ مطابق فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃ، خود را بمصلحت حکیم حقیقی حوالہ کردہ شد، لاکن بحکم داد مراتب و اوائے شان عبدیت بطبیبان شہر رجوع آوردہ، موافق مزاج اینہا، بدوا و غذا پرداختہ می آید۔ دو روز اگر قدرے آثار شفا مرتب می شود، باز بحکم مصلحت حقیقی ہماں دوا بمضرت می پردازد، بہرحال ہر دو صورت خالی از حلاوت خاص نیست۔ درینولا باز از یک ہفتہ آثار شفا آمدہ باید دید کہ رضا درچہ کار، و مارا دراں چہ بار۔ ضعف بدن بمرتبہ ایست کہ بیسر چوک ہم معذور است[1]"

---

[1] ملاحظہ ہو خط ۔

ایک اور خط میں شاہ چراغ کو لکھتے ہیں :-

"فقیر تا حال در ہماں بیماری از مدت یک و نیم سال گرفتار است۔
و ہر روز دوائے یکساں بعمل می آید یکے بیماری و دویم تنہائی۔ وکسے
دلسوز در خدمت نیست"[1]

ایک اور خط میں انہیں کو تحریر فرماتے ہیں :-

"در یولا بسبب بیماری تا یک ہفتہ زندگانی بالکل نمود۔ بلکہ مرزا سنجر بیگ
دراں وقت حاضر بودند آنچہ لازمۂ دوستی بود بجا آوردند"۔ خط ۱۵

شاہ تاج الدین کو جو خط[2] لکھا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض وقت مرض کے
غلبہ کی وجہ سے، وہ کھڑے ہونے سے بھی معذور ہو جاتے تھے ۔

انہیں تکلیفوں کے سبب وہ شاہ چراغ کو، جن سے انہیں بہت انس تھا
اپنی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے لکھتے ہیں لیکن غالباً وہ اپنی مجبوریوں کی
وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے ۔ بار بار بلانے پر بھی جب وہ نہیں آتے تو ایک دفعہ
خفا ہو کر لکھتے ہیں :-

"بتوجہ شما بارے حق تعالیٰ فضل کرد - بیماری تخفیف یافت ۔ والحال

---

[1] ملاحظہ ہو خط ۱۴

[2] ملاحظہ ہو خط ۱۲ ۔

احتیاج آمدن شما نیست۔ اگر قصد سیر شہر باشد مبارک است (خط ۱۵)

اصل میں شاہ چراغ 'احمد نگر میں' اپنا رنگ جما رہے تھے۔ مرشد کی مرضی کے خلاف انہوں نے اپنے آپ کو رفیق شاہ مشہور کر رکھا تھا۔ جب اس کی خبر سراج کو پہنچی تو انہوں نے باز پرس کی تھی۔ ممکن ہے کہ شرم کی وجہ سے وہ نہ آنا چاہتے ہوں۔ اس لئے آخر میں سراج نے ان کی بیوی لالن جیو یا لالن جی کو لکھا کہ تم شاہ چراغ کا انتظار کئے بغیر' فوراً چلی آؤ۔ (خط ۱۸)

غالباً شاہ چراغ کے نہ آنے کے سبب' سراج نے آخر میں شاہ عبدالرسول کے پاس لشکر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ خط ۱۹ میں شاہ چراغ کو لکھتے ہیں۔

"فقیر لا علاج الحال عزم جزم دارد کہ پیش رسول خاں صاحب بروم......

اگر آمدن نمی شود جواب صاف بنویسند کہ انتظار آمدن یا جواب شما است۔

فقیر پا در رکاب است۔"

غالب وہ آخر دم تک یہیں رہے۔ اور اسی مرض میں بتاریخ ۴ شوال ۱۱۷۷ھ یوم جمعہ کو ان کا انتقال کیا۔ تدفین تکیہ ہی میں عمل میں آئی۔ پروانہ نے مرشد کے مزار پر بعد میں گنبد تعمیر کرایا تھا' جو اب نہایت خستہ حالت میں ہے تکیہ کے اس مکان کو بھی جس میں سراج رہا کرتے تھے۔ پروانہ نے پختہ بنا دیا تھا' لیکن اب

صرف اس کے کھنڈر باقی رہ گئے ہیں۔ یہ مقام اب تکیہ شاہ چراغ کے نام سے موسوم ہے اور اورنگ آباد میں روہیلہ گلی کے شمال میں نالے کے مرتفع حصے پر واقع ہے۔ مزار کے چاروں جانب مریدوں اور معتقدوں کی قبریں ہیں انتقال کے وقت ان کی عمر پچاس سال تھی۔

شاہ سراج کے انتقال پر تمام شہر میں سوگ منایا گیا۔ مشہور شاعروں نے ان کی وفات کی تاریخیں لکھیں۔ شفیق نے "گل رعنا" میں اور سبزواری نے "تذکرۂ اولیائے دولت آباد" میں ان میں سے اکثر تاریخیں نقل کی ہیں۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے جو تاریخ کہی تھی وہ حسب ذیل ہے:۔

شمع شعرا، سراج خوش فکر   در ماتم او سخن سیہ پوش

تاریخ وفات او خرد گفت   ہے ہے مصباح ہند خاموش

آزاد کے بھتیجے، میر اولاد محمد خاں ذکا نے حسب ذیل تاریخ کہی تھی۔

چراغ دودۂ آل عبا سراج الدین   کہ بود روشن از و محفل سخندانی

نمود چارم شوال و صبح آدینہ   بشمع انجمن عمر دامن افشانی

ز تیرہ بزم جہان قنابہ دار بقا   فروغ ناصیۂ خویش کرد ارزانی

کشید شعلۂ تاریخ سر ز طبع ذکا   سراج بزم ارم را نمودہ نورانی



گنبد شاہ سراج اورنگ آبادی

شیفتہ کی تاریخ یہ ہے :-

سید حق پرست معنی سنج   کہ از و یافت شعر حسن رواج
سال فوتش شفیق کرد رقم   رو برحسماں نمود شاہ سراج

سبزواری نے شفیق کی ایک اور تاریخ "گل گشت سراج حیف اے دل" اپنے تذکرہ میں لکھی ہے۔ اس کے علاوہ شاہ ضیاءالدین پروانہ کی تاریخ بھی درج کی ہے جو حسب ذیل ہے :-

بہ سپہر سخن در ؟ ابر پنہاں شد   زمین فکر بظلمات صبر پنہاں شد
ندا رسید ز ہاتف بہ سمت پروانہ   بگو سراج بہ فانوس قبر پنہاں شد

مرشد کے انتقال کے بعد شاہ چراغ ان کے تکیہ میں آکر فروکش ہوگئے تھے سراج نے عبدالرسول خاں کے پاس جاتے ہوئے جو خط انہیں لکھا ہے، اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ اگر میرے ساتھ چلنے کا ارادہ نہ ہو، تو اپنے قبیلے کے ساتھ تکیہ میں آکر رہ جاؤ۔ چنانچہ نواب نظام علی خاں کے عہد میں، یہ اس تکیہ میں رہا کرتے تھے ۔ شاہ تجلی نے "تزک آصفیہ" میں ایک واقعہ لکھا ہے، جس سے، پتہ چلتا ہے کہ وہ اس زمانے میں اورنگ آباد کے خرقہ پوشوں میں کافی احترام رکھتے تھے اور شاہ سراج کے مرید اور خلیفہ کی حیثیت سے مشہور تھے

"تزک آصفیہ" کی عبارت حسبِ ذیل ہے :۔

"زانجا کہ دارالدولہ بہادر راکہ از مدتے ولولۂ شوق خرقہ پوشی گریباں گیر بود۔

از وقتِ بیعت بدست شاہ چراغ مرید سید شاہ سراج الدین این رازِ دل پیوستہ در پردۂ

کتماں داشت۔ اگرچہ الفی زیر قبا و لنگوٹہ زیر پائجامہ بستہ بہ دربارے

رفتے مع ذالک نشۂ شوق بہ اغشش دیادہ تر می پیچید لاجرم ترک لباس

دنیاداری کردہ خرقۂ آزادی بشہادت بعضے فقرا در برکرد و بنام

سراج ثانی در جمیع فقرا معروف گردید" (صفحہ ۲۹)

شاہ ضیاء الدین پروانہ اور خاص طور پر شاہ عبدالرسول چشتی کے کچھ حالات سراج کے انتقال کے بعد معلوم نہیں ہو سکتے۔ پروانہ غالباً مرفع الحالی کی زندگی بسر کرتے رہے، چنانچہ، گنبد اور مکان کی تعمیر سے، جو سراج کے انتقال کے بعد عمل میں آئی اس کا پتہ چلتا ہے۔

شاہ چراغ کے بعد "تکیہ کی تولیت" ان کے فرزند مقبول چراغ کے حق میں منتقل ہوئی۔ مقبول چراغ کے فرزند روشن چراغ نے اس خدمت کو اپنے خلیفہ سید کریم شاہ کے حق میں منتقل کر دیا تھا، جن کے پوتے سید اکبر صاحب اس وقت موجود ہیں۔ انہیں کے فرزند، ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب کے پاس کے دستاویزات

سےحالات معلوم ہوسکے۔ شاہ سراج کی کوئی اولاد وغیرہ نہیں تھی، انھوں نے غالباً تمام عمر تجرد کی حالت میں گذاری۔ اس مسئلہ پر کسی تذکرے یا کسی اور طرح کی تحریر سے روشنی نہیں پڑسکتی۔ گو ولی کی ایک مسلسل غزل سے اُن کے کسی دوست سراج کی شادی کا پتہ چلتا ہے۔ اور جیساکہ بعض محققین اس طرف راغب معلوم ہوتے ہیں، شاید یہ سراج، شاہ سراج ہی ہونگے۔ اس طرح کے قیاس کی گنجایش بھی ہے، کیونکہ اگر ولی کا انتقال ۱۱۵۵ھ میں ہوا ہو تو اس وقت سراج کی عمر ۹ اسال ہوگی۔ ولی کی وہ غزل حسب ذیل ہے :۔

ہے حُسن کے نگر میں سجن تجھ کون راج آج
خوش دلبری کا تجھ کوں ملا تخت و تاج آج

اس ناز ہور ادا کے تجمل کوں دیکھ کر
سب دلبراں نے تجھ کوں دیا ہے خراج آج

پروانہ ہو کے کیوں نہ گرے چاند چرخ سوں
فانوس دل میں شوق تیرا ہے سراج آج

وہ شوخ مجھ کوں آکے ملا اس سبب ولی
شادی میں اسکی صرف کیا ہوں میں لاج آج

لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ ولی کے دوست یہی سراج تھے۔

اس مسئلہ پر اگر کسی طرح کی روشنی پڑسکتی ہے تو وہ سراج کے خطوط ہیں ان میں وہ اکثر اپنی تنہائی اور بے کسی کا ذکر کرتے ہیں، ایک خط میں جس کا اقتباس اوپر دیا جا چکا ہے، انہوں نے صاف یہ لکھ دیا ہے کہ میرے ساتھ گھر میں سوائے

دو ملازمین کے کوئی اور نہیں رہتا۔ عالم جاب کے ختم ہونے کے بعد جلد ہی وہ تارک دنیا بھی ہو گئے تھے۔ اس طرح یہ قیاس شاید بے جا نہ ہو کہ انہوں نے تاہل کے مخمصوں میں اپنے آپ کو کبھی نہیں پھنسایا اور آخر تک تجرد کی زندگی بسر کرتے رہے۔

سراج کی زندگی کے اس حصے کو ختم کرنے اور ان کی شاعری پر نظر ڈالنے سے پہلے، ان کے مشہور معاصرین کا ذکر بھی ضروری ہے، تاکہ ان کی شاعری کو اور اس کے صحیح مرتبہ کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔

میر حسن اور شمالی ہند کے بعض اور تذکرہ نگاروں نے سراج کو آبرو کا معاصر بتلایا ہے۔ دہلی میں اردو شاعری کی ترقی در اصل شاہ ظہور الدین حاتم اور شاہ مبارک آبرو سے شروع ہوئی۔ اسی لئے اردو شاعری کے اولین دور کو انہیں کے عہد سے موسوم کیا گیا ہے، جس طرح اس کے بعد کے زمانے کو میر اور سودا کے عہد سے موسوم کرتے ہیں۔

آبرو اس میں شک نہیں کہ بڑے ذہین انسان تھے، اور سراج الدین علیخاں آرزو جیسے نقادوں کی صحبت میں ان کی تربیت ہوئی تھی، پھر بھی شاعری میں ان کی طبیعت کے پورے جوہر نمایاں نہ ہو سکے۔ ان کے زمانے میں شعری حسن کے

مخصوص تخیل کے سبب بعض تکلفات جیسے ایہام یا استعارہ نگاری کا جو ذوق ہمہ گیر تھا، اس کی رعایت نے ان کے کلام کو بلند تر رتبہ کو پہنچنے نہ دیا۔ پھر بھی ان کا شمار اپنے زمانے کے اساتذہ میں ہوتا تھا، میر کو ان کی شاعری بہت پسند تھی۔ سراج کی طرح، ان کے ایک دوست، محمد محسن تھے۔ جن کے نام پر ان کے اکثر اشعار معنون ہیں۔ میر نے اپنے تذکرے میں ان کے جو شعر انتخاب کئے ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔ ان سے نہ صرف خیالات بلکہ انداز بیان اور زبان پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

آیا ہے صبح نیند سے اٹھ رسمسا ہوا جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا

جدائی کے زمانے کی میاں کیا زیاتی کہیے کہ اس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گذری سو جگ بیتا

بوسہ لبوں کا دینے کہا کہہ کے پھر گیا پیالہ بھرا شراب کا افسوس گر گیا
قول آبرو کا تھا کہ نہ جاویگا اس گلی ہو کر کے بیقرار دیکھو آج پھر گیا

مشتاق عذر خواہی نہیں آبرو تو کیا ہے یہ روٹھ روٹھ چلنا، چل چل کے پھر ٹھٹکنا

یارو ڈرو کمر سے مڑوڑ نہ بھر کے انگ   آجا کہیں لچک تو ابھی لاگ جائے لنگ

گریہ ہے مسکرانا تو کس طرح جئیں گے   تم کو تو یہ ہنسی ہے پر ہے مرن ہمارا

شاہ ظہورالدین حاتمؔ، اس عہد کے باکمال استاد ہیں، یہ دہلی کے رنگ کے موجد خیال کئے جاتے ہیں[1]۔ ورنہ ان سے پہلے ریختہ بطرزِ ولیؔ لکھتے تھے[2]۔ انہوں نے بہت طویل عمر پائی اور خود اپنی زندگی میں دہلی کی شاعری کے رنگ کو بدلتے ہوئے دیکھ لیا، جس کا باعث یہ خود تھے۔ ان کا ابتدائی کلام قدیم یعنے ولیؔ کے رنگ میں ہے، بعد میں یہ دہلی کی عام بول چال کی زبان میں شعر لکھنے لگے تھے، اسی پر "دیوان زادہ" مشتمل ہے۔ ان کے ابتدائی کلام میں بھی ایہام کا وہ رنگ جو ولیؔ کے پاس بہت ہلکا ہے، کافی گہرا ہو گیا ہے۔ آبرو میں اور ان میں چشمک رہا کرتی تھی اور غالباً اسی وجہ سے میرؔ ان سے ناخوش تھے۔ آزادؔ نے انہیں طبقۂ اول، دوم اور سوم تینوں کے سر برآوردہ شعرا

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ ادب اردو رام بابو سکسینہ (اردو) صفحہ ۱۰۲ [2] پنجاب میں اردو صفحہ ۳۱۶

میں شمار کیا ہے۔ ان کے چند شعر "آبحیات" کے انتخاب سے اخذ کرکے یہاں لکھے جاتے ہیں۔

یار کا مجھ کو اس سبب ڈر ہے — شوخ ظالم ہے اور ستمگر ہے

دیکھ سرو چمن ترے قد کو — خجل ہے، پا بگل ہے، بے بر ہے

حق میں عاشق کے تجھ لباں کا بچن — قند ہے، نیشکر ہے، شکر ہے

مارنے کو رقیب کے حاتم — شیر ہے، ببر ہے، دھنتر ہے

یہاں طالعوں سے ملتا ہے پیارا — عبث دیکھے ہے زاہد استخارا

کئی عالم کئے ہیں قتل ان نے — کرے کیا ایکلا حاتم بچارا

ان اساتذہ کے علاوہ، اور دوسرے شاعر جو کم و بیش سراج کے ہم زمانہ تھے مرزا مظہر جانجاناں، شرف الدین مضمون، عبدالحی تاباں، محمد شاکر ناجی، مصطفےٰ خاں یکرنگ، اشرف علی خاں فغاں سمجھے جاتے ہیں۔

اورنگ آباد میں اس وقت اتنے عالم، فاضل اور شاعر جمع ہوگئے تھے کہ ان کی تفصیل، ایک ضخیم مضمون کی متقاضی ہے۔ "چمنستان شعرا" کے نصف سے زیادہ شاعر ایسے ہیں، جو اس زمانے میں اورنگ آباد میں موجود تھے، شعرا کے علاوہ،

جن کا ذکر ان تذکروں میں نہیں ملتا' منتخب علما، فضلا کی بھی یہاں کمی نہیں تھی۔ اسی لحاظ سے اورنگ آباد کا یہ عروج کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ علماء اور شعراء کی موجودگی کا اثر کسی متعلم کی علمی فضا کے لئے جس قدر مفید ثابت ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن شاعروں اور انشاء پردازوں کے اس منتخب اجتماع میں' سوائے علامہ غلام علی آزاد بلگرامی کے' کوئی دوسرا سراج کی شہرت کو نہیں پہنچ سکتا۔ شاہ غلام قادر سامی جو اس میں شک نہیں کہ استاد کا رتبہ اور تلامذہ کی ایک کافی تعداد اپنے اطراف رکھتے تھے' اور اچھے شاعر بھی تھے' کسی حیثیت سے بھی سراج کے رتبہ کے شاعر نہیں ہیں۔ عارف الدین خاں عاجز' جن کے متعلق بعض بیانات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ سراج کی شہرت سے کچھ زیادہ خوش نہیں تھے' معمولی درجہ کے شاعر تھے' ان کی مثنوی "لعل و گوہر" جو غالباً "بوستان خیال" کے جواب میں لکھی گئی ہے تیسرے درجہ کی نظم ہے۔ غزل میں بھی ان کا پایہ کچھ ایسا بلند نہیں تھا۔ شفیق' جو سراج کی دوستی کا دم بھرتے ہیں' وہ بلاشبہ اپنے علم و فضل اور شعری قابلیتوں کی وجہ سے اپنے زمانے میں قابل توجہ سمجھے جاتے تھے' اور ان کی مثنوی "تصویر جاناں" ایک نفیس شعری کارنامہ ہے'۔ تاہم سراج کا اور ان کا کوئی مقابلہ نہیں۔ وہ عمر میں جس طرح سراج سے چھوٹے تھے اسی طرح

دل دماغ کی سطح میں بھی بہت نیچے تھے ۔

میر تقی میر کا زمانہ بھی سراج ہی کا زمانہ ہے ۔ لیکن میر نے بڑی عمر پائی ۔ اور شاہ حاتم اور انکے بعد کی تحریکات سے متاثر ہوئے ۔ اسی لئے تذکرہ نگاروں نے انہیں بعد کے دور میں رکھا ہے ۔ سراج اور میر کی طبیعتوں میں کئی طرح کی مناسبتیں تھیں ، جس کا کسی قدر تفصیل سے ذکر آگے کیا جائے گا ۔



۲۔ شاعری

سراج کا پایہ اُردو شاعری میں کس قدر بلند ہے، اس کو سمجھنے کے لئے صرف ان کے کلام کی خصوصیات کا جاننا کافی ہے۔ بلکہ ان کے معاصرین سے ان کا مقابلہ بھی، اس پر بہت کچھ روشنی ڈال سکتا ہے۔ اس کلیات کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ ان کی شاعری حسنِ خیال اور لطفِ گفتار کا ایک ایسا دلنواز مجموعہ ہے کہ جس کا مطالعہ ہر زمانے میں شوق سے کیا جائیگا سراج، اردو کے ان شعرا میں سے ہیں جو دماغ سے نہیں بلکہ دل سے شاعری کرتے تھے اور یہ شعرا کا وہ برگزیدہ طبقہ ہے، جس میں ولی، میر، درد، میرحسن، میرانیس، نظیر، غالب، اقبال وغیرہ شامل ہیں۔ حقیقت میں اردو شاعری کی بہترین روایات انہیں شعرا کی بدولت قائم ہیں۔

ورڈسورتھ کے الفاظ میں اردو شاعری سراج کے لئے "جذبات کا از خود

چھلکاؤ" تھا۔ وہ کسی سے داد حاصل کرنے یا شعراء میں اپنی جگہ پیدا کرنے کے لئے شعر کی طرف رجوع نہیں ہوئے تھے۔ اگر یہ ہوتا تو ایسے وقت وہ شاعری سے کبھی دست کش نہ ہوتے، جب ان کی شہرت، احترام کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ گئی تھی۔ شاعری کا ملکہ ان کی فطرت میں اسی طرح ودیعت کیا گیا تھا، جس طرح ایک خوشنوا پرندے میں نغمہ سرائی کا ذوق ہوتا ہے۔ یہی چیز انہیں شعر کہنے پر مجبور کرتی تھی۔ بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان سے شعر کہلاتی تھی۔ جتنی قلیل مدت کے اندر اندر ان کی شاعرانہ قابلیتوں کا نشو ونما ہوا، وہ اس بات کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ اکتساب سے جو شاعر اس فن میں مہارت پیدا کرتے ہیں، وہ کبھی اس قدر جلد نمود پر نہیں آسکتے۔ ایک طرف فطری لگاؤ اور دوسری طرف شعراء کے کلام کے وسیع مطالعے نے سراج کے شعری مذاق اور معیار کو بہت بلند کر دیا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ سراج نے اسی فطری دباؤ کے تحت شعر کہنا شروع کیا تھا، لیکن پھر انہوں نے اس کو اپنے مرتبہ سے کم تر چیز سمجھ کر، بہت جلد ترک بھی کر دیا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ سراج کا انسانی نفس، ان کے شاعر کے نفس سے کہیں بلند تھا۔ ان کے ترک شعر کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ انکی شاعری کی

شہرت زیادہ تر علما اور شعرا کے حلقوں تک محدود ہوتی گئی، اور وہ اپنی روحانی زندگی کے لئے زیادہ سے زیادہ شہرت حاصل کرتے گئے۔

سراج، اپنے فطری رجحان کے لحاظ سے، داخلی شاعری کے جیسی کہ غزل کی شاعری ہوتی ہے، اسی طرح مالک تھے، جس طرح ولی، یا میر ہیں۔ اُردو شاعری کو مقبول بنانے میں سراج کا رتبہ ولی سے شاید کم ہو۔ لیکن کسی دوسرے شاعر سے وہ کسی طرح کم نہیں ہے۔ اس کو ہر دلعزیز بنانے میں جو کام سراج نے دکن میں کیا، وہی میر کی شاعری نے شمالی ہند میں انجام دیا۔ سراج کی شاعری ہر حقیقی شاعر کی طرح اتنی انفرادی خصوصیات کی مالک ہے کہ دو ڈھائی سو سال کی وسیع شعری پیداوار کے باوجود، ان کی شاعری کا رنگ آج بھی سب سے الگ اور ممتاز ہے۔

سراج کے متعلق، میر تقی میر کے ایک مشتبہ بیان پر کہ وہ "شاگرد سید حمزہ" تھے، شمالی ہند کے بعض تذکرہ نگاروں نے، انہیں سید حمزہ کا شاگرد بتلایا ہے۔ چند اور تذکرہ نگاروں نے، اس کی تردید کی، تو بعد کے تذکروں میں یہ شبہ ظاہر کیا گیا کہ شاید سراج نے سید حمزہ سے تعلیم حاصل کی ہو۔ سراج کے ہم وطن اور معاصر تذکرہ نگاروں میں سے کسی نے اس کا ذکر

نہیں کیا۔ اس کے علاوہ یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ، دکن میں اس وقت تک شاگردی کا وہ سلسلہ جاری نہیں ہوا تھا، جس کی ابتدا دہلی سے ہوئی۔ وجہی، غواصؔ نصرتیؔ، ابن نشاطیؔ، وَلیؔ غرض کسی کے متعلق یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کسی استاد کے شاگرد انہیں معنوں میں تھے، جن معنوں میں یہ اصطلاح اب عام طور پر رائج ہو گئی ہے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ سراجؔ نے جن بزرگوں سے واقعی یا معنوی استفادہ کیا تھا اس کے ذکر میں وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ چنانچہ شاہ عبدالرحمٰن کے روحانی فیضان کا ذکر انہوں نے اپنے کئی اشعار میں واضح طور پر یا کنایتہً کیا ہے اسی طرح شاعری میں، وہ وَلی سے استفادہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اس طبیعت کے انسان سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ اگر کسی سے اس نے شاعری میں استفادہ کیا ہو تو شعر لکھتے وقت، اس کو بُھلا بیٹھے گا۔ خصوصاً جب اس طرح کے دوسرے تمام استفادوں کا ذکر کرنے کے لئے وہ گنجائش نکالتے ہیں اور جہاں اس کا موقع ملتا ہے، بخل سے کام نہیں لیتے۔

حقیقت یہ ہے کہ سراجؔ، ویسے ہی فطری شاعر تھے، جیسے کہ وَلیؔ، میر تقی میرؔ غالبؔ، میر حسنؔ یا انیسؔ ہیں۔

شعر میں اگر انہوں نے کسی سے حقیقت میں استفادہ کیا ہے تو وہ ولی ہیں

چنانچہ وہ اپنی زندگی ہی میں وؔلی کے جانشین کی حیثیت سے شہرت حاصل کرچکے تھے
اور یہ واقعہ ہے انہوں نے اردو شاعری میں نہ صرف وؔلی کی روایات کو
برقرار رکھا، بلکہ اس کو نشو و نما بھی دیا۔ اس میں شک نہیں کہ سؔراج نے،
اس "جگت گرو" کا اپنے آپ کو کبھی مدمقابل نہیں سمجھا، بلکہ ہمیشہ بعد کے
درجے پر قناعت کرتے رہے، تاہم یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ ان کی شاعری
اپنا خاص طرز رکھتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ وؔلی کے ذاتی اوصاف، ان کی شخصیت اور
ان کے کمال فن نے ان کے معاصرین اور متبعین پر جادو سا کر رکھا تھا، اور
ان کے ذاتی اوصاف کے باوجود، ان کا شاعرانہ کردار کبھی نظر سے اوجھل نہیں
ہوا۔ لیکن سؔراج کی طبیعت اس کے بالکل برعکس تھی۔ وہ ایک ایسے خاموش صناع
تھے، جس کو اپنے کمالات کا آپ خود علم نہ ہو۔ طبعاً وہ عزلت پسند واقع ہوئے تھے۔
پھر ان کے روحانی میلانات نے، انہیں نہ صرف اس عالم بلکہ، اس کے سارے
کمالات کی پائیداری کے متعلق بہت زیادہ رجائی نہیں رہنے دیا تھا۔ یہ ایسے
اسباب تھے کہ جن کی وجہ سے ان کی شہرت بہ حیثیت شاعر کے اپنی پوری وسعت
تک نہ پہنچ سکی۔ وؔلی ایک بحرِ زخار تھے۔ ایک سیلاب رواں تھے، جس کے
بہاؤ کی رو میں ہر چیز آجاتی ہے۔ ان کے مقابلے میں سؔراج کی طبیعت ایک

معین رفتار آبجو کی سی تھی، جو خاموشی کے ساتھ اپنا نغمہ سناتی ہوئی گذرتی ہے
اور جس زمین پر پہنچتی ہے، اسے گلزار بنا دیتی ہے۔ ولی کی ہمہ گیر اور مغلوب
کن ذکاوت کے مقابلے میں، ان کی شاعری کی ایک سرایت کرنے والی خصوصیت
جسے وہ خود "سوز" سے تعبیر کرتے ہیں، بے حد نمایاں ہے۔ ان دونوں کی شاعری
کے صحیح مقابلہ کے لئے اگر ہم کو الفاظ مستعار لینے کی اجازت ہو تو ہم کہینگے کہ
ولی کی شاعری "واہ" اور ان کی "آہ" ہے۔

سراج کے زمانے تک، اس میں شک نہیں کہ ولی کی شاعری کے الفاظ، اسالیب،
استعاروں اور تشبیہوں میں تھوڑی سی تبدیلی یا وسعت پیدا ہو چکی تھی، تاہم
سراج نے مجموعی طور پر، غزل میں ولی کی روایات کو حتی الامکان قائم رکھا۔ اسی لئے
ان تبدیلیوں اور سراج کے ذاتی عنصر کو علحدہ کر کے دیکھئے تو، دونوں کی شاعری
میں بہت کم بنیادی فرق نمایاں ہوگا۔

سراج نے ولی سے کس طور پر استفادہ کیا، اس کا تھوڑا بہت اندازہ اس
واقعہ سے ہوتا ہے کہ، ولی کی شاعری ان کا مطمع نظر ہونے کے باوجود ان
کی بہت کم غزلیں ایسی ہیں، جو ولی کی زمینوں میں لکھی گئی ہیں۔ اس کا مطلب
یہ ہے کہ وہ صورت سے زیادہ معنیٰ میں ولی سے متاثر تھے۔

چنانچہ سراج کے کلام میں اس طرح کے اشارے بھی ملتے ہیں۔ سوائے ولی اور حافظ کے سراج نے کسی کے خیال یا کلام کی تضمین بھی کم کی ہے ۔ ذیل میں ہم دونوں کے کلام سے ہم ردیف اور ہم وزن غزلیں اور ہم مضمون اشعار درج کرتے ہیں، جس سے، ان کی خصوصیات کا اندازہ ہو سکیگا۔

ولی	سراج
دیکھا ہے جن نے تیرے رخسار کا تماشا	گر آرزو ہے تجھ کوں گلزار کا تماشا
نہیں دیکھنا سرج کی جھلکار کا تماشا	کشتی میں چشم کی آ دیکھ آب کا تماشا
اے رشکِ باغ جنت جب سوں جدا ہوا توں	اے قبلۂ دل و جاں تیری بھنووں کے دیکھے
دوزخ ہے تب سوں مجھ کوں گلزار کا تماشا	زاہد کوں خوش نہ آوے محراب کا تماشا
نرگس نمن رہی نہیں پل مارنے کی طاقت	ہر قطرۂ اشک میں ہے ظاہر جمال مہ رو
آ دیکھ اس انکھاں کے بیمار کا تماشا	پانی میں جیوں عیاں ہے مہتاب کا تماشا
تب سوں ولی کا مطلب جا پیچ میں پڑا ہے	تجھ ہجر کی اگن میں اب ہے سراج بے کل
دیکھا ہے جب سوں تیری دستار کا تماشا	آتش میں دیکھ آکر سیماب کا تماشا
عیاں ہے ہر طرف عالم میں حسن بے حجاب اس کا	چراغ مہر میں روشن ترے حسن بے مثال اس کا

بغیر از دیدۂ حیراں نہیں جگ میں نقاب اس کا
ہوا ہے مجھ کوں شمع بزم یک رنگی سوں یوں روشن
کہ ہر ذرّے اوپر تاباں ہے دائم آفتاب اس کا
کرے عشاق کوں جیوں صورت دیوار حیرت میں
اگر پردے سوں وا ہووے جمال بے حجاب اس کا
سجن نے یک نظر دیکھا نگاہ مست سوں جس کوں
خراباتِ دو عالم میں سدا ہے وہ خراب اس کا
میرا دل پاک ہے از بس وَلی زنگ کدورت سوں
ہوا جیوں جوہر آئینہ مخفی پیچ و تاب اس کا

کہ جوں تمی چرخ پر خورشید ہے عکس جمال اس کا
صنم کی زلف کے حلقے میں ہے جیوں جیم کا نقطہ
عجب ہے خوشنما اس عارض گلگوں اپر خال اس کا
عیاں ہوتا ہے جیوں کر سرو پانی کے کنارے پر
ہوا یوں جلوہ گر آنکھوں میں قد نونہال اس کا
جدا جب سیں ہوا وہ دلبر جادو نظر مجھ سیں
جدا ہوتا نہیں یک آن خاطر سیں خیال اس کا
سراج اے شعلہ رو ہے کونسا سو جو نہیں واقف
مجھے کیا پوچھتا ہے پوچھ پروانے سیں حال اس کا

گر چمن میں چلے وہ رشکِ بہار
گل کریں نقد آب و رنگ نثار
یاد تجھ خطِ سبز کی اے شوخ
زخم دل پر ہے مرہم زنگار
جن نے دیکھا ہے اس پریرو کوں

مجھ سیں تجھ عشق نے لیا یکبار
طاقت و عقل و صبر و ہوش قرار
دل نے میرے کیا ہے اے گلرو
یاد تجھ زلف کی گلے کا ہار
رخ تیرا نسخۂ گلستاں ہے

صورت ہوش سوں ہوا بیزار | ہے خط سبز جدول زنگار
تجھ دہن کے خیال میں دائم | کھل گئے اس کی زلف کے دیکھے
مثل نیساں ہے چشم گوہر بار | پیچ دستار واعظ مکار
بسکہ پایا ہے تجھ جفا سوں شکست | پردۂ چشم دل اگر وا ہوئے
خانہ دل ہوا ہے آئینہ دار | مظہر دوست ہے در و دیوار
اے ولی اس سوں حرف ہوش نہ پوچھ | شوخ آئینہ رو کے دیکھے بن
جو ہوا مست جلوہ دیدار | ہو گیا ہے سراج جل کے غبار

اپس گھر میں رقیباں کوں نہ دے بار | گلی میں یار کی ہر بوالہوس کوں بار کہاں
چمن میں کام کیا ہے خار و خس کا | نشان گلشن فردوس زاغ پاتا نہیں

غرض ولی اور سراج کی شاعری میں زبان، اسلوب بیان، اور خاص طور پر رنگ تغزل، بے تکلفی، بے ساختگی، اور سلاست کی بہت سی خصوصیات جہاں مشترک ہیں، وہیں ان کے اپنے شخصی نغمے جدا جدا ہیں۔ ولی کے پاس جو چیز رعب، علمیت اور ہمہ گیر ذکاوت کی شان میں ظاہر ہوئی ہے۔ وہی چیز سراج کے

پاس، درد اور سوز و گداز کی صورت میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ سراج کی معمولی معمولی باتوں میں بھی ایک سوز اور ایک دل کو سوسنے والی کیفیت موجود ہے۔ مثلاً ایک شعر میں وہ اپنے محبوب کو اپنا احوال سنانا چاہتے ہیں۔ اس کو مخاطب کرنے کا انداز قابل دید ہے۔

اے جان سراج ایک غزل درد کی سن جا — مجموعۂ احوال ہے دیوان ہمارا
کہہ اس لالۂ گلزار جاں کوں — کبھی تو دیکھ داغ دل کسی کا

چند اور اشعار قابلِ ملاحظہ ہیں۔

گھٹا غم، اشک پانی، آہ بجلی — برستا ہے عجب برسات تم بن

ایک دن نین جھروکے کی طرف سیں گزرو — مردم چشم ہے بیتاب میری آنکھاں میا
اے غم صبح آنے کی خبر ہے سرو قامت کی — قیامت کل کوں آتی ہے عمل کرنے تو آج ہایاں
زنجیر بھلی، قید بھلی، موت بھی جیوں تیوں — پن حق نہ کرے کس کوں گرفتار کسی کا

ایک شعر میں اپنی ناکامی کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں۔

دامن تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں — کیا خاک میں ملی ہیں مری جاں فشانیاں

ان کی شاعری مجسم درد ہے اور اس حقیقت سے وہ بخوبی واقف تھے۔

چنانچہ جابجا اس کا اظہار کرتے ہیں ۔ مثلاً

ازل سیں مجھ کوں دیا درد صانع تقدیر   میرے نصیب کے شربت میں زہر گھول چکا

کوئی ہمارے درد کا محرم نہیں   آشنا نہیں دوست نہیں ہمدم نہیں

عالمِ دیوانگی کیا خوب ہے   بے کسی کا واں کسی کوں غم نہیں

کسی کوں رازِ پنہاں کی خبر نہیں   ہمارے درد کوں کم جانتے ہیں

طبیباں پاس جاناں دردِ سر ہے   جگر کے درد کوں کم جانتے ہیں

جہاں مجھ غم کی آتش جلوہ گر ہے   وہاں دوزخ کا قصہ مختصر ہے

یہ درد و سوز میر کے کلام کی بھی ایک نمایاں خصوصیت ہے لیکن انکا مخصوص نغمہ "یاس" ہے۔ اور وہ اس مضمون کے بادشاہ ہیں ۔ اس کے مقابلے میں سراج کے پاس ایک احساس قناعت، تسلیم و رضا، سپردگی بلکہ درد میں لذت کی چاشنی موجود ہے ۔ شکایت یا انتقام کا جذبہ ان کے دل میں کم پیدا ہوتا ہے ۔ غرض سراج کے کلام کا مطالعہ کرنے والا سب سے زیادہ جس کیفیت کو محسوس کرتا ہے، وہ ان کا درد آگین انداز ہے اور یہ خصوصیت نہ صرف ان کی غزل میں موجود ہے بلکہ ہر صنف کلام کا یہی نمایاں وصف ہے۔ جو لوگ نام کے اثرات کے قائل ہیں، وہ اس سوز کو شاید "سراج" کے تخلص کا نتیجہ سمجھیں۔ ان کی

ایک مثنوی کا عنوان ہی "سوز و گداز" ہے۔ یہ دراصل سراج کی متصوفانہ اور روحانی زندگی کا مسلک تھا۔ اور یہی ان کی عین حیات تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ صبر و قناعت کا جو احساس، ان کے کلام میں جاری و ساری نظر آتا ہے۔ اس سے اس کا اثر بہت بڑھ جاتا ہے۔ ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

اپنی قسمت کے غم و رنج میں شاکر ہوں سراج   جو منجم نے ازل کے مری تقویم کیا

اس سلسلہ میں میر کے مشہور شعر بھی پڑھنے کے قابل ہیں

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاروں کی   چاہتے ہیں سو آپ کرے ہیں ہم کو عبث بدنام کیا
یاں کے سفید و سیاہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے   رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جیوں تیوں شام کیا

واقعہ یہ ہے کہ سراج "سراپا رہن عشق" تھے، لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ہستی، محبت کے سوا اور کچھ نہیں۔ عشق، برق جاں سوز ہے لیکن یہ سوز لذت سے خالی نہیں۔ اسی لئے انہیں اس سودے میں "حاصل" کا کبھی افسوس نہ ہوا۔ بلکہ اس برق جگر سوز کی روشنی میں انہیں حقیقت عالم نظر آگئی جیسا کہ ایک شعر میں فرمایا ہے۔

روشن ہے سبب عشق کے کیفیت عالم   آئینۂ دل ساغر جمشید ہوا ہے

اس ایک حادثہ نے انہیں دنیا کے تمام حادثات سے مصئون کر دیا تھا۔

اس کوں کہ نجات حوادث سیں نہیں ہے کچھ   جس کوں تعویذ گلوئے دل ہوا طومار عشق

محبت کے جذبے کے غیر اختیاری ہونے کا بھی انہیں پورا یقین تھا چنانچہ فرماتے ہیں

ہے بسمل شمشیر نگہ ذوق سیں اپنے   دل حشر میں کس موںہہ ستی فریاد کرے گا

مت کرو شمع کوں بدنام جلاتی وو نہیں   آپ سیں شوق پتنگوں کوں ہے جل جانے کا

عشق کی بدولت جو مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ انہیں وہ عاشق کا طرۂ امتیاز سمجھتے ہیں۔ ـہ

تڑپناں تلملاناں غم میں جلناں خاک ہو جانا   یہی ہے افتخار اپنا یہی ہے اعتبار اپناں

لیکن یہ کیفیت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک محبت واقعی اور سچی نہ ہو۔ ـہ

بہت محال ہے ہوناں سراج کے مانند   برہ کی آگ میں جلنے کی کوئی لاف کرو

میر اور سراج کے کلام کا سرسری طور پر مطالعہ کرنے والا بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اردو کے یہی دو شاعر ایسے ہیں، جن کی فکر کے سانچے ایک دوسرے سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ بعض وقت یہ مشابہت اتنی قوی ہو گئی ہے کہ ان کے اشعار میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ خیال کا توارد شاید غیر معمولی بات نہیں لیکن جب خیال کے ساتھ الفاظ اور اسالیب بھی ایک سے ہونے لگیں تو پھر یہ بات اتفاقی نہیں رہتی، بلکہ اس کی تہ میں کسی نفسیاتی یکسانیت کا موجود

ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔ سراج اور میر کے پاس بعض خاص خاص مضامین ایک طرح پر بندھے ہیں کہیں کہیں تو نہ صرف مصرعے، بلکہ اشعار بھی ایک ہو گئے ہیں۔ ذیل میں دونوں کے کلام سے چند ہم ردیف غزلیں اور ہم مضمون اشعار درج کئے جاتے ہیں، ہماری شاعری میں، قافیہ بڑی حد تک شعر کی صورت کو تشکیل دینے والا ہوتا ہے۔ ان اقتباسات سے دونوں کی فکر میں مشابہت کا اندازہ کرنے میں مدد ملے گی۔

سراج	میر
عشق نے خوں کیا ہے دل جس کا	منہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا
پارہ لعل خشک ہے تس کا	حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا
چشم ساقی کے وصف لکھتا ہوں	داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب
نے قلم ہات شاخ نرگس کا	ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا
تم نے پائے ہو حسن کی دولت	شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے
پوچھتے کب ہو حال مفلس کا	دل ہوا ہے چراغ مفلس کا
بے کسی مجھ سیں آشنا ہے سراج	تاب کس کوں جو حال میر سنے
نہیں تو عالم میں کون ہے کس کا	حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا

تجھ جدائی میں اے بہار مراد
خوب لگتی نہیں چمن کی یاد

نظر آیا ہے قد ترا مجھ کوں
سرو آزاد گلشن ایجاد

نہیں حقیقت میں حسن و عشق جدا
طوق قمری ہے طرۂ شمشاد

دل ہمارا ہے مرغ دست آموز
رحم لازم ہے اس پہ اے صیاد

آتش عشق نے صنم کی کیا
خاکساروں کی آبرو برباد

میرے سنگِ مزار پر فرہاد
رکھ کے تیشہ کہے ہے یا استاد!

موند آنکھیں سفر عدم کا کر
بس ہے دیکھنا عالمِ ایجاد

ہم سے بن مرگ کیا جدا ہو ملال
جان کے ساتھ ہے دل ناشاد

ہر طرف ہیں اسیر ہم آواز
باغ ہے گھر ترا تو اے صیاد

لگتی ہے کچھ سموم سی تو نسیم
خاک کس دل جلے کی دی برباد

کیا ہوں سیر حسن و دل کی یکرنگی کا گلشن میں
عیوض بلبل کے برگ گل تڑپے تھے آشیانے میں

کر سیر جذب الفت گلچیں نے کل چمن میں
توڑا تھا شاخ گل کو نکلی صدائے بلبل

ہوئی جوش محبت سیں زباں بند
صنم کا درمیاں جب نام آیا

ہمارے آگے ترا جب کسو نے نام لیا
دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

یہ اقتباسات بہت مختصر ہیں۔ حقیقی مناسبت کا اندازہ وسیع تر مطالعے کے بغیر ذہن نشین نہیں ہو سکتا۔ ذیل میں چند ہم مضمون اشعار درج کئے جاتے ہیں۔

سراج	میر
دامن تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں کیا خاک میں ملی ہیں میری جانفشانیاں	ظلم و ستم سے خون کیا پھر دبا رہا برباد کیا گئی ہیں میری جانفشانیاں
	مارا بھی ان نے سان کے غیروں میں مجھکو میر کیا خاک میں ملائیں میری جانفشانیاں
گوہر اشک سب سمائے ہیں آج دامن وسیع میرا ہے	فیض اے ابر چشم تر سے اٹھا آج دامن وسیع ہے اس کا
جس پھول نے ترے سیں کیا دعوے جمال وو پائمال آفت باد خزاں ہوا	چمن میں گل نے جو کل دعوئے جمال کیا جمالِ یار نے منہ اس کا خوب لال کیا
حالِ دل اشک و آہ سے پوچھو نہیں غلط، دو گواہ سے پوچھو	اس کی طرزِ نگاہ مت پوچھو دل ہی جانے ہے آہ مت پوچھو

دلِ آشفتہ کا مرے احوال
اپنی زلفِ سیاہ سیں پوچھ
لشکرِ عقل کیوں کیا غارت
بے خودی کی سپاہ سیں پوچھ
روشنی اس جمالِ روشن کی
تابشِ مہر و ماہ سیں پوچھ

تو گرفتار دامِ زلف اِس کا
ہے یہی روسیاہ مت پوچھو
بھینگے برگشتہ وے صفِ مژگاں
پھر گئی ہے سپاہ مت پوچھو
کہیں پہنچو گے بے رہی میں بھی
گمرہاں یوں یہ راہ مت پوچھو

ان غزلوں کا انداز کس قدر ملتا جلتا ہے، جن کے چند شعر یہاں نقل کئے گئے ہیں۔

سراج

محراب بیچ سجدۂ ریائی ہے زاہدو
ان ابروؤں کوں دیکھ کے طاعت کوں ختم کرو

میر

شیخ جی آؤ مصلّے گرو جام کرو
جنس تقوی کے تئیں صرفِ مئے خام کرو

سراج

نوبہار آمد رفیقاں عزمِ سیرِ گل کنید
چادرِ مہتاب نذرِ تربتِ بلبل کنید
نسخہ گر آرزو دارید از زلف و رخش

میر

صوفیاں خم وا ہوئے ہیں ہائے آنکھیں وا کرو
ابر آیا زور غیرت تم بھی کچھ پیدا کرو
مستی و دیوانگی کا عہد ہے بازار میں

مسطر جزوِ گل از تار رگ سنبل کنید	پلائے کوہاں دست افشاں آن کر سودا کرو
خندۂ دنداں نما لازم نہیں اے بحرِ حسن	مت ڈھلک مژگاں سے اتوا اے سرشکِ آبدار
نہیں تو اب جاتی رہیگی تیری موتی کی سی آب	مفت میں جاتی رہیگی تیری موتی کی سی آب
دیوانے کوں مت شورِ جنوں یاد دلاؤ	مجھ دیوانے کی مت ہلا زنجیر
ہرگز نہ سناؤ اسے زنجیر کی آواز	کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر غل ہو

سراج کے اس شعر کا مدِمقابل در اصل، میر کا یہ مشہور شعر ہے ؎

سرہانے میر کے آہستہ بولو   ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

سراج	میر
ہم فقیروں پر ستم، جیتے رہو	ہم فقیروں سے بے ادائی کیا
خوب کرتے ہو بجا کرتے ہو تم	آن بیٹھے جو تم نے پیار کیا

سراج کی شاعری کا دوسرا نمایاں عنصر بے ساختگی اور ادائے مطلب میں بے حد سادگی ہے۔ بعض وقت یہ سادگی، ہم کو نامانوس اور غیر رسمی سی معلوم ہوتی ہے۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ اولین شعرا کے الہام کا ماخذ راست حقایق حیات تھے۔ بعد کے شاعر انہیں سے استفادہ کر کے زبان اور اسالیب کو سنوارنے میں مصروف رہے۔ چنانچہ ہماری شاعری کا ارتقا، موضوعِ شعر اور

خیالات میں اتنا نمایاں فرق نہیں ہے، جتنا زبان اور اسالیب میں ہے۔ اس طرح سادگی کی خصوصیت سراج ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ ابتدائی دور کے کم و بیش تمام شعرا کے کلام کا یہ مشترک وصف ہے۔ لیکن غزل میں سادگی جہاں حسن اور لطافت کی حد کو پہنچ گئی ہے، وہ ولی، سراج اور میر کا کلام ہے۔ ولی کے مقابلے میں سراج اور میر کے پاس لطیف صناعی کا اثر بھی کچھ نہ کچھ موجود ہے۔ میر کو اپنے معیار درست کرنے کے لیے کافی عرصہ میسر آ سکا۔ اس لئے ان کا طرز ایک حد تک جدید معلوم ہوتا ہے اسی لئے تذکرہ نگاروں نے میر کو سراج کے بعد کے شعرا میں رکھا ہے۔ ذیل میں سراج کے کلام سے ایسے اشعار پیش کئے جاتے ہیں، جن میں خیال زبان اور اسلوب کی سادگی، پڑھنے اور لطف اندوز ہونے کے قابل ہے۔ انہیں میں اکثر اشعار سہل ممتنع بھی ہیں، الفاظ کی سادگی کے باوجود کلام میں جو ترنم ہے وہ بھی اس کے لطف کا بڑی حد تک ضامن ہے۔

یا تو گلزار آپ ہو جاناں — یا کسی گلبدن کے ہو رہناں

اے دل اس کی دوستی، تجھ کو نہ کرناں تھا کیا — جو کیا اس کام کوں آغاز تو انجام دے

نازک بدن سیں مت مل کئی بار میں کہا ہوں — جا من، تری خوشی ہے رسوائے عام ہونا

یار تھا غمخوار تھا رنج و بلا میں بارہا — ہر طرح ناز دل بیتاب کھینچا چاہئے

ترے لعل لب میں ہے آبحیات — پھر اجستجو میں سکندر عبث

یار کوں بے حجاب دیکھا ہوں — میں سمجھتا ہوں خواب دیکھا ہوں

یہ عجب ہے کہ موں کوں تاریکی — رات کوں آفتاب دیکھا ہوں

دیوانے دل کوں سمجھاتا ہوں لیکن — کہاں لگ ہو کوئی حائل کسی کا

اثر اُس کلام کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے، جس میں حُسنِ سادگی اور درد کی کسک موجود ہو۔ اسی اثر کی بدولت سراج کی غزلیں، ان کی زندگی میں اور آج تک بھی صوفیوں کی مجلسوں میں اور سرود و سماع کی محفلوں میں گائی جاتی ہیں۔ ان کے کلام میں کس بلا کا جادو ہے اس کا اندازہ وہ لوگ اچھی طرح کر سکتے ہیں جنہوں نے ان کی غزلوں کو محفلوں میں گاتے سُنا ہے۔ عبدالجبار خاں آصفی کے[1] بیان سے بھی اس پر تھوڑی بہت روشنی پڑ سکتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"(سراج) ہفتہ میں ایک روز محفل سماع (منعقد) فرماتے تھے، اس میں شہر کے اکثر عمائد و مشائخ جمع ہوتے تھے۔ قوال اور گوئیے آپ کی غزلیں سناتے تھے، کبھی سامعین کو رلاتے کبھی لٹاتے تھے۔ کوئی وجد و حال میں تڑپتا تھا کوئی وحدت کے دریا میں ڈوبتا تھا۔"

---

[1] محبوب الزمن ص۹۰۸ ۔

سراج کا متصوفانہ کلام اور خاص طور پر وہ غزل جس کا مطلع ہے۔

خبرِ تحیرِ عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بیخبری رہی

سماع اور سرود کی محفلوں کی جان ہے۔ جب یہ گائی جاتی ہے تو کیا صوفی اور کیا مولوی، سبھی پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ غزل ہندوستان بھر میں مقبول ہے۔ اور اسی مقبولیت کے سبب بعض وقت دوسرے شعرا کے نام سے منسوب کر دی گئی ہے[1]۔ حالانکہ یہ غزل سراج کے تمام مستند دیوانوں میں موجود ہے اور ان کے زمانے کے تذکروں سے لے کر آج تک بھی اس کے مختلف شعرا انتخاب کئے گئے ہیں۔ لچھمی نارائن شفیق نے اپنے وسیع انتخاب میں ایک شعر اس غزل کا بھی درج کیا ہے۔ شفیق سے بڑھ کر اس کی سند اور کیا ہو سکتی ہے

غزل کی شاعری میں ایسے شاعروں کے کلام میں بھی جو اخلاق کا لحاظ کم سے کم رکھتے ہیں، کچھ نہ کچھ اشعار اخلاق سے متعلق ضرور آجاتے ہیں۔ خواہ وہ عشقیہ اخلاق ہی سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں سراج کی زندگی کا ایک بڑا مقصد ارشاد و ہدایت تھا گو اس وقت یہ چیز نمایاں نہیں تھی، لیکن بہر حال یہ ان کی سرشت میں داخل تھی

---

[1] ملاحظہ ہو مجموعہ نغز" اور "گلشن بے خار"۔

اسی لئے ان کی شاعری میں ایسے اشعار میں ان کے متصوفانہ رجحانات نے ' ایک رفعت سی پیدا کردی ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

دورنگی خوب نہیں یک رنگ ہوجا
سراپا موم ہو یا سنگ ہوجا

اس شعر میں شعری لطف کے علاوہ سادہ بیانی اور عمومیت کی جو خصوصیات موجود ہیں ان کے سبب یہ شعر بہت مشہور ہوگیا ہے۔

یار جانی تو زمانے میں بہت نایاب ہے
کیجیے دشمن اگر اپنا تو جانی کیجیے

تکیۂ مخملی سرھانے رکھ
لیکن آنکھوں سیں اپنے خواب نکال

کام جاہل کا ہے سخن چینی
اے سراج اس کوں توں جواب نہ دے

مینائے تن میں بوجھ غنیمت مے حیات
جیوں دور جام دور فلک بے درنگ ہے

طلب کی راہ میں سختی جو پیش آوے تجھے سالک
خیالات جہاں کوں فتح کر زیر و زبر کرناں

اس آخری شعر کا انداز بتلا رہا ہے کہ اس کا لکھنے والا کوئی معمولی دل و دماغ کا انسان نہیں ہوسکتا۔

اخلاقی شاعری دراصل حکیمانہ طبیعت اور فلسفیانہ غور و فکر کا نتیجہ ہوتی ہے کسی شاعر کی بساط میں جب تک اس کا سرمایہ نہ ہو ' نہ تو وہ اچھی اخلاقی شاعری پیش کرسکتا ہے اور نہ اس کی فکر میں گہرائی ' اسالیب میں ندرت اور مجموعی

طور پر اس کے کلام میں انفرادیت پیدا ہو سکتی ہے۔ اس نقطۂ نظر سے، سراج کی شاعری' اردو غزل کے بہترین فلسفی شعرا کی مد مقابل ہے۔ حکیما: غور و فکر کا نشو و نما عموماً عزلت پسندی کا لازمی خاصہ ہوتا ہے۔ اردو شعرا میں سراج کی سی بے تعلق زندگی' بہت کم لوگوں کے حصے میں آئی ہوگی۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ سراج نے حیات کے اکثر مسائل پر غور کیا تھا' اور اکثر امور کے متعلق اپنی ذاتی رائے رکھتے تھے۔ غزل گو شعرا میں غالب کا کلام اس خصوصیت کی بدولت ممتاز ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ بعض حقائق جن پر سراج نے اظہار خیال کیا ہے' غالب نے بھی ان کو باندھا ہے اور اکثر جگہ دونوں کا زاویۂ نظر ایک سا ہے مثلاً سراج نے ایک شعر میں اس زندگی کو خواہ وہ کیسی ہی کچھ ہو غنیمت سمجھنے کی تلقین کی ہے، کیونکہ بہت جلد یہ نمود بھی باقی نہیں رہیگی۔

مینائے تن میں بوجھ غنیمت مے حیات جیوں دورِ جام' دورِ فلک بے درنگ ہے

غالب فرماتے ہیں۔

نغمہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے بے صدا ہو جائیگا یہ سازِ ہستی ایک دن

گردش زمانہ سے متعلق سراج کا ایک شعر ہے۔

ہمیشہ دورِ عالم مختلف ہے کہ ہے گردش میں ہر دم نیلگوں طاس

غالب نے اس خیال کو اس طرح ظاہر کیا ہے۔

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

عمر کی رواروی کو سراج نے ایک شعر میں باندھا ہے۔

آبِ رواں ہے حاصل عمرِ شتاب رو دہرِ فنا میں نقش نہیں ہے ثبات کا

غالب اپنے خاص انداز میں اسی حقیقت کو یوں ظاہر فرماتے ہیں۔

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھئے تھمے نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

غالب کا ایک مشہور شعر ہے۔

میں گیا تھی وہاں تو ان کی گالیوں کا کیا جواب تھی دعائیں یاد جتنی صرفِ درباں ہو گئیں

اس شعر پر تنقید کرتے ہوئے مولانا حالی نے گالیوں کے جواب میں دعائیں دینے کے پرلطف خیال کی خاص طور پر تعریف کی ہے۔ سراج نے اس خیال کو ساٹھ ستر سال پہلے ایک سے زیادہ اشعار میں باندھا ہے۔ مثلاً

عوض نقد دعا کے مفت ہے دشنام اس لب میں

ارے دل عشق کے سودے میں پھر تکرار مت کیجو

فارسی میں بھی یہ خیال اس طرح ادا کیا ہے۔

در شہر حسن و عشق رواجے دگر بود دشنام می دہی و دعا می کنیم ما

سراج کی ایک فارسی غزل (ردیف ز مطـ) اور غالب کے پہلے دونوں قصیدوں میں خیالات اور اسالیب کے لحاظ سے کس قدر مشابہت ہے، اس کا اندازہ ان کو پہلو بہ پہلو رکھ کر مطالعہ کرنے سے ہو سکے گا۔ یہ دونوں حضرت علی کی منقبت میں ہیں۔ ان کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

سراج

یا علی ذات تو در اصل حقیقت مظہر
مظہر کل عجائب و غرائب بہ مجاز
تابع مرضی تقریر تو حرف تقدیر
بندۂ سحر لب لعل تو شخص اعجاز
بچہارم فلک از نور تو اعجاز مسیح
بسر طور ز نام تو موسیٰ آواز
ذوالفقار تو بود ابروے پیشانی قدر
نقش در مدح سیرت مردمک دیدہ راز

غالب

نقش لاحول لکھ اے خامۂ ہذیاں تحریر
یا علی عرض کر اے فطرت وسواس قریں
جلوہ پرداز ہو نقش قدم اس کا جس جا
وہ کف خاک ہے ناموس دو عالم کی امیں
کف ہر خاک بہ گردن خندہ قمری پرواز
دام ہر کاغذ آتش زدہ طاؤس شکار
برش تیغ کا اسکی ہے جہاں میں چرچا
قطع ہو جائے نہ سر رشتۂ ایجاد کہیں

مرتب اوراق ہذا نے سراج کے کلام کا جو انتخاب "سراجِ سخن" شائع

کیا تھا اس کو پڑھ کر حضرت داغ کے ایک مشہور شاگرد نے جو داغ کے دبستان
کے اس وقت باقیات الصالحات سمجھے جاتے ہیں، مرتب سے فرمایا تھا کہ
غالب کا رنگ آپ پر مسلط معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خیال صحیح ہو،
لیکن مرتب کو یقین ہے کہ سراج کے کلام کا مطالعہ جو شخص محض اس نقطہ نظر
سے کریگا۔ اسے سادگی کے درمیان جگہ جگہ ایسے اشعار ملیں گے جن پر غالب
کی طرز فکر کا دھوکا ہوگا۔ اور وہ شاید یقین کریگا کہ غالب کی نظر سے سراج کا
کلام ضرور گزرا ہوگا۔ تفصیلی بحث کی یہاں گنجائش نہیں، مختصر طور پر جب
ہم غالب کے مخصوص انداز کا ذکر کرتے ہیں تو اس کا مطلب، فکر کی ندرت
اور اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے نفیس اور بلیغ ترکیبوں کا وضع کرنا ہوتا ہے

اس نقطۂ نظر سے سراج کے یہ شعر ملاحظہ ہوں۔

اگرچہ یار کا ہے عضو عضو مرکزِ خوبی — ہے نقطہ دہن تنگ پر مدار تبسم
ہے دل مرا گلِ رعنائے فصل غیر تمیز — کبھی خزان تغافل کبھی بہار تبسم
عالم آب ہے سیرابیِ گلزارِ جنوں — خط ساغر رگِ برگِ گلِ سودا سمجھو
تپشِ دل ہے مجھے شاہدِ تصویر کا دل — پیچشِ دودِ جگر زلف چلیپا سمجھو
چشمِ عبرت سے تماشائے جہاں کرتا ہوں — خاک در خاک ہے یہ انجمن گل در گل

رخسار پر صنم کے جو خال سیاہ ہے   وہ مردمک ہے حلقۂ گیسو کی چشم کا

خیالِ نرگسِ ساقی سیں اے لرزش میں   ہوا ہے رعشہ فزا کثرتِ مدامِ شراب

اس مشابہت کا ایک سبب مرتب نے اوپر بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک توجیہ یہ ہے کہ سراج اور غالب دونوں نے بیدل سے الہام حاصل کیا تھا۔ چنانچہ طرزِ فکر کے علاوہ بیسیوں الفاظ اور ترکیبیں سراج کے کلام میں ایسی ملتی ہیں، جو آج غالب کے ساتھ مخصوص سمجھی جاتی ہیں، مثلاً سبک روحانِ معنی، خارگرانِ جاں، فکرِ شرر افشانیٔ دل، کاکلِ خم بخم، بلائے جانِ ہر نخچیر، چراغانِ فراق، شکستِ موج، گوہر افشانیٔ لبِ یار، نیازِ حسنِ گل فریب، خانۂ زنجیر، بستۂ زلفِ گرہ دار وغیرہ ان ترکیبوں میں ادائے مفہوم کی وہی ندرت پوشیدہ ہے جو غالب کا طرۂ امتیاز سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً "فکرِ شرر افشانیٔ دل" سے سراج کی مراد ہے دل میں آگ کے شعلے جو بھڑک رہے ہیں، ان کے فرو کرنے کی تدبیر۔ "چراغانِ فراق" آگ جو جدائی میں بھڑک رہی ہے، "شکستِ موج" پانی کی سیدھی لہروں میں ہوا یا کسی اور وجہ سے جو کجی پیدا ہو جاتی ہے۔

سراج اور غالب کا ایک مشترک رجحان، تصوف ہے۔ میر درد کو مستثنیٰ کرکے، حالی نے تمام اردو شاعروں میں، غالب کو حقیقی متصوفانہ ذوق رکھنے والا

شاعر سمجھا ہے۔ اس میں مبالغہ بھی نہیں ہے کیونکہ غالب کچھ تو فطری میلان طبع کی وجہ سے اور کچھ زمانے کی ستم ظریفیوں سے، بد دل ہو کر، تصوف کی طرف رجوع ہو گئے تھے اور تصوف مایوس قلوب کا بڑا سہارا ہوتا ہے، نہ صرف ذہنی بلکہ حقیقی سہارا۔ ہماری فلسفیانہ ذہنیتیں فطرتاً ہمیشہ اس طرف ڈھلتی رہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ حالی کے پیش نظر ولی اور سراج کا کلام نہیں تھا ورنہ وہ ان کو کبھی نہ بھلا سکتے۔ سراج کے کلام میں ولی سے بھی زیادہ متصوفانہ رجحان کارفرما ہے۔ ولی کی زندگی کا بڑا حصہ صوفیوں کی صحبت میں گذرا تھا۔ لیکن سراج کی یہ عین زندگی تھی، اور اسی پر ان کی شعوری زندگی کی ابتدا، اور انتہا ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کی شاعری متصوفانہ رنگ میں ایک امتیاز رکھتی ہے۔ ان کی متصوفانہ شاعری میں بھی، عشقیہ اور غنائی شاعری کی پوری گھلاوٹ موجود ہے۔ سراج کا شمار بہ حیثیت مجموعی اردو کے غنائی شاعروں میں ہوتا ہے، لیکن ان کی شاعری کو اس نوع کے دوسرے شعراء مثلاً ایک طرف ولی اور دوسری طرف میر تقی میر سے جو چیز ممیز کرتی ہے، وہ تصوف ہے۔ عام شعراء کے پاس تصوف، شعری مضامین میں سے ایک مضمون ہوتا ہے جس کے متعلق شیخ علی حزیں نے کہا تھا کہ "برائے شعر گفتن خوب است" اس کے برخلاف سراج کے لئے یہ حقیقت تھی۔

سراج کا تصوف، بندِ خانقاہ صوفی، اور طالبِ جنت زاہد سے بالکل جدا ہے، جس میں نفسانیت، خوف یا نفع اور نقصان کے کاروباری احساس کو دخل ہوتا ہے۔ ان کا تصوف صاحبِ دل کا تصوف ہے جس میں مطلوب حقیقی حُسن مجسم ہے۔ جس عبادت میں محبت نہ ہو وہ اُسے "زہد" سے تعبیر کرتے ہیں اور لطیف پیرایہ میں اس کا خاکہ اڑاتے ہیں۔

اے زاہدو تمہیں فردوس کی تمنا ہے ہمیں تو آگ میں گلزار کا تماشا ہے

ایک جگہ کہتے ہیں کہ زاہد خشک محبت کے ناقابل ہے۔

زاہد خشک کوں شراب نہ دے آب دے خار و خس کوں آگ نہ دے

مذہبِ زاہد اس سے برتر ہے عاشقِ پاکباز کا مشرب

چاہیے زاہدوں کوں حجرۂ تنگ باغ عاشق ہے وسعت مشرب

ایک جگہ وہ فرماتے ہیں کہ عشق کے سامنے زہد کے پیر بھی لڑکھڑا جاتے ہیں۔

زلف کافر سیں لگی پہنچے نسیم مشک بو زاہدو بادِ خزاں ہے گلشنِ ایمان کا

اگر مسجد میں اے زاہد و مست نیم خواب آوے ترے ہر دانۂ تسبیح سیں بوئے شراب آوے

سُنا ہے جب سیں تیرے عشق کا شور لیا زاہد نے مسجد کا کنارا

غرض سراج کی شاعری کی پوری اہمیت کو سمجھنے کے لئے یہ ذہن نشین رکھنا

ضروری ہے کہ انہوں نے تصوف کو بعض دوسرے فارسی اور اُردو شعراء کی طرح کبھی تفریحِ طبع کا ذریعہ نہیں جانا۔ ان کے لیے یہ حقیقت تھی اور اسی وجہ سے ان کی متصوفانہ شاعری میں وہ لطف اور گھلاوٹ پیدا ہو سکی، جو شاید کہیں اور مشکل سے نظر آئے۔ بقول مولانا احسن مارہروی "سراج تمام مظاہر قدرت کے جلوؤں کو ہمہ اوست کی عینک سے دیکھتے ہیں"۔

نظر کر دیکھ ہر شئے مظہرِ نورِ الٰہی ہے　　سراجؔ اب دیدہ و اسیں صمد دیکھا صنم بھولا

کچھ تو مرشد برحق کی رہبری سے اور زیادہ تر، اپنے ذاتی لگاؤ کی وجہ سے، وہ سلوک کے مراحل جلد جلد طے کرتے گئے اور ہر مقام پر جو نئے مکاشفات ہوتے، شاعر ہونے کی حیثیت سے وہ ان کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ ان کی شاعری ایسے اشعار سے بھری پڑی ہے، جن میں وہ اپنے مخصوص صوفیانہ عقائد کا اظہار فرماتے ہیں۔ ایک شعر میں خداوند عالم کے اس عالم سے علحدہ نہ ہونے کے خیال کو اس طرح ظاہر کرتے ہیں۔

نورِ جاں فانوسِ جسمی سے جدا کب ہے سراجؔ　　شعلہ تارِ شمع سیں کہتا ہے من حبل الورید

صوفی کی نظر میں یہ عالم اگر کچھ ہے تو وہ محبت کا کرشمہ ہے۔ اس میں رہ کر جو محبت کا ذوق نہ پیدا کرے، وہ کور ہے، بے حس ہے۔ اور اگر وہ مرتاض ہے تو

زاہد خشک ہے۔ یہاں کی ہر محبت، دل و دماغ کی تربیت کرکے، حقیقی محبت کے لئے راہ ہموار کردیتی ہے۔ یہ سراج کا غیر متزلزل عقیدہ تھا۔ فرماتے ہیں۔

ہرگز نہیں ہے اس کوں حقیقت کی چاشنی　　جس نے مزہ چکھا نہیں عشق مجاز کا

زندگی کا کمال محبت ہے اور زندگی کی تکمیل محبت سے ہوتی ہے۔

ارے شراب خرد کے کیفی نہ کر توں دعوائے پختہ مغزی
مے محبت کا جام پی توں کہ اب تلک ظرف خام ہیگا

عقل و محبت کے بارے میں یہی عقیدہ اقبال کا بھی تھا، جس کے اظہار کا کوئی موقع انہوں نے ہاتھ سے نہیں دیا۔ سراج کے کلام میں ایسے اشعار کثرت سے ہیں، جن میں، عقل کو، محبت کے مقابلے میں ادنیٰ تر بتلایا گیا ہے۔ ان دونوں کے بُعد کو سراج نے ایک جگہ اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

اگر خواہش ہے تجھ کوں اے سراج آزاد ہونے کی　　کمند عقل کوں اپنے گلے کا ہار مت کیجو

محبت سراج کی نظر میں وہ چیز ہے، کہ جس کو حاصل ہو جاتی ہے، کائنات کے سارے راز اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔

روشن ہے سبب عشق کے کیفیت عالم　　آئینۂ دل ساغر جمشید ہوا ہے

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ سالک پر جو کیفیات طاری ہوتے ہیں۔ ان کا تھوڑا سا

اظہار بھی اس عالم میں ایک ہنگامہ برپا کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس خیال کو استعارے کے پیرایہ میں کس لطف سے ادا کیا ہے۔

خدا جانے اٹھے کیا دھوم میخانے میں عالم کے
اگر دل نشۂ بے اختیاری میں بہک جاوے

سراج نے عشق و محبت کے مشرب کو زاہد خشک کی شریعت کے نقطہ نظر سے جگہ جگہ کفر سے بھی تعبیر کیا ہے ؎

کہتے ہیں تری زلف کوں دیکھ اہل شریعت
قربان ہے اس کفر پر ایمان ہمارا

اگر ثابت ہے اے دل کفر میں توں
قیامت میں یہی اقرار کرناں

سالک کی نظر سے جب امتیازات ظاہر کے پردے اٹھ جاتے ہیں تو اس کی نظر میں "من و تو" اور شیخ و برہمن کے فرق ہیچ ہو جاتے ہیں۔ اس خیال کو کس شاعرانہ لطافت سے ظاہر فرمایا ہے۔

مشرب عشق میں ہے شیخ و برہمن یکساں
رشتۂ سبحہ زنار کوں کوئی کیا جانے

کفر و ایماں دو ندی ہیں عشق کیں
آخرش دونوں کا سنگم ہوے گا

اسی سلسلہ میں سراج کی عاشقانہ شاعری پر بھی غور کرنا مناسب ہے۔ غزل، فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں غنائی شاعری کے لئے مخصوص صنف رہی ہے۔ اس لحاظ سے غزل میں بغیر عشق و محبت کی چاشنی کے لطف ہی نہیں

اُ سکتا۔ اسی رعایت کے التزام نے، اکثر "نواگران نخوردہ گزند" کو بھی عاشقانہ گوئی پر مجبور کر دیا۔ لیکن حقیقی واردات اور فرضی اور رعایتی جذبات میں بہت بڑا فرق ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہماری شاعری کے مطالعہ سے، اس طرح کے جذبات بیان کرنے پر شعرا کو تھوڑی بہت قدرت حاصل ہو جاتی ہے، لیکن سچی محبت کی واردات، ان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ سراج کی محبت کی داستانیں زبان زد ہیں اور ان کی عاشقانہ گوئی میں حقیقت کے جو جلوے موجود ہیں، وہ نہایت سرسری مطالعہ کرنے والے پر بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ یہاں خود اختیاری عاشقی کے مبالغہ آمیز جذبات اور غیر فطری آہ و نالہ کا کہیں پتہ نہیں چلے گا۔ محبت ان کی سرشت میں داخل تھی اور یہی ان کے "استاد مہربان" کی "تلقین" بھی۔

"سراج یہ مجھے استاد مہرباں نے کہا   کہ علم عشق سیں بہتر نہیں ہے کوئی علم"

لیکن سراج کی عاشقانہ شاعری کی دو پہلو ہر جگہ نمایاں ہیں۔ ایک تو اس دنیائے رنگ و بو کی حسین چیزوں کی قدر دانی ہے جس میں ان کے کلام کا وہ سارا حصہ، ان کے ذاتی عنصر کے ساتھ آجاتا ہے، جو اساتذہ پیشین کی اصطلاحوں میں سرانجام کیا گیا ہے۔ اس میں صداقت اور حقیقت کا جو لطف موجود ہے وہ عام شاعروں کے

کلام میں کم دیکھا جاسکیگا۔ یہ سراج کی حسن پسند طبیعت کا لازمی خاصہ اور ان کا عقیدہ تھا کہ اس جہان فانی کی حسین چیزیں بھی جو دراصل اسی حسنِ ازل کا ایک پرتو ہیں بے اعتنائی سے گزر جانے کے قابل نہیں ہیں۔ ان سے مذاقِ روح کی تربیت کے لئے، وسیلے کا کام لیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں فرمایا ہے۔

گر حقیقت کی سیر ہے خواہش　　راہ عشقِ مجاز لازم ہے

سراج کی شاعری کا یہ حصہ عام پڑھنے والوں کے لئے سب سے زیادہ دلچسپ ہے۔ اسی میں ان کے حسن فطرت کے مشاہدے، لطف گویائی، ترنم، تشبیہ اور استعارے کی برجستگی، تلمیحوں کی ندرت، علم بدیع کا لطف بے تکلفی اور سادگی کے تمام محاسن بروئے کار آ گئے ہیں۔

اس حصۂ کلام سے انتخاب اس لئے دشوار ہے کہ بہتر سے بہتر غزلیں اور اشعار نظر کے سامنے سے گذرتے جاتے ہیں۔ اور کوئی شعر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ تاہم نمونے کے لئے چند شعر یہاں سرسری طور پر انتخاب کر کے لکھے جاتے ہیں۔

شربت دیدار کے بن زندگانی ہیچ ہے　　بے رخ ساقی حیات جاودانی ہیچ ہے

اس کے دامن کوں اگر ہات لگاویں عاشق　　تند ہو گرد کی مانند جھٹکتا جاوے

کہا میں یار کوں دیکھو لگا یہ چہرہ　　مجھے غصے سیں بولا بیٹھ منہ دیکھ

کب نظر آوے گا یارب وو مرا آرامِ جاں
دوست بیگانے ہوئے جس دلربا کے واسطے

کاش کے بر میں نہ ہوتا پیرہن
یہ گریباں درد کا غمّاز ہے

کس سیں بہتر ہے صورتِ دیوار
جس میں سامانِ دلربائی نہیں

خوب رو عاشقوں کے عاشق ہیں
حسن اور عشق میں جدائی نہیں

صحنِ گلشن میں گل و بلبل کوں یکجا دیکھ کر
داغ ہوتے ہیں کلیجے میں کہ وو لالہ نہیں

پنہاں رکھو جگر میں برہ آگ جیوں سراج
پوشیدہ رازِ عشق کوں مشہور مت کرو

اس خط کوں شرحِ مخزنِ اسرار مت کہو
ہے سورۂ جمال کی تفسیر ہو بہو

یاد رکھ اے دلِ خوں گشتہ کہ جیوں تکمۂ لعل
جامہ زیبوں کے گریباں کا گلوگیر نہو

تجھ کوں اگر ہے آرزو اس خوش ادا کے وصل کی
اے دل سراپا شوق میں آغوش ہو آغوش ہو

نہیں بہارِ جنت ، دوزخ ہے مجھ کوں اس بن
دوزخ ہے اس کے ہوتے دارالسلام گویا

مجھے نگاہِ تغافل رقیب پر الطاف
ادائے مصلحت آمیز نے غلام کیا

انکار مجھ کوں نہیں ہے تری بندگی ستی
یاں کیا ہے بلکہ حشر میں اقرار ہوے گا

ادائے دلفریب سروقامت
قیامت ہے قیامت ہے قیامت

دیکھا ہے جس نے مصرعِ موزونِ قدِ یار
دیوان حسن کا ہے اسے انتخاب یاد

ہم شہیدوں پر ستم جیتے رہو
خوب کرتے ہو بجا کرتے ہو تم

مصحف حسن کوں دکھا، کہ ہوا　　تری زلفوں سیں دین میں اشکال

طبع نازک سیں تری ڈرتا ہوں ورنہ اے صنم　　جاں نثاری تجھ قدم پر مجھ کوں دشوار نہیں

حجاب جلوہ دیدار ہے مجھے مانع　　وگرنہ یار سیں آساں ہے ہم زباں ہونا

عاقلوں کوں گرچہ ہے فکر رسا　　بند ہیں تجھ زلف کے جنجال میں

ہوا ہے جان بوجھ انجان مجھ سیں　　تو دیکھ اس کے تغافل کا تماشا

دیوانے دل کوں سمجھاتا ہوں لیکن　　کہاں لگ ہو کوئی حائل کسی کا

زنجیر بھلی قید بھلی، موت بھی جیوں تیوں　　پن حق نہ کرے کس کوں گرفتار کسی کا

وہ ظالم کیا قیامت ہے کہ انداز تغافل سیں　　جواب گریہ عاشق لبوں میں مسکرایا ہے

نیاز و عجز و ارادت، یہ سب میری تقصیر　　پہ یہ نگاہ تغافل، گناہ کس کا ہے

ان اشعار کے مقابلے میں، ان کے کلام کا وہ عاشقانہ حصہ ہے جس سے صاف طور پر اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہاں ان کا مطمح نظر اس عالم آب و گل کا حسن زوال آمادہ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہاں ان کی نظریں حسن و خوبی کے اس سرچشمہ اور لازوال سرچشمہ کو تاک رہی ہیں، جو روح بخش عالم ہے

میری طرف سیں یار کوں جا بول اے سراج　　عالم ترے جمال کا امیدوار ہے

لے لئے سب سیں خط آزادی　　ہم تو اب ایک کے غلام ہوئے

بیانِ عشق کی بیہودہ گفتگو مت کر ۔۔۔ نہیں سراج یہ قصہ تمام ہونے کا

موعودِ الست اس نے فراموش کیا ہے ۔۔۔ بھولا ہے جو کوئی وعدۂ جادو نگہاں پر

صنم ہزار ہوا تو وہی صنم کا صنم ۔۔۔ کہ اصلِ ہستیِ بےبود ہے عدم کا عدم

اور عاشقوں مثال مجھے تم نہ بوجھیو ۔۔۔ سب مبتلائے عام ہیں میں مبتلائے خاص

طواف کعبۂ معنی کوں جا یار ۔۔۔ نہ کر صورت میں یہ اوقات مصروف

غیر کا نقش غیر نقش نگار ۔۔۔ صفحۂ دل ستی کیا ہوں حک

بوالہوس کا کام نہیں ہے عشق کا دعوی سراج ۔۔۔ عشق کی لذت اسے ہے جس نے عالم کوں تجا

جل گیا شوق کے شعلوں میں سراج ۔۔۔ اپنی دانست میں بیجا نہ کیا

نظر کر دیکھ ہر شے مظہرِ نورِ الٰہی ہے ۔۔۔ سراج اب دیدۂ داسیں صمد دیکھا صنم بھولا

ورد کر اے سراج نامِ علی ۔۔۔ یہ ذکر عشقِ حیدری کی طرح

اسی سلسلے میں انکا مخمس بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ اس کے علاوہ فارسی کا پہلا مخمس بھی ان کے اسی ذوق کا آئینہ دار ہے۔

سراج کی تخیلات، اسالیب، تشبیہوں، استعاروں اور تلمیحات میں ولی کی طرح بہت وسعت ہے۔ کم اردو غزل گو شعراء ہونگے، جن کے الفاظ اور اسالیب کے خزانے اتنے وسیع ہوں۔ یہ چیزیں انہیں بروقت سوجھ بھی جاتی ہیں۔ اس کا

سبب یہ ہے کہ وہ سماعی اور ذہنی نقشوں کے مقابلے میں حقیقی مشاہدے یا محسوسات کے تاثرات پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر صرف معشوق کے لئے انہوں نے اتنے زیادہ الفاظ اور استعارے استعمال کئے ہیں کہ غزل گو شعرا میں سوائے ولی کے شاید ہی کسی نے استعمال کئے ہونگے۔ جاناں، سجن، من ہرن، موہن، پیو، شوخ، صنم، یار، چاند، دوست، جانی، گلبدن، وغیرہ میں خود کئی لفظ نئے نظر آئینگے ان کے علاوہ انہوں نے کئی نفیس استعارے اور کنائے بھی وضع کئے یا استعمال کئے ہیں جن کی ترکیبیں ذہن میں ایک روشنی سی پیدا کر دیتی ہیں۔ مثلاً کانِ حسن، دریائے حسن، دُر دریائے حسن، گلِ گلشنِ خوبی، بہارِ مراد، جانِ سراج، جانِ نظر، مقصدِ سراج، غزال، مطلعِ حسن و جمال، لالہ گلزار جاں، جانِ چشم انتظار وغیرہ یہی وسعت ان کے اسالیب میں بھی ہے۔ پڑھنے والوں کو کلیات میں جگہ جگہ ایسے شعر ملیں گے جن کے اسالیب کے متعلق وہ محسوس کرینگے کہ یہ اب ہماری شاعری کے لئے نئے ہو گئے ہیں۔

تشبیہیں اور استعارے، جب وہ سادہ، بے ساختہ اور برجستہ ہوں تو کلام کی جان ہوتے ہیں۔ ان سے شعر کے حسن میں کس قدر اضافہ ہو جاتا ہے، اس کا اندازہ ہر وہ شخص کر سکتا ہے جو ولی، میر یا سودا، کے کلام کا مطالعہ کرتا ہے سراج کے کلام سے یہاں چند نمونے پیش ہیں۔

خون دل آنسوؤں میں صرف ہوا گر گئی یہ بھری گلابی سب

دِل کا استعارہ گلابی سے شاید انوکھا نہ ہو، لیکن خونِ دل کے آنسوؤں کی شکل میں ضائع جانے کو بھری گلابی کے گر جانے سے تعبیر کرنا، ایک ندرت رکھتا ہے۔ چند اور تشبیہوں کی سادگی ملاحظہ ہو۔

یا برگ گل پہ سبزہ سیراب ہے عیاں یا لعل لب پہ خط زمرد نگار ہے

باغ نے سرو کی انگلی کوں لب جو نہ رکھا حیف کھاتا ہے کہ وو سرو خراماں نہ ہوا

اس کے چہرے پہ سویدائے جگر نقطۂ مشک ختن ہو دل ہوا

گلی میں یار کی ہر بوالہوس کوں بار کہاں نشان گلشن فردوس زاغ پاتا نہیں

رقیب کو زاغ اور معشوق کی گلی کو بہشت سے تعبیر کرنا ایک انوکھا لطف رکھتا ہے۔ ایک اور جگہ انہوں نے رقیب کو خار گلشن حسن بھی لکھا ہے۔

گلی میں شوخ کی مجھ کوں ہمیشہ مانع ہے ہوا رقیب میرے حق خار گلشن حسن

رخسار یار حلقۂ کاکل میں ہے عیاں یا چاند ہے سراج اماوس کی رات کا

رخسار پر صنم کی جو خال سیاہ ہے وو مردمک ہے حلقۂ گیسو کی چشم کا

رہی ہے جھوم گھٹا زلف کی ترے مُکھ پر عروس حسن کوں گویا کہ ہے محافۂ شک

تلمیحات میں سراج کی فکر لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، رستم و جمشید وغیرہ

تک محدود نہیں ہے۔ وہ ہندی تلمیحات کا بھی بے تکلف استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ فارسی اور عربی تلمیحات کے علاوہ ان کے کلام میں ہیر رانجھا، چندر بدن و مہیار، بھیم، ارجن، رام، لچھمن، بید، وغیرہ جیسی ہندوستانی تلمیحوں کی بھی کافی تعداد موجود ہے ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

مشتاق ہوں میں تیری فصاحت کا ولیکن | رانجھا کے نصیبوں میں کہاں ہیر کی آواز
روح چندر بدن اے بوالہوس آزردہ نہ کر | خوب نہیں تربت مہیار کی سوگند نہ کھا
نین اوتن میں ارجن بال پلکیں سنوں دھنک بھیم کی | ہمارے دل کی دکھ نگری کے راجا رامچندر رہو

علم بدیع کی صنعتوں کا استعمال، جیسا کہ عام اردو شعرا کے یہاں ہوتا ہے، وہ اکثر ایک حسن کی بجائے ایک دماغی کاوش بن کر رہ جاتا ہے۔ لیکن قدیم شعرا، ولی، میر اور سودا کے یہاں جہاں ان کا استعمال غیر شعوری طور پر ہو جاتا ہے، لطف شعر میں بیش از بیش اضافہ کر دیتا ہے۔ یہی امتیاز سراج کی صنعتوں میں موجود ہے صنعتیں انھوں نے بہت کم استعمال کی ہیں، لیکن جہاں استعمال کی ہیں وہاں ان کی بے ساختگی پڑھنے اور لطف اندوز ہونے کے قابل ہے۔ ذیل میں چند نمونے درج ہیں

طواف کعبۂ معنی کوں جا یار | نہ کر صورت میں یہ اوقات مصروف
رحم مجھ پر کرم رقیبوں پر | ہوئے تو بہتر نہ ہوئے تو بہتر ہے

گھٹا غم، آہ بجلی، اشک پانی   برستا ہے عجب برسات تم بن

ہر صفو اس کے حُسن کی تعریف کے طفیل   گلشن ہوا، بہار رہا، بوستاں ہوا

تجھ زلف کی شکن ہے مانند رام گویا   یا صبح پر ہماری آئی ہے شام گویا

خط کھینچ اپنے خط پہ دیا خطِ بندگی   نو خط کے خط کے تئیں خطِ ریحاں نے ہار دیا

اس مشتری جبیں کا مجھے غم ہوا زحل   طالع مرے کا نیک ستارا کب آئیگا

ایک غزل (۱۰۵ ردیف الف) سراج نے پوری صنعت عاطلہ میں لکھی ہے۔

دوسری غزل (۱۳۰ ردیف نون) صنعت متلون میں ہے جس کا ایک وزن ہزج
سالم مثمن ہے اور دوسرا وزن مجتث مثمن مجنون ہے

کیا ہے کشورِ دل کو تمہارے ظلم نے ویراں   کروگے پھر بسیں کب لگ ہمارے دردکا درماں

سراج کی لفظیات کا خزانہ بھی بہت وسیع ہے۔ اس کی ایک مثال، ان
الفاظ اور استعاروں کی تفصیل سے مل سکے گی جو انہوں نے معشوق کے لئے استعمال
کئے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے پورے کلام میں جگہ جگہ ایسے الفاظ دستیاب
ہوتے ہیں، جو اس زمانے میں عام شعراء کے کلام میں استعمال نہیں ہوتے۔ اور
یہ الفاظ شیرنی اور لطف میں عام اردو شاعری کے کسی لفظ سے کم نہیں ہیں۔
ذیل کے شعر نمونۃً پیش ہیں۔

کیسری جامہ بدن میں اس کے دیکھ ‎ ‎ دل ہمارا دھول دھانی ہو گیا

عشق کی مٹھ میں تصور اس غزالی چشم کا ‎ ‎ عشق کے بیراگیوں کوں مرگ چھالا ہو گیا

رخسار یار حلقۂ کاکل میں ہے عیاں ‎ ‎ یا چاند ہے سراج اماوس کی رات کا

صبر کے باغ کے منڈوے میں جھڑا ہوں جیوں پھل ‎ ‎ اب ترلا چار گلے ہار ہوں کن کا اُن کا

ایک آخری نمایاں خصوصیت، سراج کی شاعری کی نغمہ زائی اور ترنم ریزی ہے۔ ان کے جذبات کی رقت انگیزی اور الفاظ کا ترنم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر، ان کی غـــزل کو پڑھنے والے کے قلب جاں میں پیوست کر دیتے ہیں۔ ایک دفعہ پڑھنے کے بعد ان کی اکثر غزلیں عرصہ تک کانوں میں گونجتی رہتی ہیں۔ ایسی غزلیں پورے دیوان میں سینکڑوں ہیں، ان کا انتخاب کرنا آدھے سے زیادہ دیوان کو یہاں نقل کر دینا ہو گا:

موجودہ غنائی شاعری میں بھی ترنم پیدا کرنے کی خاص طور پر کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن سراج اور دوسرے قدیم شعرا مثلاً ولی، میر وغیرہ کے کلام کی نغمہ زائی اور موجودہ شاعری کے ترنم میں تھوڑا سا فرق ہے۔ موجودہ شاعری میں ترنم کا اصلی ماخذ، بحریں اور خاص طور پر ہندی بحریں ہوتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں اُن شعرا کے پاس یہ چیز الفاظ کے انتخاب، اور ان کی نشست اور بندش سے

پیدا ہوتی ہے۔ بحریں اور ردیفیں اور قافیے بھی وہ اکثر نہایت مترنم استعمال کرتے ہیں۔ لیکن عموماً وہ عام طور پر مقبول بحروں سے ترنم پیدا کرنے کے گر سے بخوبی واقف تھے۔ یہ دراصل ان کے ذوق اور ان کی روح میں ترنم کے موجود ہونے کا ثبوت ہے۔ معمولی معمولی الفاظ کا استعمال وہ اس طور پر کرتے ہیں کہ ان سے نغمہ پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً سراج کا یہ شعر لیجئے۔

نازک بدن سیں مت مل گئی بار میں کہاں ہو   جامن تری خوشی ہے رسوائے عام ہونا

اس میں "من" کے لفظ میں جو ترنم ہے وہ ہر صاحب ذوق پر واضح ہے۔ یہاں دل کا لفظ بھی وزن کو چھیڑے بغیر آسانی سے بٹھایا جا سکتا ہے۔ لیکن جس شاعر کے ذوق میں نغمہ بسا ہوا ہو وہ کبھی ایسی بدذوقی سے کام نہیں لے سکتا۔ ذیل کے شعر میں ترنم صرف "لالہ گلزار جاں" سے پیدا ہوتا ہے۔

کہو اس لالہ گلزار جاں کوں   کبھی تو دیکھ داغ دل کسی کا

ان مثالوں میں آسانی کے ساتھ اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خواہ مخواہ بحث کو طول دینا ہوگا۔

کسی شاعر کے کلام کی خوبی کو جانچنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ اس کے کلام میں اس مقصد اور اس وجہ تحریک کی تلاش کی جائے جو اس کو شعر کہنے پر

مجبور کرتی ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ غزل کی شاعری میں ایسی جستجو بعض وقت
"کوہ کندن وکاہ برآوردن" سے زیادہ مفید نہ ثابت ہوگی' کیونکہ غزل گو شاعر کے
مضامین اس قدر وسیع اور ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہوتے ہیں کہ
انہیں کسی ایک اصول پر جمع کرنا' دشوار ہوجاتا ہے۔ کبھی کبھی اس کے بیانات
میں اختلاف اور تضاد بھی موجود ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جتنے خیال
ہیں اتنے ہی مقصد ہونگے ۔ ان تمام دشواریوں کے باوجود' اس سے کوئی انکار
نہیں کرسکتا کہ ہر شاعر کے لئے کوئی نہ کوئی بنیادی جذبہ' ہمیشہ وجہ تحریک کا کام
کرتا ہے ۔ اور اگر اس کی شاعری کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بھی پتہ چلے گا
کہ اس کی تمام کاوشوں کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے ۔ مثلاً یا تو وہ حسن صورت
کا دلدادہ ہوگا' یا حسن زبان اور لطف گفتار اس کے شعر کے محرک ہونگے' بعض
شاعر ایسے بھی ہیں جو اپنے قلب کے اندر درد کی ایک کسک رکھتے ہیں اور اسی سے بےچین ہوکر
وہ بے اختیار کچھ کہہ اٹھتے ہیں ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شاعر کے کلام میں یہ تینوں
خصوصیات کم و بیش موجود ہوں ۔

اس نقطۂ نظر سے سراج کے کلام کو ٹٹولا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ حسن صورت
پر فریفتگی سے زیادہ' دل کی بےچینی کی تحریک پر شعر کہتے تھے' اور ان کا مخاطب

بیرونی دنیا کی بجائے، خود ان کا دل ہوتا ہے وہ دوسروں کو متاثر کرنے کی بجائے خود آپ متاثر ہوتے ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

نہ بوجھو خود بخود کرتا ہوں میں تعریف اس خط کی
کہ یہ مضمون مجھ کوں عالمِ بالا سیں آتے ہیں

ان کی فارسی شاعری کا آغاز جس طریقے سے ہوا، وہ اس بات کا بڑا ثبوت ہے، سراج کی شاعری کی یہ ایسی خصوصیات ہیں جو اس کو زندہ رکھنے کی ضامن ہیں۔ ان کے زمانے سے لے کر آج تک، شاعری کے عام مذاق میں تھوڑی بہت تبدیلی ہوتی رہی لیکن، ان کے کلام کا مطالعہ لوگ ہر زمانے میں کرتے رہے۔ ان کے بہت سے شعر لوگوں کی زبان پر ہیں۔ گو انہیں ان کے مصنف کا علم نہیں۔ "قبول خاطر" و "لطف سخن" کی یہی علامتیں ہیں۔ علامہ صدر یار جنگ، حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے "نکات الشعراء" کے مقدمہ میں، میر کے حسن انتخاب کے ثبوت میں، شعراء کے جو بہترین شعر پیش کئے ہیں، ان میں سراج کے بھی تین شعر انتخاب کئے گئے ہیں اور یہ صرف گیارہ اشعار سے منتخب ہوئے ہیں۔ میر کے سوا اردو کے جتنے بڑے شاعر گزرے ہیں، ان کا کمال کسی ایک صنف میں ظاہر ہوا ہے یوں کہنے کو تو ہر شاعر ہر صنف میں کچھ نہ کچھ کہہ گیا ہے

ولی سے پہلے کے شاعر، سوائے محمد قلی اور بحری کے سب کے سب مثنوی یعنے
بیانیہ شاعری یا مرقع نگاری میں چابک دست تھے ۔ ولی کا شہ کار ان کی غزل
ہے ۔ سودا اور ذوق، قصیدے کے استاد ہیں، میر حسن، نسیم اور شوق
مثنوی کے ماہر ہیں ۔ میر انیس، مرثیہ اور اس کے متعلقات میں اپنا نظیر نہیں
رکھتے ۔ غالب فلسفیانہ غزل میں اور داغ عاشقانہ غزل میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں ۔
سراج اور میر ہی ایسے سخن سنج ہیں، جنھیں، داخلی اور غنائی شاعری یعنے غزل
اور بیانیہ شاعری اور مرقع نگاری دونوں میں دستگاہ تھی ۔ سراج غزل کے
بلاشبہ استاد ہیں ۔ لیکن مثنوی میں بھی ان کی جگہ صف اول ہی میں ہے ۔
"بوستانِ خیال" کیا بلحاظ موضوع اور کیا بہ لحاظ شاعرانہ خوبیوں کے،
اُردو مثنویوں میں بلند پایہ رکھتی ہے ۔ یہ مثنوی بظاہر ایک داستانِ محبت معلوم
ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ شاعر کے ذاتی واردات کا مرقع ہے ۔ اسی لئے اس کے
اثر میں بہت اضافہ ہوگیا ہے ۔ ممکن ہے کہ اس میں بعض اور مثنویوں کے مقابلے
میں شاعرانہ صناعی کم صرف ہوئی ہو، اور شاعر نے اسے مرعوب کن بنانے کی کوشش
کم کی ہو ۔ لیکن بیان کی سادگی، زبان کی سلاست، مضامین کے ربط اور
مجموعی ڈرامائی اثر کے اعتبار سے اردو کی بہترین مثنویوں میں سے یہ کسی سے کم

نہیں ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی، اس کا سیدھا سادھا اور راست
طریقہ اظہار ہے۔ سراج نے محض شاعرانہ کمال دکھانے کے لئے، اس میں کہیں بھی
صناعی سے کام نہیں لیا۔ اس کے باوجود، اس میں جگہ جگہ ایسے ڈرامائی موقعے
پیدا ہو گئے ہیں، جو نظم کی جان ہیں۔ پوری نظم، اس کے متصوفانہ اخلاقی اجزاء
کو چھوڑ کر ایک ڈرامائی زور رکھتی ہے، جو اردو کی طویل نظموں میں کم دیکھا گیا ہے
نظم کے موضوع کا ابتدائی تصور ہی ایک نفیس ڈرامائی احساس پر مبنی ہے چنانچہ
شاعر، واقعہ نگار کی طرح، اس میں، واقعات کو تاریخی ترتیب سے نہیں شروع کرتا
بلکہ اس کا تعارف ایک انوکھے انداز میں، ایسے موقع پر کراتا ہے کہ جس سے
اس میں ڈراما کا پورا لطف اور اثر پیدا ہو گیا ہے۔ واقعات کی یہ ترتیب اُردو
کی عام مثنویوں میں مفقود ہے۔ ہمارے فرضی قصوں کے مقررہ ضابطوں میں سے
کسی ضابطہ کی اس میں پابندی ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے۔ اسی لئے "بوستان خیال"
اردو مثنویوں میں ایک انوکھی مثنوی ہے۔ اس کا فنی پایہ اسی قدر بلند
ہے جس قدر اُردو کی کسی اور مثنوی کا ہو سکتا ہے۔

اس مثنوی کے مخصوص انداز کے متعلق جناب حسن بار ہروی فرماتے ہیں: "اُن
مثنویوں کے سوا جو عادل شاہی اور قطب شاہی زمانوں میں شعرائے جنوب نے

لکھی ہیں، شمالی ہند میں، اس سے پہلے، اس رنگ و انداز میں غالباً کوئی مثنوی نہ ہوگی"۔ مثنوی کے موضوع کے متعلق آپ رقمطراز ہیں۔

"سراج کی مثنوی ..... ایک دل ریش درویش کے دلی جذبات ہیں۔ جن کی حقیقت کو مجاز کے پردے میں حفظ مراتب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے..... اس مثنوی کے مطالعہ سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ وہ تمام مظاہر قدرت کے جلووں کو ہمہ اوست کی عینک سے دیکھتے ہیں۔ ......"

مثنوی کے اسلوب اور زبان کے متعلق بھی آپ کی رائیں بالاستیعاب مطالعہ کا نتیجہ ہیں، چنانچہ مثنوی کے اشعار ۱۷۱ کے بعد کا اقتباس پیش کرکے آپ استدلال کرتے ہیں۔

"یہ دل فریب بیان جس انداز سے کیا گیا ہے، اس سے بہتر عاشقانہ جذبات اور مخصوص حسینان بے تکلف کی سیرت نگاری کا مرقع نہیں کھینچ سکتا .... معنوی خصوصیات کے بعد لفظی مناسبات پر نظر ڈالی جائے تو اس انجمن میں بھی، سراج، لعل شب چراغ نظر آتے ہیں۔ ...... بالاوسط فی صدی دو چار رکنی محاورات

---

[1] رسالہ "سہیل" ص۳۳۔ دسمبر ۱۹۲۶ء

کے سوا بتمامہ وہی روزمرہ، وہی انداز بیان موجود ہے جس کو حاتم، آبرو اور میر و سودا نوک زبان بنائے ہوئے تھے۔ اور اگر مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو اس مثنوی میں اکثر اہل دہلی کے مقابل میں یہ خصوصیت نمایاں ہوتی ہے کہ ثقیل الفاظ اور ٹھیٹ فارسی ترکیبوں سے سراج نے یک قلم قطع تعلق کیا ہے۔ نہایت سادہ اور آسان زبان میں تمام مطالب ادا کئے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ قوافی کی موزونیت اور ترنم کو ملحوظ رکھا ہے۔"

آخر میں مثنوی کی مجموعی اہمیت کا تصفیہ آپ نے اس طرح فرمایا ہے

"ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ سراج نے جو واقعہ "بوستان خیال" میں نظم کیا ہے، وہ صحیح ہے یا غلط۔ صرف دیکھنا اور دکھانا یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ واقعی وقوعی ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ اگر ہو سکتی ہیں اور شاعر نے ان کے ادائے بیان میں وہ تمام فرائض ادا کئے ہیں، جو ایک مثنوی نویس کے لئے لازم ہیں تو اس سے زیادہ مثنوی کی اور کیا تعریف ہو سکتی ہے۔"

"بوستان خیال" کے فنی پایہ کے متعلق مرتب کا خیال ہے کہ اگر خاکے کی تکمیل، اور روزمرہ کے مانوس ہونے کا لحاظ کیا جائے تو "سحرالبیان" کو اس مثنوی پر فوقیت حاصل ہے، ورنہ حقیقت میں "سحرالبیان" اور "بوستان خیال"

کے آرٹ بالکل مختلف ہیں۔ ایک کا رجحان، صوری تکمیل اور مقررہ ضابطوں کی پابندی کی طرف زیادہ ہے، دوسری حسنِ فطرت کی سادہ تصویر ہے۔ اور ہر ایک کارنامہ اپنی اپنی جگہ بے نظیر ہے۔

"بوستان خیال" کے واقعہ کو بعض نقاد، حقیقت، سمجھتے ہیں جو مجاز کے پیرایہ میں پیش کی گئی ہے۔ اس میں بعض شخصی اشارے ایسے موجود ہیں کہ اگر اس مجاز کی بنیاد بھی حقیقت ہو تو کوئی تعجب نہیں۔ اور اس واقعہ کو سراج کی زندگی کے چوکھٹے میں بٹھانا بھی دشوار نہیں۔ یہ واقعہ ۱۱۵۹ھ کے پہلے کا ہے، یہ وہی زمانہ ہے جب سراج عالم جذب سے، باہر نکلے تھے، اور شعر و سخن کی دلچسپیوں اور یاران طریقت کی صحبتوں میں محو تھے۔ گو انہیں آخری زندگی کا تقدس ابھی حاصل نہیں ہوا تھا، پھر بھی ہمدرد دوستوں اور قدر دانوں کی ان کے ارد گرد کمی نہیں تھی۔ ان قلبی واردات کو انہوں نے جلد ہی سپردِ قلم بھی کردیا اور صرف دو روز اس کو منظوم کرنے میں صرف ہوئے۔ بظاہر اس وقت وہ شاعری ترک کر چکے تھے۔ لیکن مثنوی کا واقعہ شاعری نہیں، حقیقت تھی۔ اور اس کو انہوں نے حقیقت کے انداز ہی میں پیش کردیا ہے۔

"بوستانِ خیال" کے علاوہ، سراج کی دوسری مثنویاں، ایسی بیانیہ

نظمیں یا مرقعے ہیں جنھیں، قصوں سے کوئی تعلق نہیں۔ سراج کی شاعری میں مثنویاں ان کے قلبی واردات کے سب سے زیادہ پوست کندہ مرقعے ہیں۔ ان کی تعداد، ترتیب اور ان کے عنوانات مختلف نسخوں میں مختلف ہیں۔ مخطوطہ ۵۰۴ و اور ح میں صرف ابتدائی چھ مثنویاں ہیں۔ "ح" میں ان کے عنوانات درج نہیں ہیں، ۵۰۴ و کے عنوانات آگے نقل کئے گئے ہیں۔ آخری پانچ مثنویاں مخطوطہ ۳۹۱ و اور ب کے سوا کسی میں نہیں مل سکیں۔ ان میں سے بعض ایسی ہیں، جن میں گذشتہ مثنویوں کے اشعار بھی شامل ہیں۔ یہ مثنویاں یا کم سے کم ان کے بعض اشعار، اس نسخہ کی بعض غـزلوں کی طرح ضرور مشتبہ ہیں۔

پہلی مثنوی ایک مناجات ہے، جس کے ذریعہ شاعر اپنی دلی خواہشوں کو، بارگاہِ رب العزت میں پیش کرتا ہے۔ لیکن یہ خواہشات دنیوی یا مادی لوث سے ذلیل نہیں ہوتیں، بلکہ وہ ایک صاحبِ دل اور بلند نظر انسان کی خواہشات ہیں۔ وہ مانگتا ہے عشق، لیکن حسن حقیقی کے سرچشمہ کے ساتھ۔ وہ چاہتا ہے درد و غم، آنسوؤں کی روانی لیکن لذت کی چاشنی کے ساتھ اور وہ طلب کرتا ہے رازہائے حقیقت کو جاننے والا دل۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی روح، اس عالم میں حسنِ ازل کا جلوہ دیکھنے کے لئے مضطر ہے، بے قرار ہے۔ اس مثنوی کا آخری اور زیادہ دلچسپ حصّہ وہ ہے، جس میں شاعر نے اپنے فن میں وہبی امداد طلب کی ہے۔

دوسری مثنوی، جس کا عنوان "سوز و گداز" ہے، ایک دُکھی دل کی کہانی، ایک واسوخت ہے، واسوخت کے پورے لوازم اس میں موجود نہیں ہیں بلکہ صرف محبوب کی جدائی میں، اپنی بے قراری، اشکباری، اور تڑپ کا حال بیان کیا ہے اور صبا کو مخاطب کر کے، یہ سارا دُکھڑا سنایا گیا ہے پھر اس سے محبوب کی بارگاہ تک اس دکھ کی کہانی کو پہنچانے کی التجا کی ہے۔

تیسری مثنوی بھی تقریباً انہیں خیالات کی حامل ہے۔ بعد کی تین مثنویاں، زیادہ مختصر ہیں۔ ان میں سے پہلی مثنوی "نامۂ شوق" میں شاعر، محبوب کو مخاطب کر کے، خود اپنا دکھڑا سناتا ہے۔ چھٹی مثنوی گویا معشوق کے خط کا جواب ہے۔ "مطلب دل" میں "خط بندگی" کے کچھ شعر آگئے ہیں۔ اور بظاہر یہ اس مثنوی کا ایک حصہ معلوم ہوتی ہے۔ بعد کی مثنویاں، حمد اور منقبت پر مشتمل ہیں۔

قصیدے سے سراج کی طبیعت کو مناسبت نہیں تھی۔ صرف ایک قصیدہ ان کے کلام میں مل سکا ہے، اور وہ بھی قصیدوں کے عام موضوع سے ہٹا ہوا اور خاص ان کے متصوفانہ رنگ میں ہے۔ اس میں بھی وہ کسی کی مدح سرائی کی بجائے اپنی کہانی سناتے ہیں۔ سراج کے "مستزاد" خاص چیز ہیں۔ ان میں جو لطف نغمہ موجود ہے، امید ہے کہ ایک دفعہ پڑھنے کے بعد عرصہ تک کانوں میں گونجتے رہینگے۔

سراج کا فارسی کلام جو دستیاب ہو سکا ہے وہ زیادہ نہیں ہے۔ جتنا کلام ملا ہے اس میں غزل کے اشعار کی تعداد چار سو کے قریب ہوتی ہے۔ اس میں اگر مخمسات ترکیب بند اور رباعیات کی ابیات بھی جو کم و بیش ایک سو کے قریب ہیں، شامل کر لی جائیں تو پورا کلام کچھ کم پانچ سو ابیات پر مشتمل ہوگا۔ لیکن بعض شہادتوں سے ظاہر ہے کہ عالمِ جذب کے کہے ہوئے اشعار کے تباہ ہو جانے کے بعد بھی ان کا فارسی کلام کافی موجود تھا۔ عبدالجبار خاں آصفی کا بیان ہے کہ انہوں نے سراج کا فارسی دیوان دیکھا تھا۔ ممکن ہے یہ درست ہو کیونکہ انہوں نے اپنے تذکرے میں بعض ایسے اشعار بھی نقل کئے ہیں جو کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہوتے۔

اس مختصر سے مجموعہ سے، ان کے فارسی ذوق پر روشنی پڑتی ہے۔ فارسی اس زمانے میں بھی نہ صرف علمی اور ادبی زبان کی حیثیت سے مقبول تھی، بلکہ یہ تقریباً مسلمانوں کی مادری زبان اور شائستگی کی زبان تھی۔ ان کی پوری تعلیم اگر عربی میں نہ ہو سکتی تو اسی زبان میں ہوتی تھی۔ سراج نے اس زبان کے ادب اور شاعری کے ذوق سے جس قدر بہرہ حاصل کیا تھا، اس کا تذکرہ ان کی زندگی کے حالات میں گذر چکا ہے۔ "منتخب دیوانہا" اس کا مزید ثبوت ہے۔ اس مختصر سے کلام کی بنا پر ممکن ہے کہ وہ فارسی کے اساتذہ کے صف میں جگہ نہ حاصل کر سکیں، تاہم اس میں جو لطف موجود ہے، وہ بعض وقت اردو کلام میں بھی نہیں نظر آتا۔ اس مجموعے سے صاف طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں یکساں آسانی اور روانی کے ساتھ شعر کہتے تھے۔ اور اگر ان کا پورا کلام موجود ہوتا، تو یقین ہے کہ ہندوستان کے فارسی گو شعراء میں وہ خاص اہمیت کی جگہ حاصل کر لیتے۔ اب بھی فارسی شعراء کے کم تذکرے ایسے ہیں، جن میں ان کا ذکر موجود نہ ہو۔

اس کلیات کی ترتیب میں جن مخطوطات سے مدد لی گئی ہے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے :۔

(۱) نسخہ ح ۔ نہایت نفیس نستعلیق خط، لوح مطلا مذہب، ہر صفحہ پر سنہری حاشیہ۔ مکتوبہ سنہ ۱۱۶۱ھ ۔

یہ مخطوطہ، مرتب کے علم میں، سراج کے کلام کا سب سے قدیم اور نفیس ترین نسخہ ہے، جو جناب پروفیسر حسین علی خاں صاحب پروسٹ جامعہ عثمانیہ کی مہربانی سے دستیاب ہو سکا۔ سراج کے کلام کا اولین نسخہ شاہ عبدالرسول چشتی نے سنہ ۱۱۵۲ھ میں مرتب کیا تھا، جس کا پتہ اب تک نہ چل سکا۔ لیکن اس کے ورق ا ل کی ایک عبارت سے، جو شاہ ضیاء الدین پروانہ کی بتلائی جاتی ہے، بہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ عبدالرسول خاں کا مرتبہ ہے۔ بہرحال یہ نہایت مستند نسخہ ہے جو سراج کی زندگی میں لکھا گیا اور سراج کے مطالعہ میں رہ چکا ہے۔ تحریر کی نقل حسب ذیل ہے :۔

"ایں دیوان ریختہ زبدۃ العارفین عمدۃ السالکین، حضرت پیر و مرشد سید شاہ سراج الدین چشتی قدس سرہٗ العزیز اورنگ آبادی المتخلص بہ سراج کہ برادر طریقت ایشاں، حضرت شاہ عبدالرسول چشتی جمع و ترتیب دادہ اند، و بر حاشیہ این دیوان پیر و مرشد حضرت شاہ سراج بقلم خاص سہ غزل بدست حق پرست خود تحریر فرمودہ اند فقیر حقیر العبد ذلیل رب جلیل ضیاء الدین پروانہ عفی عنہ"



عکس تحریر شاہ سراج اورنگ آبادی

اس نسخہ میں کلام کی ترتیب حسبِ ذیل ہے:—

(۱) قصیدہ (۲) مختصر مثنویاں (۳) غزلیات (۴) فردیات (۵) رباعیات (۶) مستزاد (۷) مخمسات (۸) ترکیب بند۔

مخطوط ۲۸۵د کے مقابلہ میں اس میں چند غزلیں کم ہیں۔

(۲) نسخہ ۲۸۵ ا ۔ سنہ کتابت ۱۱۸۵ھ ۔ مخزونہ کتب خانہ آصفیہ

یہ نسخہ متن اور ترتیب کلام میں ح سے بہت کم مختلف ہے۔ صرف چند غزلیں اس میں زیادہ ہیں۔ قصیدے اور مثنویوں کے عنوانات حسبِ ذیل ہیں:—

(۱) قصیدہ (۲) مثنویاں (۱) مثنوی مناجات بقاضی الحاجات وا شد عائے دعا۔ (۲) سوز و گداز پردہ راز مخاطب بہ قاصد پیغام آشنا شرم اشتیاق سوزش فراق (۳) فراق نامہ (۴) طومار ہجر سوز دل کامل (۵) احوال فراق بیار مہربان مخاطب بقاصد آہ جانکاہ (۶) قصیدہ دیدہ پر آب کلمات بے تاب دلی اضطراب وجواب مکتوب مرغوب محبوب۔

(۳) قصیدہ (۴) غزلیات (۵) رباعیات (۶) فردیات (۷) بازگشت (۸) مستزاد (۹) مخمسات (۱۰) ترجیع بند (۱۱) مناجات۔ (۱) یاالٰہی حشر میرا...... ۲ (۲) ہوں سخت بےکسی میں گرفتار یا علی (۳) اے دل شہید عشق ستم زادہ

(۴) عمر سب جلتے ہی گذری خاکساری رہ گئی۔

(۳) مخطوطہ ک۔ خط زشت نستعلیق۔ سنہ کتابت اور ترقیمہ وغیرہ نہیں ہے۔ یہ مخطوطہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کی ملک ہے[1] اس میں صرف غزلیں ہیں۔ یہ نسخہ بہت ستقلا ہے۔ جگہ جگہ دوسرے نسخوں کی مدد سے پنسل کے حاشیے چڑھائے گئے ہیں اور بعد میں پنسل ہی سے چند غزلیں اضافہ بھی کی گئی ہیں۔ اس نسخہ کا متن ح سے بہت کم اختلاف رکھتا ہے۔

(۴) نسخہ ۹۹ ل۔ مکتوب ۱۲۶۳ھ۔ مملوکہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدر آباد دکن۔ اس نسخے کے اختلافات ح اور ۱۱۵۵ھ کے مقابلے میں کم ہیں کلام کی ترتیب اس طرح ہے :۔ غزلیات۔ فردیات۔ مستزاد۔ مخمسات۔ ترجیع بند۔

ترقیمہ منظوم ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ امان اللہ کے لئے واحد ابن موسیٰ ساکن باکنڈہ نے لکھا تھا۔ پہلے صفحہ پر "سال ترتیب دیوان سراج ۱۱۵۲ھ" درج ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو توضیحی فہرست اردو مخطوطات کلیہ جامعہ عثمانیہ (۱۹۲۹ء)

(۵) ملے ۳۹۱ ؍ - مکتوبہ ۱۱۸۹ھ۔

یہ نسخہ بھی کتب خانۂ آصفیہ کا مخزونہ ہے ۔ اس کی ابتدا مثنویوں سے ہوتی ہے ۔ اس میں ح اور ۵۸۲ کے مقابلہ میں کثیر اختلافات ہیں۔ اکثر جگہ ردیفیں، مصرعے بلکہ غزلوں کی غزلیں بدلی ہوئی ہیں ۔ اور اکثر غزلوں میں اشعار اضافہ ہیں ۔ رسم خط میں بھی اختلاف ہے۔ مثلاً "سیں" کو اکثر جگہ "سوں" اور کہیں کہیں "سیں" لکھا گیا ہے۔ "صنم" کی جگہ "سجن" "اُس" کی بجائے "بیو" لکھا ہے ۔ یہ نسخہ کتب خانہ میں داخل ہونے سے پہلے کسی رائے منکھ رام کی ملک تھا، جن کی مہر ورق ۲ ۱؍ اور ورق ۲۲۲ پر ثبت ہے۔ مہر کا سنہ ۱۲۵۰ھ ہے ۔ اس کا کاتب خواجہ نظیرالدین ہے جو حیدرآباد کا رہنے والا تھا ۔ ترقیمہ سے پہلے یہ شعر درج ہے ؎

اس نسخۂ غلط کو جو کوئی نظر میں لاوے   لازم ہے حق میں میرے دستِ دعا اُٹھاوے

ترقیمہ کا آخری جملہ یہ ہے۔

"نسخہ دیوان سراج سلمہ اللہ تعالیٰ باتمام رسید۔"

اس نسخے میں کلام کی ترتیب حسبِ ذیل ہے :-

(۱) مثنویاں -

(۱) حمد (عجب قادر پاک کی ذات ہے الخ) (۲) مناجات (الٰہی مجھے درد بے داغ دے)
(۳) در نعت حضرت رسول خدا سید المرسلین۔ (۴) در صفت چار یار (۵) سوز و گداز۔
(۶) فراق نامہ (۷) برہ دکھ (۸) پیم کہانی (۹) عرض احوال (۱۰) مطلب دل۔
(۲) قصیدہ (۳) غزلیات (۴) رباعیات (۵) ابیات
(۶) مخمسات (۷) ترجیع بند ۔

(۶) نسخہ س ۔ ناقص الآخر ۔ مخزونہ کتب خانہ مشرقی عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر ۔

یہ نسخہ دیوان ولی کے ساتھ مجلد ہے ۔ بعض جگہ سراج کی بجائے ولی تخلص لکھدیا گیا ہے ۔ ردیف ن کے درمیانی حصے پر یہ ختم ہو جاتا ہے یہ نسخہ ۲۹۱ ا سے اکثر جگہ مطابقت رکھتا ہے ۔

(۷) نسخہ ۱۱۲۶ ا ۔ سنہ کتابت درج نہیں ہے ۔

یہ دراصل "منتخب دیوانہا" کا نامکمل نسخہ ہے ۔ جو اصل متن میں درج ہے اس کے حاشیہ پر اُردو دیوان فارسی کلام اور خطوط منقول ہیں ۔ یہ مخطوطہ اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ "یہ کم و بیش کلیات ہے ۔ اور اغلب قیاس یہ ہے کہ یہ شاہ ضیاء الدین پروانہ کا مرتبہ ہے ۔ فارسی خطوط اور فارسی کلام سوائے

اس نسخے کے کہیں اور دستیاب نہیں ہوا۔ جو خطوط پروانہ کے موسومہ ہیں ان سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ یہ غالبًا پروانہ ہی کا لکھا ہوا بھی ہے۔

(۸) نسخہ ب۔ مکتوبہ سنہ ۱۲۳۰ھ۔ مخزونہ کتب خانہ مشرقی عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر۔ یہ نسخہ ۳۹۱ کے مطابق ہے۔

(۹) نسخہ ج۔ مکتوبہ سنہ ۱۱۹۱ھ کتب خانہ عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر مشتمل بر غزلیات، رباعیات، مستزاد، مخمسات، ترکیب بند اور قصیدہ۔

(۱۰) نسخہ د۔ مکتوبہ سنہ ۱۲۳۰ھ۔ اس نسخہ میں غزلوں کے علاوہ مثنوی بوستانِ خیال بھی درج ہے۔ سودا، سوز اور چند اور شعراء کا منتخب کلام بھی منقول ہے۔

مثنوی بوستان خیال کی ترتیب میں حسب ذیل مخطوطوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(۱) نسخہ س۔ مکتوبہ سنہ ۱۱۹۵ھ۔ مخزونہ کتب خانہ عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر۔

یہ نسخہ کئی اور تحریروں کے ساتھ مجلد ہے۔ جس کے جملہ اوراق ۲۹ ہیں مثنوی "بوستان خیال" ۱ (ب) سے شروع ہو کر ۱۲ (ب) پر ختم ہو جاتی ہے

139

اس میں اشعار کی تعداد (۱۱۳۴) ہے۔

(۲) نسخہ ج۔ کتب خانۂ جامعۂ عثمانیہ ہے۔ اس کے آخری اشعار نہایت بے احتیاطی سے لکھے گئے ہیں۔ اکثر اشعار چھوڑ دیے گئے ہیں۔ اشعار کی تعداد سات سو سے زیادہ نہیں ہے۔

(۳) نسخہ ؤ۔ یہ مخطوطہ کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ملک ہے اور جناب سبحان اللہ صاحب کے مجموعہ کے بیش بہا مخطوطات میں شامل ہے۔ جناب احسن مارہروی نے "بوستان خیال" کا جو متن رسالہ "سہیل" علی گڑھ بابتہ ڈسمبر ۱۹۲۶ء میں شایع کیا تھا وہ اسی نسخہ پر مبنی ہے۔ کلیات ہذا کے لئے اس نسخہ سے مقابلہ کی زحمت عزیزی محمود علی قطبی سابق متعلم جامعہ عثمانیہ حال متعلم بی۔اے جامعہ اسلامیہ علی گڑھ نے گوارا فرمائی۔

(۴) نسخہ د۔ مکتوبہ ۱۲۲۶ھ مملوکہ نواب سالار جنگ بہادر۔ یہ نسخہ وہی ہے جس کا حوالہ کلیات سراج کے نسخوں کی تفصیل میں، نسخہ د کے تحت دیا گیا ہے۔ اس میں اشعار کی تعداد (۱۱۵۰) ہے۔

متن غزلیات کی ترتیب میں، نسخہ ح کو بنیاد کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

دوسرے نسخوں کے اختلافات، نیچے حاشیہ میں درج کیے گئے ہیں۔ نسخہ ۱۳۹۱ ا'ب وس' میں اکثر جگہ مطابقت ہے اس لیے نیچے کے حاشیہ میں زیادہ تر ۱۳۹۱ ا کے حوالے دیے گئے ہیں اور اضافہ اشعار لکھ دیے گئے ہیں۔ ان نسخوں کے درمیان بعض جگہ جو اختلافات ہیں، وہ بھی واضح کر دیے گئے ہیں۔ ہر ردیف میں پہلے ح کی غزلیں درج ہیں پھر ۱۸۰۵ ا' ۹۹ ا اور ۱۳۹۱ ا'ب یا س' کی غزلیں اگر ح کے مقابلے اضافہ ہوں تو اسی ترتیب سے ہر ردیف کے آخر میں لکھی گئی ہیں۔ اضافہ غزلیں، جس نسخے سے لی گئی ہیں اس کا رسم الخط قائم رکھا گیا ہے، اس لیے بعض ردیفوں میں آخری غزلیں خصوصاً وہ جو ۱۳۹۱ ا اور س سے منقول ہیں، ان کے رسم الخط میں "میں" کی جگہ "سوں" لکھا ہوا دیکھا جائیگا۔ ۱۸۰۵ کی اضافہ غزلیں بہت کم ہیں، تاہم ان کے رسم الخط میں ح کے مقابلے میں یہ فرق ہے کہ "کون" کو "وو" وہ لکھا ہے۔ بعض جگہ، نیچے کے حاشیے میں یہ اشارے چھوٹ گئے ہیں، اس لیئے ان کا یہاں ذکر کر دیا گیا ہے۔

بعض نسخے مرتب کو کلیات کے چھپنے کے دوران میں ملے، ان میں جو غزلیں اضافہ پائی گئیں وہ اور بعض اشعار جو تذکروں کے انتخابات میں دستیاب ہوئے اور جنھیں متن میں داخل کرنے کا موقع نہ مل سکا، وہ ضمیمے میں درج کر دیے گئے ہیں۔

نسخوں کی کثرت، ان کے وقتاً فوقتاً دستیاب ہونے اور خاص طور پر ۱۳۹۱ ا'ب

ور س کے کثیر اختلافات کی وجہ سے، جو غزلوں کی ترتیب، رسم الخط، الفاظ کی تبدیلیوں اور بدلی ہوئی ردیفوں، زشت تحریر، بے احتیاطی اور غلطیوں سبھی پر شمل ہیں، مرتب کا کام بہت دشوار ہو گیا تھا، اس کے علاوہ طباعت میں بھی ممکنہ احتیاط کے باوجود، کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں، جس کا مرتب کو افسوس ہے ۔

جامعہ عثمانیہ۔ حیدرآباد دکن

یکم ذیحجہ ۱۳۵۵ھ م جنوری ۱۹۴۰ء

عبدالقادر سروری

مثنویات

"بوستان خیال" اور دوسری مثنویاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارے ہم نشینو! مرا دکھ سنو
مرے دل کے گلشن کی کلیاں چنو

مرے پر عجب طرح کے درد ہیں
کہ سب درد اس درد کے[1] گرد ہیں

فلک ہوتے تو اس چوٹ سے جائے لوٹ
جگر کے جگر کے جگر میں ہے چوٹ

کہوں کیا کلیجے میں سوراخ ہے
مری داستاں شاخ در شاخ ہے

اگر سنگ بھی حال میرا سنے
تو حیرت سے حکمت میں جا سر دھنے

نہایت کو ہوتی ہے جب بے کلی
تو کہتا ہوں میں کیا خفی کیا جلی

مرے پر نپٹ درد ہے یار بن
عجب صاحبی ہے عجب صاحبی

نہ کھلتا ہے دل گشتِ گلزار میں
نہ لگتا ہے جی سیرِ بازار میں

---

[1] ''ے'' ا و ب نسخہ میں کہیں کہیں یک حرکت ''بروزن'' ''ہو'' باندھا گیا ہے

اگر سلطنت ہاتھ آوے تو کیا
وگر کیمیا کی[1] بتاوے[2] تو کیا

کہ جمعیتِ دل پریشان ہے
مرا فرحت آباد ویران ہے ۱۰

جو دل کو خوشی ہووے تو سب خوب ہے
جو مرغوب نیں[3] ہے سو مرغوب ہے

وگرنہ، خدائی خوش آتی نہیں
کسی شخص کی بات بھاتی نہیں

اگر حور آوے تو بے نور ہے
پری کی کہوں بات تو دور ہے

ہر اک آہ، ہے شعلۂ آتشیں
ہر اک دم ہے مجھ پر دمِ واپسیں

ہر اک دن مرے پر یہی حال ہے
ہر اک شب مرے پر یہی کال ہے

جہنم کو ہووے اگر یہ خبر
تو اس آگ کو سن کہے "الحذر"

مرے پر ہے اب زندگی دردِ سر
غذا، رات اور دن ہے خونِ جگر

میسّر اگر مجلسِ راگ ہووے
مرے پر زیادہ وو بیراگ[4] ہووے

خوش آتی نہیں مجھ کوں آوازیاں
کہوں کیا میں طالع کی ناسازیاں

رگِ جاں کٹے سن کے تارِ رباب
خوشی کے ہیں سامان مجھ پر عذاب ۲۰

۱؎ "کوئی" بھی کہیں کہیں بجائے "کی" باندھا گیا ہے۔ ۲؎ بناوے۔ س و د۔ ۳؎ "نہیں"
بروزن "نیں" بعض وقت ہائے ملفوظ کے ساتھ "نہیں"۔ ۴؎ گھر۔ ج۔ ۵؎ بیراگ د

مجھے دم بہ دم بس کہ ہے اور دُھن
نپٹ ذنگ ہوتا ہوں مرذنگ سُن

سدا آہ و زاری کی آواز ہے
طنبورے کی آواز ناساز ہے

ہوا ہوں میں اب زندگی سے تنگ
مجھے ذنگ جھجو کا ہے مورچنگ[1]

اگر ناچ کا ہووے کبھی اتفاق
تو وہاں بیٹھنا مجھ کو ہوتا ہے شاق

سبھی دلربا ناچنے والیاں
کہ ہیں ایک سے ایک سب آلیاں[2]

بتاتی ہیں گت عشوہ و ناز سے
دکھاتی ہیں چھب طرز و انداز سے

ہر ایک چار دہ سالگی میں تمام
کریں دل لجانے میں جادو کا کام

ہر ایک[3] خوش لباسی میں ممتاز ہے
ہنگی ہوئی کناری کی پشواز ہے

ہر ایک کے ہے ہاتھوں میں مہندی کا رنگ
جسے دیکھ کر آب ہو جائے ذنگ

ہر ایک کو مرصع کا ہے سیس پھول
کہ سورج کرے جوت کا واں حصول ۳۰

قلم کو نہیں تاب تحریر کی
کہ خوبی لکھے ان کی تصویر کی

سبھی دلربائی کے لاپے[4] ہیں گت
کہ جاتی رہے جان و دل کی سکت

---

[1] چنگِ مور، چیونٹی کا باجہ۔ [2] "آلی" کی جمع بمعنی "سہیلی" جناب حسن مارہروی نے اس کے معنے "رنگین مزاج" کے بھی بتلائے ہیں۔ [3] یہ اور نیچے کا شعر ج میں نہیں ہے۔ [4] لا: س و د۔

نگاہوں کی نے، مسکرانے کے ساتھ   اداؤں کی گت، پان کھانے کے ساتھ

عجب کیا، جو طاقت بھی بے تاب ہوئے   اگر سنگ ہوئے تو یہاں آب ہوئے

ہو

سو سب منفق ہو کے، آپس میں مل   ہر ایک[1] پوچھتی ہے مرا حالِ دل

کہ سب اہلِ مجلس کا دل شاد ہے   گرفتاریٔ غم سے آزاد ہے

سبھی نے کشتی بیچ مشغول ہیں   دلِ شاد کے باغ کے پھول ہیں

میں

ہماری طرف سب کا دل بند ہے   یہ سامانِ عشرت سے خورسند ہے

لگا ہوا

تمھارے یہ طوفانِ غم ہے سو کیا؟   لبِ خشک اور چشمِ نم ہے سو کیا؟

کہو کس سبب سے ہوئے پژمردہ دل   ۴۰   تمھارا اگر غم سے ہے آب و گل

قسم ہے تمھیں غم ہے کس بات کا؟   لگا ہے تمھیں زخم کس بات کا؟

تمھیں کس پری رو نے جادو کیا   شہیدِ خمِ تیغِ ابرو کیا؟

کہ جس کے دکھوں تم پہ یہ حال ہے   دمِ زندگی غم سے پامال ہے

دکھے

کہو کھول کر دل، خوشی کے سخن   کہ ہم کو بھی ہیں دلربائی کے فن

ہمیں بھی ہیں، سب جہ کی خوبیاں   جو کچھ چاہئیں ویسی محبوبیاں

ہم میں

---

[1] ہر یک پوچھتے ہیں۔ ج

سو کیوں اُس طرف دل کو لاتے نہیں — محبّت کی باتیں سناتے نہیں

عبث دل کو اپنے جلاتے ہو تم — مگر کچھ مزا غم میں پاتے ہو تم

غنیمت ہے اک آن کی بے غمی — کرو دُور آنکھوں سے اپنی نمی

و لیکن کہوں کیا، کہ کیا حال ہے — ہر اک دم مری جان پر کال ہے (عذاب)

کسی شکل سے چین ہوتا نہیں ۵۰ — نہیں رفع ہوتی یہ وحشت کہیں

لگے خوب کب اہلِ مجلس کی بات — کہ غم نے کیا ہے مرے جی پہ گھات

مجھے ساغرِ مے سے سستی عار ہے — صراحی، سروہی کی تلوار ہے

مرے[1] حق میں ویران ہے چار کھوٹ (دنیا) — مے ارغوانی ہے، لوہو کا گھوٹ (گھونٹ)

زبس بسترِ غم پہ ہوں دردمند — نہیں قلقلِ شیشۂ مے پسند

ارے، ہائے رے، ہائے رے، ہائے رے — کہیں یہ مرا جان بھی جائے رے

ٹک اک بھی تسلی کہاں پاؤں میں (خداسی) — نپٹ بے کلی ہے، کدھر جاؤں میں (بے حد)

کہ عالم میں یہ بات مشہور ہے — "زمیں سخت اور آسماں دور ہے"

1۔ ا و س میں یہ شعر نہیں ہے۔

تسلی نیافتنِ دلِ پُر داغ بہ سیرِ رنگینیٔ گل و باغ

کبھی رفع کرنے کو دل کا غبار　　اگر عزم ہو سیرِ باغ و بہار

تو گلشن، نظر بیچ ہے خارِ بن　　خراشِ جگر ہے، رگِ یاسمن

کروں جب خیابانِ گل پر نظر　　۶۰　مجھے یاد آتا ہے چاکِ جگر

فجر کو جو بہتی ہے بادِ صبا　　تو اوس وقت کرتا ہوں یہ التجا

مرے دل کے ہر زخم پر یار سول　　نمک کی رکابی ہے نرگس کا پھول

مرے باغِ امید کو تازہ کر　　پریشانیٔ دل کو شیرازہ کر

لگی اس طرح غم کی برچھی کی ہول　　کہ آنکھوں میں کانٹا ہو سلتا ہے پھول

کیا اس قدر بیکلی نے وفور　　کہ ہے خندۂ گل قیامت کا صور

ہر اک سرو ہے سانگ کی جیوانی　　چنبیلی کی پکھڑی ہے، ہیرا کنی

گلِ لالہ تو ہو بھرا جام ہے　　بنفشہ مری صبح پر شام ہے

نپٹ خوب سنبل کی ہیں ڈالیاں　　یہ ہیں مجکو زنجیر کی جالیاں

گلِ ناز بو گرچہ ہے دل نواز　　خوش آتا نہیں ہے مجھے اوس کا ناز

غزل خوانیٔ عندلیبانِ باغ　　۷۰　مرے حق میں ہے، داغ بالائے داغ

کہ یارب[1] کسی وقت جیتے تھے ہم
وو[2] ساقی سے مِل جام پیتے تھے ہم

کبھی ہم بھی[3] اُس یارِ گل رو کے سات
رکھے[4] ہات پر ہات کرتے تھے بات

جدا ہم نہ رہتے تھے اُس یار بِن
غزل خوانیٔ شوق تھی رات دن

ہم آغوش ہوتے تھے ہم بات بات[5]
ہمارے پہ[6] ہر رات تھی چاند رات

سدا[7] نوبتِ عیش سنتے تھے ہم
سدا پھول مقصد کے چنتے تھے ہم

اِدھر عشق، اُدھر حسن ہم راز تھا
مجھے بختِ بیدار سے ساز تھا

نہ تھا درمیاں، فرقِ ناز و نیاز
میں اپنے نصیبوں پہ کرتا تھا ناز

خموشی میں ہوتا تھا مطلب ادا
نگاہیں[8] نگاہوں سے تھیں آشنا

عجب شوق تھا اور عجائب بہار
کہ رہتا تھا دونو (دونوں) گلے ایک ہار

خدایا عجب عالمِ شوق تھا ۸۰
کہ جس شوق میں فوق در ذوق تھا

زباں نے وو لذت کو پائی کہاں
کہ تا کچھ بھی اس کا بتاوے نشاں

بیاں اس کا شیریں ہے اور دل پسند
ولیکن مرے ہونٹ ہوتے ہیں بند

---

[1] "بارے" ج۔ [2] "تو" ج۔ [3] "بی" ج۔ [4] "پر" د و ج۔ [5] ج میں یہ اور نیچے کا شعر شعر (۸۰) کے بعد درج ہیں۔ [6] "نگاہاں نگاہاں سے تھے" ج۔ [7] ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ شعبانی
[8] قدیم دکنی میں فعل ہمیشہ مطابق فاعل لاتے تھے، خواہ علامت فاعل ہو یا نہ ہو۔

کہوں کیا، کہا مجھ سے جاتا نہیں — لکھوں کیا کہ لکھنے میں آتا نہیں

غرض خوب کچھ تھا وو عالم جو تھا — وو جب تھا تو تھا اب تو ہوئی ہے کہتا[1]

مرے پر جو تھا عالمِ شوق، تب — کہانی سی معلوم ہوتی[2] ہے اب

ہر ایک دم زباں پر وہی بات ہے[4] — اور اوس بات کی یہ مناجات ہے

الہا[3] مرے سے یہ غم جائے گا — کبھی مجھ پہ وو وقت پھر آئے گا

الٰہی یہی تجھ سے ہے التجا — خوشی کا خزانہ کدھر ہے بتا

خوشی کا سنا ہوں یہی محض نام — ولیکن نہ دیکھا[5] کبھی اوس کا کام

خوشی کیا، مگر دُرِ نایاب ہے ۹۰ — مرا شوقِ غواص بیتاب ہے

خوشی کے گلستاں کو سیراب کر — خزاں غم کی یک بار غرقاب کر

خوشی کے کنول کی کلی تازہ کر — مرے دل کے اجزا کو شیرازہ کر

خوشی کے ہُما کو ہے ظلِّ[6] الٰہی — کہ اوس کے ہے سائے[7] میں شاہنشہی

مجھے اوس کے سائے میں لا شاد کر — حصولِ مراداتِ دلخواہ کر

۱؎ "بتھا" س۔ ۲؎ "ہوتا" س۔ ۳؎ "الاہی"۔ ج ۔ یہ پیری مناجات، ۴؎ اور س میں، اگلے شعر نمبر ۱۴۰ کے بعد درج ہے۔ ۵؎ "دیکھے کبھی اوس کے کام"۔ اوس۔ ۶؎ غلط الاہے۔ ج ۷؎ سایہ۔ ج۔

یہی آرزو ہے مجھے دمبدم
کہ آوے خوشی اور نکل جائے غم

کہ غم نے کیا ہے مجھے جاں بلب
نہایت خوشی کی ہے مجکو طلب

خوشی شاہ ہے جامِ ہمت سے مست
ابھی لشکرِ غم کو دیوے شکست

خوشی آوے تو فتح ہے یا نصیب
کہ نصرمن اللہ فتح قریب

ولیکن مرے بخت ایسے کہاں
مگر حضرت حق ہووے مہرباں

دلبری کردن خوباں منتخب و روئے توجہ نیاوردن ہیچ سبب

اگرچہ سبھی خوب رو خوب ہیں
جہاں لگ ہیں محبوب محبوب ہیں

ہر ایک[2] قدرتِ حق میں مقبول ہیں
سبھی اوس کے گلزار کے پھول ہیں

اُنوں میں بھی جو سب سے ہیں[3] انتخاب
جنے دیکھ جاتا رہے دل سے تاب

(انھوں (جمع ان))
ہر ایک بات جن کی ہے جادوگری
(جنھیں)
جنے دیکھ بے ہوش ہووے پری

ادائوں[4] سے لیتے ہیں دل چھین کر
نگاہوں میں سب سحر ہے سربسر

---

[1] ج میں عنوان اور س میں لفظ "خوباں" نہیں۔ [2] ج میں شعر نہیں۔ [3] ہے' ج۔ [4] ج میں شعر نہیں ہے۔

تبسم میں جن کے اٹک جائے دل ۔۔۔ تغافل[1] سے جن کے دغا کھائے دل

تکلم[2] میں جن کے ہیں[3] افسوں تمام ۔۔۔ ہر ایک بات جن کی ہے عاشق کا دام

اگر[4] مسکراویں تو دل آب ہوے ۔۔۔ رگِ جانِ عشاق بے تاب ہوے

اگر پان کھاویں کبھی تو تبھی ۔۔۔ کریں عاشقاں جاں سپاری سبھی

کریں گر نوازش سے جھک کر سلام ۔۔۔ جو دیکھے سو ہو جائے دل[5] سے غلام

اگر دیویں گالی تو میٹھی لگے ۔۔۔ ۱۱۰ ۔۔۔ کہ مصری بھی اوس وقت سیٹھی لگے

محبت[6] جنوں کی ہے زنجیرِ عقل ۔۔۔ رہے بندِ حیرت میں تدبیرِ عقل

مروت میں کوئی جن کا ثانی نہیں ۔۔۔ اگر ہوے تو یہ مہربانی نہیں

جنوں کا سدا کام ہے دلبری ۔۔۔ جنے یاد ہے علمِ افسوں گری

اگر لااُبالی[7] طرح سے چلیں ۔۔۔ تو عاشق کا دل پاؤں نیچے ملیں

اگر وضعِ شوخی سے باتیں کریں ۔۔۔ تو بجلی نمن[8] دل پہ گھاتیں کریں

رہیں سادگی سے اگر نٹ پٹے ۔۔۔ تو دل کا گلا بن چھری کے کٹے

---

[1] "تکلم میں" د و ج ۔ [2] یہ شعر نہیں ۔ [3] تغافل د و ج ۔ [4] "ہے" د و ج ۔ [5] ج میں شعر نہیں ۔ [6] "ان کا غم" ج ۔ [7] یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ۔ [8] ج میں نہیں ہے ۔ [9] "بجلی کے مانند" د و س ۔

دلوں کو دیوانہ کریں چال میں ۔۔۔ بلالاویں عالم پہ ہر حال میں

کرشمے سے جی کو کریں بے قرار ۔۔۔ کریں دل کو غمزے سے بے اختیار

قیامت ہیں قامت کی ترکیب سے ۔۔۔ ہر ایک عضو جن کا ہے ترتیب سے

گرہ زلف کی کھول لیتے ہیں جی ۔۔۔ ۱۲۰ پھر اس بعد لاتے ہیں بھوں پر کجی

کمر کی لچک سے لبھاتے ہیں دل (لے جاتے) ۔۔۔ نظر کی جھمک سے لبھاتے ہیں دل (اس کے، بجو، جھپک)

کریں ناز و عشوہ جو ہر بات میں ۔۔۔ عنانِ خرد کب رہے ہات میں (ہاتھ)

جنھے دیکھ جاتا رہے عقل و ہوش ۔۔۔ زباں بند ہو جائے اور لب خموش

اگر ان کا چہرا مصور بنائے ۔۔۔ اُسی دم مر گردش قلم بھول جائے

جبیں جن کی روشن ہے جوں مشتری ۔۔۔ کہ بس مشتری کا ہے دل مشتری

جنوں کے ہیں دانتوں میں مسّی کی ریکھ ۔۔۔ کہ آئینہ حیراں رہے جس کو دیکھ

لبوں میں ہیں شکر کی کئی بانیاں (چھبوں، شکر خرز) ۔۔۔ سخن سے کریں شکر افشانیاں

کلام ان کا مرجان یاقوت ہے (گوہیاں) ۔۔۔ اگر سچ کہوں روح کا قوت ہے

لہ یہ اور بعد کے دو شعر ج میں نہیں ہیں۔ ٣ہ لاتیں" ج ۔ ٣ہ "لجاتے" ۔ س ۔ ج میں شعر نہیں۔ ٥ہ "جسے" ج ۔ ٦ہ "اگر اون کے چہرے کو چاہے بنائے ؎ اسی دم مصور قلم بھول جائے" ۔ ا و س ۔ ٧ہ "چھوں" ۔ س ۔ ٨ہ جس۔ ا و س۔ ٩ہ جن ۔ و ۔ ج میں ندارد ۔ ١٠ہ لبوں ہیں شکر کی ...." ج ۔ ١١ہ مجون ۔ ا و س ۔

جنوں کی سیہ چشم خونریز ہیں — کمند دو گیسو دل آویز ہیں
(جنھوں)
جنوں کی پلک تیر ہیں سربسر — ۱۳۰ کلیجے میں ہیں ویسے تیروں کے گھر
(جنھوں)
خطِ پشتِ لب سبزۂ نو بہار — ہیں چاہِ زنخداں میں یوسف ہزار
کفِ پا ہے جن کا نزاکت سرشت — گلِ مخملِ سرخ ہشتم[۱] بہشت
کبھی تو[۲] تجیں سر پہ دستار سرخ — کہ حسرت[۳] سے مرجھائے گلنار سرخ
زری کا کبھی[۴] چیرۂ نوکدار (پگڑی) — ہیں بازو میں گجرے گلے بیچ ہار
بدن میں کبھی زعفرانی لباس — کہ آتی ہے جس میں محبت کی باس
کبھی سرخ نیمہ بدن میں جچے — زمرد کی گھنڈی (گنڈی) لگی ہے جسے
جو ٹیکا ہنسیں تو نہیں کچھ خلل (ایک قسم کی چیت) — کمر میں دو پٹا سموے کا اجل
کبھی بر میں نیمہ[۵] ہے باریک تنگ — کبھی ملگجا (گلے میں آتا ہے ہار) اور کبھی سبز رنگ
کبھی لٹ پٹی سر پہ دستار ہے — کبھی خنجری[۶] پانوں[۷] شلوار ہے
کبھی شال سر پر نزاکت کی لے — ۱۴۰ پہ چھوٹی کبھی تار[۸] پتری کی ہے (ایک قسم کا ریشمی کپڑا ۔ زرتار)

۱؎ ہفتم ۔ س ۔ ۲؎ یہ ۔ ج ۔ ۳؎ حیرت ۔ ج ۔ ۴؎ کبھو ۔ ج ۔ ۵؎ باریک نیمہ ہے تنگ ' د ۔ ۶؎ کپڑا جیسے گنڈی کی بناوٹ ہو ۔ ۷؎ پاؤں میں ۔ س ' پانو ۔ ج ۔ ۸؎ تار پتری ' س ' د ۔

کبھی پھینٹہ سادہ بل دار نور[1] کبھی شوخ رنگی سے خونخوار طور[2]

کبھی چیرہ چشمِ بلبل کی ہے بکتری (پگڑی) کبھی ہے گلابی کبھی ہے ہری[3]

کبھی ہات تلوار الیمان[4] کی کٹاری کبھی مخملی میان کی

کبھی ہات میں نیزۂ سبز رنگ کبھی ہے سوہی کبھی ہے فرنگ

کبھی مصحف رومالِ ابریشمی کہ چہرے سے جاوے عرق کی نمی

خدانے جنے دیں[5] ہیں یہ خوبیاں کہ بس ختم ہویں جن پہ محبوبیاں

کہاں لگ کروں میں ورق کو سیاہ (جنہیں) کہ جس[6] کی صفت کو نہیں انتہا

پھر اون خوب رویوں کا دستور ہے کسی فن میں جو[7] شخص مشہور ہے

تو اوس سے بہوت آشنائی کریں ہر اک وضع سے دل ربائی کریں

یہاں لگ کہ اوس کو کریں بے قرار ۱۵۰ کریں رفتہ رفتہ دل اوس کا شکار

ہمیشہ اوسی پاس بیٹھے رہیں بہوت مہر و الفت کی باتیں[8] کہیں

نپٹ گرم جوشی کے واں پور ہویں غرض یہ کہ عالم میں مشہور ہویں

---

[1] طور۔ د۔ [2] میں۔ د۔ [3] یہ اور اوپر کا شعر ج میں نہیں ہے۔ [4] الیمان ایک مقام ہے۔ [5] دی۔ س یہ شعر ج میں نہیں ہے۔ [6] کہ جن کی صفت کا ہے دریا تفاد۔ د س۔ [7] کوئی۔ ج۔ [8] نپٹ گرم جوشی کی باتیں کہیں۔ س۔ یہ شعر ج میں نہیں ہے۔ [9] بہت مہر و الفت۔ س۔

کہ ایسا غلانے کا بے تاب ہے ۔۔۔ اوسی[1] واسطے بے خور وخواب ہے

مجھے سب نے جانے[2] کہ درویش ہے ۔۔۔ نہ درویش ہے بلکہ دل ریش ہے

ہر اک[3] شعر بھی اس کا ہے دل پسند ۔۔۔ سخن گو، سخن فہم، اور دردمند

ہر اک اوس کے ملنے کا مشتاق ہے ۔۔۔ سخن بیچ[4] مشہورِ آفاق ہے

نجابت[5] کا تمغا مروت، سو ہے ۔۔۔ وفا کی علامت محبت، سو ہے

پھر[6] اوس شخص کا نام ہے دُور دُور ۔۔۔ تو ویسے[7] سے ملنا بہوت[8] ہے ضرور
بہت

مرے سے بھی ملنے لگے بے حجاب ۔۔۔ کہ ہر طرح[9] سے اس کا دل ہے آب[10]

تواضع کریں حرمت آداب[11] سے ۔۔۔ ۱۶۰ کریں عزم الفت کا ہر باب سے

نہایت کریں مجکو جھک کر سلام ۔۔۔ کہ یہ بھی ہے یک دل ربائی کا دام[12]

ادب[13] سے کریں دل بری کی طرح ۔۔۔ جو ہے سحر و افسوں گری کی طرح

ہر یک وقت حضرت سلامت[14] کہیں ۔۔۔ ہر یک آن باتیں قیامت کہیں

ولیکن مرا دل[15] تو کہیں اور تھا ۔۔۔ مرے پر قیامت کا کچھ دور تھا
نہیں

---

[1] اوسی کے سبب" و "نیز اوس کے" ۔ بے خورد خواب ہے ۔ ج۔ [2] جانا۔ و۔ [3] ج۔ شعر نہیں ہے۔ [4] میں وہ۔ ج

[5] ج۔ میں یہ شعر نہیں ہے۔ [6] اور۔ ج۔ [7] ایسے۔ و دس۔ [8] بے سبب ہے۔ س۔ [9] وجہ۔ س

[10] عورت و [11]۔ و، ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ [12] کام۔ س۔ [13] یہ۔ و، ج میں یہ اور بعد کا شعر نہیں ہے۔ [14] دل کیتا

مرے پر غضب تھا[1] جو دن رات کا ۔۔۔ جواب ایک تھا اون کو سو بات کا

جو دیکھا[2] انونے (انھوں) کہ یہ سنگ ہے ۔۔۔ عجب شخص ہے اور عجب ننگ ہے

کسی طرح سے آب ہوتا نہیں ۔۔۔ محبت کا بے تاب ہوتا نہیں

فرشتہ کرے ہم طرف گر نظر ۔۔۔ فلک پر[3] سے آوے زمیں پر اتر

ہزاروں[4] ہمارے خریدار ہیں ۔۔۔ ہر یک وقت مشتاقِ دیدار ہیں

پر اس شخص کا دل پگھلتا نہیں ۔۔۔ ۱۷۰ ۔۔۔ ہمارا کچھ افسون چلتا نہیں

اونے یاد تھے سحر و جادو[5] کئی ۔۔۔ نکالے طرح دلبری کی نئی

جو ہر بات پر[6] جھک کے تسلیم تھی (انہیں) ۔۔۔ جو ہر آن میں خم ہو تعظیم تھی

قدیمی طرح کے جو آداب تھے ۔۔۔ کئے ترک گویا کہ نایاب تھے

نپٹ بے حجابی سے ملنے لگے ۔۔۔ ہنسی ساتھ جیوں پھول کھلنے لگے

زبس دل لجانے کے تھے گھات پر ۔۔۔ رکھیں ہات پر ہات ہر بات پر

کبھی سر کو لاویں (لے جانے) مرے مونہہ[7] کے پاس[8] ۔۔۔ کہ پہونچے ہر یک طرح زلفوں کی باس

---

۱ وہ۔ ج۔ ۲ دیکھے۔ ج۔ ۳ فلک سیتی آوے۔ ج۔ ۴ ہزاراں۔ ج۔ ۵ افسوں۔ د۔ ۶ پہ۔ د، "یں" س۔ ۷ موں۔ د۔ ۸ کے پاس۔ د۔

کبھی میرے زانو پہ زانو رکھیں — کبھی میرے پہلو پہ پہلو رکھیں

دو بیتا مرا اوڑھ کر لیٹ جائیں — کبھی شال اپنی مرے پر[1] اٹھائیں

خفا کر کبھی تو رولادیں مجھے — کبھی گدگدی کر ہنسا دیں مجھے

کبھی تو مجھے شاہ صاحب کہیں — ۱۸۰ کبھی تو "اجی واہ صاحب" کہیں

کبھی تو کہیں "ہم سے تقصیر ہوئی" — کبھی تو کہیں "تم پہ تعزیر ہوئی"

کبھی تو پکاریں "ارے میاں سراج" — کبھی تو کہیں "تم تو ہو سر کے تاج"

ہر اک بات پر میری سوگند کھائیں — ہر یک آن سوگند اپنی دلائیں

ہر ایک وقت ہونے لگے[2] ہم کنار — نہایت ہوئے مجھ سے[3] آخر کو یار

کہ آوے دل اس کا ہماری طرف — محبت کے تیروں کا ہووے ہدف

جو دیکھے[4] سو جانے کہ سید سراج — فلانے کا عاشق ہے اور لا علاج

ہمارا ہر ایک جا بجا نام ہووے — جو مقصد ہے شہرت کا سو کام ہووے

کہ ہم بھی فلانے[5] کے محبوب ہیں — وہ طالب ہے ہم اوس کے مطلوب ہیں

---

[1] تیں - وہیں - [2] "گئیں" - ج - [3] مجھسوں ج - [4] دیکھیں - ج - [5] پیارے - ج -

کہوں[1] کیا کہ کیا کیا کئے مجھ پھند ۔۔۔ کہ دل اوس کا ہووے ہر اک طرح بند

اگر یہاں کبھی زاہد خشک ہوئے ۔۔۔ ۱۹۰ اُسی آن میں دین و ایمان کھوئے

گریباں[2] کو کر چاک اور سر کو پھوڑ ۔۔۔ کرے صرف زنار تسبیح[3] توڑ

اگر یہ کہوں ثابتی کے سبب ۔۔۔ رکھا دل کو اپنے سو ہے جھوٹ سب

مرا دل کسی اور کے ہات تھا (استقلال) ۔۔۔ نہ تھا مرے پاس اور کے سات تھا (بچایا)

مجھے بلکہ ہووے مرا دکھ زیاد ۔۔۔ مرے من کا موہن مجھے آئے یاد

اون کی یہ سب دیکھ کر[4] جوششیں ۔۔۔ کہ تھیں دل کے تسخیر کی کوششیں

گزرتی تھی مجھ پر قیامت کی آن (انہوں [جمع ان] / شدید) ۔۔۔ ہر اک آن میری نکلتی تھی جان

کہ سب میں مرا[5] دو سلونا نہیں (وہ نمکین) ۔۔۔ مرا[6] دل لجانے کا ٹونا نہیں (لے جانے / جادو)

بیان خوبیٔ سردار زادۂ صاحب جمال

اُسی[7] میں سے سردار زادہ تھا ایک ۔۔۔ کہ خوبی میں سب سے زیادہ تھا ایک

---

[1] کہوں کیا کیا تم نے یو مجھ سیں چھند۔ ج [2] گریبان کر چاک۔ س۔ گریباں کرے چاک۔ ج۔ [3] تسبیح کوں توڑ۔ ج [4] کے۔ ج۔ [5] اوس۔ ج۔ [6] مرے۔ س۔ [7] اُسی صف میں۔ ا۔

اوسے دولت و مال کا اوج تھا — تمن دار تھا صاحبِ فوج تھا

ہریک وقت فیل و نشان و علم — جو چاہے سو موجود اوسے دمبدم ۲۰۰

نقیب اور جلو دار اور چوب دار — سواری کے پیچھے[1] ہزاروں سوار

اگر اُس کی صورت کی خوبی کہوں[2] — قیامت تلک بے زباں ہو رہوں

نہ ہوتی جو یوسف کو پیغمبری — تو تھی بہتری میں اوسے سروری

اگر دیکھتی[3] لیلیٰ اُس قد کی چھاؤں — تو دھو دھو کے پیتی وو مجنوں کے پاؤں

عجب میں ہوں دیکھ اوس کی روشن جبیں — نہ دیکھا تھا[4] خورشید روئے زمیں

وو زلفیں[5] ہیں جی کے گلے کی جھیل — قسم کھا کے کہتا ہوں میں ناگ بیل

کرے اوس کے ابرو طرف گر نگاہ — تو کھینچے مصور بھی دل سیتی[6] آہ

نگاہ اوس کی ہے خنجرِ خوش غلاف — کہ لختِ جگر سے گزرتا ہے صاف

ہریک نوکِ مژگاں جلا ہے بری — رگِ جانِ عشاق کی ہے چھری[7]

خبر اوس کی چشمِ پرافسوں کی پائے — تو نرگس گریباں طرف سر نوائے ۲۱۰

---

[1] پیچھیں - و - یہ شعر ج میں نہیں ہے۔ [2] کہوں - و ج - [3] ج، شعر ندارد۔ [4] تکتا ہے خورشید - ج -
[5] ج، شعر ندارد۔ [6] تو کھینچے مصور بھی پھر مدّ آہ اس - تو کھینچے مصور ہی مدّ آہ - و - [7] چھوری - ج

عجب اوس کا رخسار تھا نوبہار
کہوں تو نہ آئے کسے اعتبار

جو دیکھے سو واقف ہو اس بات کا
کہ سچ چاند ہے چودھویں رات کا

خطِ کم نما زیبِ لوحِ عذار
کہ باریک ہوتا ہے خطِ غبار

ووو دانتوں پہ ہے رنگِ پاں خوش نما
بکس کیوں نہ ہوئے دانۂ انار

تبسم کی لہریں ہیں موجِ شراب
کہ کیفی کو اوس کے جگر ہے کباب

دہن کی صفت میں بیاں ہیچ ہے
کہ بس نام ہے اور نشاں ہیچ ہے

زنخدان ہے سیبِ گلزارِ حسن
ہی بخشِ آزارِ بیمارِ حسن

غذا ہے صراحی کی خونِ جگر
کبھی اُس کی دیکھے جو گردن مگر

کہوں کیا وو ساعد کی تعریف میں
زباں لال ہے اسکی توصیف میں

یہ خوبی نہ بلور پاوے کہیں
صفائی ہے لیکن یہ نرمی نہیں

کبھی نیم خوابی میں وو جامہ زیب
اگر کھینچے خمیازۂ دل فریب

تو دل جوششِ شوق سے آب ہوئے
ہم آغوش ہونے کا بے تاب ہوئے

ے نوبہار: اوس۔ ے ہوئے (بہ یک حرکت) ج و س۔ ے ہیوں ل۔ س۔ ے ج میں شعر نہیں ہے۔ ے دیکھی
۔۔ دیکھے یہ گردن۔ ج۔ ے پاویں۔ ج۔ ے صفا ہے ولیکن یہ نرمی۔۔۔۔ج۔

کف دست لختِ دلِ عاشقاں ہر اونگلی نزاکت میں ہے نبضِ جاں

صفا میں ہے وو سینہ آئینہ ساں کہ ہووے صورتِ حالِ عاشق عیاں[1]

کمر[2] سینہ صافوں کی ہے روحِ پاک ہے اُس پر عبث تہمتِ آب و خاک

لکھوں صافیِ ساقِ سیمیں اگر قلم بھی پھسل جائے کاغذ اوپر

رکھے جب کلیجے میں بلبل کے پانو سلے تب خیالِ رگِ گل کی جھلو

سراپا قیامت کا سامان تھا محبت کا دل عشق[3] کا جان تھا

کہیں کم ہے معشوق عاشق نواز جسے نازِ عاشق پہ ہووے نیاز

سو اوس میں یہ اوصاف[4] پائی گئی ۲۳۰ مروّت کے اصناف پائے گئی

جسے جانتا تھا کہ بیتاب ہے مرے واسطے بے خور و خواب ہے

تو اوس پر بہوت مہربانی کرے ہر یک بات کی قدردانی کرے

ہر اک آن عاشق کا عاشق تھا وو سبھی خوبرویوں میں فائق تھا وو

اگر عزمِ آہو شکاری کرے کسی سمت حکمِ سواری کرے

---

۱ بیاں۔ ج ۔ ۲ یہ اور نیچے کے دو شعر ج میں نہیں ہیں۔ ۳ عاشق جان تھا۔ مں ۔ ۴ اوصاف ۔ ج ۔

جو کئی ہوویں آگاہ اس بات پر ۔۔۔ تو بے کل ہوئے دیدار کی گھات پر

کھڑے راستے میں کریں انتظار ۔۔۔ کہ جس راستے پر ہے اس کا گزار

ہزاروں کریں اوس کو جھک کر سلام ۔۔۔ کرے سب کے لائق سبھوں سے کلام

ہر اک پر بہوت سی نوازش کرے ۔۔۔ ہر اک کے سزاوار سازش کرے

جو کئی گھر طرف آوے مشتاق ہو ۔۔۔ اسی دم بلاوے اسے روبرو

کہے کس طرف کو کئے ہو کرم ۔۔۔ ۲۴۰ ۔۔۔ سعادت کہ آئے تمھارے قدم

نپٹ دلبری مہربانی کرے ۔۔۔ یہاں لگ کہ دل اوس کا پانی کرے

منگاوے پھر اس واسطے پاندان ۔۔۔ کھلاوے اوسے اپنے ہاتوں سے پان

لگاوے اسے عطر ہاتوں سیتی ۔۔۔ دل اوس کا کرے محو باتوں سیتی

کہے حسن ہے چار دن کی بہار ۔۔۔ یہ صورت کو آخر نہیں ہے قرار

غنیمت ہے تم سے نجیبوں کی چاہ ۔۔۔ کہ رکھتے ہو ہم پر کرم کی نگاہ

جسے اپنے عاشق پہ نیں ہے نظر ۔۔۔ تو معلوم کیجیے کہ ہے بے خبر

---

۱ ہووے ۔ ج ۔ ۲ پر ۔ د و ج ۔ ۳ ہی ۔ د ‘ یہ شعر ج میں نہیں ہے ۔ ۴ کس سبب سے کئے ہو ..... ج ۔

کروں کیا میں اوس کی صفت کیے بیاں ۔۔۔ کہ طاقت نہیں ہے زباں کو یہاں

جو کچھ خوبیاں چاہئیں تھیں سبھی ۔۔۔ غرض یہ کہ تھا سب کی انکھوں کا جی

رفتن بہمراہی سردار زادہ صنا جمال بامید تسکین بیقراری حال

نظام ممالک امیر کبیر ۔۔۔ شہنشاہ ہندوستاں کا وزیر

کیا باں کنڈے کو تسخیر جب ۔۔۔ ۲۵۰ تب لشکر دولت چلے گھر کو سب

ہوا ہر طرف موسم برشگال ۔۔۔ ہوے سبز ہر ہر چمن کے نہال

زمیں کو لیا سبزۂ تر نے گھیر ۔۔۔ کہیں سبز سیر اور کہیں نیم سیر

ہر یک کوہ و صحرا میں نکلے نبات ۔۔۔ جدھر دیکھیے فرش سبزہ نبات

وو سردار نامی سراپا جمال ۔۔۔ ہوا جس کا اظہار اتنا کمال

کیا عزم اپنے وطن کی طرف ۔۔۔ وو صحرا سے صحن چمن کی طرف

کہا مجہ کو اخلاص اور پیار سے ۔۔۔ نہاں یہ سخن گوش اغیار سے

---

۱ کا ۔ ا و س ۔ ۲ ج میں شعر نہیں ۔ ۳ احوال ۔ و ۔ ۴ دکن کا ایک مقام ۔ ۵ بند و ۔ یہ اور بعد کے دس شعر "ج"

میں "معتبر نہیں عاشق کا ٹھکانا ۔۔۔ کے بعد درج ہیں ۔ ۶ دیتا ۔ و ۔ ۷ اپنے وطن کی طرف ۔ ج و س ۔

کہ کہتا[1] ہوں صاحب ستی ایک بات — جو وہ بات مانو تو میری نجات

ارادہ مرا گھر کے جانے کا[2] ہے — یہ برسات کے بعد آنے کا ہے

کرو تم بھی گر اوس طرف کو کرم — رکھو گے سر و چشم پہ ہر قدم

مقرر[3] نہیں عاشقوں کا مکاں — ۳۶۰ برابر ہے تم کو یہاں اور وہاں

خصوصاً جو درویش آزاد ہیں — جدھر کو کریں عزم دل شاد ہیں

اگر قصد ہووے تو بہوت خوب ہے — تمھارا کرم دل کو مرغوب ہے

کہ ایام[4] بارش کے یہ چار ماہ — گزر جائیں گے پل میں کرتے نگاہ

جب اوس شخص نے اس طرح[5] کہا — تو میں سن کے خاموش ہو کر رہا

کیا فکر دل میں کہ میں کیا کہوں — چلوں اوس طرف یا اسی جا رہوں

بھرے[6] پر تو سودے سرشار ہے — مرا دل کسی کا گرفتار ہے

مجھے خلق کہتی ہے آزاد ہے — سبھی جانتے ہیں کہ دل شاد ہے

نہ کھانا نہ پینا خوش آوے مجھے — نہ یہ، بلکہ جینا خوش آوے مجھے

---

۱ کہتا ہے۔ ا۔ ۲ کو۔ ا۔ ۳ ج میں یہ شعر غلط درج ہے۔ ۴ یہ۔ ج۔ ۵ کہتے ہیں۔

۶ ا، ج۔ میں یہ شعر نہیں ہے۔

نہ یہ بات عالم سے کہنے کی ہے — کہ[1] یہ چوٹ سینے میں سہنے کی ہے

کیا غور جب خوب میں اپنا حال — ۲۷۰ یکایک مرے دل میں آیا خیال

مرے پر جو کچھ بیکلی ہے سو ہے — کسی بات کی تملی ہے سو ہے

اگر یہاں رہا میں کیا یہ قبول — تو جاوے گا یہ درد (بےچینی) سو خاک ڈھول

جو رہنے میں جاتی نہیں یہ بلا — خوشی اس کی توں[2] ہے تو چلنا بھلا

جسے اس طرح کا ہے حسن اور[3] جمال — کہ انکے میں جس تے[4] ہزاروں خیال

سبھی خوبیوں بیچ ممتاز ہے — صفِ خوش قدوں میں سرافراز ہے

سو مجھ پر اسے پیار ہے اس قدر — ہر یک وقت غمخوار ہے اس قدر

نہیں قدرتِ حق ستی کچھ عجب — مگر رفعِ غم کو یہی ہووے[5] سبب

کبھی[6] رفتہ رفتہ مرا درد و غم — ہے امید شاید کہ ہو جائے کم

وو[7] زلفوں کی بو جی کو خوش آئے تو — مرے دل کا ناخن اٹک جائے تو

کئی طرح کی بات تجویز کر — ۲۸۰ کیا اس کے ہمراہ عزم سفر

---

۱ نہ : وہ ج۔ ۲ کوں۔ ج۔ ۳ حسن و جمال۔ د۔ ۴ کے۔ س۔ ۵ بچا ہے سبب۔ س۔ ۶ کہیں۔ ج۔

۷ ج میں یہ اور بعد کا شعر نہیں ہے۔

ہوا اس کے ہمراہ میں لاعلاج — کہ پاوے کہیں چین میرا مزاج

ولیکن وہی درد و غم سم پار تھا — کلیجے میں میرے وہی خار تھا

وہی برق تھا خرمن ہوش میں — تفاوت نہ تھا اولیں جوش میں

وہی جان کندن مجھے تھا سو تھا — کہوں کس زباں سے نیں اپنی بتھا[1]

وہی دمبدم آہ پر آہ تھی — نہ وو آہ تھی بلکہ جاں کاہ تھی

وہی[2] بیخودی نے کیا تھا ہجوم — وہی کشورِ دل میں تھی غم کی دھوم

وہی آہ و زاری مرا کام تھا — وہی حال کیا صبح و کیا شام تھا

وہی دل میں تھا نامرادی کا داغ — وہی داغ تھا مجکو گلگشتِ باغ

وہی غم کا افراط تھا روز و شب — وہی تھا مرے پر خدا کا غضب

کلیجے[3] میں ہر دم وہی سول تھا — ۲۹۰ ہر اک دمبدم ہول پر ہول تھا

وہی دل کے شعلوں کا بھڑکا تھا — وہی غم کے تیروں کا برساؤ تھا

وہی دمبدم تھا قیامت کا شور — وہی زخمِ غم تھا کلیجے کے قور[4]

---

[1] کہتا۔ ج ۔ [2] ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ [3] کلیجے میں میرے وہی سول تھی ٭ ہر اک دم مجھے ہول پر ہول تھی

[4] یہ اور اوپر کے دو شعر ج میں نہیں ہیں۔

وہی تھا تڑپنا شب و روز کا   وہی تھا جلن دردِ جاں سوز کا

وہی غم کے[1] طوفان تھے[2] پے بہ پے   وہی بیکلی تھی جواب لگ کہ ہے[3]

قیامت تھی منزلِ بمنزل مجھے   نہ دل بلکہ سینے پہ تھی سِل مجھے

نہ آتا[4] تھا خوش دل کو صحرا کا سیر   کہ تھا گلشنِ زندگانی سے سیر

ترو تازہ تھا سب طرف سبزہ زار   ولیکن مرے حق میں تھا نوکِ خار

مرے[5] زخم دل پر کہ تھے بے شمار   ہر یک برگ تھا خنجرِ آبدار

قیامت کا طوفان سہتا تھا میں   ولیکن کسی سے نہ کہتا تھا میں

کہ عالم کے سب لوگ بیدرد ہیں   ۳۰۰   نہیں گرمیٔ عشق، دل سرد ہیں

جو کئی (کوئی) آشنا ہووے (ہو) تو کہنا[6] بھلا   وگرنہ وہی درد سہنا بھلا

سو[7] عالم میں کئی (کوئی) یار جانی نہیں   کہیں دوستی کی نشانی نہیں

بہوت آزمایا ہوں تحقیق ہے   اور اس بات پر مجھ کو تصدیق ہے

محبت[8] (بہت) سے ہوتا ہے حاصل خدا   پہ زنہار ملتا نہیں آشنا

۱؎ 'سوتہ' کا 'تھا' بھی ا و س۔ ۲؎ و ۳؎ یہ اشعار ج میں نہیں ہیں۔ ۴؎ 'کہتے' ج ۵؎ 'کر' س۔ ۶؎ 'کرمنت سے' ا و س۔

تسکین نیافتن دلِ بیقرار باوجود غمخواری آن عزیز غم خوار

خدایا مری عمر کس کو ملے ‏ ‏ ‏ کسی دشمنِ جاں کو یہ دکھ نہ دے

کہ جس[1] سے ہے جان کندن مدام ‏ ‏ ‏ وو مرنا بھلا جس سے ہووے تمام

خدا[2] کس کو کس کا نہ کر مبتلا ‏ ‏ ‏ کہ اول مزا ہے پہ آخر بلا

کسی شوخ قاتل کے پالے نہ ڈال ‏ ‏ ‏ کہ جس کی محبت میں ہو جی کا کال

اگر ہے[3] تو ہوں اس میں دلدلیاں ‏ ‏ ‏ ہر یک وقت عاشق کی غمخواریاں

غرض اوس[4] فسوں گر نے کر مکر و فن ‏ ۳۱۰ ‏ مجھے لے گیا سات اپنے وطن

نہایت ہر یک بات میں دلبری ‏ ‏ ‏ نہ وو دلبری بلکہ جادوگری

نپٹ اوس کو تھی میری خاطر عزیز ‏ ‏ ‏ ادب سے ہر یک بات تھی باتمیز

یہی اوس کو رہتا تھا ہر دم خیال ‏ ‏ ‏ مبادا یہ درویش آشفتہ حال

کسی بات پر مجھ سے آزردہ ہووے ‏ ‏ ‏ کنول اوس کے خاطر کا پژمردہ ہووے

---

[1] یہ اور بعد کے تین شعر ج میں نہیں ہیں۔ [2] کسی کو کسی کا نہ کر مبتلا۔ ل۔ [3] ہوے۔ س۔ [4] آن، ج۔

ہر یک صبح کرتا تھا جھک کر سلام — ہر یک وقت کہتا تھا میں ہوں غلام
کئی طرح[1] کی نعمتیں وو منگاے — اگر میں نہ کھاؤں تو وو بھی نہ کھاے
کہے مجھ کو لاچار ہو دم بدم — جسے مانتے ہو اوسی کی قسم
کہ کھانے ستی موںہہ[2] پھراتا نہیں — وگر نیں[3] تو مجھ کو بھی کھانا نہیں
اگرچہ وو کھانا مجھے زہر تھا — نہ تھا زہر حق میں مرے قہر تھا
نہایت جو ہوتا تھا میں لاعلاج ۳۲۰ — تو آخر کو رکھتا تھا اوس کا[4] مزاج
اگر رات ساری میں بیٹھا رہوں — "تجھے نیند آوے تو سورہ" کہوں
و لیکن مرے پاس بیٹھا رہے — میں جب لگ نہ سوؤں تو باتیں[5] کہے
کبھی وو عزیزِ فصاحت بیاں — نکالے کسی شاہ کی داستاں
کبھی حالِ مہیار[6] و چیندر بدن — کبھی خوش ادائی سے وو خوش سخن
کسی وقت فرہاد و شیریں کی بات — کسی وقت دلچسپ[7] شیریں نکات
کبھی قصۂ عشقِ شاہ و گدا — حکایاتِ رنگیں[8] عشرت فزا

---

[1] کے نعمتاں۔ ج۔ [2] موں۔ د ج۔ [3] کی۔ ج۔ [4] باتاں کرے۔ ج۔ [5] چیندر بدن و ماہیار۔ [6] اردو کا مشہور قصہ ہے۔ [7] دلچسپ شیریں۔ س۔ [8] رنگین عشرت فزا۔ س۔ و۔

کبھی شعر خوانی کرے برمحل — کبت[2] دوہرو بیت وفرد و غزل

نہایت خبر تھی اوسے راگ میں — سنے[3] سو جلے عشق کی آگ میں

کبھی خوش گلوئی سے گانے لگے — ستار اور طنبورا بجانے لگے

مرے تئیں کہے لطف اور پیار سے — ۲۳۰ کہ جیوں کر کہے یار کئی یار سے

کہ ہے عالم اک راگ کا شوق مند — تمعیش کونسی راگنی ہے پسند

جو کچھ تمکو فرماؤ سو گاؤں میں — مزاج آپ کا جس طرف پاؤں میں

غرض کیا؟ کہ یہ بیدلِ دردمند — کہ ہے حلقۂ دامِ وحشت میں بند

کسی شکل کر مجھ سے دل شاد ہوئے — جو کچھ اس کا غم ہے سو برباد ہوئے

ولیکن میں دل شاد ہوتا نہ تھا — مرا غم سو برباد ہوتا نہ تھا

نہ تھا اس قدر کا مرے دل پہ غم — کہ سامانِ عشرت ستی ہوے کم

جو کئی غم کی آتش میں جلتا رہے — ہر یک رات جیوں شمع گلتا رہے

اوسے کب خوش آتے ہیں سامانِ عیش — کہ زنداں ہے اس کو گلستانِ عیش

---

[1] ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ [2] کبت دوہرو فرد و بیت و غزل۔ و۔ [3] جو۔ ج۔ [4] مرے کوں۔ ج۔ [5] تمہ۔ ص انمیں۔ ج۔ [6] جو کچھ پہ تمکوں فرماؤ تو گاؤں میں۔ اگر امر تمکو تو بتلاؤں میں۔ ج۔ [7] ہوئے۔ و۔ [8] کسی شکل سے یہ جو میں شاد ہو سے جو کچھ اس کا غم ہوے....“ ج۔

سدا کام اُسے آہ و زاری ہے   اُسے شغلِ نت اشکِ جاری ہے

خوشی ہے اُسے خاک اور دھول کی   جیسے چوٹ ہے عشق کے ہول کی ۲۴۰

کسی آن وو غم سے بسرتا نہیں   مرے تو بھلا پن وو مرتا نہیں

لگا ہے جیسے زخمِ پنہانِ غم   اُوسے بے اجل موت ہے دمبدم

جگر کوہ اور آپ ہے کوہ کن   ہے تیشہ اُوسے دم کا آوا گون

ہمیشہ اُسے جان کندن رہے   پلک اوس کی آنکھوں میں سوزن رہے

نہ اُس کو لگے زخم تلوار کا   نہ اُس کو چڑھے زہر کُئی مار کا

مَرے تو اُوسی تیغ کے وار سے   مرے تو اُسی زہر خوں خوار سے

کہ جس زہر کی لہر میں ڈنک ہے   اُسے جامۂ زندگی تنگ ہے

اسی بات پر بات آئی ہے یاد   کہ ہے مصرعِ درد کو مستزاد

حکایت بسبیلِ تمثیل

کسی ملک کا ایک تھا بادشاہ   کہ تھا صاحبِ ملک[3] و تخت و کلاہ

۱؎ ج میں شعر نہیں ہے۔ ۲؎ ک۔ س۔ ۳؎ ملک، د و ج۔

زبس تھا اوسے گنج و زر بے شمار ۳۵۰ نہ تھا شغل اوسے جز شراب و شکار

اوسے خیر خواہ ایک دیوان تھا ۔۔۔ کہ سب بات کا خان ساماں تھا

سو ایک روز تھا سیر میں بادشاہ ۔۔۔ سب ارکانِ دولت طرف کر نگاہ

کیا یاد اوس گھر کے دیوان کو ۔۔۔ وو سب بات کے خان ساماں کو

ضروری سر انجام کے واسطے ۔۔۔ کسی لازمی کام کے واسطے

محل کی طرف حکم اس کو ہوا ۔۔۔ کہ تا حسب الارشاد لاوے بجا

بجالا کے آداب تسلیم کے ۔۔۔ ادا کر کے سب رسم تعظیم کے

محل کی طرف کو روانہ ہوا ۔۔۔ اسے واں کا جانا بہانہ ہوا

گیا بے خبر ڈیوڑھی کی طرف ۔۔۔ ہوا جا کے تیر بلا کا ہدف

کسی خوبصورت سہیلی کا ہات ۔۔۔ کہ تھے اس میں کئی سحر جادو کے گھات

نظر بیچ آیا اوسے یک بیک ۳۶۰ نہ وو ہات سب بلکہ پہونچے تلک

اسی ہات کو دیکھ بے خود ہوا ۔۔۔ اسی بے خودی سے زمیں پر گرا

۱؎ ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۲؎ یہ گویا "میر جملہ" کی تشریح ہے۔ ۳؎ یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے۔ ۴؎ وہاں ۵؎ وتی ۶؎ کی، ا۔ ۷؎ بلکہ پہنچے، ا د س۔

نہ ہلنے نہ جلنے کی طاقت رہی ۔۔۔ نہ کچھ بات کرنے کی جرأت رہی

کیا جذبۂ عشق نے محو اُسے ۔۔۔ ہوا ماسوا[1] عشق سب محو اوسے

محل کی اصیلوں نے یہ حال دیکھ ۔۔۔ وو بیحال کے[2] جان پر کال دیکھ

کسی نے تو سائے کا پوچھا خیال ۔۔۔ کسی نے کہا دھوپ کا ہے زوال[3]

سر و چشم پر اُوس کے چھڑکا گلاب ۔۔۔ کہ کم ہووے گر گرمیٔ آفتاب

غاماً نہ پوچھا کسی نے وو راز ۔۔۔ کہ اُوس شخص پر کیا ہے سوز و گداز

جب اس بات کی شاہ کو ہوئی خبر ۔۔۔ سنا اُوس کے احوال کو سر بسر

جو اُس وقت پر اہلِ دربار تھے ۔۔۔ جہاں لگ امیر اور سردار تھے

کہا سب کو وو صاحبِ تخت و تاج ۔۔۔ ۳۱۰ ہے[4] اس شخص بیخود کا لازم علاج

طبیب اور سیانے جو ہیں شہر کے ۔۔۔ نہ اس شہر کے بلکہ سب شہر کے

سبھوں کو دکھاؤ کہ کیا ہے اسے ۔۔۔ مرض ہے اسے یا بلا ہے اسے

طبیبوں نے نبض اور سیانوں نے فال ۔۔۔ بہوت دیکھے لیکن نہ پائے[5] وو حال

---

[1] ماسوی العشق ۔ و ج ۔ [2] کی ، و ۔ [3] وبال ۔ و ۔ [4] کہ ، ج و و ۔ [5] نہ پائے خیال ۔ ج ۔

تو لاچار حیران ہو کر رہے　　ہوے لاعلاج اور سبھوں نے کہے[1]

مرض ہووے تو ہووے دوا کا اثر　　بلا ہووے تو ہووے دعا کا اثر

سو دونوں کے آثار اوس پر نہیں　　خدا جانے اوس کو ہوا کیا کہیں

ہمیں غیب کی بات معلوم نیں　　جو کچھ فہم میں نیں سو مفہوم نیں

او سے ایک تھا محرم[2] آشنا　　نہ رہتا تھا ایک آن اوس سے جدا

کہا کان میں اوس کے جا یہ سخن　　کہ اے یار جانی مری بات سن

اگر ہے ترے پر پری کا گزر[3]　　۳۸۰ وگر ہے ترے پر بلا کا اثر[4]

پری کو جلاؤں میں شیشے میں لا　　بلا ہے[5] تو لاؤں بلا پر بلا

اگر دل لگا ہے کسی سے ترا　　تو کہہ مجھ سے حاضر ہے یہ جی مرا

اگر حور ہے تو بلاؤں اوسے　　ہر اک وجہ[6] تجھ سے ملاؤں اُسے

سنا اوس نے جب آشنا کی صدا　　مزاج اوس کا فی الجملہ آیا بجا

یکایک گیا[7] آہ عالم گداز　　کہ اے یار[8] مت سن مرے دل کا راز

---

1. نسل مطابق فاصل۔ 2. محرم آشنا۔ س۔ 3. اسرا اثر ا ج۔ 4. گذر۔ ج۔ 5. ہوئے تو۔ ج۔
6. طرح۔ د۔ 7. نسل مطابق فاصل۔ 8. ارے یار۔ س۔

سنے گا تو حیران ہو جائے گا ۔۔۔ سنے بعد آخر کو پچھتائے گا

نہایت بجا جب ہوا وو رفیق ۔۔۔ رفیقِ موافق انیسِ شفیق

تو آخر کو اپنا کہا حال سب[1] ۔۔۔ وو بیہوشی و بیخودی کا سبب

کہا اب تو اے یار بیتاب ہوں ۔۔۔ محبت کا دکھ کب تلک میں سہوں

سہیلی ہتے[2] یا کُئی حرم یا خواص ۔۔۔ ۳۹۰ کہ جس کا ہے وو بات مقصود خاص

اگر شہ[3] کو یہ راز ہووے برملا ۔۔۔ تو ہے جان اور آبرو پر بلا

بہت غور کر میں کیا دل میں سیر ۔۔۔ یہ سب[4] جائے مقصد ملے سو بخیر

یہی دل میں آتا ہے ہر دم خیال ۔۔۔ کہ مرنا بھلا زندگانی ہے کال

کہا یہ سخن اور اٹھا یک بیک ۔۔۔ گیا وہاں ستی توشے خانے تلک

وہاں سے[5] لیا تین شیشے بھرے ۔۔۔ کہ تھے زہر قاتل ستی وو بھرے

ہر یک شیشہ اوس کا ہزارو[6] کا مال ۔۔۔ ہر یک قطرہ اُس کا جو ہے جی کا کال

ہر یک کو بتدریج سب پی گیا ۔۔۔ کہ اُس[7] دکھ سے بہتر اگر جی گیا

---

۱ تب ۔ ج ۔ ۲ تھی ' ج ۔ ۳ اگر شہ کوں ہوئے راز پر برملا ۔ ج ۔ ۴ یہ سب جائے ' مقصد ملے سوئی دستیام
ج ۔ ۵ ستی ' ج ۔ ۶ ہزاروں کا کال ' د و س ۔ ۷ اس دکھ سے بہتر ...' ج ۔

ہوا اختر یہ کہ مرتا ہوں میں — دم وہیں ہے کہ گنتا ہوں میں[1]

ولیکن فلک اور بازی[2] میں تھا — عجب شکل کی کارسازی میں تھا

اوسے زہر نے کچھ اثر نیں (نہیں) کیا — ۳۰۰ ہلاہل ہوا اوس کے حق میں غذا

زیادہ ہوئی بے قراری اوسے — ہوئی دو دنی[3] بے اختیاری اوسے

کہ اس زہر نے بھی کیا نیں (مجھے، نہیں) اثر[4] — نصیبوں میں کیا ہے خدا کوں خبر

اسی بیچ شہ[5] نے بلا (نہیں) روبرو — کہا اوس کو یک بار پر خشم ہو

بدن کا (اشنا میں) تجھے ہرگز آزار نیں — بلا اور سائے کا آثار نیں (نہیں)

اگر تجکو خدمت سے (نہیں) انکار ہے — عبث اس بہانے کا اظہار ہے

ترے بن سبھی بند ہیں کاروبار — اگر نوکری نیں قبول اختیار

ہے اشیا حوالے ترے جان[6] تلک — فلانے کے (نہیں) تحویل کر یک بیک

وہی اب سر انجام (جہاں) خدمت کرے — وہی ار بیں خدمت کی خلعت کرے

کیا حکم جب اس طرح بادشاہ — ہوا تب تو لاچار وو بے گناہ

---

۱ گذرتا ہوں میں۔ او۔ س۔ ۲ باتوں۔ ج۔ ۳ دوں۔ ا۔ ۴ نے (تی) اثر۔ ج۔ ۵ کا۔ ج۔
۶ ہیں۔ س۔ ۷ جہاں۔ ا۔ ۸ کی۔ ا۔

جو کچھ توشے خانے کا اسباب تھا ۔ ۱۳۰ دُرِ[1] و لعل و یاقوت کا باب تھا

وو اشیا حوالے کیا سب اُوسے | مقرر ہوئی تھی وو خدمت جسے

وہی تین شیشے جو تھے زہر کے | نہ تھے زہر کے بلکہ تھے قہر کے

نہ پائے سو پرسش کیا بادشاہ | مقرر ہوا اُس کے ذمے گناہ

کہ[2] اول تو اس سے بہانا ہوا | پھر اس پر ہزاروں کا نقصان ہوا[3]

ہوا حکم[4] اوسے طوق و زنجیر کا | رہا کام وھاں عقل و تدبیر کا

سخن آبرو پر جب آیا اوسے | علاج اُس کا ہرگز نہ پایا اُسے

تب آخر کو شاہِ جہاں دار سے | طبیبِ مریضِ[5] دلِ افگار سے

کہا حال اول سے آخر تلک | جو کچھ اُس پہ گزرا تھا ہر ہر یک

بیاں ہات (ہاتھ) کے دیکھنے کا تمام | اور[6] اُس زہر پینے کا کیا تھا کلام

کہ جاتی تھی اس وقت پر آبرو ۔ ۱۴۰ اگر قتل کا حکم ہووے تو ہو

یہ ناچیز جینے سے مرنا بھلا | غمِ زندگانی بسر (ختم ہونا) نا بھلا

---

[1] نذ ۔ ج ۔ [2] تو اول کہ لوسیں ۔۔۔ ج ۔ [3] کیا ۔ ۹ ۔ بہانا کو بہانا ابی کہتے تھے ۔ [4] کیا ۔ ۹ ۔

[5] مریض ودل افگار ۔ ج ۔ [6] سب زہر پیے ۔۔۔۔ ج ۔

سنا[1] یہ سخن جب شہنشاہ نے — وو صاحب خرد باطن آگاہ نے

تحیر سے دانتوں میں انگلی لیا — کہ یہ شخص حیراں ہو کیوں کر جیا

کہ اس زہر کی نیں (نہیں) چڑھی اس کو لہر — چڑھا ہے مگر عشق کا اوس کو زہر

تب اوس پر بہوت مہر آئی اوسے — کیا ہر طرح دلربائی اوسے

کہا اوس محبت (بہت) کے بیار سے — وو طالب جنوں کے جہاں دار سے

کہ دیکھے[2] وہی ہات (ہاتھ) اگر تو کہیں — پچھانے گا اوس ہات کو یا نہیں

ہنسا[3] سن کے یہ بات وو دردمند — کہ اے خسرو عاقل ہوش مند[4]

دوانہ ہوں جس ہات کی بات کا — تو پھر پوچھنا کیا ہے اس بات کا

یہی مدعا ہے مرا سر بسر — ۴۳۰ کب آویگا[5] وو ہات مجکو نظر

کہا شاہ نے اوس کو اے دردمند — وہی ہات کو دیکھ کر تو پسند

کسی کا بھی وو ہات ہووے اگر — حوالے کرونگا ترے بیاہ کر

یہ کہہ کر اٹھا وو[6] محل کی طرف — کہا ہے جہاں لگ کہ عورت کی صف

---

۱ "سنا اوس نے جب یہ ...." س۔ ۲ "کہ دیکھے اگر ہات وو ہی کہیں" س۔ ۳ یہ اور بعد کا شعر س میں نہیں۔
۴ "عاقل و ہوشمند" و۔ ۵ "آتا ہے" و۔ ۶ "شہ" و۔

حرم اور سہیلی کنیز[1] اور خواص — نہ تنہا یہی بلکہ منکوحِ خاص

ہر ایک بات پردے سے اپنا دکھا — کہ کس بات کا اوس جگر پر ہے گھا

ہر یک بات اپنا دکھانے[2] لگی — جو مقصد تھا اوس کا بتانے[3] لگی

ہر یک بات تھا پنجۂ آفتاب — جسے دیکھ کر جائے ہر دل سے تاب

ہر یک بات خورشید تھا دل فروز — کہ تھا رشک سے دستِ موسیٰ کو سوز[5]

اگرچہ ہر یک بات تھا دل نواز — کہ واں ناز کرتا تھا کارِ نیاز

ولیکن وو بے تیغ بسمل کیے تئیں ۲۴۴ — شہیدِ کفِ دستِ قاتل کے تئیں

نہ تھا کچھ توجّہ[6] کسی بات پر — کھڑا تھا اوسی بات کی گھات پر

اوسے تھا اوسی بات کا انتظار — کہ جس نے کیا تھا اوسے بے قرار

وو باتوں کا جس وقت میں تھا گزر — یکایک وہی بات آیا نظر

کہ جس بات میں اوس کا دل بند تھا — محبت کی آتش کا اسپند تھا

اوسی بات کو دیکھ کر تھج گیا (غش کر گیا) — شہِ عشق کو پیش[7] کش جی دیا

---

۱ کنیزک خواص ۔ س ۔ ۲ جانے لگی ۔ ۳ دکھانے لگی ۔ ۴ دس ۔ ۵ یہ اور بعد کے دو شعر ج میں نہیں ۔

۶ دہم بکو کس بات پر ج ۔ ۷ کے ۔ ج ۔

گیا مضطرب ہو کے شہ اوسکے پاس[1] ۔۔۔ کہ احوال اوس کا کرے کچھ قیاس

سو کیا دیکھتا ہے کہ بے جان[2] ہے ۔۔۔ چمن زندگانی کا ویران[3] ہے

اودھر کو وو معشوقۂ دلفریب ۔۔۔ کہ تھا حسن کے ملک کو جس سے[4] زیب

(ادھر)

کیا نشۂ یکدلی نے اثر ۔۔۔ برابر موے یہ ادھر وو اُدھر

شہ اس حال کو دیکھ لرزاں ہوا ۔۔۔ ۲۰۰۴۔ نہ شہ بلکہ سب خلق حیراں ہوا

زبان[5] قلم کو بھی طاقت نہیں ۔۔۔ لسان[6] سخنور کو جرأت نہیں

کہ تا قصۂ عاشقی ہوے تمام ۔۔۔ کرے داستاں عشق کی انصرام

سراج اب عبث قصہ خوانی نہ کر ۔۔۔ سخن مختصر کر کہانی نہ کر

کسی اور کے حال سے تجھ کو کیا ۔۔۔ وہی سرگزشت[7] اپنی لکھنے میں لیا

کہ پھر تجھ پہ کیا کیا ہوا اب تلک ۔۔۔ حقیقت بیاں وار کہہ یک بیک

(یکے بعد دیگرے)

رفتن بہ سیرِ گلزار بسبب بجد شدن ہماں سردار

(بغنہ)

غرض وو عزیز سراپا شعور ۔۔۔ نہ کرتا تھا کچھ دلبری میں قصور

۱؎ و، ۲؎ بے حال، پامال، ج۔ ۳؎ زیادہ، ل۔ ۴؎ زبان، ل۔ ۵؎ سرنوشت، س۔ ۶؎ لا، ج، د، س۔

جو کچھ دل اٹکنے کے سامان تھے   جو کچھ جی لبھانے کے طوفان تھے
(گرفتار ہونے)   (بھانے)

نگاہِ تبسم بطرزِ حجاب   نظر بازیٔ عشوۂ انتخاب

گرہ زلف کی دم بدم کھولنا   ادا سے ہر اک بات کو بولنا

کسی سے کرے بات اگر گاہ گاہ ۔ ۱۹۰   ادِدھر بات اُدھر مسکراتی نگاہ
(اُدھر)

سو سب تھی مرے واسطے یہ طرح[1]   کہ ہر وجہ یہ شخص پاوے فرح

مرے پر وہی درد و اندوہ تھا   قدیمی قیامت کا انبوہ تھا

یہ طرحیں خوش آتی نہ تھیں مجکو جب   سو دل کا اٹکنا تو معلوم تب
(اٹل ہونا)

ہوا عزم[2] ایکدن اُوسے باغ کا   کرے تا کہ مرہم مرے داغ کا
(پھر)

کہ سیرِ چمن بیچ کھلتا ہے دل   طرف سبزہ و گل کے ڈھلتا ہے دل

مگر واں کھلے اُس کے دل کی گرہ   نکل جائے غم کی جمی ہے جو تہ

یہی دل میں کر عزم مجھ کو کہا   کہ اس وقت کیا دل کشا ہے ہوا

جھکا ہے دیکھو ابر کس رنگ سے   رہو کب تلک اس دلِ تنگ سے

چلو باغ کی سیر ہم تم کریں   یہ سب[3] غم کا نام و نشاں گم کریں
(دیکھو)

---

[1] طرح ۔ ج ۔ [2] ہوا ایکدن عزم مجھ باغ کا ۔ ج ۔ [3] کہ اور ' ج ۔

شتابی سے حکم سواری ہوا ۲۳۰ اوسی وقت وو حکم جاری ہوا

نقیبوں نے سب کو دئیے جا خبر کہ حکم سواری ہے اِس وقت پہ

جہاں لگ سواری کا سامان تھا نہ سب جگہ جتنا کہ فرمان تھا

سو حاضر ہوا بات کی بات میں مرا ہات اوس نے لیا ہات میں

کہا اب شتابی اوٹھو اور چلو نہ چلنے کا ہرگز بہانہ نہ تو[2]

مری بات مانو کرو اب کرم نہ مانو تو میرے لہو کی قسم

میں آخر کو راضی ہوا تب ضرور کہ انکار ہے آدمیت سے دور

چلا[3] باغ کو جان ناشاد لے جگر میں وہی آہ و فریاد لے

غرض باغ کے بیچ جانا ہوا گلے پر چھری کو چلانا[4] ہوا

نپٹ (بے حد) گرچہ وو باغ تھا دلکشا زمیں سبز اور صحن تھا خوش فضا[5]

ہر یک سمت پانی کی نہروں کی سیر ۲۴۰ وو نہروں میں پانی کی لہروں کی سیر

میں جب دیکھتا تھا وو نہروں میں لہر زیادہ وو لہروں سی چڑھتا تھا زہر (الف)

۱؎ پر۔ س۔ ۲؎ بہانہ کرو۔ ج۔ ۳؎ چلا باغ کو جان ناشاد سے ٭ وہی نالہ و آہ و فریاد سے۔
ا و س ۴؎ پھرانا۔ ا و س۔ ۵؎ پر فضا۔ ا۔

رواں آب کی ہر طرف آبشار　　جدھر دیکھیے ہو رہی تھی بہار

طرب بخش تھا ناچنا مور کا　　تماشا[1] تھا ہر مور کے شور کا

ہر یک سرو پہ عشق پیچے کی بیل　　خوشی کے گلے کی تھی[2] گویا حمیل

جھکی ڈالیاں بید مجنوں کی تھیں　　خم زلفِ لیلیٰ کے افسوں کی تھیں

ہر اک حوض پانی سے لبریز تھا　　ہر اک قطعۂ باغ، گل خیز تھا

سمن[3] ارغواں، نرگسِ عبہری　　گل لالہ و سیوتی، جعفری

تھے منڈوے ہر اک قسم انگور کے　　سو خوشے تھے[4] وو طرۂ حور کے

درخت آنب[5] کے سبز اور سایہ دار　　نہالانِ نوخیز رنگیں بہار

اُدھر بلبلوں کی غزل خوانیاں　۴۹۰　ادھر پھول کی شبنم افشانیاں

اودھر[6] سرو رعنا کے سبزے کی دھوم　　ادھر نغمۂ قمریوں کا ہجوم

ہزارا[7] اناروں کے تختوں کی سیر　　نئی کونپلوں کے درختوں کی سیر

نپٹ جھوم آیا تھا ابر بہار　　برستی تھی باریک جھم جھم[8] پھار

---

[1] سمایا تھا۔ د۔ [2] بیچ گویا۔ ج: یہی تھی گویا۔ س۔ [3] ج میں شعر نہیں ہے۔ [4] سو خوشے اوسے طرۂ حور کے ج د، س [5] آنبہ۔ د۔ [6] ایں دوسرا مصرعہ پہلے اور پہلا بعد ہے۔ ج میں سرو کو سیر لکھا ہے۔ [7] ہزار لعل ج [8] جھم جھم کا! ج

عجب وقت تھا اور عجب رنگ تھا — ولیکن مرا دل نپٹ (بہت) تنگ تھا

ہر اک قسم کا میوۂ خوش مذاق — جسے دیکھ کھانے کا ہوئے (ہو) اشتیاق

مجھے دیکھنا تیغ تھا اوس طرف — کہ تھا دل مرا تیرِ غم کا ہدف

پھر اس طرح کا گلبدن گلعذار — کہ کئی شخص تھے جس کے بے اختیار

خط و خال و زلف و نگہ دل پسند — سخن فہم و دانا و دل و ہوش مند

نہ محض ابرو و چشم سے خوب تھا — سبھی خوبیوں بیچ (میں) محبوب تھا

سو کرتا تھا دل جوئی و دلبری ... ادا و تبسم[1] سے جاں پروری

ولیکن مجھے پر غضب تھا سو تھا — میں جس جوڑ سے جاں بلب تھا سو تھا

بے اختیار شدن از تصویر یار در گلستان و پرسیدن آں سرو آزاد کیفیت راز نہاں

کسی[2] کو خبر راز پنہاں کی نیں (نہیں) — جگر سوزی آہ سوزاں کی نیں

کسی[3] پر جو ہوئے (ہو) گریئے کسی — تو ہے بے خبر کی سمجھ میں ہنسی (نہیں)

---

[1] ادا اور تبسم۔ [2] کسو۔ ج۔ [3] کسی پر جو ہے یہ اگر بے کسی۔ س۔ یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے۔

وہی جانے جس نے گنوایا ہے دل — برہ کی اگن میں جلایا ہے دل

وہی جانے یہ جس پہ طوفان ہے — غم و درد و حسرت کا ساماں ہے

وہی کان دھر کرنے گا یہ بات — کہ جی کو دیا ہووے کسی کے ہات

سو عالم میں نایاب ہے دردمند — سبھوں کو ہے لہو و لعب دل پسند

یہ اپنا سخن آپ سنتا ہوں میں — یہ گل اپنے دامن میں چنتا ہوں میں

کہ اس طرح کا باغ عشرت فریب — پھر اس شکل کا دلبر جامہ زیب

سب اسباب مسرور ہونے کا تھا — غم و درد کے دور ہونے کا تھا

یہ طالع میں میرے جو غم تھا سو تھا — وہ اول کا درد و الم تھا سو تھا

نپٹ (بے حد) بلکہ اوس وقت دونا ہوا — مرے حق میں وہ باغ سونا ہوا

زیادہ ہوئی یاد اوس یار کی — ستم کیش و بے رحم و عیار کی

کہ اس وقت پر حیف پیارا نہیں — وہ گلشن میں میرا ہزارا نہیں

لیا فوج حسرت نے یکبار گھیر — کیا صبر کے شاہ کو اوس نے زیر

---

[1] ہوے۔ ا۔ ۲ ا د س میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۳ کوئی۔ ۴ پی۔ ا۔ ۵ ہیں۔ ادس

۶ ستم کیش بے رحم۔ ا۔ ۷ میں۔ ا۔ ۸ یہ ا د س۔

غم و درد کے زخم کاری ہوئے   سو یکبارگی اشک جاری ہوئے

ترقی ہوئی دردِ جاں کاہ کی   ہوا گرم ہئی نالہ و آہ کی

ہم آغوشیٔ یار کی یاد میں   وفورِ محبت کی بیداد میں

عنانِ خرد چھوٹ گئی ہات سے   ۲۰۰ اٹھا آہ و فریاد ہیہات سے

تصور سے اوس کے ہوایاں تلک   کہ آنکھیں نکل آئیں کھل گئیں پلک

درخت ایک تھا سرو کا روبرو   اوسے دیکھتا ہوں کہ ہے آپ وو

جسے دل دیا تھا میں مدت ستی   ہوایاں تلک جس کی وحشت ستی

سو گویا کھڑا ہے وہی طرز و حال   وہی چشم و ابرو وہی خط و خال

اوسے دیکھ دوڑا میں ہو بے قرار   قدم پر رکھا سر کوں بے اختیار

بہوت آہ و زاری سے رونے لگا   میں آنسو سے دو پاؤں دھونے لگا

وہی محفلِ دلبری کا چراغ   کہ جس نے مجھے سات لایا تھا باغ

ہوا مضطرب اور اوٹھایا مجھے   یکایک وہیں ہوش آیا مجھے

میں اپنی طرح پر ہوا تب خجل   لبِ خشک اور چہرہ منفعل

---

[1] دو فور۔ ص۔ [2] پھر۔ ل۔

کہ مجھ سے یہ انداز[۱] عجب ہوا ۔۵۳۰ عبث سامنے اوس کے رسوا ہوا

جتے [جتنے] ساتھ آئے تھے خدمتگزار — سو حیراں ہوئے دیکھ میرا اشعار

مزہ سیرِ گلشن کا پھیکا ہوا — سبھوں[۲] کو تحیر اسی کا ہوا

کہ اِس طرح کا عاقل باحیا — سبب کیا کہ آج اس طرح[۳] سے ہوا

خصوصاً وو سرمایۂ عقل[۴] و ہوش — مقامِ تحیر میں تھا اور خموش

غرض باغ سے پھر کے[۵] آنا ہوا — مکانِ معین کو جانا ہوا

ہوا[۶] دیر کو وقت جب شام کا — خلاصہ ہوا مجمع عام کا

سبھی اہل مجلس گئے جا بجا — وہی تھا یا میں دوسرا کئی [کوئی] نہ تھا

ادب سے دو زانو ہو میرے حضور — کہا مجھ کو اک عرض ہے بالفور

اگر حکم کہنے کا ہوئے تو کہوں — وگر نیں [نہیں] تو خاموش ہو کر رہوں

کہ مدت سے[۷] تم کو اداسی تو تھی ۔۵۴۰ ہر اک دم طبیعت نراسی تو تھی

کسی سے نہ گفتار تھا نہ خطاب — کوئی بات پوچھے تو بس اک جواب[۸]

۱ے اسرار۔ ج۔ ۲ے تحیر سبوں کو۔ ج۔ ۳ے طرز۔ س۔ ۴ے جو۔ س۔ ۵ے جو۔ س۔ ۶ے کر۔ ق۔ ۷ے کے۔ س۔ ۸ے یہ شعر س میں نہیں ہے۔

ہراک وقت رہتے تھے افسردہ دل ۔۔۔ کبھی خوش نہ دیکھا تمھیں[1] ایک پل

ہوا سو ہوا آج کیا تھا سبب ۔۔۔ کہ تھا باغ میں وقت عیش و طرب

وہاں دل خوشی کے سب اسباب تھے ۔۔۔ سبب کیا تم اس طرح بیتاب تھے

وہاں آہ و زاری کا کیا وجہ تھا ۔۔۔ وو بے اختیاری کا کیا وجہ تھا

تحیر سے آنکھیں لئے تم پھرا ۔۔۔ وہاں کُئی (کوئی) نہ تھا سرو کا جھاڑ تھا

تم اوس سرو کے پاؤں پڑنے لگے ۔۔۔ خیاباں[2] کے کیچڑ میں گڑنے[3] لگے

بھلا میں تو ہوں اک تمہارا غلام ۔۔۔ بہوت (بہشت) وال کھڑے تھے سبھی خاص و عام

انوں (انہوں) کا بھی تم کو نہ آیا حجاب ۔۔۔ کدھر تھا خدا جانے یہ صبر و تاب

نہایت[4] میں حیراں ہوں اس بات سے ۔۔۔ ۵۵۰ ۔۔۔ مناسب تھا آپ کی ذات سے

یہ احوال ہے عقل کی حد سے دور ۔۔۔ مگر شورش[5] عشق کا ہے فتور

مری عقل تو[6] کام کرتی ہے یاں ۔۔۔ کہ یہ بے خودی عشق کا ہے نشاں

کسی خوبصورت کے عاشق ہو تم ۔۔۔ گئے ہو اوسی عشق میں ہوش گم

۱؎ تے ۔ س ۔ تمہیں ۔ ا ۔ ۲؎ نپٹ بیقراری سین تہڑنے لگے ۔ ج ۔ ۳؎ ٹڑنے لگے ۔ س ۔ ۴؎ ج میں یہ شعر نہیں ہے ۔ ۵؎ کہ عشق کی بے خودی کا وفور ۔ س ۔ ۶؎ اب ۔ س ۔

کہو کون سا ہے وو ابرو کماں — کہ تم کو کیا تیرِ غم کا نشاں

کہو کون ظالم کے مظلوم ہو — کہو کون حاکم کے محکوم ہو

کسی طرح کا ہوئے[1] گر دل پہ غم — تو کہنے سوں ہوتا ہے فی الجملہ کم

غلاموں[2] میں اپنے مجھے جان کر — کہو مجھ کو یہ مشکل آسان کر

کہ تم پر قیامت ہے اس رنگ کی — سو ہے کون سے[3] شوخ آہنگ کی

تمہیں ہے خدا[4] اور نبی کی قسم — یہ جس کا سبب ہے[5] اوسی کی قسم

کرو حال اپنے کو اظہار تم — حقیقت کہو سب بیاں وار تم ۵۶۰

کہ وہ کون ہے اوس کا کیا نام ہے — ستم کیش ہے یا دلارام ہے

پھر اوس سے تمہارے یہ کیا کیا ہوا — کرم یا تغافل کا سودا ہوا

بیانِ سرگزشتِ احوالِ پیشِ آں سروِ صاحب جمال

قلم جب کرے سوزِ دل کو رقم — رقم شعلۂ شمع ہووے قلم

زباں سرمۂ آتش طور ہوئے — اگر حرف دلدار مذکور ہوئے

---

[1] ہوا گر، ا، د، س۔ [2] غلامی میں اپی۔ ج۔ [3] کون سی شوخی آہنگ کی۔ ل [4] خدا و نبی۔ ا۔
[5] ج۔ میں شعر نہیں ہے۔ [6] ہے۔ ج۔

نہ پوچھو عبث کُئی مرے حال کو نہ دیو دُکھ یہ دُکھ غم کے پامال کو

کہ یہ بات کہنے میں آنے کی نیں مجھے مت ستاؤ سنانے کی نیں

ارے بے غمو تم خوشی میں رہو سخن عشق کا سن دِوانے نہ ہو

سنوگے تو بے ہوش ہو جاؤ گے تحیر سے خاموش ہو جاؤ گے

غرض وو مرے درد کا نبض داں کہ ہر وقت میرے پہ تھا مہرباں

کہا شرح بے تابیِ غم کرو ۱۷۰۵ سب اپنی حقیقت سے محرم کرو

نہایت بجد جب ہوا بار بار تو کہنا پڑا مجھ کو بے اختیار

کیا جب شروع اپنے غم کا بیاں بغیر آگ جلنے لگی تب زباں

بھر آئی مری چشم آنسو ستی اٹھا شعلۂ درد ہر مو ستی

مرے پر جو گزرا تھا سو ماجرا مفصل تو معلوم مجمل کہا

کہ آئے سروِ سبز خیابانِ حسن بہار آفرینِ گلستانِ حسن

گرفتار ہوں ایک صیاد کا ستم گار و بے رحم و بے داد کا

ہمیشہ گلا کاٹنا اوس کا کام سنا نیں کبھی اوس نے الفت کا نام

۱؎ یہ شعر ج میں نہیں ہے۔ ۲؎ غرض یہ کہ ہے کافروں کا امام۔ ج۔

اگر سر رکھے اوس کے کئی پاؤں پر ۔۔۔ نہ دیکھے کبھی پاؤں کی چھاؤں پر

جہاں سجدۂ عاشقِ زار ہے ۔۔۔ اوسے پاؤں رکھنا وہاں عار ہے

عجب نیں اگر وو ستم کیش ہے ۔۔۔ کہ ہر دم تغافل وہاں بیش ہے

کرے آج فردا کا وعدہ اگر ۔۔۔ وو فردا قیامت سے ہے بیشتر

جو کئی اوس کی الفت کا بیمار ہے ۔۔۔ خدا کے غضب میں گرفتار ہے

کہ اول تو ملنا بطرزِ وفا ۔۔۔ پھر اوس بعد گویا نہ تھا آشنا

جو کچھ بے وفائی کے سامان میں ۔۔۔ وہاں حاضر الوقت ہر آن میں

وہی ہے مرے دل کا چشم و چراغ ۔۔۔ وہی ہے مرے مقصدِ دل کا بلغ

وہی ہے جگر گوشۂ مدعا ۔۔۔ وہی ہے جگر پرورِ دلربا

وہی جانِ مشتاق کا چین ہے ۔۔۔ وہی شوق کا قرۃ العین ہے

وہی ہے خلاصہ مری روح کا ۔۔۔ ہے مرہم دل و جانِ مجروح کا

کروں کیا پیارا لگا ہے مجھے ۔۔۔ مگر اوس نے جادو کیا ہے مجھے

۱؎ مرزا ۲؎ د۔ یہ شعر ج میں نہیں۔ ۳؎ پیشتر۔ د۔ ۴؎ ج میں یہ اور بعد کا شعر نہیں۔ ۵؎ سو واں۔ د۔ مں۔ ۶؎ جی

د۔ یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں۔ ۷؎ وہی ہے دو ا جان مجروح کا۔ ج۔ ۸؎ یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے۔

که ان خوبیوں پر گرفتار ہوں ۵۹۰ ہر یک آن مشتاق دیدار ہوں

ملے خاک اوس کے قدم کی اگر — تو آنکھوں میں اپنی رکھوں سُرمہ کر

اگر میری پتلی کا جھانواں[1] کرے — تو پھر اس سے کیا آمدو ہے پرے

یہ قدرت کو جس نے ہویدا کیا — اوسی واسطے مجھ کو پیدا کیا

کہ یکدم بغیر اوس کے آرام نہیں — بجز یاد اور دوسرا کام نہیں

زیادہ ہے ہر دم مجھے اشتیاق — نہ تاب وصال و نہ صبر فراق

جدائی[2] میں اوس کی پریشاں ہوں — اگر وصل ہووے تو حیران ہوں

میں کہتا ہوں دل سے سب ماجرا — جو کچھ مجھ پہ گزرا ہے تا انتہا

مجھے تو خلی تھی جس ایام میں — مقید نہ تھا میں کسی دام میں

نیا[3] اون دونوں شعر کا شوق تھا — گل و باغ کی سیر کا ذوق تھا

جدھر جاؤں میں کیا غنی کیا غریب ۶۰۰ مرے ساتھ رہتے تھے اکثر نجیب

وہی پیشوائے سہی قامتاں — وہی مرجع فوج خوش طلعتاں

---

۱ "جھانواں" - س - ۲ یہ اور بعد کا شعر بھی ج میں نہیں ہے ۳ یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے - ۴
ہے - د و س -

کہ تھا اُن دنوں میں برس سات کا — نہ تھا آشنا ظلم کی بات کا

نظر مجکو آتا تھا وو گاہ گاہ[1] — ولیکن نہ تھی مجکو الفت کی راہ

کبھی ہوے مرا اوس گلی میں گذر — تو اوس وقت پر مجہ کو آوے نظر

سنا تھا مری قابلیت کا نام — ادب سے کرتے[2] مجہ کو جھک کر سلام

فاما مرے تئیں نہ تھا کچھ خیال — کہ آخر کو ہویگا مرے جی کا کال

برس سات گزرے جب اس بات پر — کیا یاد سب دلبری کے ہنر

جو کچھ[3] دل کے لینے کا اسباب ہے — جو کچھ آفتِ جانِ بیتاب ہے

لبِ شکریں پر تبسم کی موج — اُسی موج پر پھر تغافل کی فوج

فن دلربائی میں کامل ہوا — ۹۱۰ — دبستان خوبی میں قابل ہوا

اوسے چودھویں سال کی ہیں گرہ — ہوا ماہِ نو کا مہہ چار دہ

جو کوئی اوس کو دیکھے[4] سو بیتاب ہو — نہ دیکھے[5] تو پھر بیخور و خواب ہو

ہوا اس کی شہرت کا بازار گرم — اگر سنگ دیکھے تو ہو جائے نرم

---

[1] ا و س میں یہ شعر نہیں ہے۔ [2] کریں۔ ا و س۔ [3] س میں یہ شعر نہیں ہے۔ ج میں یہ اور بعد کا شعر نہیں ہے۔

[4] ے۔ س۔ [5] سو۔ ا و س۔ [6] ج میں یہ شعر نہیں ہے۔

ہر یک کوئے و برزن میں شہرا ہوا ۔ کہ یک شوخ بیداد پیدا ہوا

پڑی شہر میں اسکی خوبی کی دھوم ۔ ہوا سب طرف عاشقوں کا ہجوم

بیان ابتدائے عشق دل آزار و اظہار ہمرنگی یار با الفتِ بسیار

جہاں حسن ہے آتش افروزِ عشق ۔ وہاں گرم جوشی میں ہے سوزِ عشق

جہاں حسن کا باغ سیراب ہے ۔ وہاں بلبل عشق بیتاب ہے

جہاں حسن کی شمع ہے نور بار ۔ وہاں عشق قرباں ہے پروانہ وار

جہاں حسن کا گرم بازار ہے ۔ وہاں جوششِ دل خریدار ہے

مگر حسن ہے خسروِ محتشم ۶۲۰ کہ ہے عالم ایک بندۂ بے درم

جو کئی دل کسی کو دیا ہوئے گا ۔ شراب محبت پیا ہوئے گا

وہی جانے اس حسن کی خوبیاں ۔ کہ کیا کیا ہیں اس بیچ محبوبیاں

جہاں صورتِ خوب ہی جلوہ گر ۔ فرشتہ بھی دیکھے تو ہووے بے خبر

نہیں خوبصورت کا طالب سو کو؟ ۔ جسے نیں ہے یہ شوق غالب سو کون؟

لہ الفت و یکرنگی یار ۔ د۔ ۲ہ یہ اور بعد کے دو شعر ج میں نہیں ہیں۔ ۳ہ ہے۔ س۔ ۴ہ کیوں: ج۔

۵ہ عشق طالب۔ س۔

غرض میں بھی صورت کا مشتاق تھا — یہاں تگ کہ مشہورِ آفاق تھا

ولیکن کسی کا نہ تھا بے قرار — کہ دل جس پہ ہو جائے بے اختیار

بغیر اوس کے دل خوش نہ ہوئے ایک آن — نہ پاوے کسی وجہ آرام جان

یہی محض ایک دید کا شوق تھا — ہر ایک مجمعِ حسن کا ذوق تھا

سو ایک دن ہوا چوک کا اتفاق — سبھی تھے مرے ساتھ اہلِ وفاق

وہی شمع کاشانۂ دلبری — ۶۳۰ — چراغِ شبستانِ جادوگ

یکایک ہوا سامنے جلوہ گر — نگہ تشنۂ خون ہر بے جگر

بدستورِ اول کے مدت سے تھا — کیا مجھ کو جھک کر سلام ادا

نپٹ مجھ کو پیارا لگا وو سلام — مگر رخصتِ ہوش کا تھا پیام

[1] نہ تھا وو سلام آفتِ ہوش تھا — جو کچھ تھا سو طوفان کا جوش تھا

[2] وو ناز و تبسم وو طرز و نمط — وو زلف و نگہ چشم و لب خال و خط

مجھے ایک سے ایک مرغوب تھا — سراپا قیامت کا اسلوب تھا

زباں کو بیاں کی لیاقت نہیں — لیاقت تو کیا بلکہ طاقت نہیں

---

[1] نہ تھا ۔ ا۔ [2] یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے۔

کہ اوس وقت کیا مجھ پہ گزرا ہے حال — نہ تھی اوس[1] طرف دیکھنے کی مجال

حجاب محبت نے گھیرا مجھے — نہ تھا اوس گھڑی ہوش میرا مجھے

بہوت دل مرا اوس پہ مائل ہوا ۶۴۰ محبت کے زخموں سے گھائل ہوا

نہایت ہوا شوق بے اختیار — کہ میں کیوں کہ ہوں ہمکلام ایک بار

تحمل سے میں جمع کر کر حواس — سخن کو بہوت غور سے کر قیاس

نہ آوے خلل جس سے تمکین میں — بپوچھا اوسے رسم و آئین میں

کہ لالا تمھارا کہو نام کیا — کدھر آئے ہو یہاں تمھیں کام کیا

تمے[2] راہ میں دیکھتے ہیں کہیں — ہماری طرف گاہ آتے نہیں

کبھی اوس طرف کو بھی آیا کرو — کتاب اپنے ہمراہ لایا کرو

جو کچھ ہم کو آتے ہیں دو چار حرف — تمھارے سے کرنے کیں میں بحث صرف

بتایا ادب سے مجھے اپنا نام — کہ مدت سے ہوں آپ کا میں غلام

سلام ابتدا سے تو کرتا تھا میں — یہ یہ آرزو دل میں دھرتا تھا میں

کہ آپ اس طرح مہربانی کریں ۶۵۰ زبان مبارک سے[3] مجھ کو کہیں

---

[1] اس طرح۔ ج ۔ [2] تہیں۔ ا۔ تمیں۔ ج [3] اپنی، و ج ۔

کہ ہم نے کئے بندگی میں قبول   ہمارے سے توفیق کا کر حصول

مبارک عجب روز تھا آج کا   مری فیض مندی کی معراج کا

کہ صاحب مرے پر ہوئے مہرباں   مگر اوجِ طالع کا ہے یہ نشاں

مجھے بوجھتے کمتر اپنا غلام   میں خدمت میں پہونچا کرونگا مدام

سخن مختصر اکثر آنے لگا   مرا دن بدن دل جلانے لگا

کہوں کیا میں تفصیل[1] آنے کی سب   کہ آخر کو رہنے لگا روز و شب

مرے[2] بن اسے چین ہوتا نہ تھا   اگر گھر کو جاوے تو سوتا نہ تھا

کبھی دوسرے تیسرے گھر کو جائے   وہاں سے اوسی وقت پھر جلد آئے

نہایت ہوا مجھ سے یار و ندیم   ہوئی دوستی کی گرہ مستقیم

ہر یک وقت تھا یکدل و یک زباں ۶۶۰   جو کچھ میں کہوں سو[3] بچشم و بجاں

محبت کے دریا ابلنے لگے   رقیب آتشِ غم میں[4] جلنے لگے

ہوا شہر میں سارے یکبار شور   خلائے خلانے کی الفت ہے زور

پڑی سب قبیلے میں اوسکے یہ دھوم   نہایت کئے سب نے اوس پر ہجوم

---

[1] آنے کی تفصیل سب۔ ا و ج۔ [2] ج میں شعر نہیں ہے۔ [3] سیں۔ و۔ [4] سے، ص۔

کہ ہندو پسر کو مناسب نہیں　　　مسلمان[1] سے دوستی یہاں تئیں

کدہنا اُسی پاس ہر صبح و شام　　　کبھی گھر کو آئے تو آنے کا نام

تجھے قوم سے سب نکالیں گے ہم　　　کہ یہ نیں ہے[2] آئین ہندو دھرم

سبھوں کو گئے[3] کہا مت کرو دردِ سر　　　نہیں ہے مجھے قوم کی کچھ خبر

تمھارے سے ہرگز نہیں مجھ کو کام　　　بہوت یہ کہ جاوے گا ننگ و نام

سلامت رہے وو مرے سر کا تاج　　　جسے نام روشن ہے سید سراج

میرا ایک جیتیار[4] ہے وو رفیق　　　کہ اُس بن مجھے دوسرا نیں شفیق

جو کچھ ہے سو مجھ کو وہی ہے وہی　　۶۷۰　محبت پہ اُوس کی تصدق ہجی

مرے سے تب[5] آ کر کہا اپنا حال　　　کہ یوں سب نے لائیں ہیں مجھ پر وبال[6]

نہ تھی[7] مجھ کو غصے کی اوس وقت تاب　　　میں آخر دیا اِن کو یوں کر جواب[8]

میں اس بات کو سن پریشاں ہوا　　　پریشاں تو کیا بلکہ حیراں ہوا

---

[1] مسلماں ستی دوست ہوے یہاں تئیں۔ ج۔ [2] ہیں۔ د۔ [3] ہیں۔ د و ج۔ [4] جیتے۔ س۔

[5] جب، د و س۔ [6] زوال۔ س۔ [7] نہ ہوئی مجکو اس وقت غصے کی تاب۔

[8] میں ان کو دیا آخرش یہ جواب۔ د و س۔

مجھے ناامیدی نے آ کر لیا — کہ اے رب مرے حق میں تو کیا کیا

کیا عقل کی راہ سے غور جب — کہا اوس کو غصے سے یہ بات تب

کہ وو وقت خاموش رہنے کا تھا — جو تم نے کہا سو نہ کہنے کا تھا

یہی کچھ نہیں دوستی کے نشاں — کہ رہنا ہر یک روز و شب ہم مکاں

یہاں دن میں اک بار آیا کرو — انو کا بھی دل مت کڑھایا کرو

کہ سمجھنے کی نیں تم سے آخر یہ بات — بھلا ہے کہ رسوا نہ ہو اُن کے ہات

رکھو وو طرح جو ہمیشہ رہے ۶۸۰ — نہ ہوئیگا زباں سے جو تم نے کہے

یہ سب سن کے آنکھوں میں لا پانی — کہا دوستی کی ہے تم میں کمی

کہ کہتے ہو تم اس طرح کا سخن — میں بیچا ہوں تم پاس یہ جان و تن

دمِ زندگی تئیں وفادار ہوں — سخن مختصر عمر یک یار ہوں

غرض عہد و پیمانِ الفت ہوا — سبھوں پر یقینِ محبت ہوا

ہوے اُس کے ہم قوم لاچار سب — زباں کو کئے بند یکبار سب

---

۱ ج میں شعر نہیں ہے۔ ۲ نہ ہوگا۔ س۔ ۳ کے۔ ۴ ج میں شعر اس طرح ہے۔ ۵ "یہ سنکر جو آنکھوں میں لا پانی
کہا دوستی کی ہے تم نے کہیں"۔ ۶ ج میں شعر نہیں ہے۔

کہ یہ رشتہ اب ٹوٹنے کا نہیں — لگا ہے سو دل چھوٹنے کا نہیں
بجھی سب طرف سے[1] عداوت کی آگ — ہوئی دوستوں کے نصیبوں کی جاگ

ہوا بخت کے مشتری کا طلوع — کیا اوجِ طالع نے مجھ سے، رجوع
مرا دل خوشی سے یہاں لگ کھلا — کہ گویا مجھے تختِ شاہی ملا
دل ازبس ہوا خوش دلی کا وطن ۶۶۰ — سماتا نہ تھا پیرہن میں بدن
کہ ہوتے[2] دیکھنا جس کا عین مراد — اُسے مجھ سے ہے اس قدر اتحاد
دیا حق نے معشوقِ عاشق مزاج — ہوا کوکبِ سعد کا مجھ کو راج
میں اپنی تمنا کو واصل ہوا — شہنشاہِ جمعیتِ دل ہوا
نہ تھی مجھ کو تقدیر کی کچھ خبر — کہ قسمت میں ہوتا ہے[3] کیا پیشتر
خوشی کے بدل ہوگی[4] جاں کندنی — کرے گی وہی دوستی، دشمنی
میں کیا جانوں[5] اس چرخ کجرو کے کام — کہ اِس عیش[6] کا ہووے کا انتقام

۱؎ میں، د و ج۔ ۲؎ ج میں شعر نہیں ہے۔ ۳؎ ہوتا ہے یہ پیشتر۔ ج۔ ۴؎ ہوئے گی۔ س۔ ۵؎ جانوں، د۔ ۶؎ کہ اوس عیش کا ہو (ے) کیا انتقام۔ ج۔

بے وفائی آں شوخ سراپا ناز بغمازی آتشِ درانداز

فلک دشمنِ جانِ عشاق ہے ۔۔۔ ہر ایک دم ستانے کا مشتاق ہے

دل آزار ہے[1] گردش آسماں ۔۔۔ خوشی کا نہ پایا میں ہرگز نشاں

جو کئی خواب میں دیکھے راحت کا ۔۔۔ ہے اپنے زمانے کا بیدار بخت

یونہیں میں بھی دیکھا کچھ اک خواب سا ۔۔۔ کہ جوں خواب میں[2] تشنہ لب آب سا

یہ[3] جانا تھا یہ خواب میں اصل ہے ۔۔۔ قیامت تلک فصل میں وصل ہے

ولیکن یہ[4] سچ خواب تھا چند روز ۔۔۔ کہ جس کے خیالوں کا اب لگ ہے سوز

بہت[5] دن تلک تو وہی تھا قرار ۔۔۔ کہ دونو طرف سے ابلتا تھا پیار

مرے[6] پر تو الفت کا طوفان تھا ۔۔۔ اُسے بھی محبت کا طغیان تھا

اُسی بیچ کُنی شخص غماز نے ۔۔۔ بلا اور آتش درانداز نے

---

[1] "دل آزار ے" ۔ د ۔ ج میں یہ اور بعد کا شعر نہیں ہے۔ [2] ہوئے ۔ ج ۔ [3] میں یہ خواب جانا تھا میں اصل ہے / قیامت تلک ہی یہی وصل ہے ج ۔ [4] دو ۔ د [5] برس چار لگ تو وہی تھا قرار ۔ ج ۔ [6] یہ شعر س میں نہیں ہے ۔ ج میں یہ اور اوپر کا شعر نہیں ہے۔

نہ آیا اُوسے خوف کچھ حشر کا — نہ ہنگامۂ بعث اور نشر کا

بحق محمد و آلِ[1] نبی — نہ دیکھے گا وہ رُوئے فرحت کبھی[2]

خدا جانے کیا کیا کہا اوس کے پاس — کہ مجھ سے کیا اُوس کے جی کو اداس

جو تھا شیوۂ خانہ برہم زنی — ادا کر دیا سب حقِ دشمنی

مرے سے پھرا یاد لِ اُس کا تمام — ۱۰ کیا صبحِ عشرت پہ ماتم کی شام

وہ ہر وقت ملنا بشکلِ وفا — وہ ہر آن ہنسنا بطرزِ ادا

کیا مجھ سے آہستہ آہستہ کم — نہ کم بلکہ آہستہ آہستہ رم

خدا نے غضب مجھ پہ نازل کیا — کہ تیغِ تغافل سے بسمل کیا

وہ الفت پہ یہ قہرِ طوفاں ہوا — بلائے دل و آفتِ جاں ہوا

دل و صبر و طاقت، دم و عقل و ہوش — ہوا سب پہ یکبار حسرت[4] کا جوش

کہ دل یار کا پھر گیا مجھ سے ہائے — کسی کو خدا اِس بلا میں نہ لائے

غمِ عاشقی ہے نپٹ سخت غم — خصوصاً تغافل کے خنجر کا دم

---

[1] رسولِ نبی۔ س۔ [2] د میں یہ مصرع یوں ہے۔ ”نہ دیکھے وہ روئے ملامت کبھی“۔ [3] کوں، ج۔

[4] حیرت، س۔ ج میں یہ شعر مہمل ہے۔

بروکا انگارا دھکنے لگا — دل آنکھوں سے خوں ہو ٹپکنے لگا

لگے چھوٹنے پے بہ پے تیر آہ — فلک پر کیا بے کسی کی نگاہ

کہ اے خالقِ آسمان و زمیں — ۲۰۰ ترا نام ہے ارحم الراحمیں

یہ[1] عاصی سے کیا ایسی تقصیر ہے — کہ جس کے عیوض میں یہ تعزیر ہے

اگر میں سراپا گنہگار ہوں — عذابوں کا تیرے سزاوار ہوں

مرے پر غضب بھیج بجلی کو ڈال — پن[2] ایسے جہنم سے مجھ کو نکال

سہی[3] جائے گی مجھ سے دوزخ کی آنچ — پہ یہ تاب نہیں عرض کرتا ہوں[4] سانچ[5]

تصدق ستی اپنے محبوب کے — برکت ستی اپنے مطلوب کے

کہ ہے سب کو جن کی شفا کی آس — مجھے بھی نہ رکھ اس طرح سے ادس

پھرا دے دل اوس کا بطرز قدیم — کہ پھر مجھ سے ہو جائے یار[6] ندیم

ولیکن نہ تھا کچھ دعا کو اثر — وہی تھا مجھے قوت خونِ جگر

دعا نے مری بلکہ رجعت کیا — کہ دونی مرے پر قیامت کیا

---

۱ یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے۔ ۲ پر۔ د۔ ۳ مجھ پر۔ ۴ رکھتا ہوں۔ س۔ ۵ سانچھ۔ ج۔
۶ یار و ندیم۔ د۔

اگر اوس گلی کی طرف[1] ہو گزر ۲۰۰، یکا یک جو آجائے مجھ کو نظر

مجھے دیکھکر گھر میں جاتا رہے — برہ کی اگن میں تپاتا رہے

وہیں منتظر ہو رہوں[2] میں کھڑا — کہ شاید نکل آئے وو دلربا

یکایک[3] اگر پھر نکل آئے وو — تو بے اختیاری سے بے صبر ہو

پکڑ اوس کا دامن کہوں اے صنم — وہی ہوں ترا بندۂ بے درم

مرے پر تجھے کس طرح پیار تھا — کہ ہر آن میرا تو غمخوار تھا

(مجھ پر)

مرے بن نہ ہوتا تھا تجکو قرار — دیا تھا مرے ہاتھ سب اختیار

سو کیا ان دنوں میں سبب ہو گیا — کہ مجھ پر سراپا غضب ہو گیا

گیا بھول وو عہد و پیماں، سو کیوں — ہوا اس طرح دشمنِ جاں تو کیوں

یہ کہہ کر نپٹ بے قراری ستی — محبت کی بے اختیاری ستی

سر اپنا رکھوں اوس کے[4] میں پاؤں پہ ۲۱۰، نہ اوس پاؤں پر، پاؤں کی چھوڑن پہ

غضب ناک ہو سنگ باری[5] کرے — زباں سے بھی دشنام جاری کرے

---

[1] ہوئے۔ د۔ [2] کب کا کھڑا۔ ج۔ [3] یہاں سے (۲۴) شعر ج میں نہیں ہیں۔ [4] سو۔ د۔

[5] جنگ باری۔ د۔

کہ لب تجھ سے الفت کے پیماں ہیں — مرے پر یہ ناحق کے طوفان[1] ہیں

ترے نام کا آشنا میں نہیں — تجھے خوب دیکھا[2] نہیں میں کہیں

جو کُئی اُوس سے میری سفارش کرے — میرے دردِ دل کی گزارش کرے

تو پھر اُس سے صفا سلامت نہیں — مروت کی اوس سے علامت نہیں

غرض نام کا میرے دشمن ہوا — مجھے دم بدم جان کندن ہوا

کہ یہ دلبرِ ہمدم غم گسار — کہ تھا کس طرح مجھ سے ہم رنگ یار

سو اُس طرح بیزار کیوں ہو گیا — یکایک دل آزار کیوں ہو گیا

برس سات گزرے اسی رنگ سے — کہ نیں کچھ علاج اُوس دل سنگ سے

وہی شیوۂ ظلم ہے پے بہ پے ۵، — وہی طرز بیگانگی ہے سو ہے

وہی شکل ہے اوس ستمگار کی — زباں کو نہیں تاب اظہار کی

کہ تفصیل کیا[3] اُن دنوں کی کہوں — یہی بس کہ خاموش ہو کر رہوں

حکایت سنگ دلی یار پیش آئے[4] سردار

نہ کھینچے سو کیوں بلبل دل جفا — کہ نیں گل عذاروں میں بوئے وفا

---

۱ بہتان۔ ا۔ ۲ دیکھا ہی تمیں۔ ا۔ ۳ ان مدتوں۔ ا۔ ۴ ہماں۔ ا۔

نہ دیکھا کسی گل کو بلبل نواز — یہی عاشقوں پر ہے سوز و گداز

جسے حسن کے ملک کا ہو راج — سنا میں اُسے ہم نے الفت مزاج

جہاں میں نہا شوخ بیداد ہیں — شہیدِ محبت کے جلاد ہیں

سرشت اُن کی مشہور ہے بے وفا — محبت میں اون کی بلا ہے بلا

جو ان ظالموں کو دیا اپنا دل — رکھا جان بوجھ اپنے سینے پہ سل

مجھے بھی ملا ایک خانہ خراب — کہ ہے ظالموں کا ہدایت مآب

ہوئی اتنی مدت وہی رنگ ہے، — مرے حق میں اب لگ وہی سنگ ہے

مرے پر اُسے رحم آتا نہیں — کبھی یار سے مسکراتا نہیں

تغافل نہیں ہے، خدا کا غضب — کہ اب تک یوں جیکے دکھو جاں بلب

اگر موت آوے تو دل شاد ہو — یہ درد و مصیبت سے آزاد ہوں

اجل کو ہوا کیا کہ آتی نہیں — مجھے اس بلا سے چھڑاتی نہیں

کہ بس کٹ گیا رشتۂ آرزو — نہیں دیکھنا مجھ کو راحت کا رو

گزر گئے اسی طور سے چند روز — نہ آنا ہے اون کو نہ آئے ہنوز

---

۱ جہاں میں تہاں۔ و ۔ ۲ اتی۔ و ۔ ۳ یہی۔ ا ۔ ۴ دیکھتا۔ ا ۔ ۵ کچھ اک خراب۔ و ۔

جو کچھ جان کندن کے باقی ہیں دم — بھرا چاہیے تا بوقتِ عدم

حقیقت کہوں سب بیاں کر اگر — تو یہ عمر[1] جاوے گی کہتے گزر

کہوں کیا میں اول سے تا انتہا — کہ ہر آن سو سو برس کا ہوا

گزر جائے گی عمر تفصیل سے[2] — کہا مجمل اک حال تعجیل سے

سو کب، تو بجد جب ہوا اس قدر — وگر نہیں تو اظہار اس کا کدھر

میں جب بالکنڈے پہ تھا اور تو — مجھے اون دنوں تھا قیا جنوں

وہ خونریز جلاد بھی تھا وہاں — کہ جس کا کیا[3] اب تلک میں بیاں

میں ہر روز کے جان کندن کی تاب — نہ لایا مجھے بسکہ تھا اضطراب

کہا اپنے دل میں کدھر جاؤں میں — کہ فی الجملہ تسکینِ دل پاؤں میں

تو گزرے مجھے کئی طرح کے خیال — کہ حق نے تجھے بھی دیا ہے جمال

پھر اس طرح کا لطف اور دلبری — کہ حق میں ہے طالب کے جادوگری

یہ سب دیکھ کر دل میں آیا مرے — کہ بہتر ہے ہمراہ چلنا ترے

---

[1] پھر ۔ ل ۔ [2] تفصیل ۔ س [3] کہا و ۔ [4] س میں دوسرا مصرع یوں ہے: "ہوا اتفاق سے سارا خوش حال" ۔

اور میان کے تین شعر نہیں ہیں ۔ [5] یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے ۔

خدا مہربانی پہ اپنی جو آئے — ترے ساتھ شاید وہ غم بھول جائے

کئی طرح کے باندھے دل میں خیال ۸۰ — ہوا تھا ترے ساتھ اے خوش خصال

محبت میں تیری نہیں ہے کمی — تجھے اس قدر مجھ سے ہے ہمدمی

ولیکن وہی ہے مجھے اضطراب — کروں کیا، کیا دل نے خانہ خراب

ترے[2] ساتھ بھی دل کو آرام نیں — یہ وحشی کسی طرح سے رام نیں

وہی جان کندن مجھے ہے قدیم — گرہ دل کی وہاں ہوگئی مستقیم

تجھے حق تعالے سلامت رکھے — سلامت تجھے تا قیامت رکھے

تری دوستی میں نہیں کچھ[3] قصور — پہ ہے مجھ کو بے طاقتی کا وفور

کسی طرح ہوتا نہیں ہے قرار — کہ ہوں ایک ظالم کا بے اختیار

ہر اک کئی ہر اک طرح خورسند ہے — مرا دل عجب دام میں بند ہے

کہ امید آزاد ہونے کی نیں — کوئی شکل دل شاد ہونے کی نیں

نہ رونے میں جاتا ہے غم کا بخار ۹۰ — نہ فریاد کرنے سے دل کو قرار

اگر چپ رہوں صبر آتا نہیں — علاج اس خرابی کا پاتا نہیں

---

۱ کا - وہ س - ۲ س اور ج میں یہ شعر نہیں ہے - ۳ ہے - ج -

جدائی میں ہوتا ہوں بے اختیار — اگر سامنے جاؤں تو بے قرار[1]

اگر اوس طرف سے کہوں دل پھرے — سو دونی قیامت ہے جی پر مرے

ہر اک دم اوسی شوخ کی یاد ہے — یہی بے وفائی کی فریاد ہے

کہ مجھ سے نہ کرنے کا تھا سو کیا — عبث اس بلا میں مجھے کیوں دیا

جنوں کا مجھے دم بدم جوش ہے — خیال اوس کا میرا دم و ہوش ہے

مجھے سیر گلشن کا کب شوق تھا[2] — گل و باغ کا مجکو کب ذوق تھا[3]

عبث تو نے رسوا مرے تئیں کیا[4] — بجد ہو مجھے باغ کو لے گیا

مجھے یاد آئے وہ عشرت کے دن — کہ یک دم نہ رہتا تھا اس یار بن

اگر عزم ہو سیر گلزار کا ... تو تھا اتفاق اس ستمگار کا

گزر گئے مرے پر عجب حظ کے روز — کہ وہ خواب میں دیکھتا ہیں ہنوز

عجب بے حجابی کے ایام تھے — مرے سے مرے بخت بھی رام تھے

وہی بے حجابی کے دن آئے یاد — مجھے شوق کی بیخودی ہے زیاد[5]

---

۱ مدار ۔ ود ج ۔ ۲ ذوق ۔ ود س ۔ ۳ کب مجھے شوق تھا ۔ س ۔ ۴ عبث تیں نے رسوا اپنے کو کیا ۔
ج ۔ ۵ ہوئے ۔ ج ۔

تصور اُسی شوخ خوں ریز کا — بلا اور آفت بر انگیز کا

پکڑ صورت آیا مرے روبرو — میں دوڑا اُسے دیکھ بیتاب ہو

پھر آگے سمجھے ہوش میرا نہ تھا — خبر کچھ نہیں مجھ سے کیا کیا ہوا

سو تونے اٹھایا سو پھر ہی خبر — ہوا منفعل اپنے احوال پر

رحم آوردن آں سر دار زادہ از شنیدن حال و حرف دلربائی گفتن من بے چارہ را بدرجۂ کمال

چھپے راز دل جس قدر خوب ہے — کہ محبوب کی بات محبوب ہے

سو محبوب سے کُئی چھپاتا نہیں — کسی دوسرے کو بتاتا نہیں

کہ ہوتا ہے محرم ہزاروں میں ایک — ۱۰ ہزاروں میں کیا لاکھ یاروں میں ایک

نہ نکلے تو بہتر زباں سے وو بات — نہ نکلے تو آتی نہیں پھر کے ہات

---

۱ آگے ۔ ج ۔ ۲ ہی تونی اٹھایا ۔ د و س ۔ ۳ من بے چارہ را ۔ ۴ د میں نہیں ہے ۔ ۵ جس قدر راز دل ۔ د ۔ ۶ محبوب کو کوئی دکھاتا نہیں ۔ د ۔ ۷ بلکہ لاکھوں میں ایک ۔ د ۔ ۸ ج میں شعر نہیں ہے ۔

ولیکن جہاں عشق کا جوش ہووے — کہاں لگ خموشی کا سرپوش ہووے

مرے[1] سے بھی وو جوش باہر ہوا — چھپا تھا سو آخر کو ظاہر ہوا

ہے[2] آخر یہی جوشِ وحشت کا کام — حقیقت کہا اُس کو اپنی تمام

وو مجموعہ حسن و ہوش و ادب — کہ پوچھا تھا وحشت کا میری سبب

سنا جب مرے غم کے احوال کو — وو درد و مصیبت کے خجال کو

مرے مونہہ طرف دیکھ حیراں ہوا — اڑا رنگِ رو اور پریشاں ہوا

کیا اشکِ رقت[3] سے دامن کو نم — نپٹ اُس پہ گزرا مرے غم کا غم

کہا حیف[4] تم پر یہ احوال ہے — یہ احوال نیں جان کا کال ہے

ہے افسوس تم سا عزیز جہاں ۸۲۰ — خدا نے کیا اُس[5] دکھوں میں نہاں

تعجب میں ہو کیوں نہ ہووے ہلاک — جو کوئی اور ہووے تو ہو جائے خاک

اس آفت سے کیوں کر جیے ہو ہنوز — مگر دم کے باقی ہیں کچھ چند روز

عجب شکل کا شوخ دل تنگ ہے — کہ جس کے سبب تم پہ یہ رنگ ہے

---

[1] میرے سیتی وو جوش ظاہر ہوا۔ ج۔ [2] یہ اور بعد کے تین شعر ج میں نہیں ملا۔ [3] حسرت۔ ج۔

[4] ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ [5] ان دنوں۔ ج۔

سنا نیں میں اس طرح کا سنگ دل — نہ دل اُوس کو کہیے کہ پتھر کی سل

جسے کُئی کہے تو[1] ہے پیارا مرا — تو جانے کہ جاگا ستارا مرا

ہر یک وقت اوس کی کرے لبری — نہ اس طرح کا ظلم اور زرگری

کہ دل لوٹنا اول اس پیار سے — جلانا پھر اوس بعد آزار سے

سو اوس ظلم کو بھی نہیں انتہا — تعجب میں ہوں سن کے یہ ماجرا

سنا[2] ہوں بہوت عشق کی داستاں — یہ اس طرز[3] کا شوخ قاتل کہاں

کہ سننے سے آتا ہے دل کو وبال ۲۳۰ — تو جس پر ہوا ہو چھپے اوس کا حال

میں اک عرض کرتا ہوں ماننو جو تم — کئے ہو عبث ہوش اپنے کو گم

جو کُئی اس طرح کا دل آزار ہوے — تو یوں چاہیے اوس[4] انکار ہوے

پرَنہ ہر دم اُسی بے وفا کا خیال — تفکر سراسر جفا کا خیال

کہ ہے ہے مرے پر کیا یوں ستم — کبھی تو کرے گا مرے پر کرم

سو دیونگ جس کا کہا[5] تم نے رنگ — میں یوں مانتا ہوں کہ ہے سخت[6] سنگ

لہ ج میں "تو" نہیں ہے۔ ٢ے یہاں سے (۱۰) شعر ج میں حذف ہیں۔ ٣ے طرح، س۔ ٤ے کہوں۔ د۔ ٥ے کہو۔ س۔ ٦ے سخن۔ د۔

مری بات مانو تمھیں ہے ضرور — کیا چاہئے اس قیامت کو دور

تم اب ہوش اپنا سنبھالو[1] تو خوب — خیال اوس کا دل سے نکالو تو خوب

ابھی سے اگر رفع ہوئے تو بھلا — نہیں تو تمھارے ہے جی پر بلا

کہ یہ بات آخر کو کچھ خوب نیں — جسے عقل ہے اوس کو مرغوب نیں

نہ آرام[2] دل ہے نہ ہے حظِ روح ۴۰۰ — بھلا اس قیامت سے طوفانِ نوح

کہ یکبارگی جان جاتا رہے — نہ یہ غم ہمیشہ ستاتا[3] رہے

میں ہوتا ہوں یہ بات کرتے[4] خجل — کروں کیا تمھارے پہ جلتا ہے دل

خدا نے مجھے[5] بھی دیا ہے جمال — قد و چشم و ابرو لب و خط و خال

تمھاری اگر چاہ آوے ادھر — تو عشرت[6] سیتی عمر جاوے گزر

دل و جاں سے تابع رہوں گا مدام — خوشی جس میں ہوئی[7] ہر صبح و شام

جہاں لگ محبت کے قانون ہیں — فن دلربائی کے افسون ہیں

وو قانون و افسوں جو ہیں منتخب — ہر یک وقت کے ہیں مجھے یاد سب

---

۱ سالو - س - ۲ یہ شعر ج میں نہیں ہے - ۳ جلاتا - ج - ۴ کہتے " و - ۵ خدا نے دیا ہے مجھے بھی جمال - " و - ۶ تو عشرت میں یہ عمر ..... " و س - ۷ ہووے ہر اک - و ج -

توجہ تمھارا اگر مجھ پہ ہوئے — تو جاتی رہے تم سے اس غم کی بوئے

مزہ زندگانی کا پاؤ گے تم — غم و درد سب بھول جاؤ گے تم

۸۵۰ مجھے اپنے مقصود کی ہے قسم — مجھے اپنے معبود کی ہے قسم

نہ کہتا ہوں[1] اپنی غرض کو کبھی — تمھاری مصیبت پہ جلتا ہے جی

کہ تم سے[2] یہ درد و الم دور ہوئے — جو خاطر کہ غمگیں ہے مسرور ہوئے

تمھاری طبیعت جدھر پاؤں گا — حقِ آشنائی بجا لاؤں گا

اگر جان چاہو تو موجود ہے — و گر سر منگو[3] عین مقصود ہے

جہاں دوست کی دوستی ہوئے[4] عزیز — یہ سب مال و دولت تو پھر کیا ہے چیز

اگر صبح کو تم کہو شام ہے — تو پھر شام اُس صبح کا نام ہے[5]

زمیں کو اگر تم کہو آسماں — تو ہے وو زمیں آسماں بے گماں

بجا لاؤں گا دل سے شرطِ وفا — تمھاری خوشی میں ہے میری رضا

نہ بوجھو یہی محض کہنا مرا — کہ آخر کو دیکھو گے رہنا مرا

---

[1] میں کہتا ہوں۔ د و ج۔ [2] کہ تم پر سے درد و الم....، ج۔ [3] منگو گے تو مقصود ہے۔ ج۔ [4] ہے۔ د

[5] کہیں کیوں نہیں شام اب عام ہے۔ ج۔ آگے ج میں اکثر اشعار مہمل ہیں۔ اور اسی طرح کے ۳۲ اشعار کے بعد مثنوی ختم ہو جاتی ہے۔

زباں سے جو کچھ میں کہا نیں غلط ۸۶۰ کہو تو میں لکھدوں غلامی کا خط

مری بات کو راست مانوگے تم — وو ظالم سا مجکو نہ جانوگے تم

غرض یہ نہیں دل ہمارے سے لگاؤ — پر اوس سنگ دل کی طرف سے اٹھاؤ

کہ جن نے کیا تم پہ یہ یہ جفا — نہ کہیے جفا، آسمانی بلا

خلاصہ مرا یہ کہ دل شاد ہو — یہ زنجیرِ وحشت سے آزاد ہو

تمھارے ہمارے جو باقی ہیں دم — ہے دل میں کہ عشرت سے گزریں بہم

بجوش آمدن غیرتِ عشق یار و برآمدن از مسکن آں سر دار[1]

جسے زخم ہے خنجرِ یار سے — بتر ہے اوسے مرہمِ آزار سے

یہ زخمِ محبت کو ٹانکا نہ دو[2] — وبال اس کا گردن پہ اپنی نہ لو

غمِ عشق سے یار کے جو مرے — علاج اوس کا گئی غیر کیوں کر کرے

عبث اس مرض پر دوامت کرو — دوا سے امیدِ شفاعت کرو

مرض عشق کا دور ہونے کا نیں ۸۷۰ یہ رنجور مسرور ہونے کا نیں

---

[1] یہ عنوان نسخۂ س میں درج نہیں ہے۔ [2] دیو۔ د۔

کہ ممکن نہیں دردِ دل کا علاج — طبیبوں کو معلوم کیا یہ مزاج

نہیں اِس مرض کو حصولِ شفا — مضرت ہے ایسے مرض پر دوا

اسی طرح سے دو عزیزِ شفیق — کہ تھا دم بدم میرے دکھ کا رفیق

مرے دردِ دل کی دوا واسطے — مرے زخمِ جاں کی شفا واسطے

دیا نسخہ تشخیص کر کر مرض — یہ نسخے میں میری شفا تھی غرض

ولیکن شفا کب ہے اِس درد کو — دمِ سرد کو اور رخِ زرد کو

کسی طرح یہ درد جاتا نہیں — کوئی غیر یہ نبض پاتا نہیں

مگر تب کہ جس نے مرض یہ دیا — وہی اِس مرض کی کرے کچھ دوا

رہے فکرِ بیمار اوس کو مدام — محبت کی دیوے دوا صبح و شام

پلاوے توجہ کی تبرید اوسے — چکھاوے سدا شربتِ دید اوسے

تبسم کی معجونِ یاقوت سے — غذائے فرح بخش کی قوت سے

موافق طبیعت کے دیتا رہے — دل اوس کا ہر یک وجہ لیتا رہے

کرے گرمئ دل پر اوس کی نظر — کہ تا دور ہو جائے ضعفِ جگر

لہ یہ شعر ۔ مں میں نہیں ہے۔

یہی فکر اوس کو رہے رات دن　　نہ ہووے اُسے چین بیمار بن

تو شاید کہ ہووے شفا اُسکے ہاتھ　　نقاہت بھی جاتی رہے اوسکے ساتھ

ولیکن یہ قصہ سنے ہم نہیں　　کہ بیمار کس کا شفا ہو کہیں

جو کئی حسنِ لیلیٰ کا مجنوں ہوا　　اوسے کس طرح ہووے شیریں دوا

ہے شیریں جو فرہاد کی نور عین　　اوسے کس طرح ہووے لیلیٰ سے چین

دیا ہیر کے ہاتھ رانجھا نے دل　　وو عذرا سے تی خوش نہ ہووے ایک پل

جو عذرا سے اٹکا ہے وامق کا جی　۸۹۰　نہووے ہیر سے اوس کو لذت کبھی

ہوا دل جو بے اختیارِ دمن　　اوسے کب خوش آوے[2] ہے چندر بدن

ہے مہیار چندر بدن کا غلام　　دل اوس کا دمن سا کیوں ہووے رام

زلیخا جو یوسف کی ہے مبتلا　　عزیز اوس کے دل کو لگے کب بھلا

ہوا چاند پر مبتلا جب چکور　　نہ جاوے گا خورشید سے اُسکا شور

ہے ذرّہ فدا حسنِ[3] خورشید پر　　کبھو چاند پر اوس کی کب ہووے نظر

ہے بلبل کو مرغوب گل کا جمال　　کہاں شمع پر آوے اوس کا خیال

۱؎ اُسے ہو سکے کیوں کر۔ ل۔ ۲؎ آتی۔ ل۔ ۳؎ نقش۔ س۔

جو پروانہ ہے شمع او پر نثار ۔۔۔ پسند اوس کو کب آوے گل کی بہا

یوہیں میں بھی مائل ہوا اک شوخ کا ۔۔۔ گرفتار و بسمل ہوں ایک شوخ کا

یونہیں

غرض اوس عزیزِ دو اسانے ۔۔۔ محبّت کے نا آشنا رانے

جہاں لگ کہ قانون محبت کے تھے ۔۔۔ ۱۰۰ جو کچھ قاعدے مہر و الفت کے تھے

جو کچھ اوس کو آتی تھی جادوگری ۔۔۔ جو کچھ اوس میں تھا شیوۂ دلبری

جو کچھ دل لبھانے کا تھا۱ انتہا ۔۔۔ جو کچھ عہد و پیماں کا انجام تھا

ادا کر چکا سب حقوقِ وفا ۔۔۔ سخن دل کے لینے کے تھے سو کہا

میں سب کان دھر کے سنا وو سخن ۔۔۔ کہ دیکھوں کہاں لگ سخن کا ہے فن

یہاں لگ کہ آخر کیا سب کلام ۔۔۔ سخن اوس کا پایا سبھی اختتام

ہوا منتظر یہ کہ دیویں جواب ۔۔۔ گزشتہ دنوں سے کریں اجتناب

ہنگا

یکایک خموشی کا پردہ اٹھا ۔۔۔ حروفِ مروت کو دل سے مٹا

شرابِ غضب سے میں لبریز ہو ۔۔۔ جواب اُس کو یوں کر دیا تیز ہو

اس طرح

کہ اے ساقیِ بادۂ احمقی ۔۔۔ تری بات میں سب ہے بے رونقی

۱؎ جو کام تھا۔ س ۔

مرا دل جو کئی اور کے ہات ہوئے ۹۱۰ تو کہہ کس طرح سے ترے سات ہوئے

ہوا ہوں میں اک شمع رو کا پتنگ پسند آئے کیونکر ترا مجھ کو رنگ

میں دیوانۂ زلفِ دلدار ہوں اٹک تارِ سنبل میں کیونکر رہوں

میں اک گلبدن کا گرفتار ہوں بہارِ جدائی سے بیزار ہوں

کہ اس بن مجھے کئی خوش آتا نہیں کسی سے دل آرام پاتا نہیں

یہ دل ہے جدھر آچکا آچکا محبت کی بو پا چکا پا چکا

میں تیری طرف کیونکہ لاؤں او قدیمی طرف سے پھراؤں اسے

مجھے دور رکھ ان وبالوں ستی اوٹھا ہات اپنے خیالوں ستی

یہ کہہ کر یکایک وہیں میں اوٹھا رہِ منزلِ یار کو میں لیا

جتی اوس کی تھیں مہر و غمخواریاں کھڑی تھیں مجھے سب بیزاریاں

برستا تھا شدت سے برسات بھی ۹۲۰ وو برسات کے سات تھی رات بھی

میں اُس رات میں ایسی برسات میں چھڑی ہات کی تھی، سو لی ہات میں

چلا اوس کے مسکن سے صحرا طرف مرے مونہہ میں بھر آئے غصے سے کف

لے ے۔ س۔ ٹے جتے اوس کے تھے مہر۔۔۔ م، س۔ تے پیدا ہوئیں۔ ج۔

کہا میری تقصیر ہوئے معاف ہوا مجھ سے جو کچھ سو تھا سب خلاف

ہر ایک وجہ سے میں گنہگار ہوں تمھارے غضب کا سزاوار ہوں

اگر واقعی تم ہوئے ہو غضب اندھارا ہے[1] اور مینہ برستا ہے اب[2]

توقف کرو جتنی باقی ہے رات فجر آدمی اور سواری ہے سات

بہت سار کھا سر مرے پاؤں پر میں لیکن نہ دیکھا پھر اُس چھاؤں

لیا راہ میں حیدرآباد کی ہوئی یاد اُس شوخ جلاد کی

کہ جس کی محبت کا بیمار ہوں دل و جاں سے اُس کا گرفتار ہوں

اٹک دل کی ہے ہے بُری ہی بُری ۹۳۰ جگر پر ہے گویا کہ زہری چھری

وہی اس چھری کی حلاوت کو پائے کہ بارِ قیامت کو سر پر اوٹھائے

بلا ہے دمِ خنجرِ تیزِ عشق ہے زہرِ ستم جامِ لبریزِ عشق

ثمر عاشقی کا یہی ہے یہی کہ دینا محبت میں دلبر کی جی

جو کوئی لذتِ زہرِ قاتل چکھے رہِ عشق میں[3] آ قدم دور رکھے

ہر ایک بوالہوس کا یہاں کام نیں مئے عشق ہے شربتِ جام نیں

---

[1] بھی - س ۔ [2] سب - د ۔ [3] رہ عاشقی میں قدم دور رکھے - د

محبت کی منزل کی ہے سخت راہ — کہ وہاں دیکھ کر کانپتی ہے نگاہ

اظہار کیفیت شب جانکاہ و سختی کفر تا رسیدن بہ شہر دلخواہ[1]

سنو کان دھر کر وہی داستان — مری داستاں پر رکھو گوش جاں

کہ تنہا میں باہر ہوا واں ستی — میں جنگل میں ویسے گلستاں ستی

لیا غیرت عشق نے مجھ کو گھیر — ہوا زندگانی سے میں اپنی سیر

اندھیرا[2] اوجالا برابر ہوا — ۹۴۰ پکڑ دامن دشت کو میں چلا

وو صحرائے وحشت فزا لق و دق — کہ اڑتے تھے شیروں[3] کے دل کے ورق

ولیکن مجھے سیر گلزار تھا — کہ جوشش غم لالہ رخسار تھا

کہوں کیا میں اوس مینہ کی شدت کا ہات — کٹاری تھی بوندی کی ہر بوند سات

پھر اس پر سنو تم اندھیرے کا حال — نہ تھی شمع وہاں غیر چشم غزال

وو تنہائی و وحشت و بیکسی — مجھے اپنے احوال پر تھی ہنسی

کہ اے عشق تیرے عجب رنگ ہیں — عجب رنگ ہیں اور عجب ڈھنگ ہیں

---

[1] و میں یہ عنوان (۱۰) شعر پہلے ہے۔ [2] اندھارا۔و۔ [3] شیراں، س۔

مزہ[1] عشق کا جو کہ سنتے تھے ہم — چکھے ہو کے یکجا ہم اور دل ہم

میں واقف نہ تھا ان مزوں کے کبھی — تصدق سے دکھے چکھا میں ابھی

ہوا ہے جو مہمانِ بزمِ جنوں — غذا ہے جگر اُس کو پانی ہے خوں

سو میں بھی وو مجلس کا مہماں ہوا ۹۵۰ — محبت سے ہم جام و ہم خواں ہوا

بظاہر میں تنہا تھا اُس دشت میں — ولیکن وو صحرا کے گلگشت میں

عجب قافلہ میرے ہمراہ تھا — ہجوم غم و نالہ و آہ[2] تھا

وو جنگل میں تھا جوشِ وحشت رفیق — جنوں تھا مری بیکسی پر شفیق

گِل و لا کے میں کیا کہوں ماجرا — کہ ہر ہر قدم دشمنِ جاں ہوا

وہاں سے قدم کا اٹھانا تھا یوں — کہ دلبر سے دل کا اوٹھانا ہے جیوں

صدا رعد کی شدت گرد و باد — قیامت کے دن کو دلاتی[3] تھی یاد

گزرتا تھا ہر آن دل پر یقیں — کہ صور کا حکم ہے آج ہیں

زبس غور شس و شدت باد تھا — نہ بارش کے پتھروں کا برسائو تھا

نہ کئی آشنا تا رفاقت کرے ۹۶۰ — نہ کئی دوست تا مہر و الفت کرے

---

[1] مزہ عاشقی کا جو سنتے تھے۔ ا۔ [2] اور۔ س۔ [3] دلاتے تھے یاد۔ س۔

پھر آخر کو ہوتی تھی خاطر نشاں — مری استقامت کا ہے امتحاں

جہاں یک جدائی کی ہیں آفتیں — غم و درد و محنت کی ہیں شدتیں

سو مجھ پر اوسی رات میں جمع تھیں — مگر اوس اندھارے میں وو شمع تھیں

کہوں کیونکر اوس رات کا میں بیاں — کہ جیوں شمع جلتی ہے میری زباں

کہوں شب اوسے یا بلائے سیاہ — نظر کو بھی ہرگز نہ پاتی تھی راہ

نہ اس شب میں تھا روشنی کا نشاں[1] — نہ کچھ تھا ستاروں کا وہم و گماں

ہوا جمع یکجا خدا کا غضب — کہ صورت پکڑ نام[2] پایا تھا شب

چراغ اوس اندھارے میں پاوے کہاں — چمکنا بھی برق کا تھا وہاں

سیہ شب میں بجلی چمکتی تھی یوں — نظر چشم دلبر میں چمکے ہے جیوں

جتے سب قیامت کے آثار تھے — سو اس رات بیشک سب اظہار تھے

کہاں یک کروں ذکر اس رات کا — ۹۷۰ پھر اوس برق اور باد و برسات کا

شب مرگ یا جان کا کال[3] تھی — درازی میں ہر ہر گھڑی سال تھی

اوسی حال سے رات گزری تمام — پھر اوس رات کا تخ سناو نہ نام

---

[1] یہ شعر س میں نہیں ہے۔ [2] ناؤں۔ س۔ [3] کے کال تھے۔ س۔

محبت کا تیری یہی ہے ثمر　　کہ مرنے سے ہے زندگانی بتر

ارے دل کہاں ہوش میرا گیا　　کہ تجھ سے دِوانے سے الفت کیا

یو میں دل سے کہتا تھا حرفِ غضب　　یہی تھا مجھے شغل ہر روز و شب

زیادہ جو ہوتا تھا دل سے بہ تنگ　　فراقِ صنم ساتھ کرتا تھا جنگ

کہ اے ہجر مجھ پہ ہے تیرا غذب　　۹۹۰ کیا تو نے اس دل کا خانہ خراب

اگر تو نہ ہوتا تو آرام تھا　　مجھے اس ملامت سے کیا کام تھا

اگر تو نہ ہوتا تو سب وصل تھا　　وو دلدار سے مجھ کو کب فصل تھا

ترا ہی سبب ہے کہ ہر صبح و شام　　مرے پر گزرتی ہے یوں کر مدام

ترا ہی سبب ہے کہ بیتاب ہوں　　غم و درد سے بے خور و خواب ہوں

تو ہی[1] نے بلا میں پھنسایا مجھے　　جو دیکھا نہ تھا سو دکھایا مجھے

تو ہی نے مجھے اشکِ رقت دیا　　مئے وصل سے جامِ حسرت دیا

تو ہی غم مرے سر پہ طوفاں کیا　　دلِ جمع میرا پریشاں کیا

تو ہی نے چکھایا برہ[2] کا مزہ　　غم و درد و جور و جفا کا مزہ

---

[1] د' میں ہر جگہ "تو ہیں" ہے۔ [2] ہا۔ د۔

محبت کا تیری یہی ہے ثمر ۔۔۔ کہ مرنے سے ہے زندگانی بتر

ارے دل کہاں ہوش میرا گیا ۔۔۔ کہ تجھ سے دِوانے سے الفت کیا

یو میں دل سے کہتا تھا حرفِ غضب ۔۔۔ یہی تھا مجھے شغل ہر روز و شب

زیادہ جو ہوتا تھا دل سے بہ تنگ ۔۔۔ فراقِ صنم ساتھ کرتا تھا جنگ

کہ اے ہجر مجھ پر ہے تیرا عذاب ۹۹۰ ۔۔۔ کیا تو نے اس دل کا خانہ خراب

اگر تو نہ ہوتا تو آرام تھا ۔۔۔ مجھے اس ملامت سے کیا کام تھا

اگر تو نہ ہوتا تو سب وصل تھا ۔۔۔ وو دلدار سے مجھ کو کب فصل تھا

ترا ہی سبب ہے کہ ہر صبح و شام ۔۔۔ مرے پر گزرتی ہے یوں کر مدام

ترا ہی سبب ہے کہ بیتاب ہوں ۔۔۔ غم و درد سے بےخور و خواب ہوں

تو ہی[1] نے بلا میں پھنسایا مجھے ۔۔۔ جو دیکھا نہ تھا سو دکھایا مجھے

تو ہی نے مجھے اشکِ رقت دیا ۔۔۔ مئے وصل سے جامِ حسرت دیا

تو ہی نے مرے سر پہ طوفاں کیا ۔۔۔ دلِ جمع میرا پریشاں کیا

تو ہی نے چکھایا برہ[2] کا مزہ ۔۔۔ غم و درد و جور و جفا کا مزہ

۱؎ د' میں ہر جگہ "تو ہیں" ہے۔ ۲؎ بلا۔ د۔

تو ہی نے لیا سب مرے دل کا چین   تو ہی نے گنوایا مرا نورِ عین

تو ہی نے مرا دل کیا غم سے شق   کتابِ جگر کے اُڑایا ورق

تو ہی[1] نے مجھے اس مصیبت میں لا   مرے سر پہ لایا ہے کیا کیا بلا

تو ہی نے کیا ہے جدا یار سے   کہ محروم ہوں بزمِ دلدار سے

تو ہی نے مجھے زیست مشکل کیا   مصیبت کی آفت[2] کو نازل کیا

تو ہی نے لیا مجھ سے ہوش و خرد   مرے سر[3] دیا بارِ غم بے عدد (بےحساب)

تو ہی نے کیا عشق کا عندلیب   کیا گلشنِ وصل سے بے نصیب

تو ہی نے دیا داغِ حسرت مجھے   کیا بسملِ تیغِ الفت مجھے

تو ہی نے مجھے خوار و بیکس کیا   متاعِ دل و دیں مرے سے لیا

تو ہی نے کیا مجکو آخر فقیر   بٹھایا کلیجے[4] کی کفنی (مجھ) کو چیر

یہی مجھ کو منزل بمنزل تمام   غمِ ہجر سے (پہنایا) گفتگو تھی مدام

---

[1] یہ شعر، ا۔ میں نہیں ہے۔ [2] آیت، ا۔ [3] پر۔ ا۔ [4] گلے جی، ا۔

فائز شدن بحصولِ دولتِ دیدار و بتازگی عہد بستن[1] آن شوخ مکار

کہو عندلیبوں سے جا کر پیام ۱۰۱۰ محبت سے پہنچاؤ گل کا سلام

کہ آئی ہے صحنِ چمن میں بہار — کرو بلبلو اب خوشی کی پکار

کدورت کا اب نام کھویا گیا — دلِ لالہ سے داغ دھویا گیا

زبس باغ کی معتدل ہے ہوا — ادب سے رکھے ہے قدم کو صبا

زمیں بیچ گرتا نہیں برگِ گل — رہے ساغرِ گل میں شبنم کی مل

کھلا بلبلوں کی تمنا کا پھول — خزاں کے سر اوپر ہے حسرت کی دھول

ہوا قمریوں کو حصولِ مراد — کہ شمشاد سے دل کو کرتی ہیں شاد[2]

خدایا مجھے بھی یوں ہیں شاد کر — یہ ویرانۂ دل کو آباد کر

کہ جاتی رہے باغِ دل سے خزاں — خوشی کی کہوں پھر وہی داستاں

غرض مدتِ ہجر تھی جب تلک — مرا دل تھا اون آفتوں کا محک

ہوئی قطع جب غم کی راہِ دراز[3] ۱۰۲۰ ہوا ایک بیک دل کا دروانہ باز

---

[1] عہد محبت بستن ۔ و ۔ [2] کرتی ہے شاد ۔ س ۔ [3] دراز ۔ س ۔

کیا طے مصیبت جب اُس راہ کی — لگی آنے بوئے شہر دلخواہ کی

ہوا خوش میں نزدیکی شہر دیکھ — رواں آب اور سبزہ و نہر دیکھ

گیا ناامیدی کی شب کا خیال — ہوئی مجھ کو اُمید صبحِ وصال

خوشی نے مرے دل کو دی تہنیت — مرے ضعفِ جاں کو ہوئی تقویت

خوشی سے ہوا باب دلبر فتوح — جسد سے قدم پیش رکھتی تھی رُوح

رکھا شہر میں جس گھڑی میں قدم — ملی مجھ کو بے شک بہشتِ ارم

بہشتِ ارم بلکہ کس کام کی — یہی محض اک تن کے آرام کی

سو حاصل ہوا مجھ کو آرامِ جاں — ہر یک دم میں دم وصل کا تھا نشاں

خوشی سے زیادہ ہوا اضطراب — کہ جی تن سے جاتا ہے گر شتاب

زبس آنکھ کو شوقِ دیدار تھا ۱۰۳۰ تمنائے عیدِ رخِ یار تھا

خوشی کا مجھے تاب آتا نہ تھا — مرا جی بدن میں سماتا نہ تھا

کہ گئی دم میں اب یار کی دید ہے — مری چشمِ مشتاق کی عید ہے
کوئی

ہوا اس قدر خوش دلی کا ہجوم — کہ ہر مو میں تھی جوشِ عشرت کی دھوم

٭ یہ اور نیچے کے تین شعر د میں نہیں ہیں۔

کہوں کس طرح بیقراری کا حال　　کہ جینے کا ہرگز نہ تھا احتمال

خوشی سے مرے دل کی تھا عنقریب　　کہ ہووے مجھے مرگِ شادی نصیب

ہوا پر قدم تھا مرے شوق کا　　کہ جلدی سے دیکھوں گلِ مدعا

لیا کوچۂ یار کی راہ کو　　کہ بلبل چلی باغِ دل خواہ کو

میں دیکھا جب اُس گلبدن کی گلی　　کھلی آرزو کے چمن کی کلی

رکھا کانپتا اوس گلی میں قدم　　کہ آیا نکل گھر سے باہر صنم

گلابی تھا پٹھیا سر اوپر سجا ۱۰۴۰ کھلے بند اور نیمہ تھا ملگجا

غرور ادا سے لٹکتا ہوا　　کٹاری کو ہر دم جھٹکتا ہوا

مئے ساغرِ حسن سے مست تھا　　بجائے حنا خوں سے ہم دست تھا

نپٹ ناز سے مسکراتا ہوا　　کچھ اک دیکھتا کچھ دکھاتا ہوا

بھووں کی کمانوں کی رہ کو چڑھا　　خدنگِ نگہ سب طرف سے اوٹھا

چلا آیا سیدھا ہی میری طرف　　سمجھ مجھ کو تیرِ بلا کا ہدف

سرک گئے مرے استقامت کے پاؤں　　نہ ہرگز رہا ہوش میرے کا ناؤں

نہ کچھ عرضِ مطلب کی طاقت رہی　　نہ کچھ چار چشمی کی جرأت رہی

محبت کی بے اختیاری سے میں　　زمیں پر گرا بے قراری سے میں

اوسی دم لیا سر کو میرے اوٹھا ۔۔۔ لیا جلد مجھ کو گلے سے لگا

کہا کس طرف کو تمھارا ہے ہوش ۔ ۱۰۵ ۔ اگر ضبط اپنی محبت کا جوش

نہیں[1] تو مرا بھی یہی رنگ ہے ۔۔۔ مرے پر بھی حال اب بیٹ تنگ ہے

نجانو تجھیں کو ہے میرسے چاہ ۔۔۔ زیادہ مرے دل کو ہے تم سے راہ

دہی ہوں قدیمی تمھارا غلام ۔۔۔ کہ سمرن ہے مجھ کو تمھارا ہی نام

ہوا ہے اگر مجھ سے چند اقصور ۔۔۔ سو وو ایک بد ذات کا تفاخر

گزشتہ سے انکار کرتا ہوں میں ۔۔۔ نیا اب[3] کے اقرار کرتا ہوں میں

کہ پھر مجھ سے تقصیر ہوگی نیں ۔۔۔ تفاوت یہ تقریر ہوگی نیں

مرے واسطے تم یہ کیا کیا ہوا ۔۔۔ سو سب مجھ کو معلوم ہے ماجرا

مزاج اپنا اس وقت لاؤ بجا ۔۔۔ کہ عالم میں یہ بات ہے بدنما

یہ کہہ کر مجھے جلد رخصت کیا ۔۔۔ مرے سات عہد محبت کیا

کہ ہے ماندگی راہ کی تم کو اب ۔ ۱۰۶ ۔ گزر جائے گی آن میں[4] کی شب

۱؎ "یہاں"۔ ا۔ ۲؎ س' میں یہ لفظ نہیں ہے۔ ۳؎ آ ج ' ا۔ ۴؎ "رات"۔ س۔

دلِ جمع سے صبح کو آئیے
مرے سر پہ ہر ہر قدم لائیے[4]

یہ باتوں سے تسکینِ دل ہی (ہوئی) تمام
کہ نیں (نہیں) اب وو (وہ) جور و تغافل کا نام

مجھ (ان) کو یہی صحبتِ یار ہے
محبت ہے اور لطف ہے پیار ہے

تلخ شدنِ زندگانی از یاس ز سبب[1] بد عہدی آں[2] یارِ بے وفائی اُس

عجب خوب رو لوگ[3] کا کچھ رنگ ہے
ابھی صلح ہے اور ابھی جنگ ہے

نہ کچھ صلح میں دوستی ہے بجا
نہ کچھ جنگ میں دشمنی ہے عیاں

مخالف ہے اون کی ہر اک بات
نہیں بات میں اون کی ہرگز ثبات

وفا اون کی خلقت ستی دور ہے
مگر بے وفائی کا یہاں پور ہے

نہیں ان گلوں میں محبت کی بو
نہیں ان بتوں میں مروت (زیادہ تر) کی خو

میں اس بات کو خوب تحقیق کر
رکھا ہوں دل اپنے میں تصدیق کر

کہ زنہار قول اون کا صادق نہیں[5]
زبان و دل اون کا موافق نہیں

---

۱ بسبب ، د ۔ ۲ آن ، د میں نہیں ہے ۔ ۳ نیرنگ ، د ۔ ۴ س میں یہ شعر نہیں ہے ۔ ۵ بو ۔ د ۔

اگر تم کو اس بات میں ہوئے شبہ　　یہی داستاں شاہد القول ہے

کہ اس ظالم رند مکار نے　　وو شوخ فسوں گر ستمگار نے

کیا مجھ سے کس کس طرح دلبری　　کہ تحقیق تھی عین افسوں گری

محبت کی کیا کیا ادائیں کیا　　فرشتہ بھی ہووے تو کھائے دغا

سو[1] بات اوس کی وو میں نے تحقیق ماں　　سمجھ کر اوسے سچ لیا دل میں مان[2]

مجھے اپنے طالع پر آیا عجب　　کہ یہ تنگ پانی ہوا کیا سبب

خوشی سے مراجی نکلنے لگا　　دل انکھوں کی رہ[3] سے پگھلنے لگا

کہ جس کو مرے سے یہ انکار تھا　　اوسے دیکھنا مجھ طرف عار تھا

سو کیا آج کے آج میں ہو گیا　　کہ اس اس طرح عہد پیماں کیا

مگر دل نے میرے کیا تھا اثر　۱۰۸۰　ولیکن نہ تھی اس کی دل کو خبر

کہ یہ تھیں مرے ساتھ سب بازیاں　　فریب و دغا کی فسوں سازیاں

میں دل میں دو باتوں کا رکھ اعتماد　　کہ محکم ہوا رشتہ اتحاد

گیا صبح کو شوق دیدار سے　　تمنا و مشتاقی یار سے

---

[1] اسے سادگی ہیں۔ ا۔ [2] جان۔ س۔ [3] راہوں۔ ا۔

سو کیا دیکھتا ہوں کہ ہے بد دماغ[1] — نہ تھا کل کا کچھ بھی نشان و سراغ

وہی بے مروت وہی بے وفا — کہ گویا کبھی کچھ نہ تھا آشنا

غضب ہو کے پتھر لیا ہات میں — پھرا مجھ سے پھر رات کی رات میں

زباں پر وہی حرف دشنام تھا — جو تھا حرفِ بد سو مرا نام تھا

ابھی کل جو تھا شربتِ پر گلاب — ہوا آج پھر تلخ مثلِ شراب

زیادہ ہوا بلکہ اول سیتی — ہوا تلخ زہرِ ہلاہل سیتی

قدیمی وہی طور بیداد تھا ۔ ۱۰۹ ۔ کہ مدت سے خوں خوار جلاد تھا

میں ہر چند فریاد و زاری کیا — زیادہ مجھے تنگ تماری[2] کیا

میں اس طرز کو دیکھ حیراں ہوا — نپٹ ناامیدی سے لرزاں ہوا

لگی آگ پھر جانِ ناشاد میں — ہوا زلزلا دل کی بنیاد میں

کلیجے میں پھر کر چھپی غم کی بھال — ہوئی زندگانی مرے جی کی کال

اندھارا ہوا آسمان و زمیں — ہوا ناامیدی کا مجھ پر یقیں

کبھی سر پٹکتا ہوں پتھروں[3] میں جا — کبھی جان دیتا ہوں دم کو[4] روکا

---

[1] بے ۔ ۱۔ [2] تنگ بازی ۔ ۱۔ [3] تھا ۔ س ۔ [4] دم گو رکا ۔ ۱۔

کبھی کوہ و صحرا میں جاتا ہوں میں ‏ ‏ کبھی خاک سر پر اوڑاتا ہوں میں

یہ سر اب بدن پر مرے بار ہے ‏ ‏ مری زندگی موت کو عار ہے

کروں کیا کہ یہ جان جاتا نہیں ‏ ‏ مری موت کا وقت آتا نہیں

کیا بسکہ دیوانگی نے وفور ‏ ‏ رہا نیں ہے اب مجھ میں ہوش و شعور ۱۱۰۰

کناری سے کرتا ہوں عزم ہلاک ‏ ‏ گریباں کو کرتا ہوں شورش سے چاک

کہوں کس سے جا اپنی حسرت کی بات ‏ ‏ اگر جان جاوے تو پاؤں نجات

تڑپتا ہوں پن جی نکلتا نہیں ‏ ‏ مرا کچھ خدا سات چلتا نہیں

تامل کیا میں بہت غور سے ‏ ‏ رہا نیں وو دل اب کسی طور سے

مگر یہ کہ جاتا رہے تن سے جی ‏ ‏ تو آرام ہوتا ہے مجھ کو ابھی

سو مرنا بھی ہرگز نہیں میری بات ‏ ‏ مرے دل میں آئی ہے اب ایک بات

خموشی کروں میں اگر اختیار ‏ ‏ اسی بات پر میں رہوں استوار

خدا کی طرف کو کروں میں رجوع ‏ ‏ تو ہووے کوکب سعد میرا طلوع

کہ چھوٹوں میں اس رنج و محنت ستی ‏ ‏ بت بے وفا کی محبت ستی

۱؎ سر۔ ص۔ ۲؎ یں۔ ا۔ ۳؎ رہائی نہیں اب کسی طور سے۔ ا۔ ۴؎ زحمت۔ ۵؎ ے۔

سراج اب عنانِ زباں تھام لے ۱۱۱۰ قلم کو روانی کی رخصت نہ دے

دعا کو یہی ہات اٹھا حق کے پاس   کہ جاوے ترے پاس سے غم کی باس

کسی سے نہ اب غیرِ حق بات کر   نپٹ التجا سے مناجات کر

مناجات بہ حضرتِ ذوالجلال و ختمِ بوستانِ خیال

الٰہی بتوں سے مرا دل پھرا   کہ ہرگز نہیں اون میں نامِ وفا

مجھے ان کی زلفوں کے خم سے نکال   کہ آوے گا ایماں پہ[۱] آخر وبال

چھڑا دام گیسوئے خوباں سے دل   بچا خنجرِ نوکِ مژگاں سے دل

مجھے دور رکھ اُن کے ابرو سیتی   بچا رکھ مجھے چشمِ جادو سیتی

مت ان جامہ زیبوں سے اٹکا مجھے   نہ دے ان کے دامن کا جھٹکا مجھے

نہ رکھ اون کی الفت کی زنجیر میں ۱۱۲۰ نہ دے مجھکو زندانِ تعزیر میں

نہ لا دل مرا اُن کی باتوں طرف   وو شیریں و رنگیں نکاتوں طرف

چکھا مت انہوں کا مجھے شہدِ لب   ہے اُس شہد کے بیچ نیشِ غضب

---

۱ انتقام۔ ۲ ا۔ ۲ پر۔ ۳ ا۔ ۳ ان بتوں کی طرف۔ ۴ یہ اور اسکے بعد کا شعر 'اس' میں نہیں ہے۔

تبسم انہوں کا مجھے مت دکھا — تکلم انہوں کا مجھے مت سنا

اوٹھا اون قامت کا دل سے خیال — کہ ہے یہ قیامت کے دن کا وبال

پھر احسنِ حادث سے دل یک بیک — کہ نورِ قدیمی کی دیکھوں جھلک

بحقِ جنابِ رسولِ کریم — کہ برحق ہے محبوب تیرا قدیم

بحقِ علی شاہِ دلدل سوار — وصی نبی صاحبِ ذوالفقار

بحقِ دلِ غم کشِ فاطمہ — کہ جس پر ہے ایمان کا خاتمہ

بحقِ حسن، سروِ سرسبزِ دیں — کہ ہے نونہالِ بہشتِ بریں

بحقِ حسینِ شہِ کربلا — شہیدِ سرِ خنجرِ اشقیا

بحقِ دلِ پاک زین العباد — کہ نیں ماسوا اللہ کے جس کو یاد

بحقِ سرِ سرورِ خاص و عام ۱۱۳۰ کہ حق پاس سے جس کو باقر ہے نام

بحقِ بہارِ گلِ جعفری — کہ ہے گلبنِ گلشنِ سروری

بحقِ شہِ کاظمِ باصفا — جماعت میں ایماں کی ہے مقتدا

بحقِ رضا شاہِ محشر پناہ — خراسانِ قدرت کا ہے کج کلاہ

۱؎ کی جن کو یاد۔ ، د۔

بحقِ تقیؑ اخترِ برجِ دیں — کہ ہے آفتابِ سپہرِ یقیں

بحقِ نقیؑ[1] کانِ برجِ کمال — نمایاں نبی کا ہے جس میں جمال

بحقِ امامِ حسن عسکری — چراغِ شبستانِ نیک اختری

بحقِ شہ مہدیِ نیک نام — کہ ہے قائمِ آلِ محمدؐ مدام

کہ مجھ کو تری دولتِ خاص دے — اسی چاردہ تن سے اخلاص دے

یہی ورد میرا ہے صبح و شام — غلامی میں اون کی رہوں میں مدام

پھرا دل مرا صحبتِ غیر سے ۱۱۴۰ — کہ کعبے طرف جاؤں اب دیر سے

میں لایا ہوں تیری طرف التجا — طریقِ ہدایت مجھے اب بتا

تغافل نہ کر ورنہ ابتر ہے کام — توجہ سے مقصود بر لا تمام

کہ میں سب طرف[2] ہوا ہوں نراس — لے آیا ہوں روسیہ تیر پاس

کہ تو اس مری روسیاہی کو دھو — زلالِ عنایت سے دے شست و شو

گزر گئی مری بت پرستی میں عمر — کٹی غفلت و جہل و مستی میں عمر

---

[1] بحقِ امامِ نقی پاک دل ÷ کہ جس کا بنا نور سیں آب و گل - ا - [2] سب طرف ستی اب ہوا ہوں - س -

میں اب چاہتا ہوں کہ ہوشیار ہوں — اب اُس[1] خواب غفلت سے بیدار ہوں

ولیکن ترا فضل درکار ہے — وگرنہ مرے پر تو دشوار ہے

میں ہر چند رحمت کے قابل نہیں — عنایت کے نزدیک مشکل نہیں

کہ مجھ سا گنہگار پاوے نجات — یہ زنگار ہووے قابلِ عکسِ ذات

مرا عکس وہی ہے دشمن مرا — ۱۱۵۰ کیا ہے سیہ دل کا درپن مرا

اگر ہووے نوازش کی صیقل گری — تو اس آئینے کی ہے نیک اختری

گراوے مجھے چشم پندار سے — کہ تا صاف ہو جاؤں زنگار سے

تری قادریت سے کیا ہے عجب — کہ ہو جائے یہ زنگ ابھی نور سب

سراج اب طلب مدعا کی نہ کر — کہ خاصوں میں یہ بات نہیں معتبر

اسی بیت کو ورد کر صبح و شام — جناب الٰہی میں کہہ توں مدام

سپردم بتو مایۂ خویش را — تو دانی حسابِ کم و بیش را

کیا میں جب اس مثنوی کا خیال — تھے ہجری ہزار و صد و شصت سال

شمار اس کی ابیات کا جب کیا — تو ہجری کے سن سے موافق ہوا

زبس اس میں ہے سیرِ گلشن مدام[2] — رکھا بوستان خیال اوسکا نام

۱؎ رگ خواب غفلت۔ د۔ ۲؎ تمام۔ د۔

عدد جب کہ اِس نام کے آئے ہات ۱۱۶۰ مطابق ہوئے سال و ابیات سات

یہ دو دن کی تصنیف ہے حسبِ حال زباں پر نکل آیا دل کا ابال

نظر میں نہ لاؤ تم اوس کا قصور کہ ہے درد مندی سے یہ بات دور

۲

سوز و گداز

اے صبا ہے وطن ترا گلزار | نام تیرا ہے پیک خوش رفتار
تجھ سیتی[1] اک التماس رکھتا ہوں | میں ترا سی ہوں آس رکھتا ہوں
دردِ دل یار کوں گزارش کر | غم کے مظلوم کی سفارش کر
نشۂ غم مجھے دوبالا ہے | نور کا وقت ہے اجالا ہے
دیکھ کر مجھ کوں اس قدر غمناک | صبح نے بھی کیا گریباں چاک
پن تجھے درد کا اثر نیں ہے | حال میرے کی کچھ خبر نیں ہے
کیوں مرے پر تو رحم لاتی نیں | حال میرا اسے سناتی نیں
جو برہ دکھ سہے وہی بوجھے | پن تجھے آنکھ نیں تو کیا سوجھے

[1] یہ مثنویاں جس نسخے سے نقل کی گئی ہیں، اُسکے رسم الخط اور ماخذ میں "بوستانِ خیال" کے رسم الخط سے بعض الفاظ میں اختلاف ہے مثلاً "کو" کی جگہ "کوں"، "سے" کو "سیں"، "تو" کو "توں" لکھا ہے۔

تجھ کوں کب درد کی اداسی ہے — توں ہمیشہ چمن کی باسی ہے

سُن غزل خوانی آہِ بلبل کی — ۱۰ باس لیتی ہے سنبل و گل کی

حق تجھے عشق سیں قریب کرے — تجھ کوں درد و الم نصیب کرے

مجھ سر کی اگر پریشاں ہوئے — تب مرے درد کی قدرداں ہوئے

غم سیں خالی نہیں ہے ہر ذرہ — سب پر آیا ہے عشق کا غزا

تجھ پر آیا نہیں تو آویگا — غم خزاں ہو کہ رُخ دکھاوے گا

خوف کر، دیکھ حال میرے کوں — اس جُدائی کے کال میرے کوں

مہرباں ہو کہ یار کوں جا بول — دلبرِ غم گسار کوں جا بول

کہ ترے بن ہوا ہوں سرگرداں — آرسی کی مثال ہوں حیراں

دل کوں حسرت سیں آشنائی ہے — بسملِ خنجرِ جدائی ہے

صبر و آرام سیں نہیں خورسند — صبر و آرام کی مجھے سوگند

زندگانی محال ہے مجھ کوں — ۲۰ خواب گویا خیال ہے مجھ کوں

نیشِ غم دل میں جیو گسلناری ہے — زخم کاری ہے اشک جاری ہے

ہے نپٹ دلخراش غم کی چھری — آزمایا ہوں میں بلا ہے بُری

کیا قیامت ہے اس چھری کی انی — جیوں کہ ہیرے کی آبدار کنی

غم کی برچھی لگی ہے سینے میں — زخم جیوں حرف ہے نگینے میں

سنگِ غم نے کیا ہے بسکہ زور — شیشۂ دل ہوا ہے چکنا چور

ہوں نپٹ مضطرب تری سوگند — جیوں انگیٹھی میں آگ پر اسپند

جان جاتا ہے پیاس سیتی جانی — اپنے دیدار کا پلا پانی

بے طرح پیاس ہے صنم مجھ کوں — حوضِ کوثر کی ہے قسم تجھ کوں

دل مرا تیرے آج رات اوڑن — جیوں کہ مچھلی کا حال پانی بن

مجھ پہ ہر روز زور ماتم ہے ۳۰ — غم کی شمشیر کی جماجم ہے

پار گذرا جگر سیں غم کا تیر — آلگا جان میں کلیجا چیر

عاشقی جب قرار کھوتی ہے — باغ کانٹوں کی باڑ ہوتی ہے

عشق جب غم کے بیج بوتا ہے — پھول پھولے سریکا ہوتا ہے

سیر گلزار دل کوں بھاتی نیں — جب تلک پاس تبری آتی نیں

سختیِ غم سنی نہ کر توں فرش — ہے دلِ عاشقاں خدا کا عرش

توں تغافل روا نہ رکھ مجھ پر — بے خطا ہوں خطا نہ رکھ مجھ پر

لاابالی نہو مرے سیں صنم — لاابالی پنے کی تجکوں قسم

جو گنہگار ہوں تو تیرا ہوں — اور گرفتار ہوں تو تیرا ہوں

اے صنم جو ترا کہاتا ہے — عشق تیرے میں دل جلاتا ہے

اس پہ لازم نہیں ہے جور و ستم — ۴۰ بلکہ واجب ہے اس پہ چشم کرم

مجکوں ہر وجہ سیں غلامی ہے — بندگی میں تری مدامی ہے

گر تغافل کرے تو کیا چارا — اور نوازش کرے تو ہے پیارا

ہر طرح سیں ہوں بندۂ بے زر — جاں نثاری کی شرط ہے جیوں کہ

میں ترے درس کا بھکاری ہو — بلبلِ باغِ بیقراری ہوں

حالِ دل پوچھ مہربانی سیں — یار جانی ہو یار جانی سیں

سن کہ میرا یہ نالۂ جاں دوز — رحم لا اے مہ جہاں افروز

ایک دن بے خودی کے عالم میں — پی مئے شوق مجلسِ غم میں

خبرِ دل سیں بے خبر ہو کر — غم سیں بے جان و جگر ہو کر

حق طرف عجز کا اٹھا کر ہات — یوں کہا میں زبانِ شوق سیں بات

کہ نپٹ بے قرار ہوں یارب — ۵۰ روز و شب اشکبار ہو یارب

لب حسرت کوں میں چباتا ہوں — زخم غم کھا کہ تلملاتا ہوں

کب تلک قید غم سیں چھوٹونگا — اپنے مطلب کا گنج لوٹونگا

کب تلک یار رخ دکھاویگا — مجھ طرف مہرباں ہو آویگا

کب کھلے گی مرادِ دل کی کلی — کب نظر آئے گی صنم کی گلی

اب نہیں مجکوں تابِ دوری کی — دل کوں برداشت نیں صبوری کی

دور جب سیں وو سروِ دلجو ہے — قمری دل کوں دردِ کو کو ہے

اس نراسی کی آس کوں برلا — صورتِ مدعا مجھے دکھلا"

جب کہا یوں جنابِ قدسی میں — مثلِ پروانہ سوزشِ دل میں

ہاتفِ غیب سیں ندا آئی — کہ نہو اس قدر توں سودائی

حق کی درگاہ لاابالی ہے — ۶۰ بندگی کب کسی کی خالی ہے

جس کوں جس بات کی طلب ہووے — ذاتِ حق کے طفیل سب ہووے

سلطنت کی جسے تمنا ہے — تخت و افسر اوسے مہیا ہے

ہے جسے آرزوئے خلدِ نعیم — اس نے پایا ہے کوثر و تسنیم

دوست کے بن ہے غم کا خار جسے — اس کوں حاصل ہے نعمتِ دیدار

پھول پاویگا جس نے خار سہا — کہ "مع العسر یسر" حق نے کہا

ہے جدائی کے بعد عیشِ وصال — آخرش ہر زوال کوں ہے کمال

اس قدر بے قرار توں مت ہو — غم سنی اشکبار توں مت ہو

حق ترے یار کوں ملا دیگا — اس کے دیدار کوں دکھا دیگا

جب سیں آئی ہے یہ ندا مجکوں ۔۔۔ نوبتِ عیش کی صدا مجکوں

تب سیں پھولوں میں نیں سماتا ہوں ۔۷۰ پیرہن میں تو کب اماتا ہوں

دل خوشی نے کیا ہے گرچہ دور ۔۔۔ لیکن اب لگ ہے دو بیدا دور

گرچہ امید وصل ہے نزدیک ۔۔۔ لیکن اب لگ ہے گھر مرا تاریک

شام کے وقت ہے امید چراغ ۔۔۔ نہ ملے جب چراغ تب ہے داغ

کیا کروں فکر اس کے ملنے کی ۔۔۔ اپنے مقصد کے پھول کھلنے کی

میں تمھارا غلام ہوں یارو ۔۔۔ مجکوں موہن کے پاؤں پر ڈالو

آرزو ہے سجن ملا وا ہوئے ۔۔۔ اس پریرو کا ٹک چھلاوا ہوئے

مئے دیدار یار جب پاوے ۔۔۔ چشم دل کا خمار تب جاوے

کب تلک شرح اشتیاق کہوں ۔۔۔ قصۂ سوزشِ فراق کہوں

حال میرا بیاں میں نیں آتا ۔۔۔ حرف دوری کہا نہیں جاتا

دردِ دل مثنوی میں لایا ہوں ۔۸۰ غم کے طومار کوں سنایا ہوں

پردۂ رازِ دل کیا ہوں وعظ ۔۔۔ نام اس کا رکھا ہوں "سوز و گداز"

خوب ہے اے سراج خاموشی ۔۔۔ مست دہ بیخودی کہ جام بے ہوشی

— ۳ —

مناجات

الٰہی مجھ کوں دردِ لا دوا دے ‏ ‏ ‏ مجھے توفیقِ عشقِ بے ریا دے

الٰہی شوق کی آتش عطا کر ‏ ‏ ‏ جلا کر خاک کر لا کر فنا کر

الٰہی عشق کی مے کا پلا جام ‏ ‏ ‏ مجھے بے ہوش رکھ ہر صبح و ہر شام

الٰہی دے جگر پر عشق کا گُل ‏ ‏ ‏ مجھے کر شوق کے گلشن کا بلبل

الٰہی آہ کوں آتش فشاں کر ‏ ‏ ‏ مرے آنسو کے پانی کوں رواں کر

الٰہی مجلسِ کثرت سیں رکھ دور ‏ ‏ ‏ مُے وحدت پلا مانند منصور

الٰہی کر مجھے تو خسروِ غم ‏ ‏ ‏ رواں کر جوئے شیر آنکھوں سیں ہر دم

الٰہی شربتِ شیرینِ غم دے ‏ ‏ ‏ طپش دے، داغ دے، درد الم دے

الٰہی کر مجھے فرہاد جاں کاہ ‏ ‏ ‏ لگا میرے جگر پر تیشۂ آہ

الٰہی توں مجھے مانند مجنوں ‏ ‏ ‏ ۱۰ کر اپنے حسن کی لیلیٰ کا مفتوں

الٰہی جلوۂ دیدار دکھلا ‏ ‏ ‏ جمالِ مطلع الانوار دکھلا

الٰہی دل کوں میرے ہے تمنّا — جمالِ یوسفی پر کر زلیخا

الٰہی دے لبالب جامِ الفت — مجھے کر وحشیٔ دشتِ محبت

الٰہی عشق میں رکھ مجھ کوں بیتاب — مجھے کر عشق کی آتش میں سیماب

الٰہی کر مِرے آنسو کوں جاری — مجھے دے بیقراری آہ وزاری

الٰہی لختِ دل کا دے مجھے قوت — ہر اک آنسو مِرا کر لعل و یاقوت

الٰہی کر دعا میری کوں مقبول — کہ میں سائل ہوں تیرا اور تو مسئول

الٰہی دے مرا مقصود دلخواہ — کہ ہے لاتقنطو من رحمت اللہ

الٰہی مدعا میرے کوں برلا — دکھا مجھ کوں حقیقت کا تماشا

الٰہی چشمِ دل پر کھول یکبار — جلی روحی خفی سری کے گلزار

الٰہی کر لبالب جام خالی — دکھا مجھ کوں جمالِ لایزالی

الٰہی بحرِ غم میں آشنا کر — مِرے آنسو کوں دُرِّ بے بہا کر

الٰہی چاہتا ہوں چہرۂ زرد — بہارِ غم، دلِ گرم و دمِ سرد

الٰہی لذّتِ دردو بلا دے — مرے پر عشق کی نوبت بجا دے

الٰہی سوزِ عشق بے کراں دے — بہارِ گلشنِ آہ و فغاں دے

الٰہی بے خودِ بزمِ جنوں کر — مرا دل گوہرِ دریائے خوں کر

الٰہی دے مجھے رنگیں خیالی — سخن کے باغ کا کر مجھ کوں مالی

الٰہی شعر میرا درفشاں کر — او سے صافی میں جیوں آب رواں کر

الٰہی تجھ ثنا میں ہوں غزلخواں — ہر اک مصرع کوں کر لعل بدخشاں

الٰہی کر عطا روشن بیانی — ۳۰ مرے اشعار کوں توں دے روانی

الٰہی دے سخن کی پادشاہی — خیال آباد کی دے کج کلاہی

الٰہی مجھ کوں توں فکر رسا دے — مرے آئینۂ دل کوں جلا دے

الٰہی بخش مجھ کوں نکتہ دانی — توں کر غواص دریائے معانی

الٰہی مجھ سخن میں دے لطافت — گل معنی میں دے رنگ نزاکت

الٰہی حمد تیری کا ہے مذکور — مری ہر بیت کر عالم میں مشہور

الٰہی شعر میرا دل نشیں ہوئے — نہال بوستاں نا آفریں ہوئے

الٰہی ہر غزل مقبول جاں ہوئے — وظیفہ دل کا اور وِرد زباں ہوئے

الٰہی کر مرے دیواں کوں مشہور — ہر اک صاحب نظر کا ہوئے منظور

الٰہی سوز دل کا تشنہ لب ہوں — جناب کبریا میں بے ادب ہوں

الٰہی من عرف کے باب سب کھول — ۴۰ مرے پر عشق کے ابواب سب کھول

الٰہی پردۂ کثرت اوٹھا دے — شراب ساغر وحدت پلا دے

الٰہی لطف کر، مت دربدر کر — گناہوں پر مرے مت تو نظر کر

الٰہی بھیج توں بارانِ رحمت — گنہ گاروں پر اپنی کر شفقت

الٰہی مجھ کوں ہے اُمید واری — کہ بخشے گا مجھے غفار باری

الٰہی عجز پر میرے کرم کر — نگاہِ لطف مجھ پر دم بدم کر

الٰہی طالبِ حسنِ ازل ہوں — طلبگارِ جمالِ بے بدل ہوں

الٰہی غرق دریائے بقا کر — صفائے سینۂ روشن عطا کر

الٰہی مجھ کوں دکھلا جلوۂ نور — مرا دل کر بہارِ شعلۂ طور

الٰہی غم میں جلتا ہے سراج آج — زلالِ وصل کا ہے نیز محتاج



نالۂ ہجر

طرف اس گلبدن کے اے صبا جا ہمارے درد کا پیغام پہنچا

ترے بن بیقراری ہے جگر پر برہ کا زخم کاری ہے جگر پر

جدائی میں تری اے جان جاناں پریشاں ہوں پریشاں ہوں پریشاں

جدائی میں ہوا ہے ہوش سب گم ترحم کر ترحم کر ترحم

جدائی کی طرح سب سیں بری ہے کلیجے میں کھٹکتی جیوں چھری ہے

جدائی سے قیامت ہے بلا ہے مری آنکھوں سیں آنسو بہ چلا ہے

جدائی میں تری ہے بیقراری طپش ہے درد و غم ہے آہ و زاری

جدائی کی لگی ہے ہول ظالم جگر میں ہے برہ کی سول ظالم

جدائی میں تری ہے اب خرابی شتابی آ شتابی آ شتابی

جدائی میں تری مجھ پر بلا ہے ۱۰ جگر میں درد کا کانٹا سلا ہے

جدائی کی اگن میں کیا جلن ہے مرے سینہ میں ہر دم شعلہ زن ہے

جدائی میں تری کب لگ پکاروں ۔۔۔ شتابی آ کہ دل تجھ پر سیں واروں

جدائی میں تری اے یار جانی ۔۔۔ ہوا ہے دل کا لوہو گل کہ پانی

جدائی میں تری اے سرو گلفام ۔۔۔ نہیں ہے باغ کی گلگشت سیں کام

شتاب آ دیکھ داغ دل کوں میرے ۔۔۔ چراغاں ہو رہے ہیں غم کے تیرے

محبت میں تری شیدا ہوا ہوں ۔۔۔ شکیب و عقل کھو رسوا ہوا ہوں

توں کہہ زخم جگر کب لگ سہوں میں ۔۔۔ گریباں چاک کر کس سیں کہوں میں

ہوائے آہ نیں باد خزاں ہے ۔۔۔ کہ دل کے پھول پر آتش فشاں ہے

نہیں ہے تاب بے بیتاب ہوں میں ۔۔۔ برہ کی آگ میں سیماب ہوں میں

ہے جاری اشک کاری غم جگر چاک ۔۔۔ ۲۰ ۔۔۔ پڑے اس بخت نافرجام پر خاک

شراب شوق نے ازبس کیا جوش ۔۔۔ ہوا ہوں ساغر حسرت سیں بے ہوش

وہی جانے جو کوئی مارا ہوا ہے ۔۔۔ کلیجہ جل کے انگارا ہوا ہے

مری آنکھوں ستی جاری ہے پانی ۔۔۔ ہوا ہے رنگ میرا زعفرانی

جگر پر تشنگی سیں ہے خرابی ۔۔۔ پلا دیدار کا شربت شتابی

برہ زنجیر کا ہوں میں گرفتار ۔۔۔ نہیں اس وقت میرا کوئی غمخوار

کہا کس نے تجھے اتنا ستم کر ۔۔۔ تلطف کر، نوازش کر کرم کر

ہوا ہوں ہجر کے خنجر سیں بسمل — خبر لے لطف سیں اے شوخ قاتل
ہوئیں آنکھیں مری رونے سیں گلگوں — پلک میری ہوئی فوارۂ خوں
ہزار افسوس یار آتا نہیں ہے — عجب ہے سخت جی جاتا نہیں ہے
تغافل کوں نہ فرما کام ظالم ۳۰ — رہوں کب لگ بغیر آرام ظالم
جگر کا داغ جا کس کوں دکھاؤں — یہ اپنا حال جا کس کوں سناؤں
اے شیریں لب نہیں فریاد دل کوں — لگا ہے تیشۂ فرہاد دل پر
برہ خنجر مرے دل میں لگا ہے — کلیجا ٹوٹ کر ٹکڑے ہوا ہے
مرا دل مضطرب ہے مثل سیماب — ہوا ہے برق کی مانند بے تاب
خدا کے واسطے بے رحم مت ہو — نپٹ ہوں آج بیتاب اے جفاجو
پریشانی پہ میری مہرباں ہو — مری بے طاقتی کا قدرداں ہو
ہوا ہوں جل کے خاک اے سرو قامت — مجھو کا ہے برہ کا یا قیامت
چلا ہے اب نکل تن سیں مرا جی — تسلی دے تسلی دے تسلی
مری آنکھوں سے تی نالا بہا ہے — وفورِ اشک سیں طوفاں ہوا ہے
تڑپتا ہوں برہ کا زخم کھا کر ۴۰ — جدائی کی لگی شمشیر آ کر
یہ بے تابی رہے باقی کہاں لگ — گئی ہے آہ میری آسماں لگ

بہ برکت سیں رسولِ مصطفٰے کے — طفیلِ انبیا و اولیا کے

الٰہی کر دعا میری کوں منظور — محبت سیں مجازی توں رکھ دور

محبت سیں توں اپنا آشنا کر — مرے آنسو کوں دُرِ بے بہا کر

عطا کر خشک چشموں کوں روانی — کہ تا جاری رہے آنسو کے پانی

سراج اب مے پرستی کا ہے محتاج — شرابِ شوق سیں بے ہوش کر آج

نامۂ شوق

اے سجن شیریں سخن جادو نین — مصرِ دل کا یوسفِ گل پیرہن

کئی ترے بن محرمِ جانی نہیں — قدر دانِ رازِ پنہانی نہیں

خلق میں مشہور ہوں تیرا غلام — مجھ کوں تیرا جانتے ہیں خاص و عام

جب تلک میرِ بدن میں جان ہے — دردِ دل میرے کا توں درمان ہے

حشر لگ بندہ ترا کہلاؤں گا — چھوڑ کر دامن ترا کاں جاؤں گا

عاشقوں میں شہرۂ آفاق ہوں — شربتِ دیدار کا مشتاق ہوں

ہر گھڑی ہر آن تیری یاد ہے — صبر اور آرام سب برباد ہے

غم کی فوجوں نے کیا مجھ پر ہجوم — بے ترے بن ملکِ جمعیت میں دھوم

شوقِ دل کے یک بیک منڈ میں دل — وقت آیا ہے مرے پر اب کبل

ہجر کی سختی ستی اے من ہرن — 10 — دل کے شیشے پر لگا ہے غم کا ٹھن

تجھ جدائی سیں ہوا دل داغ داغ — خوش نہیں آتا ہے گلگشتِ باغ

ہے مرے طالع میں غم کی سرنوشت | دل خوشی کی کب میسر ہو بہشت
غم کی آتش کی اگن ستہا ہوں میں | جیوں سمندر کر وطن رہتا ہوں میں
ایک ساعت نہیں خبر مجکوں مری | سامنے انکھوں کے ہے صورت تری
اس قد و قامت کا ہے مجکوں خیال | دل ہے فانوس خیالی کے مثال
مضطرب ہوں بے قراری کی قسم | جاں بلب ہوں جا نندی کی قسم
پاس تیری جب تلک آتی نہیں | سیر گلشن کی مجھے بھاتی نہیں
سوز دل کا حال لکھتے اے صنم | شمع کی مانند جلتا ہے قلم
کیا لکھیں لکھنے میں کچھ آتا نہیں | اور زباں سیں کچھ کہا جاتا نہیں
کیا کروں ہے شوق دل بے انتہا ۲۰ | بے قراری نے کیا مجھ سیں قرار
عالم بے اختیاری ہے مجھے | اس سبب یہ آہ و زاری ہے مجھے
شوق میں مجھ سیں ہوا ترک ادب | ورنہ عقل و ہوش ہیں جا ہی سب
اے سراج اب گفتگو کا کام نیں | ہجر کے طومار کوں انجام نیں

۶

احوالِ فراق

اے قاصد آہ کان دھر سُن　　مجھ دردِ جگر کی سب خبر سُن

میں تجھ کوں رفیق بوجھتا ہوں　　غم خوار و شفیق بوجھتا ہوں

کہتا ہوں میں آج تجکوں دل کھول　　جانی کوں مرا سلام جا بول

جا بول وو یار مہرباں کوں　　جا بول وو یار رمز داں کوں

ہر دم ہے زباں پہ ذکر تیری　　دن رات مجھے ہے فکر تیری

بے خواب ہوں خواب کی قسم ہے　　بے تاب ہوں تاب کی قسم ہے

آبادیِ دل میں ہے خرابی　　اس وقت میں لے خبر شتابی

تجھ غم میں گیا مثالِ سیماب　　انکھوں ستی خواب دل ستی تاب

مسکین و غریب و بے نوا ہوں　　دیدار کی بھیک کا گدا ہوں

گر دردِ جگر کوں آکے کھووے　۱۰　کچھ تیری گرہ سیں کم نہ ہووے

دریائے غضب میں یا الٰہی　　ہے کشتیِ صبر کوں تباہی

اس آہ و فغاں کی داد دیجو   ظالم کوں ہماری یاد دیجو

تا دل کی خبر شتاب لیوے   بے تاب کا آ ثواب لیوے

غنچے کی طرح ہوا ہو دل تنگ   آنکھیں ہیں سفید و اشک گلرنگ

اب صبر کا چاک ہے گریباں   جمعیتِ دل ہوئی پریشاں

جس دن سیں تو اے صنم جدا ہے   ہر آن مرے پہ سو بلا ہے

کر یاد تری شکر فشانی   ہئی ہے مجھے تلخ زندگانی

دے شربتِ وصل مجکوں ساقی   اب ایک رمق رہا ہے باقی

منگتا ہے مرے سیں جانِ رخصت   آتی نہیں اس کوں تو الفت

جب لگ مرے پاس تو نہ آوے   ۲۰   بر جا ہے اگر یہ جان جاوے

دل شعلۂ آتشیں ہوا ہے   ہر دم دمِ واپسیں ہوا ہے

عمرِ ابدی ہے مجھ کوں درکار   دے آبِ حیاتِ وصل یکبار

تا از سرِ نو میں جان پاؤں   اس مرگ ستی امان پاؤں

تجھ ہجر میں اے گلِ خوش آئیں   بھولا ہوں میں طرحِ شعرِ رنگیں

۱۔ صواب۔ اصل نسخہ میں ۔

یہ شعر نہیں کہ اب کہا ہوں   احوالِ فراق سب لکھا ہوں

پی عشق کی مے ہوا ہوں بے ہوش   نیں قافیہ و ردیف کا ہوش

دیوانہ جو کچھ کرے بجا ہے   بے ہوش کوں بے خودی روا ہے

اے جانِ سراج جاں بلب ہوں   اس واسطے آج بے ادب ہوں

۷

خط بندگی

عرض احوال کیا کروں جانی
ہے زبانِ قلم کوں حیرانی

کہ لکھے حرفِ درد کوں کیا کیا
قصۂ رنگ زرد کوں کیا کیا

اس سبب شرح غم کوں کر موقو
عرض کرتا ہوں مطلب معروف

بھیج خط مجہ کوں سرفراز کیے
پردۂ دوستی کوں واز کیے

شعلۂ شوق دل میں جلتا تھا
خارِ غم کا جگر میں سلتا تھا

نامۂ لطف بھیج کر یک سر
تیل ڈالے ہو آگ جلتی پر

زندگی سیں بہ تنگ ہو یا رب
جان جاتا ہے یار بن اب تب

ماہِ رمضان مجکوں بھاری ہے
اسکے وعدے کی انتظاری ہے

عید کے چاند کا درس پانے
عید کب ہوگی خدا جانے

کب تلک حرفِ اضطراب کہوں
قصۂ دیدۂ پر آب کہوں ۱۰

بندگی کا دیا ہوں خط لکھ کر
روز اول سیں تجھ کوں آ دلبر

268

آرزو ہے مجھے ترا دیدار نظرِ التفات ہے درکار
دل ہوا دل ہوا کباب کباب لے خبر لے خبر شتاب شتاب

---

(۸)

مطلبِ دِل

شب ہجراں کی ہے گھٹا کالی	دل میرا روشنی سیں ہے خالی
مجھ کوں یکدم ہے سو قرن تجھ بن	غم سیں گریاں ہوں ایسجن تجھ بن
لطف کر میں تو جان جاتا ہے	آتشِ غم میں کیوں جلاتا ہے
ٹک دیکھا مجھ پہ مہربانی کر	جان عاشق کی قدر دانی کر
نین سیں آب اشک جاری ہے	اب جدائی کا وار کاری ہے
بندگی کا دیا ہوں خط لکھ کر	روزِ اوّل سیں تجھ کوں اے دلبر
سختیِ ہجر دل پہ دھرتا ہوں	وردِ تجھ نام کا میں کرتا ہوں
لاعلاجی سیں سینہ جلتا ہے	خارِ غم کا جگر میں سلتا ہے

ــــه یہ مثنوی بظاہر اوپر کی مثنوی کا ایک حصّہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن نسخہ ۲۹۱ (کتب خانۂ آصفیہ) میں علٰحدہ لکھی ہوئی ہے۔ یہ اور بعد کی مثنویاں کسی اور نسخے میں نہیں ہیں۔

صبر کی فوج میں پڑی ہلچل — اب انجھو نین کے چلے ڈھل ڈھل

حال میرے کی لے خبر یک دم — بن ترے کون ہے مرا محرم

سرِ مصرع میں حرف لیکر آج — لا الپس ولیس مدعائے سراج

(۹)

حمد باری تعالے

عجب قادرِ پاک کی ذات ہے ۔۔۔ کہ سب ہے نفی اور وو اثبات ہے

اُپس کی صفت آپ وو بے نظر ۔۔۔ کیا ہے علیٰ کل شیٔ قدیر

بلندی و پستی کوں پیدا کیا ۔۔۔ ظہورِ تجلّی ہویدا کیا

بنایا زمیں آسماں بے مثال ۔۔۔ کیا غرب و شرق اور جنوب و شمال

دیا چاند سورج کوں نور و ضیا ۔۔۔ فلک پر ستارے کیا خوشنما

عجب واقفِ عالمِ غیب ہے ۔۔۔ جسے عیب میں سب سے بے عیب ہے

عجب صاحبی ہے خداوند کی ۔۔۔ نہیں یہاں رسائی خردمند کی

علیم اور بصیر اُس کی ہے شان میں ۔۔۔ قضا اور قدر اس کے فرمان میں

جو چاہا سو یک پل میں پیدا کیا ۔۔۔ جو پیدا نہیں سو ہویدا کیا

کیا جنت ابرار کے واسطے ۔۔۔ جہنم گنہ گار کے واسطے

ہر ایک کوں ہر ایک کے موافق کیا ۔۔۔ عدم سیں وجود آشکارا کیا

خداوند بے عیب ہے کارساز — نیا ہر دو عالم سیں ہے بے نیاز

دو جگ کا دو پیدا کرنہار ہے — اسی کو بزرگی سزاوار ہے

بجز ذات حق نہیں کسی کوں بقا — وو ہی ہے بقا ماسوا سب فنا

جو واقف نہیں علم تجرید سیں — اوسے کیا خبر حق کی توحید سیں

ادب کے سبب بول سکتا نہیں — چھپے رمز کوں کھول سکتا نہیں

وگر نہ حقیقت میں سب ایک ہے — جو دستا ہے اس ایک کا بھیک ہے؛

ہو پنہاں اپس کوں دکھایا نہیں — ہو ظاہر اپس کوں چھپایا نہیں

کہیں آپ دستا ہے محبوب ہو — کہیں آپ چھپتا ہے محجوب ہو

کہیں آپ معشوق ہو گل ہوا — کہیں آپ عاشق ہو بلبل ہوا

کہیں ہے کتاں اور کہیں چند ہے — کہیں بے غرض کہیں غرضمند ہے

کہیں ہیں پری اور کہیں حور ہے — کہیں ہے تجلی کہیں طور ہے

کہیں یوسف شہر کنعان ہے — کہیں ہو زلیخا پریشان ہے

کہیں ہو کے لیلیٰ ہوا جلوہ گر — کہیں آپ آیا ہے مجنوں ہو کر

کہیں آپ شیریں ہو پیدا ہوا — کہیں ہو کے فرہاد شیدا ہوا

کہیں جا ہوا آپ چندر بدن — کہیں ہو کے جھیار بدلا برن

کہیں پھول ہے اور کہیں خار ہے　　کہیں گنج ہے اور کہیں مار ہے
کہیں چند رہے اور کہیں سور ہے　　کہیں نار ہے اور کہیں نور ہے
کہیں روح ہو کر دکھایا جمال　　کہیں ہو کے تجلی بتایا مثال
کہیں گنج مخفی ہو پنہاں ہوا　　کہیں ہو کہ ظاہر درخشاں ہوا
اگرچہ دوجا نہیں کوئی اس کے باج　　نہیں غیر کوں یہاں محل اے سراج
ولیکن یہ سب کچھ ہے ذات خدا　　بقا کوں بقا ہے فنا کوں فنا
ازل میں کیا مست جس رو ہست　　پلایا ہے ہم کوں شراب الست
کہ تا اوس کوں بوجھیں کہ کیا ذات ہے　　جو ہے بات کی بات کیا بات ہے
ولیکن عقل کوں نہیں ہے مجال　　کہ پاوے رسائی سین اوس کا کمال
کہ احمد حقیقت کے میدان میں　　کہا ما عرفناک اس شان میں
وو ذاتِ مبارک نے یوں جب کہے　　کسے ہے مجال آہمیں کچھ اب کہے
عجب عشق کی راہ پر پیچ ہے　　کہ جس پیچ میں پیچ در پیچ ہے
جو عاشق ہمہ رمز پاوے سو ہی　　وو ہی ہے وو ہی ہے وو ہی ہے، وو ہی

سراج اب نہ کر گفتگو کا بیاں
بغیر از خموشی نہیں یہاں اماں

267

(۱۰)

مناجات

الہی مجھے درد بے داغ دے
مرے چشم میں کحل مازاغ دے

صف عاشقاں میں بحز منفعل
رواں کر مرے چشم سین خونِ دل

عطا کر مجھے اشک گرم آہ سرد
غم عشق میں مجھ کوں دے رنگ زرد

توہی ہے مرے درد کا آشنا
اپس مرہم لطف سین کر دوا

مرے دل کی امید بر لا شتاب
کہ ذرے کا ہے مدعا آفتاب

شراب محبت سیں سرشار کر
اپس درد کا مجھ کوں بیمار کر

مجھے شمع مانند غم میں گلا
پرت آگ میں جیوں سمندر جلا

چکھا مجھ کوں لذت اپس درد کی
دے نعمت مجھے چہرۂ زرد کی

محبت میں اپنی مرے دل کوں کھینچ
اپس عشق کے جام میں مجھ کوں اینچ

ہمیشہ مری چشم خونبار رکھ
لگن میں اپس کی سدا زار رکھ

اپس دوستی میں جلا خاک کر
یہ آلودگی سیں مجھے پاک کر

اگرچہ گناہ گار ہوں رحم کر
گناہوں پہ میرے نکر توں نظر

کہ بولا ہے توں آپ لا تقنطو
بجز وصل تیرے نہیں آرزو

مرے دل پو ہے زنگ غفلت کالہا
اوسے صاف کر آرسی کی مثال

الٰہی مجھے محرم راز کر
خزانے حقیقت کے سب باز کر

عطا کر مجھے قفل دل کی کلید
جتے گنج مخفی ہیں سب کر پدید

شریعت کے مذہب کی منزل دکھیا
طریقت کے مشرب کی محفل دکھیا

حقیقت کے دریا میں غواص کر
اپس معرفت میں مجھے خاص کر

تماشا دکھا باغ عرفان کا
کروں سیر وحدت کے میدان کا

اپس راہ وحدت سیں آگاہ کر
مجھے کشور عشق کا شاہ کر

طلب مثل موسیٰ ہے تجھ نور کی
تجلی دکھا شعلۂ طور کی

سراج آرزو میں تری ہے سدا
دکھا خلوت معنے بے فنا

جمال حقیقی دکھا یک بیک
کہ یکبارگی دل سیں اٹھ جائے شک

قیامت کا وعدہ مجھے دور ہے
مرا دل ترے غم سیں رنجور ہے

مجھے یہاں نچ درس دکھاوے تو خوب
یہ بے تاب دیدار پاوے تو خوب

دکھا مجھ کو دیدار بے ہوش کر
یہ بیہودہ گوئی سیں خاموش کر

تمنا میں اپنی مجھے رکھ مدام
بحق محمد علیہ السلام

(۱۱)

در نعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسولِ خدا سیدالمرسلیں / قیامت کے دن شافع المذنبیں

نبوت کی مسند کا ہے جانشیں / کیا جس کی تعظیم روح الامیں

عجب روز محشر کا سردار ہے / صف اصفیا میں وو سالار ہے

جگت میں اوسے سلطنت ہے مدام / جماعت میں ہے انبیا کی امام

رہِ شرع کا ہادیٔ مستقیم / شریعت کے دریا کا دُرِّ یتیم

حبیبِ خدا والیِ روزگار / دو عالم کی اقلیم کا تاجدار

شہِ انس و جاں سب کا مقبول ہے / نبوت کے گلزار کا پھول ہے

کہ جس واسطے خلق پیدا کیا / زمیں آسماں سب ہویدا کیا

کہا حق نے لولاک جس شان میں / شہنشاہ ہے ملک عرفان میں

سدا کم رہوں کا وہی رہنما / ہے خیرالورا احمد مجتبیٰ

عجب ذات مقبول کونین ہے / کہ کونین کا قرۃ العین ہے

بنایا ہے عالم کوں اوستاد وو / ہے علم لدنی کا استاد وو

عجب ذاتِ احمد علیہ التسلیم ہے   کہ قرآن میں جس کی تعظیم ہے

نہ لاتے تھے کافر اوّل اپہ دیں   پچھے معجزے دیکھ لائے یقیں

شہادت کی انگلی دکھا یک بیک   کیا چاند جب شق گیا اون کا شک

زباں کوں کہاں تابِ گفت و شنید   ہے جس کی صفت میں کلام مجید

ہے سب سروراں میں اُسے سروری   اسی پر ہوا ختمِ پیغمبری

نہ ویسا ہوا کوئی بھی ابتدا   نہ اس باج ہووے گا اب کوئی دوجا

اوّل بھی وہی تھا اور آخر وہی   ہے باطن وہی اور ظاہر وہی

سراج اب نہ کر گفتگو بیشتر   ادب کے محل سیں نہ جا پیشتر

کہ دم مارنے کی یہاں نہیں ہے بات   اگرچہ وہی ذات یہاں ہوئی صفات

وہی نور یہاں آ کہ ظاہر ہوا   اپس آپ قدرت پو قادر ہوا

ولیکن ادب تجھ کوں درکار ہے   شریعت کی یہ راہ دشوار ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

۱

نام تیرا مطلع فہرست ہے دیوان کا
ہے زباں کا ورد خاسا اور وظیفہ جان کا

جی سیں[۱] یتھی وجہ ربک کی سد سمرن کوں پھیر
دور کرتن[۲] سیں خیال من علیہا فان کا

یا محمد تجھ کرم سیں ہوں سدا امیدوا
جلوۂ[۳] ایمان دے اور بھید کہہ انسان کا

توں احد ہے نام تیرا احمد بے میم ہے
زیب پایا تجھ صفت سیں ہر ورق قرآن کا

کر شرابِ شوق سیں بے ہوش مجھ کوں یا حبیب
دے مجھے بھر کر پیالہ نشۂ عرفان کا

جان جانے بن نہیں ہے جانِ جاناں کا وصال
سر کوں دے[۴] پایا جو سر غازی ہے اس میدان کا

اے سراج اپنی خودی کوں بیخودی میں محو کر
شغل جاری رکھ ہر ایک دم میں ہو الرحمٰن کا

---

۱ دل ۹۹ ر
۲ دی لایا سر ۔ ۹۹ ا
۳ کہہ دیکھا ایسان ۔ س و ۳۹ ا

۲

یارب[۱] کہاں گیا ہے وو سروِ شوخ رعنا — ہے چوبِ خشک سب بن میری نظر میں طوبا

دیدار[۲] دے شتابی جلنے کی تاب نیں ہے — اس ہجر کی اگن سیں دوزخ کی آگ اولا

طوقِ گلو ہے دل ہے زلفِ[۳] صنم کا ہر خم — مشہور[۴] یہ مثل ہے یک سر ہزار سودا

ہے ختم یار[۵] جانی تیرے دہن کی تنگی — کہنے کی بات نہیں[۶] ہے باریک ہے معمّا

اے گلبدن نظر کر داغِ جگر کوں میرے — گر آرزو ہے[۷] تجھ کوں گلزار کا تماشا

مسکن[۸] ہوا ہے میرا جب سیں تری گلی میں — اے گلعذار تب سیں جنت کی نہیں تمنا

ہے اے سراج ہر شب مہتاب رو کے غم میں[۹]

آنسو[۱۰] کا میرے جھمکا جیوں خوشۂ ثریا

۳

کہاں ہے گلبدن[۱۱] موہن پیارا — کہ جیوں[۱۲] بلبل ہے نالاں دل ہمارا

بساطِ عشق بازی میں مرا دل — متاعِ صبر و نقد و ہوش ہارا

---

۱ گلزار دلبری کا کاں۔ س و م۱۹۳ ل۔ ۲ وو سرو خوب رعنا۔ م۹۹ ل۔ ۳ دکھلا دے۔ س۔ س

۴ تجھ زلف کا ہر یک۔ س ۵ یہ۔ س ۶ اے سرو تن۔ س ۷ نیں۔ س ۸ مجکوں م۹۹ ل

۹ مشتاق ہو کے آیا جب سے۔ م۹۹ ل ۱۰ سوں۔ س۔ سیں۔ ک و م۹۹ ل ۱۱ جھمکا میرے انجھو کا س

۱۲ من ہرن پیارا ہمارا۔ س ۱۳ کہ دل بے تاب ہے جس بن۔ س و م۱۹۳ ل۔

تغافل ترک کر اے شوخ بے باک   تلطف کر، نوازش کر، مدارا

ہمارے کا نہیں ہے ذوق[1] مجکوں   کیا ہوں جب سیں تجھ[2] مکھ کا نظارا

سنا ہے جب سیں تیرے حسن کا شور[3]   لیا زاہد نے مسجد کا کنارا

شب ہجرت میں اس مہتاب رو کی   ہر ایک آنسو[4] ہوا روشن ستارا

سراج[5] اس شمع[6] رو نے ان دنوں میں

لیا ہے سب پتنگوں کا اجارا

۴

تجھ قبا پر ہے نرگسی بوٹا   گویا نرگس کا پھول ابھی[7] ٹوٹا

لعل تیرے لبوں کے سچے ہیں   کیوں[8] نہ یاقوت کوں کہوں جھوٹا

نیزۂ آہ سیں غنیم جنوں   گلشن آبادِ عقل کوں[9] لوٹا

اب تقید نہیں صنم[10] پرشکر   چاند میرا گہن ستی چھوٹا

---

[1] شوق۔ س و ۱۱۵۳ھ ا۔ [2] مکھ۔ ک و ۹۹ ا و ۱۱۵۳ھ ا [3] وصف۔ س۔ نور۔ ۹۹ ا۔ پور۔ ح و ۱۱۵۳ھ ا

[4] انجھو۔ س [5] س، میں مقطع یہ ہے۔ اے وارا ہے اس سوداگری میں / سراج اس واسطے جیو پیو پہ وارا [6] شمع۔ ح

[7] ابی۔ ح [8] بیاں۔ س [9] دریکھوں ہے جس انگے جھوٹا۔ س و ۹۹ ا [10] کا۔ س [11] سجن۔ س۔

عشق میں شوخ سنگ دل کے سراجؔ
شیشۂ ناموس و ننگ کا پھوٹا

۵

چیرۂ بل دار اُس خوں خوار نے سر پر سجا — کیوں نہ پیچ و تاب ہوں میرے جگر میں جابجا
باغ کی گلگشت کا گر ذوق ہے اے سرو قد — آرسی نے دیکھ صورت سیر گلشن کوں نہ جا
قطرۂ شبنم نہیں شرمندگی کا ہے عرق — دیکھ تجھ چہرے کی خوبی پھول گلشن میں لجا
دست بستہ ہو کھڑا ہے سرو تجھ قد کے حضور — گر غلامی خط تجھے دیوے تو ہے اس کوں بجا

بوالہوس کا کام نہیں ہے عشق کا دعویٰ سراجؔ
عشق کی لذت اُسے ہے جس نے عالم کوں تجا

۶

میرے جگر کے درد کا چارا کب آئیگا — یک بار ہو گیا ہے دوبارا کب آئیگا
پتلی ہماری نین کے جھروکے میں بیٹھکر — بیکل ہو جھانکتی ہے پیارا کب آئیگا

۱؎ جب سوں سر پہ ساجن نے سجا۔ س ۲؎ تب سوں پیچ و تاب ہیں۔ س ۳؎ تجھ کوں سجن۔ س
۴؎ یو ہے خجالت کا۔ س ۵؎ دیکھ کر تجھ مکھ۔ س ۶؎ ایک پگ اوپر۔ س
۷؎ کا دعویٰ کرے وو۔ س ۸؎ پتلیاں میرے۔ س۔

اس مشتری جبیں کا مجھے غم ہوا زحل　　طالع میرے کا نیک ستارا کب آئیگا

مرجھا رہی ہے دل کی کلی غم کی دھوپ میں　　گلزارِ دلبری کا ہزارا کب آئیگا

ہے شاد اپنے پھول سیں ہر بلبل اے سراج

وو یارِ نو بہار ہمارا کب آئیگا

۷

گر آرزو ہے تجھکوں تالاب کا تماشا　　کشتی میں چشم کی آ دیکھ آب کا تماشا

ہر شب ترا تصور آرامِ جانِ دل ہے　　آنکھوں کوں خوش لگے ہے جیوں خواب کا تماشا

اے قبلۂ دل و جاں تیری بھنوں کے دیکھے　　زاہد کوں خوش نہ آوے محراب کا تماشا

ہر قطرہ اشک میں ہے ظاہر پیو کی صورت　　پانی میں جیوں عیاں ہے مہتاب کا تماشا

تجھ ہجر کی اگن میں ہے اب سراج بے کل

آتش میں دیکھ آ کر سیماب کا تماشا

۸

بسکہ دل ہجر کی آتش ستی بے تاب ہوا　　اشک آنکھوں ستی فوارۂ سیماب ہوا

ل سوں۔ س۔ سینی بلبل۔ ک ۲ ہ رشک۔ ۸۹ و۔ ۳ چشم کی دیکھ آ آب کا۔ ۹۹ و۔ ۴ ہجر نین کی۔ س
۵ لگتا ہے خوش انکھاں میں جوں۔ س ۶ اے قبلہ گاہ و عاشق دیکھا سیں تجھ بھنوں کے۔ س ۷ ہر یک انجھو میں پیو ہے۔ س
۸ ہر انجھو چشم سوں۔ س

دیکھ کر چشم گہر ریز میری کی بارش — ابر نیساں عرق شرم سیں گل آب ہوا

صورت خواب سیں بیزار ہے تصویر مثال — جو ترے ہجر میں جیوں آئینہ بے خواب ہوا

مست دیدار کوں درکار نہیں شیشہ و جام — گردش چشم صنم جائے مے ناب ہوا

دل میرا زلف سیتی چھوٹ پھنسا ابرو میں — کفر کوں ترک کیا مائل محراب ہوا

شعلہ خو ظالم خوں خوار تن تنہا سیں — لشکر قلب یہ عاشق کے ظفر یاب ہوا

وصل کی رات میں درکار نہیں شمع سراج
جلوۂ حسن صنم ماہ جہاں تاب ہوا

۹

جس کوں مزا لگا ہے ترے لب کی بات کا — ہرگز نہیں ہے ذوق اُسے پھر نبات کا

دیکھے سے اُن لبوں کے جسے عمر خضر ہے — پیاسا نہیں ہے چشمۂ آب حیات کا

اے شوخ بزم ہجر میں روشن ہے شمع آہ — قصہ نہ پوچھ مجھ سیں جدائی کی رات کا

یارب طلب ہے داغ محبت کی مُہر کی — مدت سے کام بند ہے دل کی برات کا

---

۱ کوں نا۔ س ۲ د میں۔ ن۔ ۳ شوق۔ س

۴ ۔ س میں یہ مقطع ہے اور اس طرح درج ہے۔ اے سراج آج صنم فن ادا کے سنگات ؛ لشکر قلب پہ عاشق کے ظفر یاب ہوا۔

۵ س میں یہ غزل کا تیسرا شعر ہے اور مقطع درج ہے۔ ہجر کی رات میں درکار نہیں نور چراغ ؛ قطرۂ اشک میرا ماہ جہاں تاب ہوا

۶ مجھ لباں س ۷ تجھ ذوق میں۔ ن ۸ س۔ ندارد۔۔

جو ہے شہیدِ یار[1] وو ہے زندہ مدام — ہر زخم روح بخش ہے ظالم کے ہات کا

آبِ رواں ہے حاصلِ عمرِ شتاب رو — لوحِ[2] فنا میں نقش نہیں ہے ثبات کا

اے بت پرست دیدۂ بینا سیں دیکھ توں — یک ذات میں ظہور ہوا کئی صفات کا

میرے[3] بغل میں خواہشِ دنیا کا بت نہیں — کچلا ہوں میں نے لات سے سر اس منات کا

رخسارِ[4] یار حلقۂ کاکل میں ہے عیاں
یا[5] چاند ہے سراج اماوس کی رات کا

۱۰

جاتا[6] پہ جی نثار ہوا، کیا بجا ہوا — اُس راہ میں غبار ہوا، کیا بجا ہوا

مدت سے رازِ عشق میرے[7] پہ عیاں نہ تھا — یہ بھید آشکار ہوا، کیا بجا ہوا

تازے کھلے ہیں داغ کے گل دل کے باغ میں — پھر موسمِ بہار ہوا، کیا بجا ہوا

دل تجھ پری کی آگ میں سیماب کی مثال — آخر کوں بیقرار ہوا، کیا بجا ہوا

---

[1] ناز۔ک [2] جگ کے صفحے پہ۔س۔ [3] ج و س۔ مزار

[4] س میں یہ مقطع یوں ہے۔ ظاہر میں گرچہ سبز ہوں پر خوں ہے دل مرا // ہم رنگ ہوں سراج میں ہندی کے پات کا

[5] ہے چاند اے۔ک [6] جیو پیو اوپر۔س [7] تھا مجھ اوپر عیاں۔س [8] بارے اب یک [9] فن۔س۔

کشور میں دل کے تھا عملِ صوبہ دارِ عیش　　اب غم کا اختیار ہوا کیا عجب ہوا

آہوئے دل کہ وحشی صحرائے عقل تھا　　تجھ زلف کا شکار ہوا کیا عجب ہوا

وو آفتاب آج میرے قتل پر سراج

شب دیز پر سوار ہوا کیا عجب ہوا

۱۱

اُس پھول سے چہرے کوں جو کوئی یاد کریگا　　ہر آن میں سو سو چمن ایجاد کریگا

جس بیت میں تعریف لکھوں اسکی بھنوں کی　　البتہ ہلالی تجھی اُسے صاد کریگا

ہیں صف میں شہیدوں کی اُسے نامِ شہادت　　جو کوئی گلۂ خنجرِ جلاد کریگا

ہے بسمِل شمشیر نگہ ذوق سیں اپنے　　دل حشر میں کس مُنہ ستی فریاد کریگا

ہے جس کوں خراشِ جگری شربتِ شیریں　　ناخن کوں دمِ تیشۂ فرہاد کریگا

مغرور نہ ہو صافیٔ رخسار پہ اپنے　　پھرنوں تو میری بات کوں تم یاد کریگا

البتہ سر آنکھوں سے کرونگا اسے منظور　　جو عشق کا ہادی مجھے ارشاد کریگا

---

۱ دل کے نگر میں ۔ ۲ تجھ ۔ ۳ ح ۔ نزار ۴ ہے ۹۹ و ۵ بھنوں ۹۹ و ۶ بی ۔ ک

۷ حیف ۔ ۹۹ و ۸ جو کوئی کہ ۹۹ و ۹ خراش جگر شربت شیریں ۹۹ و ک میں یہ شعر نہیں ہے ۔

۱۰ قبول اس کو کرونگا ۔ ۹۹

معلوم[1] ہوا عشق کے اطوار سیں یوں کر مجھ عقل کی بنیاد کوں برباد کریگا

جلتا ہے سراج آتشِ ہجراں میں منم کی
کس دن دلِ غمگیں کوں میرے شاد کریگا

۱۲

کیا خوب ہوا آج کہ دو مو کمر آیا تھا جس کے بنا ضہر وو ہی[2] لب شکر آیا

رونے[3] میں تجھے دیکھ کے حیران ہوا ہوں کیا وجہ کہ اس ابر میں سورج نظر آیا

جوشش سیں ترے شوق کی جاتا ہے میرا ہوش پرواز کوں اس مرغ کے شاید کہ پر آیا

میں عقل کی فریاد کیا' حاکمِ غم پاس دروازۂ دل سیں اسے حکم بدر آیا

مۓ خانہ وحدت کا جو کوئی جام پیا ہے آرام کے کوچے سے نکل بے خبر آیا

بے خطرہ' اسے روضۂ رضواں ہے میسر تجھ عشق کی آتش میں جو کوئی بے خطر آیا

تھا[5] ذوق سراج آتشِ دیدار میں جلنا
صد شکر کہ پروانہ کا مقصود بر آیا

---

۱ ح-ندارد ۲ وہی-س ۳ روتے - ح دک - س میں یہ شعر
یوں ہے:- بیٹھا تھا اوسی یاد میں میں بازتصور ؛ آنکھیاں کوں دیا کھول اچانک نظر آیا۔
۵ س میں مقطع اس طرح ہے:- بے خود ہو سراج اس کی گلی بیچ کہا تھا ؛ صد شکر کہ دیدار کوں ا' بہرہ ور آیا۔

۱۳

خانۂ زیں میں جب سوار ہوا — صیدِ دل خود بخود شکار ہوا

جس کوں ہے آرزوئے دامنِ یار — غم کی آتش میں جل غبار ہوا

دامِ زلفِ ستمگرِ صیاد — عاشقوں کے گلے کا ہار ہوا

لذتِ ہجرِ گلبدن ہے جسے — رگِ گل اس کے دل میں خار ہوا

دیکھ کر حسنِ گل فریب ترا — عندلیبِ چمن نثار ہوا

اس کوں ہے نوکِ خار تارِ کفن — جو شہیدِ نگاہِ یار ہوا

دل کوں لازم ہے مرہمِ دیدار — زخمیِ تیغِ انتظار ہوا

سیر ہے ہم کوں باغِ حسرت کا — داغِ دل رشکِ لالہ زار ہوا

کیوں نہ جل جاوے گھر خرد کا سراج
عشق و دل پنبہ و شرار ہوا

---

۱ یا رجب نازسوں ۔ س ۔ زیں میں وہ ۔ ۹۹ و ۲ دلِ مشتاق تب ۔ س ۔ ۳ غم سے ۔ ۹۹ و جل کر اس شوق میں ۔ س
۴ گردنِ عاشقاں میں ہار ۔ س ۵ بس کہ نازک ہے گلبدن میرا ۔ س ۔ ۶ گیگ ۔ س ۔ ۷ مرف ح
۸ صد چاک کیوں نہ ہوئے حیراں س ۹ اشک رنگین آب بازی سوں ۔ س اشک رنگین کی آب داری سیں ۳۹۱
۱۰ س و ۳۹۱ و میں مقطع یہ ہے ۔ کیوں نہ تڑپے گا خاک و خوں میں سراج زخمِ الفت سوں دل فگار رہا ۔
۱۱ ۔ شیشہ ۔ ک ۔

۱۴

جان و دل سیں میں گرفتار ہوں، کن کا، اُن کا
بندۂ بے زر و دینار ہوں، کن کا، اُن کا

صبر کے باغ کے منڈوے سے جھڑا ہوں جیوں پھول
اب تو لاچار گلے ہار ہوں، کن کا، اُن کا

حوضِ کوثر کی نہیں، چاہ زنخداں کی قسم
تشنۂ شربتِ دیدار ہوں، کن کا، اُن کا

لب و رخسار کے گل قند سیں لازم ہے علاج
دل کے آزار سیں بیمار ہوں، کن کا، اُن کا

مدتیں ہویں کہ ہوا خانۂ زنجیر خراب
بستۂ زلفِ گرہ دار ہوں، کن کا، اُن کا

تشنۂ مرگ کوں ہے آبِ صُراحی دمِ تیغ
بسملِ ابروئے خمدار ہوں، کن کا، اُن کا

ناحق اس سنگدلی سیں مجھے دیتے ہیں شکست
میں تو آئینۂ سرکار ہوں، کن کا، اُن کا

ک - ہو - ک -

گلشنِ وصل میں رہتا ہوں غزل خوانِ فراق
عندلیبِ گل رخسار ہوں، کن کا، اُن کا
میں کہا رحم پتنگوں پہ کر اے جانِ سراج
تب کہا، شمعِ شبِ تار ہوں، کن کا، اُن کا

۱۵

ہے دل میں خیالِ گلِ رخسار کسی کا / داغوں سُں محبت کے ہے گلزار کسی کا
جاتا ہے مرا جان، نپٹ پیاس لگی ہے / منگتا ہوں ذرہ شربتِ دیدار کسی کا
سب پر ہے کرم، مجھ پہ ستم کیا ہے دو رنگی / دلدار کسی کا ہے دل آزار کسی کا
زنجیر بھلی، قید بھلی، موت بھی جیوں تیوں / پن حق نہ کرے کس کوں گرفتار کسی کا
میں ہوں تو دیوانہ پہ کسی زلف کا نہیں ہوں / واللہ کہ رکھتا نہیں یک تار کسی کا
یک دم تو ہم آغوش کر اے گلِ خوبی / ہو جاؤں نگا اب نہیں تو گلے ہار کسی کا
جھکتا ہے ذرا باد کے چلنے میں زمیں پر / نرگس ہے مگر باغ ہے بیمار کسی کا
لاتی ہے خبر یار کی سج دمِ شمشیر / کاری ہے مگر دل میں مرے وار کسی کا

۱؎ عشق۔ک۔ ۲؎ سے۔ک۔ ۳؎ ک و س۔ نوادر۔ میں ہوں تو پہ کسی۔ ۴؎ [illegible]۔ا۔ ۵؎ گلے۔ [illegible] و

ہر رات سراج آتشِ غم میں جلے کیوں

پروانۂ جاں سوز ہے بلہار کسی کا

۱۶

کل سیں بے کل ہے میرا جی[1] یار کوں دیکھا نہ تھا

کیوں نہ ہوئے بیتاب دل[2] دلدار کوں دیکھا نہ تھا

ہے بجا گر ہوئے غزل خواں مثلِ بلبل دل مرا

نو بہارِ گلشنِ دیدار کوں دیکھا نہ تھا

کیونکہ ہووے زاہد خود بیں مریدِ زلفِ یار

اس نے ساری عمر میں زنار کوں دیکھا نہ تھا

اب[3] مشبک ہو گیا اس تیرِ مژگاں کے طفیل

جس دلِ نازک نے نوکِ خار کوں دیکھا نہ تھا

ابروئے پرچیں کوں تیرے دیکھ دل حیراں ہوا

کیا مگر شمشیرِ جوہردار کوں دیکھا نہ تھا

---

[1] دل۔ س [2] غم۔ س۔ [3] ک میں ذیل کے چار شعر نہیں ہیں۔

سینۂ گل[1] دار میرا اس کوں آیا ہے پسند

یار نے شاید کبھی گلزار کوں دیکھا نہ تھا

دیکھ اشکِ گرم کوں[2] میرے کہا اس نے سراج

میں کبھی اس ابرِ آتش بار کوں دیکھا نہ تھا

۱۷

چراغ مہ سیں روشن تر ہے حُسنِ بے مثال اس کا

کہ چوتھے چرخ پر خورشید ہے عکسِ جمال اس کا

صنم کی زلف کے حلقے میں ہے جیوں جیم کا نقطہ

عجب ہے خوشنما اس عارضِ گلگوں پہ خال اس کا

عیاں ہوتا ہے جیوں کر سرو پانی کے کنارے پر

ہوا یوں جلوہ گر آنکھوں میں قدِ نو نہال اس کا

جُدا جب سیں ہوا وو دلبرِ جادو نظر مجھ سیں

جدا ہوتا نہیں یک آن خاطر سیں خیال اس کا

---

[1] گلزار۔ س و ۱۳۳۵ و [2] میرا پیو نے بولا اسے۔ س۔

مجھے ہے آرزو دل میں تری چاہِ زنخداں کی
نہیں درکار حوضِ کوثر و آبِ زلال اُس کا

گرفتارِ ہوس کیا لذتِ دیدار کوں پاوے
جدا جو کوئی ہوا ہے آپ سیں پایا وصال اُس کا

سراجؔ اے شعلہ رُو ہے کونسا سوئیں نہیں واقف
مجھے کیا پوچھتا ہے پوچھ پروانے سیں حال اُس کا

۱۸

تھا بہانہ مجھے زنجیر کے ہل جانے کا ⁽¹²⁾ چھوڑ دیو اب تو ہوا شوق نکل جانے کا

سنگ دل نے دلِ نازک کوں میرے چور کیا کیا ارادہ تھا اُسے شیشہ محل جانے کا

مت کرو شمع کوں بدنام جلاتی وو نہیں آپ سیں شوق پتنگوں کوں ہے جل جانے کا

آفریں دل کوں میرے خوب بجا کام آیا سچ سپاہی کو بڑا ننگ ہے ٹل جانے کا

شعلہ رُو جام بکف بزم میں آتا ہے سراجؔ
گردنِ شمع کوں کیا باک ہے ڈھل جانے کا

ا آیا - مخطوطہ - ل

۱۹

جو دیکھے اس کے کاکل کا تماشا ۱۲۱ نہ دیکھے پھر وو سنبل کا تماشا

ہوا[1] ہے جان بوجھ انجان مجھ سیں　　توں دیکھ اس کے تغافل کا تماشا

جو دیکھے یک نظر بلبل ترا رُخ[2]　　نہ آوے خوش اُسے گل کا تماشا

نہیں ہے اور خوباں[3] میں جہاں کے　　ترے ناز و تجمل کا تماشا

سراج اس چشم[4] کا مائل جو کوئی ہے
نہ دیکھے شیشۂ[5] مُل کا تماشا

۲۰

جو کچھ کہ تم[6] سیں مجھے بولناں تھا بول چکا ۱۲۲ بیان عشق[7] کے طومار کوں میں کھول چکا

ازل سیں مجھ کوں دیا ہے دِ صانع تقدیر　　میرے نصیب کے شربت میں زہر گھول چکا

جنوں[8] کے شہر میں نہیں[9] کم عیار کوں عزت　　میں نقدِ قلب کوں کانٹے میں دل کے تول چکا

مجھے خرید کیے تم[10] نے کم نگاہی سیں　　کمینہ بندۂ بے زر کا آج مول چکا

---

[1] شہید گوشۂ ابرو کیا مجھ - س　[2] کمہ - س　[3] خوباں - ک　[4] جام پر ل - س　[5] ہیر سیں - س　[6] شوق - س　[7] پرت نگر - س　[8] ہے یک نگاہ کا سودا - ک　[9] ک میں اس کی بجائے نیچے کے شعر کا دوسرا مصرع درج ہے۔　[10] پیو - س -

نہیں رہا سخن آبدار کا موتی
سراج طبع کے سب جوہروں کوں سول چکا

۲۱

ہوا ہوں ان دنوں مائل کسی کا ۱۳۷ نہ تھا میں اس قدر گھائل کسی کا

دیوانے دل کوں سمجھاتا ہوں لیکن	کہاں لگ ہوئے کوئی حائل کسی کا

ہوا ہے دل دہی کا تم پہ تاوان	نہیں آسان لینا دل کسی کا

خمِ گیسو سیں اپنے تو گرہ کھول	کھلے تا عقدۂ مشکل کسی کا

کیا یک وار میں کئی دل کی پھاکیں	لگا ہے ہات کیا کامل کسی کا

حنا سیں تم نے نہیں باندھے ہو مٹھی	لیئے ہو ہات شاید دل کسی کا

گلی میں جس کی شورِ کربلا ہے	سلونا شوخ ہے قاتل کسی کا

کہو اس لالۂ گلزارِ جاں کوں	کبھی تو دیکھ داغِ دل کسی کا

سراج اب سوزِ دل شیرا وو جانے
جو ہے پروانۂ محفل کسی کا

ل رہا ہے۔ ک	ل ابر گیسو کی لٹ کا گرہ۔ س ل پھاکیں۔ ک ل تم نہیں۔ ۹۹ و ل تیرا۔ س۔

۲۲

جو بیرہ کا وار کھا بسمل ہوا ۱۴۹ تشنۂ زخم کعب قاتل ہوا

ماہ رو کا درس دیکھا ہے جو کوئی عقل کھو کر عشق کا عاقل ہوا

پردۂ ستری کھلا ہے جس اوپر عالم ظاہر کا وو غافل ہوا

مصرعہ ابرو کسٹی کا یاد کر رفتہ رفتہ ماہِ نو کامل ہوا

جب ہوا جل کر جگر سب کیمیا نقدِ خالص عشق کا حاصل ہوا

اُس کے چہرہ پر سویدائے جگر نقطۂ مشک ختن ہوتل ہوا

یار کا دیدار پا کر اے سراج
شکر رحمٰن کر کہ توں واصل ہوا

۲۳

تری نگاہِ تلطف نے فیضِ عام کیا ۱۵۳ خرد کے شہر کے سب وحشیوں کوں رام کیا

اگرچہ تیر پلک نے کیا تھا دل گھا برما وے نگاہ کے خنجر نے خوب کام کیا

تیرے سلام کے دھج دیکھ کر میرے دانخ شتاب آ کے مجھے رخصتی سلام کیا

لہ پیا ۔ س نہ جا کے پیو کے کمھ اوپر یہ دل مرا ۔ ک تہ ہر خاص و عام کوں احساں کا غلام کیا ۔ ص

کہ دل پر نقش ۔ ک ۔ ہ دل بریاں ۔ س

نجانوں عشق کی بجلی کدھر سٹیں آئی ہے — کہ مجھ جگر کے کھلے کوں جلا تمام کیا

اسی کے ہاتھ میں ہے خاتمِ سلیمانی — نگینِ دل پہ جو نقشؔ اس صنم کا نام کیا

مجھے نگاہِ تغافل رقیب پر الطاف — ادائے مصلحت آمیزؔ نے غلام کیا

اے آفتاب تیری ظلمتِ جدائی میں

سراجؔ آہِ سحر کوں چراغ شام کیا

۲۴

۱۶۰ ہماری آنکھوں کی پتلیوں میں تیرا مبارک مقامؔ ہیگا

پلک کے پٹ ہم نے کھول دیکھے تو عینِ ماہِ تمام ہیگا

ارے شرابِ خرد کے کیفی، نہ کر توں دعوائے پختہ مغزی

مے محبت کا جام پی توں کہ اب تلک ظرف خام ہیگا

خیال ابروئے قبلہ رویاں ہوا ہے محرابِ سجدۂ دل

نماز شرطِ نیاز کی پڑھ، صفِ جنوں کا امام ہیگا

اگرچہ ہر سرو راست قامت چمن میں مغرورِ سرکشی ہے

مقابل اس قدِ خوش ادا کے میری نظر میں غلام ہیگا

ے سوں ۔ک ے منقش ۔س ے جو کا وام ہیں ے ۔۔۔ و ردیف "ہوئیگا" ے بہتر ۔ک ۔

سراج اس شعلہ رو سیں ہرگز گلہ روا نہیں ہے عاشقوں کوں
تمام جلتی ہے شمع ہر شب عبث پتنگوں کا نام ہیگا

۲۵

۱۶۵

اگرچہ بار ہے میرے سلام ہونے کا
کہاں ہے تاب مجھے ہم کلام ہونے کا

ہوا ہے حلقہ بگوش اسکا طوق قمری سیں
کیا ہے سرو نے دعوی غلام ہونے کا

نگہ کی سیف کوں کیوں پھینکتے ہو بے وسواس
نہیں ہے خوف مگر قتلِ عام ہونے کا

نگینِ دل پہ جسے نقشِ خاکساری ہے
کہاں ہے ذوق اسے اپنے نام ہونے کا

بیان عشق کی بیہودہ گفتگو مت کر
نہیں سراج یہ قصہ تمام ہونے کا

۲۶

۱۷۰

تجھ زلف کی شکن ہے مانندِ دام گویا
یا صبح پر ہماری آئی ہے شام گویا

ہیں صاد اسکی آنکھیں اور قد الف کے مانند
ابرو ہے نونِ نادر گیسو ہے لام گویا

مسجد میں تجھ بھنوؤں کی اے قبلۂ دل و جاں
پلکیں ہیں مقتدی اور پتلی امام گویا

---

۱ پیو ہیں۔ س ۲ روش۔ س ۳ ہے پیو کا حلقہ گوش۔ س ۴ طرف۔ ج ۵ اپنچے۔ س ۶ شوق ہے
۷ پر۔ س ۸ روز عاشقاں پر۔ س ۹ پیو کی انکھیاں۔ س ۱۰ [illegible] ۱۱ اوس
۱۲ پلکاں ہیں مقتدیاں اور۔ س —

رنگیں بہارِ جنت دوزخ ہے مجھ کوں اُس بِن
دوزخ ہے اسکے ہوتے دارالسلام گویا

ٹک ماہِ نو کی جانب اے ماہ رو نظر کر
خم ہو تیری بھنووں کوں کرتا سلام گویا

گل رو کے قدِ مقابل ہو با ادب کھڑا ہے
شمشاد ہے چمن میں اُس کا غلام گویا

شعرِ سراج از بس عالم میں ہیش دباں زد
دیوان کی زمیں ہے دیوانِ عام گویا

۲۷

ہمارا دل برِ گلفام آیا
قرارِ جانِ بے آرام آیا

کنہ پیچ و تابِ زلف کوں کھول
شکارِ دل کوں لیکر دام آیا

شتابی ہوش کوں سر سیں بدر کر
جنوں کا مجھ طرف پیغام آیا

کرے تا بلبلِ دل کوں غزل خواں
بہارِ عشق کا ہنگام آیا

اے زاہد بھاگ اس زلف سیہ سیں
یہ کافر دشمنِ اسلام آیا

برہ کے محکمے سیں قتلِ دل پر
پیادا غم کا لے اعلام آیا

ہوئی جوشِ محبت سیں زباں بند
صنم کا درمیاں جب نام آیا

---

۱ ہو۔ س ۲ ہو۔ س ۳ بہنواں۔ س ۴ گلشن میں تجھ قداں کے ہے سرنگوں ہمیشہ۔ س
۵ تیرا۔ س ۶ اب ہے سراج بے خود دیکھے سوں تجھ نگہ کے ٹک کرنے کوں ہوش حاصل اکھیاں لگا ہے جام گویا۔ س
۷ ہے یک ۸ ہزاراں شکر در گمنام آیا۔ ع۱۶۹۱ ۔ ۹ ۱۰ کا۔ ک ۱۱ کرے گا۔ ک۔

بلا ہے تجھ نگہ کی سیف کا وار دلِ بے تاب آخر کام آیا

سراج آنے میں اس جادو نظر کے
شکیب و طاقت و آرام آیا

۲۸

۱۸۶

دن بدن اب لطف تیرا ہم پہ کم ہونے لگا
یا تو تھا ویسا کرم یا[1] یہ ستم ہونے لگا

سچ کہو تقصیر کیا ہے عاشقِ مظلوم کی
نیمچا ترچھی نگہ کا کیوں علم ہونے لگا

تیغ ابرو کوں نیٹ کستے ہو پن حیراں ہوں میں
کون سے بیمار پر یہ آب دم ہونے لگا

شکر لِلّٰہ سرو رعنا کے تصور کے طفیل
رفتہ رفتہ دل مرا باغِ ارم ہونے لگا

بس کرو اے شاہِ فوجِ حسن، قتلِ عام کوں
عاشقوں[2] کی آہ کا نیزہ علم ہونے لگا

---

[1] پھر۔ س ۔ اب ۔ ک ۔ [1] اس شعر کے بعد "س" میں بعد کی غزل کا چھٹا شعر درج ہے ۔

[2] عاشقاں ۔ س ۔

تجھ کوں اے آہو نگہ کس نے سکھایا[1] یہ طرح

یا تو تھا اوروں سیں رم یا ہم سیں رم ہونے لگا

ہجر کی[2] راتوں میں یہ مصرع ہوا ورد سراج

دن بہ دن اب لطف تیرا ہم پہ[3] کم ہونے لگا

۲۹

شکر اللہ ان دنوں تیرا کرم ہونے لگا — ۱۹۳ — شیوۂ جور و ستم فی الجملہ کم ہونے لگا

کیا اگر قمری نے تجھ قد کی صفت جا کر کہی — باغ میں شرمندگی سیں سرو خم ہونے لگا

صلح کا پیغام بھیجا اب غنیم ہجر نے — لشکر غم ہر طرف سب یک قلم ہونے لگا

جب گیا توں سیر کوں بے خود ہوئے اہل چمن — سب طرف سیں سجدۂ نقش قدم ہونے لگا

قطرۂ شبنم نہیں اس[4] عارض گلگوں کوں دیکھ — گل عرق شرمندگی کا لا کے نم ہونے لگا

شاید اب کے سال ہوئے وصل گل با مراد — آ مکے آرے سیں نخل دل قلم ہونے لگا

کیوں سراج اوپر نوازش کی نظر کرتے نہیں

دن بدن اب خانہ زاد بے درم ہونے لگا

---

[1] سکھائی۔ س [2] ہجن برات۔ س [3] سوں۔ س [4] دیکھ تجھ مکھ کی بہار۔ س

۳۰

۲۰۰

غم کی جب سوزش سیں محرم ہوئیگا — چشمۂ خورشید شبنم ہوئیگا

یاد لاوے گا کبھی تو مجھ کوں یار — شمع بن پروانہ پر کم ہوئیگا

عاشق و معشوق میں ثالث ہے عشق — صلح کا پیغام باہم ہوئیگا

کفر و ایماں دونوں ہیں عشق کمیں — آخرش دونو کا سنگم ہوئیگا

سرو قد کے بن عبث ہے سیر باغ — بار غم سیں سرو بھی خم ہوئیگا

گر کرے احوالِ شبنم پر نظر — رتبۂ خورشید کیا کم ہوئیگا

کعبۂ کوئے صنم میں اے سراج
اشک میرا آبِ زمزم ہوئیگا

۳۱

۲۰۷

گل ترے رشک سیں دو نیم ہوا — بسمل خنجر نسیم ہوا

غارتِ دل کوں وو صفِ مژگاں — نیزۂ لشکرِ غنیم ہوا

بے علاج اس کوں شربتِ دیدار — جو ترے ہجر کا سقیم ہوا

---

۱ کوں ۔ک ۔ کی ۔ [illegible] ۔ و ۔ آئینہ ۔ک ۔ کب ۔ک ۔ [illegible] پردہ ۔ ح ۔

عاشقوں[1] کے جگر سے کیونکر کھلے　　عقدۂ عشق مستقیم ہوا

بے گناہوں[2] کے حق میں اے ظالم　　غم ترا آتشِ جحیم ہوا

خلوتِ ہجر میں تری مجھ کوں　　ہم نشیں درد و غم ندیم ہوا

تجھ[3] جدائی میں طفلِ اشک سراج
ناز پرور جو تھا یتیم ہوا

۳۲

تیرے[4] آنے میں میرے ہوش نے تعظیم کیا　　ہر یک بیک عشق کے آداب کوں تقدیم کیا

دیکھ کر ناز و تجمل کوں ترے قامت کے　　صحنِ گلزار میں ہر سرو نے تسلیم[5] کیا

عاشق زار کوں بس[6] چاہ زنخداں تیرا　　بوالہوس آرزوئے چشمۂ تسنیم[7] کیا

ایک پل[8] چین نہیں تیری گلی بن اس کوں　　اشک کے طفل کوں ہر چند میں تعلیم کیا

اپنی قسمت کے غم و عیش میں شاکر ہوں سراج
جو منجم نے ازل کے میری تقویم کیا

---

[1] عاشقاں۔ ص ۱۹۹۔ [2] اے بن حق میں بے گناہاں کے۔ س [3] مجھ۔ ک [4] یہ۔ یر کے۔ س

[5] جنت کی نہیں ہے پروا۔ س [6] تسلیم۔ س [7] گھڑی۔ س [8] ہے۔ س

۳۳

۲۱۹

قد ترا سرو رواں تھا مجھے معلوم نہ تھا
گلشنِ[1] دل میں عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

دھوپ میں غم کی، عبث جی کوں جلایا افسوس
اُس[2] کے سایہ میں اماں تھا مجھے معلوم نہ تھا

یار نے ابروؤ[3] مژگاں سیں مجھے صید کیا
صاحبِ[4] تیر و کماں تھا مجھے معلوم نہ تھا

سب[5] جگت ڈھونڈ پھرا یار نہ پایا لیکن
دل کے گوشہ میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

خاک تیرے قدمِ پاک کی اے نورِ[6] نگاہ
سرمۂ دیدۂ جاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

میں[7] سمجھتا تھا کہ اس یار کا ہے نام و نشاں
یار بے نام و نشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

---

[1] دل کے گلشن میں۔ س [2] پیو۔ س [3] ابروئے۔ ک [4] اس کنے۔ س و ع۲۹۱ ا
[5] ح ندارد۔ ع۲۹۱ و [6] نورِ عین۔ س [7] ح ندارد۔

روزہ دارانِ جُدائی کوں خمِ ابروئے یار[1]
ماہِ عیدِ رمضان تھا، مجھے معلوم نہ تھا

نگہِ[2] شوخ نے، دل ایک کرشمہ میں لیا
کیا بلا سیفِ زباں تھا، مجھے معلوم نہ تھا

شبِ[3] ہجراں کی نہ تھی تاب مجھے مثلِ سراج
رُخ ترا نور فشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

۳۴

ہمدرد نہیں کوئی میرے اس دردِ نہاں کا ۲۲۸ کس پاس کہوں جاکے[1] بیاں آہ و فغاں کا

ہوتا ہے قلم سوز سیں فوارۂ سیماب جب حال لکھوں میں جگرِ شعلہ فشاں کا

مجھ[2] رشک کی آتش سیں سدا باغ ہے سوزاں ہے دل میں میرے داغ گُلِ لالہ رخاں کا

بے جلوۂ مہرو، میرے دل کے ہوئے ٹکڑے حیران ہوں میں زورِ کلیجا ہے کتاں کا

سودائی[3] بازارِ محبت جو ہوا ہے زنہار خیال اس کوں نہیں سود و زیاں کا

---

[1] ابرویار۔ ح [2] ۲۹۱ و دس میں یہ مقطع ہے۔ "دل بیدل نے کہا تھا سو ہوا آج سراج" الخ

[2] شبِ ہجراں کے اندھار سوں تنگ آیا تھا۔ س [3] یہ حال۔ ۳۹۱ و (دل ۲۹۱) ث (کرت ۲۹۱) ح ندارد

[3] جو عشق کے بازار کا بے پار کیا ہے ؎ عالم میں خیال اس کو نہیں سود و زیاں کا۔ س ۳۹۱ و

جو داغ ہوا تازہ، گُلِ باغِ محبت ہرگز اُسے وسواس نہیں بادِ خزاں کا

ہوئے بحرِ خیابان و ہر ایک موجِ صنوبر گر عکس پڑے آب میں اُس سرو رواں کا

اے جانِ سراج اُٹھ تو تیرا سوزہ صورت

ہر رات وظیفہ ہے دلِ شعلہ زباں کا

۳۵

۲۳۶

جو بسملِ کرشمۂ نازِ بتاں ہوا بے تابیِ جگر سیتی وو نیم جاں ہوا

عشاق اس کے زخم سیں مقتول کیوں نہ ہوں خنجر کوں تجھ ادا کے تغافل فشاں ہوا

سینہ میں رازِ عشق کا پوشیدہ کیوں رہے تجھ آہ و نالہ پردہ درِ عاشقاں ہوا

مجھ چشمِ اشکبار کی جس نے لکھا ہے شرح ہر نقطہ اس کے کلک سیں گوہر فشاں ہوا

جس پھول نے ترے سیں کیا دعویٰ بہا وو پائمالِ آفتِ بادِ خزاں ہوا

ہر صفحہ اس کے حسن کی تعریف کے طفیل گلشن ہوا، بہار ہوا، بوستاں ہوا

ہنستا ہے مجکوں دیکھ کہ وو شوخ اے سراج

شاید کہ رنگ زرد مرا زعفراں ہوا

لہ آج میرے حال پہ کر مہر۔ س ۲ یو جور و ستم بول کہ ہے رسم کہاں کا۔ س و ع ۲۹۱ و

۳ یر۔ س ۴ جس نے لکھا شرح۔ م ۹۹ ا۔ ۵ جس گل نے تجھ سیتی کیا دعوائے ہم سری۔ س

۳۶

بجا ہے بلبل و قمری جو نغمہ خواں آیا ۲۲۲ کہ یار گلبدن و سروِ نو جواں آیا

نپٹ عجب میں ہوں سوچ کدھر کوں نکلا ہے — وہ مہر ماہ رُخ و ماہ مہرباں آیا

بدن خوشی سیں سماتا نہیں ہے جامے میں — کہ راحتِ دل و آرام بخش جاں آیا

ہر ایک مرغ چمن نے نثار کرنے کوں — چمن سیں لے کے طبق گل کا زرفشاں آیا

خیالِ عکس رُخِ یار شیشۂ دل میں — مری نظر سیں مثالِ پری نہاں آیا

اگرچہ وصل میں ہوں نیم ہجر باقی ہے — قرار خاطرِ بے صبر کوں کہاں آیا

مری زبانِ خموشی کوں جو سمجھتا ہے
سراج آج وہی یارِ رمز داں آیا

۳۷

مجھ سیں غم[1] دستِ گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا ۲۳۱ چاک سینہ کا نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا

اب تلک مجکوں کسی شخص کے چہرہ کا خیال — صورتِ آئینۂ جاں نہ ہوا تھا سو ہوا

صفِ عشاق میں کوئی ثانی مجنوں مجھ سا — وحشیِ کوہ و بیاباں نہ ہوا تھا سو ہوا

اشک[2] اولے ہو برستے ہیں مرے دامن میں — یہ ورق نقرہ افشاں نہ ہوا تھا سو ہوا

---

[1] مجکوں ۔ ک [2] اب برسنے لگے دامن میں انجھو کے اولے ۔ ۳۹۱ و س

خنجرِ عشق نے احسان کیا سر پہ مرے — جاں کندن کبھی آساں نہ ہوا تھا سو ہوا

قبلہ رو رحم کیا مجھ پہ خطِ آغازی میں — کافرِ ہند مسلماں نہ ہوا تھا سو ہوا

آہِ سوزاں سیں مرے داغِ صحرا میں سراج

قبرِ مجنوں پہ چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

۳۸

۲۵۷

جس کا دل شوق میں جیوں آئینہ حیراں نہ ہوا — سب ہوا لائقِ ہم چشمیِ جاناں نہ ہوا

زلفِ جمعیتِ دل کیونکہ لگے ہاتھ اسے — سلسلے میں جو محبت کے پریشاں نہ ہوا

یاد آتا ہے میرے قتل پہ اور میں ہوں خجل — حیف اس وقت پر میرا دل بے جاں نہ ہوا

صحنِ گلزار میں کیا کام ہے صحرائی کا — جائے گل حیف یہاں خارِ بیاباں نہ ہوا

کیا سبب دیکھ رہا آئینہ لے شوخ تجھے — کیوں پشیماں نہ ہوا سر بہ گریباں نہ ہوا

لذتِ نعمتِ دیدار نہ پاوے ہرگز — مجلسِ غم میں جگر جس کا نمکداں نہ ہوا

اپنے مقصود کی بلقیس کوں رکیوں جا پہنچے — طپشِ دل سیں جسے تخت سلیماں نہ ہوا

باغ نے سرو کی انگلی کوں لب جو تہ رکھا — حیف کھاتا ہے کہ وو سروِ خراماں نہ ہوا

---

۱ پ۔ ۳۹۱ ا ۲ بیکا۔ ۱۲۵ ا ۳ کوں۔ک ۴ ح نزار ۵ پ۔ ۱۴۳ ا۔

اس طرف یار کوں کب میلِ تماشا ہے سراج
ریزشِ اشک سیں جس گھر میں چراغاں نہ ہوا

۳۹

۲۹۶

رشتے میں تیری زلف کے ہے جان ہمارا | بیجا نہیں سنبل کے اوپر مان ہمارا
سرمایۂ آشفتہ دلی جمع ہوا ہے | آ دیکھ صنم حال پریشان ہمارا
جیوں صورتِ دیوار ہوا محو تمنا | مشتاق تیرا ہے دلِ حیران ہمارا
درپیش ہے ہم کوں سفرِ منزلِ مقصود | بس آہِ سحرگاہ ہے سامان ہمارا
تیرے لبِ شیریں کی سنا جب سیں حکایت | کاشانۂ زنبور ہوا کان ہمارا
مجنوں کی طرح وحشیِ صحرائے جنوں نہیں | ہے وسعتِ مشرب سیتی میدان ہمارا
کہتے ہیں تیری زلف کوں دیکھ اہلِ شریعت | قربان ہے اس کفر پہ ایمان ہمارا
آزاد کئے قید سیں تسبیح کی اس کوں | ہے گردنِ زنار پہ احسان ہمارا
سینے کے طبق میں ہے کبابِ دلِ پرسوز | جس دن سے غمِ ہجر ہے مہمان ہمارا
اے شوخ کشش سیں تیرے ابرو کی کماں کی | دل ہاتھ سیں جاتا ہے ہر ایک آن ہمارا

لہ سجن - س ٹ یو - س - بے بک - مخطوطہ ا ٹ نین - س

اے[1] جانِ سراج ایک غزل درد کی سن جا
مجموعۂ احوال ہے دیوان ہمارا

۴۰

۲۷۷

ہمارے[2] پاس جاناں آن پہنچا — دلِ بے جان کوں اب جان پہنچا
نہ ہووے کیوں شورِ دل کی بانسلی میں — ملاحت کا سلونا کان[3] پہنچا
کماں ابرو کی ہر ترچھی نگہ سیں — جگر کے توڑنے کوں بان پہنچا
دکھایا مصحف رخسار اپناں[4] — ہمارا دین اور[5] ایمان پہنچا
مجھے کہہ کا گرزی[6] چیرے[7] والے — کہ وقت سیر نا فرمان پہنچا
مے و جام و گل و مطرب ہے موجود — بہارِ وصل کا سامان پہنچا
دلِ مفلس نے پایا وصل کا گنج — بھکاری کوں درس کا دان پہنچا

سراج اب گھر ترا روشن ہوا ہے
کہ وو شمع رو مہمان پہنچا

---

[1] اے جان سراج آج لیجا تحفۂ مجلس - س، و ۳۹۱ و [2] میرے کن - س [3] آن - ک
[4] تیرا - ۴۵۲ و [5] پیوتے - س [6] بھر - س [7] کا گرزی - ح [8] چیرہ - ک [9] ح و ک ۴۵۲ و ندارد

۱۴۱

۲۸۵

ماجرا سن کر ہمارے اشکِ بے پایان کا
آب ہو جاتا ہے زہرا نوح کے طوفان کا

دیکھ کر دریا میں اس مہندی بھرے ہاتوں کا عکس
خشک ہو جاتا ہے لوہو پنجۂ مرجان کا

اس بنفشئی[1] پوش سیں مت مل رقیبِ زرد رو
کیا توں شاخِ زعفراں ہے باغِ نافرمان کا

سبزۂ خط سیں زنخداں نے تری پایا ہے رنگ
ان دنوں آیا ہے تحفہ سیب ہندوستان کا

ہے ہمارے نالۂ پرسوز کا مطلب بلند
سرو قد کوں ہوئے گر معلوم حال اس تان کا

ہے بیانِ سوزِ[2] بے تابی مری ہر بیت میں
برق کے سونے سیں جدول چاہیے دیوان کا

---

[1] بنفشہ۔ ک [2] شور۔ ۸۵۴ و۔

خوف میں ہوں سن کر خناو حسن کے خط کی خبر
دیکھیے کیا ہوئے گا مضمون اس فرمان کا

زلف کافر سیں لگی بہنے نسیم مشک بو
زاہدو باد خزاں ہے گلشن ایمان کا

جاں سپاریٔ داغ کتھا چونا ہے چشم انتظار
واسطے جہانِ غم کے دل ہے بیڑا پان کا

گوشۂ محرابِ ابرو میں ترے خالِ سیاہ
تابعِ اسلام ہے سردار کفرستان کا

اے سراج آیا نہیں وو نورِ چشم انتظار
خانہ ویراں ہوگیا ہے دیدۂ حیران کا

۴۲

۲۹۶

دلِ اس کی کشش نے اینچا ہے تن ہمارا — ہے خاک اس قدم کی شاید وطن ہمارا

اے دوستانِ جانی دل سیں کرو توجہ — تا جان پاس اپنے پہنچے بدن ہمارا

گر زندگی ہے باقی پھر تم سیں آملینگے — دیدار آخری ہے جو ہے مرن ہمارا

ے دل ۱۹۱ ر ے چرن۔س ے جیوں۔س

دریائے مدعا کا لائے ہیں تھا جب سیں — ہر بوند اشک کا ہے دُرِّ عدن ہمارا

درکار نہیں ہے پہریں بر میں قبائے زینت — یہ بس ہے خاکساری خاکی برن ہمارا

سب چھوڑ خانماں کوں ہیں اس کی جستجو میں — ہے دشت اور بیاباں باغ و چمن ہمارا

مانند کوہ کن ہے بے کل سراج کا دل

شاید کہ مان لیوے شیریں سخن ہمارا

۴۳

تصور تجھ بھواں کا اے صنم سمرن ہوا من کا [۳۰۲]

سدا دیول کی پوجا کام ہے ہر یک برہمن کا

ہوا ہے سرنگوں ہر سرو تجھ قد کی خجالت سیں

گھٹایا حسنِ روز افزوں نے تیرے مان گلشن کا

ترے دیکھے چکوروں کی نہ ہووے کیوں آرزو حاصل

ہوا عالم میں روشن چاند پورا حسن کے گہن کا

ٹ مقصود کے دریا۔ س ته ہے انجم کا درِ عدن۔ س و ۲۹۱ و ے ی۔ س ٹ بدن۔ ک

ٹہ سب خانماں کوں تج کر ہیں پیو کی جستجو میں۔ س و ۲۹۱ و ٹ بھر۔ س ٹ فرہاد کی نظر ۲۹۱

کیا ہے حق نے مجکوں بادشاہِ کشورِ خوبی
غریبوں کی صدا کوں مان لے دے وان درسن کا

بجا ہے گر مرا رتبہ سریرِ عرش پر ہووے
صفائے دل سیں نقشِ پا ہوں پیتم کے دامن کا

عجب آتا ہے مجکوں خوبرویاں کے تغافل پر
اگرچہ دوست ہیں کرتے ہیں لیکن کام دشمن کا

برہ کے تیرِ باراں کوں سہا ہے بے جگر ہو کر
دلِ مجبور میرا سور ہے تجھ عشق کے رن کا

کرے گر سیرِ دریا سینۂ ناصاف سیں زاہد
تو ہووے عکس پانی میں نہاں خورشید روشن کا

سراج اس آتشیں رو کی جھلک درکار ہے مجکوں
کمالِ ناتوانی سیں ہوا تنکا مرے تن کا

۴۴

دیکھ کر تجھ حسن کی لیلیٰ کوں جیوں مجنوں ہوا　　بے خودی کے دشت میں دیوانہ و مفتوں ہوا

[illegible]

نہیں ہے مجکوں احتیاج جامِ لبریزِ شراب — غم کی مجلس میں مرا دل ساغرِ پرخوں ہوا
دیکھ کر تیرا قدِ طوبا صفت اے خوش ادا — تھا قدِ سروِ سہیٔ اول الف اب نوں ہوا
سرخوشی[1] ہے یاد میں تیری مجھے ہر روز و شب — شوق تیرا حق میں میرے نشۂ معجوں ہوا
جو دلِ مفلس کہ منگتا تھا گدائی در بدر — دولتِ دیدار پا کر وقت کا قاروں ہوا
سرو کی ہمسر جو ہووے آہ اسکی کیا عجب — رات[2] دن جس کوں خیالِ قامتِ موزوں ہوا

کام میرا نغمہ خوانی ہے جُدائی میں سراج
بزمِ غم میں مجکوں تارِ آہ کا قانوں ہوا

۴۵

۳۱۶

تیری بھنووں کی تیغ کے جو روبرو ہوا — سب عاشقوں کی صف میں وہی سرخرو ہوا
تجھ زلف کے خیال سیں کیونکر نکل سکوں — ہر پیچ و خم نمونۂ طوقِ گلو ہوا
تیرے نگہ کا تیر ہے ازبس کہ موشگاف — ممنوں ہر ایک زخم سیں میں مو بمو ہوا
رشتے سیں موجِ گل کی ہوائے بہار میں — سب بلبلوں کا چاک گریباں رفو ہوا
سورج کا رنگ چاند سر کیا ہوا سفید — جس صبح کوں سوار وو خورشید رو ہوا

---

[1] دل خوشی ۔ س [2] جس کے ہر شب ۔ س

جس کی زباں میں عشق کے افسوں کا ہے اثر　　ہر حرف اس کا موجِ پری ہُو بہُو ہوا

بر جا ہے گر کہوں میں اسے شیشۂ آتشی
چشمِ سراج آئینۂ شعلہ رو ہوا

۴۶

۳۲۶

عشق جب آیا تو ترکِ آبرو کرناں لگا　　گوشہ گیری چھوڑ سیر کو بجو کرناں لگا

میں نہ رکھتا تھا شہیدوں کی عبادت کی خبر　　اب دمِ خنجر کے پانی سیں وضو کرناں لگا

دل میرا بے دل ہو گیا جانے کدھر جا تا رہا　　یار تھا کیا کیجئے اب جستجو کرناں لگا

دلبرِ تو خط نے دل لے کر کیا انکار صاف　　آرسی شاہد ہے اسکوں روبرو کرناں لگا

دل کی اب دیوانگی کا اور کچھ نہیں ہے علاج　　حلقۂ زلفِ صنم طوقِ گلو کرناں لگا

یاد ہیں وو دن کہ تھی ہر رات ہم کوں چاندنا　　عید کی سی چاند کی اب آرزو کرناں لگا

وحشتِ دل کا نظر آتا نہیں ہرگز علاج　　حلقۂ زلفِ صنم طوقِ گلو کرناں لگا

دل ہوا چاک آفتابِ حسن کے شوقوں سراج
سوزنِ خطِ شعاعی سیں رفو کرناں لگا

۴۷

۳۳۲

وحشی ہوا ہوں دلبرِ گلرو کی چشم کا — کیا[1] کام میرے سامنے آہو کی چشم کا

اب شیشۂ شراب کوں لا طاق میں[2] رکھو — بس ہے خیال مجہ کوں خوش ابرو کی چشم کا

رخسار پر صنم کے جو خالِ[3] سیاہ ہے — وہ مردمک ہے حلقۂ گیسو کی چشم کا

اس کی نظر میں ہے گلِ[4] نرگس سفید داغ — جو مبتلا ہے شوخ سمن بو کی چشم کا

توں مقصد سراج غزل خواں ہے جیوں کہ گل

جانِ نظر[5] ہے بلبل خوشگو کی چشم کا

۴۸

۳۲۹

جس نے تجہ حسن پر نگاہ کیا — نورِ خورشید فرشِ راہ کیا

حق نے اپنے کرم ستی مجہ کوں — ملکِ خوبی کا پادشاہ کیا

مشقِ غفلت سے تیرہ[6] باطن نے — صفحۂ زندگی سیاہ کیا

حوضِ کوثر کا تشنہ لب کب[7] ہے — اس[8] زنخداں کی جس نے چاہ کیا

کوچۂ زلف میں گیا جب دل — برگ سنبل کوں زاد راہ کیا

---

۱ ست نام بجو بوا گے آہو کی چشم کا۔ م ۲۹۱؟۔ ؤ ۲ پر ص ۹۹۔ ؤ ۳ جو خال ہے سیاہ ہے کے ۴ نرگس ہے۔ ک

۵ بدر۔ ک ۶ تیرے۔ ص ۴۸۲ ؤ ۷ نیں۔ ص ۴۸۲ ؤ ۸ تجہ۔ ک

برق خرمن ہے جانِ دشمن کا — درد سیں جس نے ایک آہ کیا

مت جلا اب سراج کوں ظالم
شعلۂ غم کوں عذر خواہ کیا

۴۹

۳۲۶

نقشِ قدم ہوا ہوں محبت کی راہ کا — کیا دلکشا مکاں ہے مری سجدہ گاہ کا

گرمی سیں آفتابِ قیامت کی کیوں ڈروں — سایہ ہے مجھ کوں سروِ قیامت پناہ کا

ناسور ہو کہ روزِ قیامت تلک بہے — جس کے جگر میں تیر لگے تجھ نگاہ کا

پیو کا جمال دیکھ ہوا چاک چاک دل — جیوں کہ کتاں پہ عکس پڑے نورِ ماہ کا

ڈورے نہیں ہیں سرخ تیری چشمِ مست میں — شاید چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا

دل تجھ برہ کی آگ سیں کیونکر نکل سکے — شعلہ سیں کیا چلے گا کہو برگِ کاہ کا

سنبل ہے جیوں کہ جلوہ نما جوئبار پر — انکھوں میں میری عکس دو زلفِ سیاہ کا

جمتا شب رو کے رخ پہ سیہ خط نہیں سراج
باکر کھلا ہوا ہے میرے دودہ آہ کا

ے سر دیدہ عالم۔ ب ک — ے رہے ۹۹ ؤ ے ہم — و ۵۸ ؤ نادر — ے میرے نین پہ عکس۔ س ؤ ۳۹۱

ے چند مکھی کے گرد پہ نہیں ہے خط لے سراج ۳۹۱ ؤ و س۔

۵۰

سونے راتوں کوں گر جنگل میں میرے غم کی واویلا ۳۵۲
تو مجنوں قبر سیں اٹھ کر پکارے آہ یا لیلا

ہمارا خون ناحق نہیں ہوا ضایع ارے قاتل
زمیں سے گل ہو نکلا آسماں پر ہو شفق پھیلا

ہرن سب ہیں براتی اور دیوانا بن کا دولہا ہے
پہیر خلعت کوں عریانی کی پھرتا ہے بنا چھیلا

شراب صاف دے تا صاف ہو ساقی غبار غم
ہمارا دل نپٹ گرد کدورت سے ہے اب میلا

سراج اس شعلہ رو کی تنگ پوشی کوں کہاں پہنچے
کہ ہے جامہ بدن میں شمع کے فانوس کا ڈھیلا

۵۱

۳۵۷

بھول جا حرف بے وفائی کا ياد کر علم آشنائی کا

سے سنے ... ۵ یہ کہہ ... پھر اک ... دیوان ... دولا ... ۵
... خار ... ہوا ... بر ... ترک کر شیوہ ... ۳۹۱ ... داغ ہے دل میں جو جدائی کا ... رکھ کے

آ میری آہ کا تماشا دیکھ — گر تجھے ذوق ہے ہوائی کا

شربت زندگی اسے ہے تلخ — جس نے پایا[1] مزہ جدائی کا

آرسی حق نما ہے اے غافل — خوب[2] نہیں طرز خود نمائی کا

دور آیا ہے چشم ساقی کا — وقر[3] اب کب ہے[4] پارسائی کا

بھیک منگنے تمہارے[5] ابرو پاس — ماہِ نو جام ہے گدائی کا

نہیں[6] مرے دل میں داغِ عشق سراج

ہے سپند آتشِ جدائی کا

۵۲

۳۶۶

جب وو تیغِ چشم سرے سیں سیہ تابی ہوا — رنگ خاموشی صدائے حلقِ بے تابی ہوا

دیدہ وا ہوں انتظار[7] یار میں جیوں آئینہ — سرمۂ حیرت نصیبِ چشمِ بے خوابی ہوا

نام تیرا ہر گھڑی اے جوہرِ کانِ حیا — مجھ نگینِ دل پہ نقش[8] موجِ بے تابی ہوا

احتیاج[9] شمع کب ہے مجلسِ عشاق میں — سوزِ آہ شعلہ افشاں نورِ مہتابی ہوا

جوش میں ہے بس کہ میرے اشک کا دریائے شور — مردمک مجھ چشم تر میں مردمِ آبی ہوا

---

[1] چاکھا۔ س [2] مجھ چھوڑ دے۔ س [3] دور میں تجھ نین کے اے جاناں۔ س [4] نیں رہا وقر پارسائی کا۔ س

[5] سجن کے۔ س [6] س اور ۲۹۱ میں مقطع اس طرح ہے۔ کر تو ہم سراج پر اے شوخ! قتل ہے تیغ کج ادائی کا۔ ۲

[7] انتظاری میں تری ۲۹۱ [8] موج لطف سے۔ ک [9] شمع کی حاجت نہیں ہے مجھ کوں غم کی رات میں ۲۹۱

اے صنم تیرے خیال ابروے خوں ریز سیں　　دل شہادت گاہ زخم تیغ محرابی ہوا

یاد میں اُس لعل لب کی بس کہ گریاں ہے سراج
اشک حسرت رشک بخش رنگ عنابی ہوا

۵۲

۳۷۳

ہے اُٹھاں چیرۂ زری والا　　چشم بلبل کی بکتری والا

نرگس شوخ چشم ہے باغی　　ہے کدھر چشم عبہری والا

دل دہی کا خیال کیا جانے　　نام جس کا ہے دلبری والا

بیٹھ دوکان چشم پر کئی دن　　اشک میرا ہوا تری والا

عشق کا فرسیں عقل کا بس نہیں　　یہ فرنگی ہے پھلجھڑی والا

یاد میں اس کی چشم مے گوں کی　　شیشۂ دل ہوا پری والا

اے سراج اس زمین مشکل میں
کیا کرے فکر سرسری والا

۵۴

۳۸۰

جس کوں ہے ذوق مے ساغر مدہوشی کا　　ہے اسے شغل تری چشم سیں مے نوشی کا

لہ کاں [illegible]

ماتمِ حالِ پریشاں سیں مرے اے ظالم — زلف تیری نے لیا رسم سیہ پوشی کا
لایق پیرہنِ فقر ہیں آئینہ دلاں — تیرہ دل کب ہے سزاوار نمد پوشی کا
پردۂ عیب نہ کر فاش کسی کا ہرگز — گر تمنا ہے تجھے نام خطا پوشی کا

بس ہے یک جلوۂ دیدار ترا جانِ سراج
نہیں ہے ظاہر میں اسے ذوق ہم آغوشی کا

۵۵

۳۸۵

جو کوئی شغلِ کثرت سیں خالی ہوا — وہ اسرارِ وحدت کا حالی ہوا
پیا کاسۂ سر کوں وو ہات میں — ترے وصل کا جو سوالی ہوا
کیا جس نے آنکھوں کا پانی رواں — محبت کے گلشن کا مالی ہوا
نہ ہووے جامِ کوثر سیں محروم وو — علی ولی جس کا والی ہوا
جو کوئی لیوے جل جائے اس کی زباں — ترا نام اسمِ جلالی ہوا
لباسِ بسنتی ترا دیکھ کر — مجھ آنکھوں کا آنسو گلالی ہوا

مرا دل ہے فانوسِ حیرت سراج
کسی شمع رو کا خیالی ہوا

---

۱ اے صنم حال پریشاں کے مرے ماتم سوں ۔ س ۲ کیا ۔ ک م ش ہ و ۳ نیں ۔ س ۴ نہیں زنہار ۔ ک ۵ مجھ ۔ م ش ہ و ۶ میں ۔ س ۷ کا نہ ۔ س ۸ عشق ۔ ک ۹ میں ۔ ک ۱۰ نہیں م ش ہ و ۔

۵۶

۳۹۲

یارؔ جب میری طرف آنے لگا ۔۔۔ دل کی بے تابی سیں جی جانے لگا

گلبدن نے دل لیا یک رنگ ہو ۔۔۔ پھر توکئی کئی رنگ بھلانے لگا

دل نہیں ہے بلکہ ہے سولی کا پھول ۔۔۔ دوسرا منصور کہلانے لگا

ہوں ترے ابرِ کرم کا تشنہ لب ۔۔۔ آگ کا مینہ کیوں تو برسانے لگا

بات کے کہتے ہیں وو شیریں دہن ۔۔۔ تلخ ہو کر ہول بتلانے لگا

زلف کھولا جب کہا میں شب بخیر ۔۔۔ شکر بلہ پیچ کوں پانے لگا

یار نے دیکھا کہ جلتا ہے سراجؔ

رحم اس کے حال پر لانے لگا

۵۷

۳۹۹

نقشِ ابرو مد بسم اللہ ہے تکبیر کا ۔۔۔ قتل ہے تجھ کوں روا ہر صید بے تقصیر کا

مثلِ شانہ کبھی خلاصی اس کی ممکن نہیں رنگ ۔۔۔ جو ہوا ہے صید تیری زلف کی زنجیر کا

بس کر اے ظالم کیا توں بیگناہوں کوں شہید ۔۔۔ حشر میں دامن ترا اور ہات دامنگیر کا

---

۱ جب بجن ۳۹۱ و عہ یہ شعر و ... اب دیکھو ۳۹۱ ... بھول ۳۹۱ ... یہ مطلع ہے

بسکہ دل زخمی ہوا ہے تجھ نگہ کے تیر کا ۔۔۔ نیر عجب گر تشنہ لب ہووے انجھو کے نیر کا

اس کا غا کا، گر محشر سیں کیا نقاش عشق — رنگ مت پوچھو ہماری آہ کی تاثیر کا

کب امیدِ زندگانی ہے نگاہوں سیں تری — لب نظر آتا نہیں ہے تیر کی زہ گیر کا

اُس[1] کے استقبال کوں خورشید آوے ہر سحر — مبتلا جو کوئی ہوا تجھ حسنِ عالم گیر کا

مت نصیحت کر مجھے اے زاہد خلوت نشیں — عشق میں کچھ زور نہیں ہے بازوئے تدبیر کا

اُس کی شہرت سُن ہوے ہیں رام سب وحشی مزاج — نام اس کا کیا مگر تعویذ ہے تسخیر کا

کچھ طلا سیں کم نہیں ہے چہرۂ زردِ سراج
اس سبب نہیں ذوق اوسے خاکسترِ اکسیر کا

۵۸

۴۰۸

جب وو قیامت آئین ست غرور ہو یگا — ہر نالۂ شہیداں آوازِ صور ہو یگا

اے خاک اس گلی کی اے پاکباز صادق — سرمہ نمن نگاتوں انکھیاں کوں نور ہو یگا

وو شاہ فوج خوباں اس شہر میں جب آوے — آباد ہو مرا دل وار السرور ہو یگا

زاہد کوں روزِ محشر جز بوریا نہیں ہے — مجلس میں عاشقوں کی جام طہور ہو یگا

سنگینیٔ تغافل اپنوں سیں مت روا رکھ — مینائے دل ہمارا اب نہیں تو چور ہو یگا

---

[1] ذیل کے دو شعر ح میں نہیں ہیں۔ [2] پیو۔ س [3] جگ کے وحشیاں۔ س [4] سور۔ ک
[5] طرح [6] ... [7] آویگا شاہ خوباں جس وقت اس نگر میں۔ س [8] عاشقاں۔ س [9] مجھ قریب۔ س
[10] شیشے نمن مرا دل چور۔ س

آنکھوں کے سامنے سیں مت جا صنم وگرنہ ۔۔۔ عشرت اٹھے گی یکسر غم کا وفور ہوگا

حالِ سراج مت پوچھ اے شمع بزم خوبی
اس پہ جو کچھ ہووے گا تیرے حضور ہوگا

۵۹

م ۱۵

صنم نے زلف میں اول مجھے اسیر کیا ۔۔۔ نگاہِ تیز سیں پھر کر نشانِ تیر کیا
جنوں نے جب سیں دیا مجھ کوں دل کی کوہ کنی ۔۔۔ تبھی سیں منصبِ فرہاد کوں تغیر کیا
نہیں ہے درد سر اس کے کوں حاجت صندل ۔۔۔ ترے قدم کی جو کوئی خاک کوں عبیر کیا
تمام منزلِ عرفاں کی سیر کیوں نہ کرے ۔۔۔ طریقِ عشق میں جو غم کوں دستگیر کیا
لگا کے خاکِ بدن پر جو کوئی لیا بیراگ ۔۔۔ وو اپنے بر میں عجب جامۂ حریر کیا
جو کوئی کہ لذتِ دوری کی چاشنی چاکھا ۔۔۔ غبار سینۂ شکر خونِ دیدہ شیر کیا

جو کچھ تھا نقد خرد اے سراج لوٹ لیا
وو شاہِ حسن نے آخر مجھے فقیر کیا

لہ محتاج اے پریجن خاطر سوں عاشقاں کی ۔ س ٹہ گا ۔ س ٹہ سجن ۔ س ٹہ دل فگار کوں ۔ س
ٹہ تد ہاں سوں ۔ س ٹہ کوں ۔ ح ٹہ ایس کے ۔ س، ٹہ س میں مقطع حسب ذیل ہے ؎

سراج آج ترے باج اے شہ خوباں ۔۔۔ سنگات لشکر غم کے انجھو بہیر کیا

۶۰

۴۲۲

دل مبتلا ہوا تری[۱] آنکھوں کے ناز کا — زنجیر بند ہے تیری زلف دراز کا

چنگل سیں تجھ نگاہ کے زخمی ہوا ہے دل — پنجہ لگا ہے صید کوں جیوں شاہباز کا

قبلہ طرف نہیں ہے مجھے مطلب سجود — محراب ابرواں میں ہوں مائل نماز کا

مجلس میں غم کی آہ کی توں بانسلی بجا — اے دل اگر ہے ذوق محبت کے ساز کا

خواہش ہے تجھ کوں کعبۂ مقصود کی اگر — کر بادبان آہ کوں دل کے جہاز کا

اس کی نظر میں سرو سہی بے مثال کاہ — ہے جس کوں شوق تجھ قدِ عاشق نواز کا

افزوں ہے حُسن پاک تیرے کی بہار آج[۳] — شاید اثر ہے مجھ نگہ پاکباز کا

شعلہ لگے[۴] زبانِ قلم کوں مثالِ شمع — قصہ لکھوں جو دل کے میں سوز و گداز کا

مرہم سیں تجھ کرم کی وو امیدوار ہے — زخمی ہوا جو تجھ نگۂ یکہ تاز کا

نہیں اس کو ہوش صورِ قیامت کے شور کا — بدمست ہے جو کوئی مئے مینائے راز کا

ہرگز نہیں ہے اس کوں حقیقت کی چاشنی[۵] — جس نے مزہ چکھا نہیں عشقِ مجاز کا

---

۱ ہے تجھ انکھیاں۔ بس ۲ یہ اور نیچے کا شعر ح میں نہیں ہے۔ ۳ ہے تیرے حسن پاک کی افزوں۔ ۱۵۵۵

۴ لگیں ۱۵۵۵ ۵ س میں مصرع یوں ہے "مشکل ہے اس کی پہنچ حقیقت کی راہ میں"۔

اس سرو قد سیں آج ہم آغوش میں ہوا　　پایا ہوں پھل جہان میں عمرِ دراز کا

جب[1] سیں سراج اُکل لیلیٰ نگاہ ہوں
مجنوں نے مجھ سیں درس لیا ہے نیاز کا

۶۱

۳۵م

جسے شغل ہے نحو اور صرف کا　　کہاں ہوش ہے عشق کے حرف کا

ہریک لایقِ مستیِ عشق نہیں　　نہیں کام یہ[2] ہر تنک ظرف کا

میرے اشکِ رقت[3] نے پیدا کیا　　ترے ہجر میں رنگ شنگرف کا

نہیں گرمیِ عشق زاہد کے تئیں　　اثر ہے مگر سردیِ برف کا

لگے[4] برق کوں آتشِ غم سراج
نے گر دو شعلہ مرے حرف کا

۶۲

۴۰م

دل[5] پری رو کوں دیکھ دنگ ہوا　　دشمنِ جانِ نام و ننگ ہوا

---

[1] س، ۲۹۱ و۔ ' استاد عشق بس کہ ہوا ہوں میں اے سراج " [2] ہر ایک ۔ س [3] رنگین ۔ س

[4] س میں مقطع حسب ذیل ہے ۔ سناؤں غزل یو کسے اے سراج ؛ نہیں قدرداں کئی مرے حرف کا۔

[5] س میں مطلع حسب ذیل ہے ۔ سرو تجھ قد کوں دیکھ دنگ ہوا ؛ غنچہ ترے دہن سوں تنگ ہوا۔

دیکھ تیری نگ کی خوں ریزی		مجلسِ عاشقاں میں رنگ ہوا

دل میرا بےخودی کے دریا میں		سب سے آزاد ہو نہنگ ہوا

صافیٔ دل کا اور عالم ہے		عکس آئینہ جس پہ زنگ ہوا

سخن سخت ان رقیبوں کا		شیشۂ دل کے حق میں سنگ ہوا

قلعۂ دل کوں غم نے گھیر لیا		تس پر اس آہ کا سرنگ ہوا

اے سراج اس کشادہ ابرو بن

زندگانی سیتی میں تنگ ہوا

۶۳

جو تیرے غم کی تمنا نہ کیا		ابدی عیش کا سودا نہ کیا

اپنی انکھوں سیں جو پنہاں ہوا		اس نے کچھ عمر میں پیدا نہ کیا

حیف ہے اس کی تماشا بینی		چشمِ باطن کوں جو کئی وا نہ کیا

مدتوں لگ حرم و دیر پھرا		میں تیرے واسطے کیا کیا نہ کیا

میں کیا دل کوں گل داغ سیں باغ		یار نے عزمِ تماشا نہ کیا

لہ کر تجھ سوں مٹ ۱۹۱ و ٹہ تجھ پرت۔ س ومٹ ۱۹۱ و تہ بے آرمی میری۔ س ومٹ ۱۹۱ و تہ غیر کا عکس اوس سے، مٹ ۱۹۱ و

شہ رقیباں۔ س تہ پاچ۔ س ث سیں دل۔ س۔

باغ میں نرگسِ بیمار طرف　　گوشۂ چشم سیں ایما نہ کیا

جل گیا شوق کے شعلوں میں سراج
اپنی دانست میں بیجا نہ کیا

۶۵

جو تجھے دیکھ کے مبہوت ہوا　　خونِ دل اس کوں سدا قوت ہوا[1]

جو ہوا دیکھ ترے عارض کوں　　شاخِ گل کا اُسے تابوت ہوا

جو اٹھا مجلسِ ناسوتی سیں[2]　　محرمِ خلوتِ لاہوت ہوا

نوکِ مژگانِ صنم حق میں مرے　　تیز جوں نیزہ رجپوت ہوا

اشکِ خونیں شبِ ہجراں کا سراج
روغنِ شعلۂ یاقوت ہوا

۶۵

بس کہ دل محوِ خیالِ حلقۂ کاکل ہوا　　پیچ و تاب آہِ غم[3] سیں دستۂ سنبل ہوا

صبحدم سیرِ چمن کا جب کیا گل رو نے عزم　　ہر صدائے خندۂ گل نالۂ بلبل ہوا

---

[1] میں۔ک　[2] مائل بزمِ جہاں میں ہے سراج ؛ ساکن عالم جبروت ہوا۔ مطلع ۲۹۱ و
[3] آہ میں دل۔ک　[4] نغمہ۔ک۔

کیونکہ ہوئے آلودہ دامن دو سہی قد باغ میں   سرو خم ہو کر کنارِ آبِ جو پر، پُل ہوا

صافیِ باطن عطا ہے بس کہ[1] حبِّ شاہ سیں   دل مرا آئینۂ عکسِ پئے دُلدل ہوا

اس گلابی چشم کا ازبس تصور ہے مجھے

اے سراج آئینۂ دل ساغرِ پُر مُل ہوا

۶۶

۴۶۴

شرابِ شوق پی کر دو جہاں کا جس نے غم بھولا

خیالِ خمِ افلاطون و فکرِ جامِ جم بھولا

صنم کی تیغ پر سیرِ گلستانِ شہادت ہے

جو کوئی[2] یہاں سر سیتی چلتا نہیں اس نے قدم بھولا

نہ لاوے ہوش میں ہرگز دمِ عیسیٰ اسے ایک دم

تری تیغِ نگہ کے دم کے دیکھے جس نے دم بھولا

ہر یک نقشِ قدم کوں بوجھتا ہے پھول کر پھکڑی

گذر تیری گلی میں جو کیا باغِ ارم بھولا

---

[1] جب محمد شاہ سوں ۔ س   [2] جو کوئی سر سیتی ۔ ک ۔

نہیں[1] اٹکا ترے دامِ نگہ میں کون سا وحشی
تری آنکھوں کی وحشت دیکھ کر آہو نے رم بھولا

سراپا سحر ہے موہن کہ جس تصویر لکھنے میں
نہ لا دیدار کی طاقت مصور نے قلم بھولا

نظر کر دیکھ ہر شئے مظہر نور الٰہی ہے
سراج اب دیدۂ دل سیں صمد دیکھا صنم بھولا

٦٧

١٧١ ب

تیری[1] زلفِ سیہ کے تاروں کا
وِرد ہے صبح و شام ماروں کا

مثلِ سیماب ہم کوں نہیں آرام
پوچھ[2] آ حال بے قراروں کا

سوزِ[3] دل کی گھٹا ہے آنکھوں میں
منہ[4] برسنے لگا انگاروں کا

اشکِ[5] گرم آگ ہو نکلتا ہے
نہیں پلک جھاڑ ہے ستاروں کا

گلبدن کے فراق میں ہر شب
دل ہے آماج غم کے خاروں کا

---

[1] سند برتی جوالاں میں کیا ہے اسعد شوقی ۲۹۱ و [1] دیکھ خم تجھ زلف کے تاروں کا ؛ ہے پریشان حال ماروں کا ۲۹۱ و و س

[2] ٹک ۔ کری ۲۹۱ و [3] جب سے چھائی آنکھاں میں غم کی گھٹا ؛ مینہ برستا ہے نت انگاروں کا ۲۹۱ و و س
جب سوں چھائی ۔ س

[4] سینہ ۔ ک ۔

[5] ہر انجھو آگ ہو ۔ س ۔

گلِ عارض دکھا کر گلشن میں　　　ہوش کھویا ہے کئی ہزاروں کا

ہجر کی رات میں شمار نہیں
اے سراج اشک کی قطاروں کا

٦٨

اگر وو شوخ کی خاکِ قدم کوں پاؤنگا　　　بجائے سرمہ اُسے آنکھ میں لگاؤنگا

ترے جمال کی تعریف جب کہونگا میں　　　تمام حور و پری ہوش سیں بھلاؤنگا

اگر بہشت میں مجھ کوں ندا کرے رضواں　　　تری گلی سے دمِ حشر لگ نہ جاؤنگا

سنوں گر اس لبِ شیریں سیں ولبری کی صدا　　　ہزار نوبتِ کیخسروی بجاؤنگا

یقیں ہے مجھ کوں جدائی کی جان کندن میں　　　ترے وصال کوں پا کر وصال پاؤنگا

اگر وو حسن کا دریا نظر نہ آوے آج　　　تو پور گریۂ رقت کا میں بہاؤنگا

ہماری بات محبت سیں تم جو گوش کرو　　　تو اپنی پیم کہانی تمہیں سناؤنگا

---

۱ س و ۲۹۱ کے اضافہ اشعار۔

بسمل خنجر جدائی ہیں　　　حال آ دیکھ دل فگاروں کا

چار بازار دہر میں کیا خوف　　　معتقد ہوں میں چار یاروں کا

۲ نظاروں ۳ ؎ و ۳ آنکھیاں میں آئے۔ س ۴ پیا کے حسن کی۔ س ۵ ہو۔ س ۶ سوں۔ ۷ میں ۸ سیں۔ ک ۹ بہاؤنگا۔ ک انجھو کا پور اپس چشم سوں بہاؤنگا۔ س ۱۰ میری طرف جو سر کریں پیا سو کان مرے۔ س ۱۱ اپس کی پیم کہانی آئے میں۔

وو لالہ رو کا اگر دیکھنا میسر ہوئے　　جگر میں داغ جو ہیں سب اسے دکھاؤنگا

کہا سراج وو ظالم نے آج زاہد کوں
کمندِ زلف میں اپنی تجھے پھنساؤنگا

۶۹

۴۸۷

تنہا وو مستِ ناز کوں جس وقت پاؤنگا　　اپنے خمارِ غم کی حقیقت سناؤنگا

پُر خوں ہوا ہے غنچۂ دل فصلِ ہجر میں　　اس گلبدن کوں کھول کے سینہ دکھاؤنگا

اس پستہ لب کی چشم کی تعریف جب لکھوں　　بادام کوں جلا کے سیاہی بناؤنگا

اس یارِ دل نواز کے آنے کی سُن خبر　　فرشِ جگر کوں راہ میں اس کی بچھاؤنگا

اس شوخ کوں سراج مبادا نظر لگے
دل جیوں سپند آتشِ غم میں جلاؤنگا

۷۰

۴۹۲

ہے کمندِ حلقۂ گیسو بلا　　دیکھ کر جس کوں ہوئے یکسو بلا

ہوش عاشق کا سلامت کیوں رہے　　لب بلا، بالا بلا، ابرو بلا

لہ ک۔ک کہا جن نے مجھے اے سراج بے پروا۔ س کے حسن۔ک او۔ م۵۸۵ و

ٹہ م۹۹ ا میں یہ دو شعر اضافہ ہیں سے بے اختیار ہو کے میں اس یار کوں کہا ؛ کیا ہوئیگا جو شربت دیدار پاؤنگا۔
شمشیر کھینچ تب تو دیا یوں مجھے جواب ؛ تو دیکھ کیا سراج کے پرزے اڑاؤنگا۔

کیوں نہ ہوئے دیوانہ ہر اہلِ خرد — ہے تمہارا نرگسِ جادو، بلا

خندۂ پنہاں میں تیرے اے صنم — قتلِ عاشق کا ہے کیا قابو بلا

بھول مت موعود کوں اپنے سراج

گر گیا ہے وعدۂ قالو بلا

۷۱

۴۹۷

یار گرمِ مہربانی ہو گیا — دشمنِ جانی تھا، جانی ہو گیا

اس شکر لب کی ملاحت دیکھ کر — منفعل ہونٹوں پانی ہو گیا

توپ خانے میں ہماری آہ کے — قلعۂ دل ڈھول ڈھانی ہو گیا

کیسری جامہ بدن میں اسکے دیکھ — رنگ میرا زعفرانی ہو گیا

دیکھ اس خورشید رو کوں اے سراج

چاند کا رنگ آسمانی ہو گیا

۷۲

۵۰۲

سروِ گلشن پر سخن اس قد کا بالا ہو گیا — ہر نہال اس شرم سیں جنگل کا پالا ہو گیا

---

۱ جس کے دیکھے عاشقاں بیمار ہیں ۔ ۲۹۱ و وس ۲ پلکے۔ س ۳ تیرے کا۔ س ۴ قالو۔ ح

۵ ۵۰۰۵ وس مطلع نہیں ہے ۶ ہونٹاں ہیں۔ ک

آوتا ہے یہ بہا ہوا انکھ سیں دامن تلک
طفلِ اشک اس آج کل میں کیا جوالا ہو گیا

جب سیں اس الماس کی ہنسی لگا ہے انسوں عکس
تب سیں ہر تار فلک ہیروں کا مالا ہو گیا

دل جگر کی پھکڑیاں آہوں کے تاروں میں پرو
بیٹھ کر دو کانِ غم پر پھول والا ہو گیا

اشکِ باراں آہ بجلی اشک کی کالی گھٹا
ماہ روبن کس طرح کا برشگالا ہو گیا

باغ میں سرا تھا اور تھی یادِ دلدارِ دو رنگ
مجہ کوں ہر برگِ گلِ رعنا دوشالا ہو گیا

نیند سیں کھل گئیں مری انکھیں سو دیکھا یار کوں
یا اندھارا اس قدر تھا یا اوجالا ہو گیا

ہجر کی مٹھ میں تصور اس غزالی چشم کا
عشق کے بیراگیوں کوں مگ چھالا ہو گیا

بھر رہا ہے بس کہ دودِ آہ میرا اے سراج
آسماں جیوں پردۂ فانوس کالا ہو گیا

۴۳

۱۱ھ

عشق بازی میں جو کوئی جاں کوں ہارا ہوئے گا
گل بسرِ شوق کا ہو ننگ کا مارا ہوئے گا

راز مجہ عشق کا چھپتا سا نظر آتا نہیں
ہے مجھے صدق کہ آخر کوں پکارا ہویگا

ہے سدا سینۂ صد چاک مرا شلِ انار
رفتہ رفتہ دیکھو یہ پھول ہزارا ہویگا

---

۱ بے۔ک ۲ تخنی۔ ۹۹و ۳ رنگ۔ ۹۹و۔ ۴ تاکوں۔ک ۵ بے طرح سیں۔ک

۶ یاد بھی دلدار کی ۹۹و ۷ جو۔ ۹۹و ۸ عشق کوں یار کے کوچہ میں ببارا۔ک ۹ چھپتا نظر آتا۔س ۱۰ ہے یقین مجھ کوں ۹۹و

آشنائی سیں مرے شورشِ احوال کوں دیکھ — طپشِ شوق سیں دل جل کر انگارا ہوئیگا

گر ترے حسن کے پرتو سیں فلک ہوئے روشن — مہر مہتابی و مہتاب ستارا ہوئیگا

مغربی تیغ ہلالِ اول شب مڑتی ہے — یار کے گوشۂ ابرو کا اشارا ہوئیگا

اے سراج اس کوں میسر ہے سدا سند شوق

کسوتِ داغ سیں جو دل کوں سنوارا ہوئیگا

۴۷

۵۱۸

میں نہ جانا تھا کہ تو یوں بیوفا ہوجائیگا — آشنا ہو اس قدر نا آشنا ہوجائیگا

خوب لگتی ہے اگر بدنامیِ عاشق تجھے — آہ کرتا ہوں کہ شہرہ جابجا ہوجائیگا

گر تمہاری دل خوشی ہے ذبح کرنے میں مرے — خوب جی جاوے تو جاوے اور کیا ہوجائیگا

میں سنا ہوں تجہ لبوں کا نام ہی حاجت روا — یک تبسم کر کہ میرا مدعا ہوجائیگا

کیا عجب گر میں ہوا دیوانۂ زلفِ بتاں — گر فرشتہ ہوئے تو ان کا مبتلا ہوجائیگا

میں تمہارے آستانے سیں جدا ہونے کا نہیں — سر اگر شمشیر سیں کٹ کر جدا ہوجائیگا

جیوں سراج اس شمع رو پر دل کوں ہے ملنے کا شوق

فرضِ عینِ عاشقی سیں اب ادا ہوجائیگا

---

۱ جل کے۔ ک ۲ ہوتوں کا۔ ک ۳ تلوار۔ ک ۴ سب ۹۹ و۔

٧٥

٥٢٥

آیا پیا شراب کا پیالا پیا ہوا ۔۔۔ دل کے دیے کی جوت سیں کاجل دیا ہوا

آیا ہے میرے قتل پہ در پیش بے طرح ۔۔۔ آیا ہے مجھ کوں پیش وو اپنا کیا ہوا

مارا ہوا ہے خضرِ محبت کی تیغ کا ۔۔۔ آبحیات شوق سیں تیرے جیا ہوا

بیٹھا ہے تختِ شوق پہ جو ہو کر بے ریا ۔۔۔ وو پادشاہِ بارگہِ کبریا ہوا

نکلا ہے دل جلا کہ مجھ آنکھوں سے طفلِ اشک ۔۔۔ اس شوخ بے جگر کا دیکھو کیا ہیا ہوا

دل[1] لے گیا ہے مجھ کوں دے امیدِ دل دہی ۔۔۔ ظالم کبھی تو لائیگا[2] میرا لیا ہوا

نہیں جب سیں پاس شاہد گلگوں قبا سراج

جی پر ہے تنگ جسم کا جامہ سیا ہوا

٧٦

٥٣٢

غم نے باندھا ہے مرے جی پہ کھلا ہائے کھلا

پھر نئے سر سیتی آئی ہے بلا ہائے بلا

اے گلِ گلشن جاں کر مجھے یک بار نہال

خارِ حسرت کا کلیجے میں سلا ہائے سلا

---

[1] دل نے کہا ہے مجکوں دے امیدواری ۔ک [2] لاویگا ۔ک

دیکھ سکتا نہیں میں گل کوں ہر یک خار کے ساتھ
اپنے ہمراہ رقیبوں کوں نہ لا ہائے نہ لا

ذبح کرنے میں مرے رحم نہ لایا اس نے
بلکہ اتنا بھی کہا میں کہ گلا ہائے گلا

جس نے کھایا ہے ترے ابروے خوں ریز کا زخم
مرغِ بسمل سا لہو بیچ رُلا ہائے رلا

جانِ جاناں کوں مرے پاس شتابی لاؤ
نہیں تو یک پل میں مرا جان چلا ہائے چلا

بے طرح اب تو برہ آگ دہکتی ہے سراج
دل مرا کیوں نہ پکارے کہ جلا ہائے جلا

٭٭

۵۳۹

اغیار چھوڑ مجھ سیں اگر یار ہوئیگا　　شاید کہ یار محرمِ اسرار ہوئیگا
بوجھیگا قدر مجھ دلِ آشفتہ حال کی　　پھاندے میں زلف کے جو گرفتار ہوئیگا

لہ ہر مععث ۔ و ؎ کا ۔ ح

بے فکر مَیں نہیں کہ صنم مستِ خواب ہے
کیا کیا بلا کریگا جو بیدار ہوئیگا

پنہاں رکھا ہوں درد کوں لو ہوگی گھونٹ جی
کہتا نہیں کسی سیں کہ اظہار ہوئیگا

بزمِ جنوں میں ساغرِ وحشت پیا جو کوئی
غفلت سیں عقل و ہوش کی ہشیار ہوئیگا

تیری بھووں کی تیغ کے پانی کوں دیکھ دل
اٹکا ہے اس سبب کہ ندی پار ہوئیگا

رنگیں نہ کر توں دل کا محل نقشِ عیش سیں
غم کے تبر سیں مار کر مسمار ہوئیگا

برجا ہے یار مجھ پہ اگر مہربان ہے
بلبل پہ گل بغیر کسے پیار ہوئیگا

جاتا نہیں ہے یار کی شمشیر کا خیال
معلوم یوں ہوا کہ گلے ہار ہوئیگا

انکار مجھ کوں نہیں ہے تری بندگی ستی
یہاں کیا ہے بلکہ حشر میں اقرار ہوئیگا

مجھ پاس پھر کر آوے اگر وو کتاب رو
مکتب میں دل کے درس کا تکرار ہوئیگا

صحنِ چمن میں دیکھ تیرے قد کی راستی
ہر سرو تجھ سلام کوں خمدار ہوئیگا

اس چشمِ نیم خواب کی دیکھے اگر بہار
نرگس چمن میں تختۂ دیوار ہوئیگا

اس زلفِ عنبریں سیں جو یک تار چھڑپے
ہر خوب رو کوں طرۂ دستار ہوئیگا

اے جان میرے پاس سیں یکدم جدا نہ ہو
جینا ترے فراق میں دشوار ہوئیگا

رکھتا ہے گرچہ آئینہ فولاد کا جگر
تیر نگہ کے سامنے لاچار[ے] ہوئیگا

ے ناچار نسخۂ و

مت ہو شبِ فراق میں بےتاب اے سراج
امید ہے کہ صبح کوں دیدار ہوئیگا

۷۸

۵۵۶

اے دلِ بےادب اس یار کی سوگند نہ کھا — توں ہر ایک بات میں دلدار کی سوگند نہ کھا
روح چندربدن اے بوالہوس آزردہ نہ کر — خوب نہیں حرمتِ ہشیار کی سوگند نہ کھا
یہ ادا سرو میں زنہار نہیں اے قمری — یار کے قامت و رفتار کی سوگند نہ کھا
خوف کر خط کی سیاہی ستی اے وعدہ خلاف — ہر گھڑی مصحفِ رخسار کی سوگند نہ کھا
اپنی آنکھوں کی قسم کھا کہ لیا نہیں میں نے — جان لے کر دلِ بیمار کی سوگند نہ کھا
پیچ دے دے کہ میرے دل کوں پریشاں تو کیا — ناحق اس زلف گرہ دار کی سوگند نہ کھا

تاب اس رخ کی تجلی کی نہیں تجھ کوں سراج
توں عبث شعلۂ دیدار کی سوگند نہ کھا

۷۹

۵۶۳

عشق نے خوں کیا ہے دل جس کا — پارۂ لعل اشک ہے تس کا
یاد کر کر عمل میں لاتا[1] ہوں — ہر سخن عشق کے مدرس کا

۱؎ لایا ۱۲۴۵ھ ا۔

چشمِ ساقی کا وصف لکھتا ہوں　　لے قلم ہات شاخِ نرگس کا

غم نے پیلا کیا ہمارا رنگ　　کیمیا گر نے زر کیا مِس کا

زلف دکھلا کہ دل لپیٹ لیا　　اب پریشاں ہے حال مجلس کا

تم نے پائے ہو حسن کی دولت　　پوچھتے کب ہو حال مفلس کا

بے کسی مجھ سیں آشنا ہے سراج
نہیں تو عالم میں کون ہے کس کا

۸۰

داغ ہے دل عاشقِ مایوس کا　　نقش ہے جیوں پرِ طاؤس کا

یہ سخنِ سخت رقیباں مجھے　　سنگ ہوا شیشۂ ناموس کا

دیدۂ پرخوں کوں مثالِ حنا　　شوق سدا ہے ترے پابوس کا

غیر طرف کیونکہ نظر کر سکوں　　خوف ہے تجھ عشق کے جاسوس کا

اس لبِ شیریں سے مگس دور ہے　　کیوں نہ ملے ہات وو افسوس کا

محفلِ عشاق میں جز ذکرِ یار　　درس نہیں نسخۂ قاموس کا

شمع جنوں دل میں جلایا سراج
کام نہیں پردۂ فانوس کا

۸۱

۵۲۲

دو رنگی خوب نہیں یک رنگ ہو جا — سراپا موم ہو یا سنگ ہو جا

تجھے جیوں غنچہ گر ہے درد کی بو — لہو کا گھونٹ پی دل تنگ ہو جا

کیا کس تیرہ دل نے تجھ کوں اے غم — کہ دل کی آرسی پر زنگ ہو جا

ہری آہوں کے تاروں میں صدا ہے — کہ بارِ غم سیں غم جیوں چنگ ہو جا

دعا ہے اے رہِ غم طولِ عمر ک — قدم پر ہے تو سو فرسنگ ہو جا

گلے میں ڈال رسوائی کی الفی — الف کھینچ آہ کا بے ننگ ہو جا

برہ کی آگ میں ثابت قدم چل
سراج اب شمع کا ہم رنگ ہو جا

۸۲

۵۸۴

یک روز صحنِ[1] باغ میں وو نونہال تھا — ہر نونہال اس کے قدم سیں نہال تھا

مانند شانہ چاک مرا سینہ کیوں نہ ہوئے — تجھ زلف کے خیال میں آشفتہ حال تھا

دھوتی[2] ہے اپنے اشک سیں بلبل تمہارے پانو — گل کی کلی کا رنگ مگر پائمال تھا

---

[1] صبح - س [2] دھویا ہے اپنے اشک سوں تجھ پگ کوں عندلیب - س - و ، ۲۹۱ ل

سب دیکھتے تھے چاند کوں میں یار کی طرف [1] — اُس کی بھنویں اِدھر تھیں اُدھر کوں ہلال تھا

ٹکڑے [2] اوڑے کمانِ جگر کے سراج آج

مدّت [3] سیں یار ماہ جبیں کا خیال تھا

۸۳

۵۸۹

دل [1] میں جب آکر عشق نے تیرے محل کیا — سب دست و پائے [2] عقل کوں یک پل میں شل کیا

اس زلفِ پُرشکن سیں صنم [3] کھول کر گرہ — عاشق کے دل کے عقدۂ مشکل کوں حل کیا

سیرِ چمن کوں جب کہ ہوا لالہ رو سوار — راز و نیازِ بلبل و گل میں خلل کیا

اقلیمِ دل سیں عقل نے لی تب رہِ گریز — جب صوبہ دار عشق نے آکر عمل کیا

مجلس میں عاشقوں [4] کی جب آیا وو شمع رو [5] — محجوب ہو کے شمع نے صورت بدل کیا

اے شوخ سحرکار ہر یک بوالفضول کوں — تیرِ نگہ نے بسملِ تیغِ اجل کیا

دیکھا ہے [6] جب سیں مصرعۂ موزونِ قدِ یار

اس دن سیتی سراج نے فکرِ غزل کیا

---

[1] پیر کی بھنواں۔ س [2] دیتا گواہ یوکے زلف کا آفت ہے اے سراج ؛ [3] جس زہر کی ودھار میرے جیو پہ کال تھا۔ س

[1] میرے جگر میں۔ س [2] سجن۔ س [3] عاشق کے۔ س [4] ماہ رو۔ ۵۹۰ و [5] پروانہ۔ س

[6] میرے سخن کوں دیکھ کے منصف نے اے سراج ؛ فکرِ رسا ہوں میں یو عجائب غزل کیا۔ س ۵۹۱ و

336

۸۴

۵۹۶

بھرا[1] کمالِ وفا سیں خیال کا شیشا — کہ ہوے بدر[2] سیں پورا ہلال کا شیشا

وو[3] خوش دہن کی جدائی سیں ہم گلشن میں — ہر ایک غنچہ ہے رنگِ ملال کا شیشا

خیالِ[4] عارضِ گلرنگ کی تجلی سیں — ہے آئینہ عرقِ انفعال کا شیشا

تمام بوقلمونی کا ہے تجلی گاہ — نہیں خدائی میں دل کی مثال کا شیشا

چمن میں عازم ہوئی ہے وو سبز پوش — ہوا ہے غنچۂ لالا گلال کا شیشا

خوشی سیں چرخ میں ہے آفتاب کی مانند — لاجسے مے نور جمال کا شیشا

نبی کی آل کا احوال سن ہوا پُر خوں

سراجؔ دل ہے مرا رنگِ آل کا شیشا

۸۵

۶۰۳

محرم دل ہوا وو سحر اوا — کر کہ[5] معلوم وال و رسوا

سوس کر آہ درد، کھو آرام — دل ہمارا ہوا درس کا گدا

پھر کر پھر موتم[6] دل ہو کر — کر عطا دل کا مدعا سارا

---

[1] بھرو۔ ک [2] پھر۔ ک [3] ک میں اس مصرعہ کی بجائے مقطع کا مصرعہ اولیٰ درج ہے۔ [4] عای۔ ک
[5] دیکھ۔ ک [6] یہ نیا دل کھوں یا کر کہ۔ ک [7] و درد کھو۔ ۵۹۹ لیکھ دکھا گرد ملا ۳۹۱ و۔

درد کا گھر ہوا ہمارا دل　　ہار گل کا ہوا گلِ سودا

دل کہا لا الہ الااللہ

ورد اسم رسول کر کہ سدا

۸۶

۶۰۸

فصلِ[1] گل کا غم دلِ ناشاد پر باقی رہا　　حشر لگ یہ مظلمہ صیاد پر باقی رہا

کھول کر زلفوں کوں آیا سرو قد جب باغ میں　　نقش حیرت طرۂ شمشاد پر باقی رہا

جل گیا پروانہ، بن مجھ سا سمندر خو نہیں　　یہ سخن شاگرد کا استاد پر باقی رہا

عاشقی میں کب روا ہے اس طرح کی ظالمی　　خونِ شیریں گردنِ فرہاد پر باقی رہا

رہ گئے، ذوقِ تبسم میں تغافل کے شہید　　بسملوں کا خوں بہا، جلاد پر باقی رہا

الفتِ لیلیٰ نے مجنوں کا مٹایا سب نشاں　　نام اس کا صفحۂ ایجاد پر باقی رہا

کھول[2] چشمِ لطف، دے جاگیر مقصودِ سراج

شمع رو پروانہ دل صیاد پر باقی رہا

۸۷

۶۱۵

جگر[3] کے داغ سیں از بس کہ پر خوں ہے بدن میرا　　ہوا ہے جیوں پرِ طاؤس رنگیں پیرہن میرا

---

[1] یہ اور بعد کی غزلیں ح میں نہیں ہیں [2] چشم الفت کھول دے۔ ۹۹ ا

[3] یہ غزل ۲۹۱ و سے منقول ہے۔

طریقہ عدل کا یوں ہے کہ کرنا قطع ہات اس کا ۔۔۔ لیا ہے آستیں نے تجھ بنا نورِ نَیَن میرا

تصور میں تیری تصویر کے ازبس کہ حیراں ہوں ۔۔۔ ہوا ہے تختۂ دیوار جیوں آئینہ تن میرا

خیالِ عارضِ خوباں ہے ازبس رات دن مجھ کوں ۔۔۔ بناؤں برگِ گل سیں جب مروں رنگیں کفن میرا

بجا ہے گر کرے پروانہ اپنے پر سیں فرش اس کا ۔۔۔ اگر ہوئے جلوہ گر مجلس میں شمعِ انجمن میرا

ہوا ہے ... طبع تماہج اب ہمسر طوبیٰ
طفیل اس قدِ موزوں کے ہوا عالی سخن میرا

۸۸

۶۲۸

نین کی پتلی میں اے سریجن ترا مبارک مقام دستا[1]
پلک کے پٹ کھول کر جو دیکھوں تو مجھ کوں ماہِ تمام دِستا

پری کی مجلس میں تجھ کوں زاہد ہنوز پروانگی نہیں ہے
مئے محبت کوں نوش کر توں کہ اب تلک مجھ کوں خام دِستا

سبھوں سیں مکھ موڑ کر مرا دل پرت کے فن میں ہوا داسی
نماز جی سیں نیاز کی پڑھ صفِ[2] جنوں کا امام دستا

---

[1] صرف ۲۹۱ ، س [2] صفت ۔ س

اگرچہ ہر سروِ راست قامت چمن میں مغرورِ سرکشی ہے

مقابل اس قدِ خوش ادا کے مری نظر میں غلام دستا

دو شکریں لب[1] نے گوش دل سیں تمام سنکر یو ریختہ کوں

کہا وو میٹھے بچن سیں مجھ کوں سراج شیریں کلام دستا

۸۹

۶۲۶

خیالاتِ نیرنگِ چشمِ صنم سیں ہے شیشۂ دل کے پری کا تماشا

ہمیں صحنِ گلشن میں تم مت دکھاؤ گلِ نرگسِ عبہری کا تماشا

جو تیوری چڑھاوے تو جگ کوں لجاوے وگر مسکراوے تو پھر کر جلاوے

نیا ان دنوں میں ہی دیکھا ہے ہم نے وو ساحر کی افسوں گری کا تماشا

مری چشمِ حیراں کے درپن میں ظالم توجہ تری بے نیازی کوں کب ہے

اگر دیکھتا ہے تو دیکھ آئینہ میں خدائی و پیغمبری کا تماشا

نہ جنگل میں تسکینِ دل ہے میسر نہ دریا کوں دیکھے خوشی جی کوں حاصل

میری آہِ سوزاں و اشکِ رواں میں ہے خشکی کا سیر و تری کا تماشا

---

[1] دو شکرلب ۲۹۱ ی [3] یو۔س [4] تری۔ک۔

سراج اپنے نزدیک بوجھا ہے بہتر جھلک شعلہ رویوں کی پاپوشِ زر کی

پتنگوں کے جھومر میں اے شمع دکھلا ترے سر کے تاجِ زری کا تماشا

۹۰

۶۳۱.

عشق کی جو لگن نہیں دیکھا — وو برہ کی اگن نہیں دیکھا

قدر مجھ اشک کی وو کیا جانے — جس نے درِّ عدن نہیں دیکھا

تجھ گلی میں جو کئی کیا مسکن — پھر کر اُس نے وطن نہیں دیکھا

آرزو ہے کہ زلف کوں کھولے — میں نے کالی رین نہیں دیکھا

لبِ رنگیں دیکھا اے معدنِ حُسن — میں عقیقِ یمن نہیں دیکھا

ٹک زمیں پر قدم رکھو ساجن — آج نقشِ چرن نہیں دیکھا

دل عبث تشنہ لب ہے کوثر کا — پیو کا چاہِ ذقن نہیں دیکھا

غنچۂ گل کوں دیکھ گلشن میں — گر توں پیو کا دہن نہیں دیکھا

تجھ مثل اے سراج بعدِ ولی

کوئی صاحبِ سخن نہیں دیکھا

---

۱ خوب رویوں۔ک ۲ چہرہ آج۔ک ۳ س میں یہ شعر زیادہ ہے۔ شوخیٔ چشم یار کوں جا دیکھ ؎ گرچہ تونے ہرن نہیں دیکھا۔

۱ حب الوطن۔س ۲ کھولو۔س ۳ ہم نے لعل۔س ۴ جیوں ۳۹۱ ا۔

۹۱

۴۲۰

کاں[1] ہے ابرو کماں صنم میرا — جس کی فرقت سیں قدہے خم میرا

اس کی جب[2] چشم کی لکھا تعریف — شاخِ نرگس ہوا قلم میرا

کیا[3] بلا شوق کی پیا ہوں شراب — ہوش جاتا ہے دم بدم میرا

سفرِ ملکِ عشق میں جز آہ — کوئی نہیں ہے رفیقِ غم میرا

خنجرِ ظلم[4] کا ہوں میں مشتاق — کاں ہے وو شوخِ پُر ستم میرا

دشمنوں[5] کے جگر کوں کرنے چاک — آہ ہے خنجرِ دو دم میرا

دامِ گیسو میں ہے[6] شکار سراج

شوخ صیاد ہے صنم میرا

---

[1] ہے کہاں۔ک۔ضمیمہ۔ [2] چشم کی جب۔ک ضمیمہ [3] ساغر شوق ہے

[4] جور۔س [5] ہے کہاں۔ک۔ضمیمہ [6] دشمناں۔س [6] ہی۔س

ردیف ب

ا

منتظر ہوں جلوۂ دیدار دکھلا بے حجاب — زلف کے تاروں کوں یکسو کر کہ دیکھوں آفتاب

شوق کی مجلس میں از بس یاد ہے تجھ زلف کی — پیچ و تابِ حلقۂ زنجیر ہے موجِ شراب

صحنِ گلشن میں ہوا ہے خود جھلک اپنی دکھا — بلبلِ بے خانماں کی فکر کر اے گل شتاب

خانۂ زیں میں اگر ہوئے جلوہ گر وو رشکِ حور — کیا عجب گر حلقۂ چشمِ پری ہوئے رکاب

ہے بجا گر وو ملیح آوے کہ لازم ہے نمک — عندلیبِ بوستاں ہے آتشِ گل پر کباب

سیرِ صحرا کا اگر اُس گلبدن کوں عزم ہوئے — واں کے کانٹوں سیں عجب کیا کھینچیے عطرِ گلاب

ناز کے دیوان میں اے مطلعِ حسن و جمال — خط ترا ہے مصرعہ و ابرو ہے فردِ انتخاب

عکس دکھلا اپنے رُخ کا اے دُرِ دریائے حُسن — منتظر ہے دیدۂ گرداب اور چشمِ حباب

---

۱ کو درس کا کہہ دکھا تک ۔ یس و ۳۹۱ ۲ شراب ۔ س ۳ دل ۔ ک ۴ حلقۂ چشم مری ۔ ک

۵ مخطوطہ ۳۹۱ اور س میں اس شعر کے بعد یہ اضافہ ہے : "عکس تیری چشم مست کا اگر اس میں پڑے / ہے ہے ملال ہنگامہ آرائی کو اس کی جواب"

۶ بیت ۔ س ۷ تا پڑے تجھ حسن کا عکس ۔ مخطوطہ ۳۹۱ ا

اے دلِ و جانِ سراج آ رحم کر عشاق پر
اب نہیں ہے تن میں طاقت دل میں تاب آنکھوں میں خواب

۲

۶۵۶

جب کبابِ دل سیں سیخِ آہ کھینچوں بے حجاب[1]
تب تنورِ چرخ میں چھپ جائے قرصِ آفتاب[2]

عشق کے میدان میں جب سیں ہوا ثابت قدم
دل نے میرے تب سیں پایا شہزہ خانی[3] کا خطاب

فیضِ غم سیں چشمِ گریاں کا مری جاری ہے کام
فردِ دامن پر لکھا ہوں اپنے آنسو کا حساب

ہے بجا گر درس پاؤں عشق کے استاد سیں
ہے کتابی چہرۂ جاناں گلستاں کی کتاب[4]

---

[1] یا آہی منتظر ہوں کاں ہے میرا آفتاب ؛ کون دن ہوگا کہ جس دن ہوویں ہا ویگا حجاب ۔ ن۲۹۱ و ن۳ چھو ح

[2] اس شعر کے بعد ن۲۹۱ و میں یہ شعر زیادہ ہے ۔ زلف تیری ناگنی کالی ہے یہ سب ہی کا کال ؛ لہر جسکے زہر کی جگ کوں پڑی ہے بے حساب

[3] خوانی ۔ ک و ن۳۳۵ ا ۔ خانی ۔ ح ۔

[4] س میں اسکے بعد یہ شعر زیادہ ہے ۔ خوشنما ہے اک میں تیرے عجائب و باقی ؛ حلقۂ گوش اس مجالت میں ہوا گر خوشاب ۔

گرچہ ماہ نو، فلک پر ہے ہلالی وقت کا

تاب کیا ہے بیتِ ابرو کا تری لاوے جواب

خندۂ دنداں نما لازم نہیں اے بحرِ حُسن

نہیں تو اب جاتی رہیگی آن میں موتی کی آب[1]

جلوۂ[2] خورشید رو حاصل نہیں ہوتا مجھے آج

کب[3] تلک جیوں دودِ شمع اس غم سیں کھاؤں پیچ و تاب

۴۴ ۳

مجلسِ[4] عیش گرم ہوئے[5] یارب یار اگر ہوئے شمعِ[6] بزم طرب

---

[1] س و ملا ۳۹۱ و میں اس کے بعد یہ شعر اضافہ ہے۔ بے حجابی سیں بہار رسات موہن بات کر ہو مہربانی کر ستم مت کر اے عالیجناب۔

[2] اے سجن جلتا ہوں تجھ غم کی اگن میں جیوں سراج / تجھ بن میں غم ہے آتش تن انگیٹھی دل کباب۔ ملا ۳۹۱ و

[3] محفل دود شمع کب لگ۔ مخطوطہ ا۔ [4] س و ملا ۳۹۱ و کے اضافہ اشعار سے

ہجر کی رات خوب ہے یارب | کب نظر آئیگا وو ماہ لقب
ہر سحر کر بلند دستِ دعا | تجھ سیں کرتا ہوں وصل یار طلب
خواب میں اس پری کوں دیکھا ہوں | کیوں نہ گذرے مجھے خیال عجب
درس لیتا ہوں پوچھے درس کا | جب سیں دیکھا ہوں عشق کا مکتب
مذہب زاہداں سیں برتر ہے | عاشق پاک باز کا مشرب
گر نگاہی تیرے تغافل کی | بیگناہوں کے حال پر ہے غضب

[5] ہو مخطوطہ و [6] بزم شمع طرب۔ ک [7] ان۔ س

خونِ دل آنسوؤں میں صرف ہوا　　گر گئی یہ بھری گلابی سب

مہر ہے داغِ غم سیں دل کی برات　　نقد دیدار ہے ہماری طلب

چاہیے زاہدوں کوں حجرۂ تنگ　　باغِ عاشق ہے وسعتِ مشرب

دل میرا ہے ترے تغافل سیں　　عندلیبِ گلِ بہارِ غضب

دل کی جاگیر ہے جمال آباد　　جب سیں پایا ہے عشق کا منصب

نہ ملے جب تلک وصال اُس کا　　تب تلک فوت ہے مرا مطلب

گل کی مانند مت پریشاں ہو　　بند کر مثلِ غنچہ اپنے لب

شمع و پروانہ سیں سنا ہے سراج
صدقِ دل میں ادب ہے ترکِ ادب

۴

۹۶۲

ترے فراق میں اے نورِ دیدۂ یعقوب　　کیا ہے دل کی زلیخا نے صبر جیوں ایوب

ضرور دیدۂ حیراں سیں مہر بادامی[1]　　دو لبستہ لب کوں لکھا چاہیے اگر مکتوب

کیا ہے جب سیں شہ بے خودی نے فوج کشی　　ہوا ہے لشکرِ صبر و قرار سب مغلوب[2]

---

[1] ۲۹۱ کے دوسرے مصرعے میں شعر یوں ہے۔ انکھیاں سیں کرکے لفافے پہ مہر بادامی ؛ لکھا ہوں البرز خط کو شوق کا مکتوب۔

[2] شکست پاکے ہوا لشکرِ خرد۔ س

نہالِ قامتِ گل رو سیں جس نے پایا پھل — ہوا ہے رشتۂ عمرِ دراز سے منسوب

جو دل کا آئینہ ہووے صاف زنگِ غفلت سیں — عیاں ہے معنیِ ہر شئے میں صورتِ محبوب

صنم کی زلفِ پریشاں[1] نے پیچ کھایا ہے — ہمارے حالِ پریشاں کا دیکھ کر اسلوب

اثر ہے دردِ جگر کا میرے سخن میں سراج

عجب نہیں ہے اگر ہووے یار کوں مرغوب

۵

۴۲۹

[2] پادشاہِ فوجِ خوباں ہے میرا محبوب خوب — غم کے لشکر[3] کوں اگر آ کر لے مغلوب خوب

بلبلِ گلشن غزلخواں ہے فراقِ گل ستی — یا الٰہی گر ملیں یہ طالب و مطلوب خوب

آرۂ غم گر چلے سر پر مثالِ ذکریا — یار کے جور و جفا پر صبر جیوں ایوب خوب

آزمایا ہوں کہ دردِ سر ہے فکرِ دنیوی — سب سے بے پروا ہوا ہے عالمِ مجذوب خوب

دل کے سیپاروں[5] کوں بیکل[6] کر رکھے ہیں ہر یک ہم — جدول زخمِ جفا سیں ہے اسے اسلوب خوب

تا کہ[7] قاتل کوں دلِ صد چاک کی ہووے خبر — گر گلِ صد برگ ہووے سر نامۂ مکتوب[8] خوب

---

[1] پریشان پیچ کھایا ۔ ح ۔ [2] ۔ [3] یا الٰہی کب نظر آوے ۔ ۲۹۱ ا [4] ہوش ۲۹۱ ا [5] سیپارے ۔ ک

[6] بے کل ۔ ک [7] ۲۹۱ ا میں اس کی بجائے ذیل کا شعر اور مقطع ہے ۔

سبزہ ہے خط خوشنمائے تجھ لبوں کی آس پاس — جیوں کہ پانی کی کنارے پر لگی ہے دوب خوب

یوسفِ مصری کب آوے گا ترے پاس اے سراج — از سرِ نو ہووے جو نورِ دیدہ یعقوب خوب

[8] سر نامہ مکتوب ۔ ح ۔

کب تلک عاشق جلے معشوق کے غم میں سراج
شمع کے رشتے میں ہو ہے پروانہ گر منسوب خوب[1]

۶

۶۸۶

جب سیں دیا ہے شوخ نے کاکل کوں پیچ و تاب
آیا ہے اس کے رشک سیں سنبل کوں پیچ و تاب

اس گلبدن کے نشترِ مژگاں کوں دیکھ کر
آیا ہے جوشِ خوں سیں رگِ گل کوں پیچ و تاب

کیوں آ سکے بیان میں اس مو کمر کے وصف
جس فکر نے دیا ہے تامل کوں پیچ و تاب

ہوتا ہے دامِ لطف سیتی بند صیدِ دل
مت دے بھوؤں پہ چینِ تغافل کوں پیچ و تاب[2]

مائل ہوا ہے جب سیں وو گل رو کا اے سراج
ہے بوئے گل کی موج سے بلبل کوں پیچ و تاب

---

[1] شیفتے۔ ک [2] کر صید دل کوں بند ایس دام لطف سیں لف ۳۹۱ و ت ۳۹۱ کا اضافہ شعر یہ ہے۔
زنجیر بند شوق ہے تجھ قد سیں اے سراج ہے تیرے کھ کے رشک سیں ہر گل کوں پیچ و تاب

۱۹۱ ۷

ہوا ہے خطِ جبیں جس کوں خطِ جام شراب　　نگینِ دل پہ کیا نقش[۱] اُس نے نامِ شراب

نہیں ہے حرمتِ مے کی خبر تجھے زاہد　　کرے کشوں کوں ہے معلوم احترامِ شراب

نیازِ عالمِ مستی میں نہیں غرورِ نیاز　　شکستِ موج ہے طرزِ خمِ سلامِ شراب

خیالِ نرگسِ ساقی سیں دل ہے لرزش میں　　ہوا ہے رعشہ فزا کثرتِ[۲] مدامِ شراب

ترے سخن میں اے ناصح نہیں ہے کیفیت　　زبانِ قلقلِ مینا سیں سن کلامِ شراب[۳]

ہے عکس چہرۂ خورشید رو پیالے میں
سراج جلوہ نما ہے مہ تمام شراب

۲۹۸ ۸

روشن دلوں کوں عجز ہے نامِ آفرینِ آب　　حرفِ شکستِ موج ہے نقشِ نگینِ آب

آنسوئے[۴] گردِ کلفتِ دل کو[۵] فرو کیا　　دیکھا ہے کس نے خاک کوں بالانشینِ آب

چشمِ طمع کوں جلوۂ موہوم ہے مراد　　پیاسے کوں ہے سراب میں عین الیقینِ آب

نازک دلی ہے لازمۂ صاف طینتی　　ظاہر ہے شکلِ[۶] موج سیں چینِ جبینِ آب

---

۱ اس نے نقش نام ۱۹۸۳ء و　۲ کثرت و دوام۔ ک　۳ ک میں یہ شعر زیادہ ہے ؎

ہر ایک سرو ہے شیشہ ہر ایک گل ساغر　　دیا بہار نے فتویٰ زِ اذنِ عامِ شراب

۴ نیں ۱۹۸۳ء و　۵ کو ۱۹۸۳ء و

صافی دلوں کا عشق ہے رونق فزائے حسن — ہے رنگ بخش گل نظرِ پاک بین آب

گوہر فشانیِ لبِ دریا نیاز سُن — موتی ہوا ہے شرم سیں خلوت گزین آب

ہوں باغبانِ گلشن خوش فکری اے سراج

شعرِ رواں مرا ہے نہالِ زمین آب

۴۰۲

۹

وو شاہِ حسن مجھ طرف آوے تو کیا عجب — ویرانۂ خیال بساوے تو کیا عجب

پانی سیں اپنے چشمۂ الطاف کے اگر — آتش میرے جگر کی بجھاوے تو کیا عجب

ہے آرزو مدام کہ لیوے میرا سلام — جور و ستم سیں ہات اٹھاوے تو کیا عجب

آیا ہے سیرِ باغ کوں وو نوبہارِ حسن — ہر پھول داغِ دل کوں دکھاوے تو کیا عجب

لب تشنۂ وصال کوں وو یار مہربان — آبِ زلالِ لطف پلاوے تو کیا عجب

---

۱ نثار۔ ح ۲ دل کے گرگوں بچھاکر بہ بیں مه ۲۹۱ ۳ اپنے پیا و مہر کے پانی سوں ایک دم۔ س۔ اپنے پیار و مہر ۔۔۔ ۲۹۱ وم بوم

۴ سیں۔ ک ۵ س و ۲۹۱ و میں اس کے بعد دو شعر زیادہ ہیں۔ ۲۹۱ میں انکھیاں کی بجائے نین ہے۔

مری انکھیاں کے نیر کوں آیا ہے پور آج — طوفان نوح پل میں اٹھاوے تو کیا عجب

مشتاق ہوں کہ یاد کرے مجھ سوں یک سخن — میٹھے لباں کی بات سناوے تو کیا عجب

۶ ۲۹۱ و میں اس کے بعد یہ شعر اضافہ ہے۔

لوہو میرا ہے جوش میں گر یار سرخ پوش — ہولی کی آج دھوم مچاوے تو کیا عجب

دو موکمر سراج کا سن شعر دل پسند
باریکیٔ خیال کوں پاوے تو کیا عجب

۱۰ ۱۰ح

اے سجن تجھ برہ میں ہوں بے تاب — آتشِ غم سوں دل ہوا ہے کباب
دل کوں تجھ غم سیں بے قراری ہے — جیوں کہ آتش پہ مضطرب سیماب
تابِ دیدار نہیں رہا مجھ کوں — تاب دکھلا لیا ہے مجھ سیں تاب
گرئ غم سیں ہوش جاتا ہے — اپنے مکھ کے عرق سیں ڈال گلاب
دیکھ کر تجھ کوں دل ہوا ٹکڑے — جیوں کتاں پر ہے پرتوِ مہتاب
ماہِ نو گرچہ ہے ہلالِ وقت — بیتِ ابرو کا نہیں دیا ہے جواب
غم کی فہرست سیں لکھا ہے سراج
فردِ دامن پہ سب مجھو کا حساب

۱۱ ۱۷ح

تجھ مکھ کوں دیکھ جب سیتی رسوا ہوا گلاب — ہے بے وقار تب سیں ہر یک جا بجا گلاب
ہر باغباں چمن ستی گلدستہ باندھ کر — لاتا ہے دست بستہ ترے کن سدا گلاب

ے یہ اور بعد کی غزل "س" میں نہیں ہے ۔ ے دل را ۳۹۱ و ے تجھ بلائی ہیں ۔ س کے پر ۳۹۱ و ۃ تیرے ۔ س

بلبل ہے بس کہ شیفتۂ حسن گلرخاں   کرتا ہے چاکِ غم سیں اسی کے قبا گلاب

کیوں پائمالِ آفت بادِ خزاں نہ ہوئے   تجھ مکھ اگے چمن میں ہوا خود گلاب

سردی سیں آب اشک کی اور باد آہ کی   داغوں سیں غم کے گلشنِ دل میں کھلا گلاب

بن وصلِ گلعذار مجھے آبرو نہیں   ہے دل میں عندلیب کے نت مدعا گلاب

سن رنگ و بوئے شعر مرا رشک سیں سراج

پژمردہ ہو چمن سیں ہوا ہے جدا گلاب



ردیف ت

۱

۲۸ے

دلائے دلفریب سرو قامت — قیامت ہے، قیامت ہے، قیامت

شہیدِ خنجرِ الفت مُوا نہیں — سلامت ہے، سلامت ہے، سلامت

نہ کرناں جی کوں قرباں تجھ قدم پر — ندامت ہے، ندامت ہے، ندامت

جماعت میں پری رویوں کی تجھ کوں — امامت ہے، امامت ہے، امامت

سراج اب عیش کے گلشن کا پانی

ملامت ہے، ملامت ہے، ملامت

۲

۲۹ے

گنجِ ازل لگا ہے دلِ بے نوا کے ہات — آیا ہے کیا خزانۂ غیبی گدا کے ہات

پہنچا ہے آبِ تیغ اسے عین پیاس میں — زخمِ جگر نے کھول رکھا تھا دعا کے ہات

لہ ہوا ۳۹۱ الف ۔ یں۔ک ۔ تہ درپن کی میقل۔س۔ تہ مالی۔ک ۱۳۹۵ و

ش ۳۹۱ ۔مطلع ۔ بسمل نہ کر نگاہ تغافل نما کے ہات ؛ ناز کہ ہمارے جیو کوں نہ دے اس بلا کے ہات

یہ شعر اضافہ ہے۔ کیا صاف ہورہے ہیں ہمارے گناہ پر ؛ جدھر میں خوشنما ہیں ترے اس صفا کے ہاتھ۔ تہ زخمِ جگر کے ۔ک

کھاتا ہے جوش خونِ جگر اس کے رشک سیں   دیکھا ہے جب سیں ہات تمہارا حنا کے ہات

میرے نگینِ دل کوں مگر ذوق نام ہے   انگشتری کے سات گیا دل ربا کے ہات

ناصح نہ مار تیغِ نصیحت مجھے عبث   اب تو ہوا شہید فرنگی ادا کے ہات

جیوں دودِ شمع دل ہے مرا پیچ و تاب میں   کیوں آئے زلفِ یار کے بادِ صبا کے ہات

مدت سیں گم ہوا دلِ بے گانۂ سراج
شاید کہ جا پڑا ہے کسی آشنا کے ہات

۳۳

۳۶٤

کیا غم نے سرایت بے نہایت   کروں کس سیں شکایت بے نہایت

ہمارے قتل پر مفتی نے غم کے   نکالا ہے روایت بے نہایت

توں اپنے غمزۂ خونیں کی ظالم   عبث مت کر حمایت بے نہایت

تیرے رخ پر ہجومِ خال و خط نہیں   کہ ہیں مصحف میں آیت بے نہایت

کیا ہے عشق کے ہادی نے مجھ کوں   محبت کی ہدایت بے نہایت

ل کھایا ہے۔ ک ۲ ہوں۔ س ۳ تہارے۔ ل ۴ نام کا ہے ذوق ۲۹ ا ۵ اس کے بعد س میں یہ شعر زیادہ ہے:

ایسا تو کوئی نیں کہ میری بات کوں کہے   سونپا ہوں اپنے کلام کوں ذاتِ خدا کے ہات

۶ بے گانہ اے سراج۔ س ۷ جاناں ۲۹ ا ۸ ہے۔ ک و ۵۰ و ا

شکرلب نے نگاہِ دلبری میں   کیا مجھ پر عنایت بے نہایت

سراج اب داستانِ شوق بس کر
کہ بے جا ہے حکایت بے نہایت

۴

۲۳ء

جب سیں دیکھا ہوں یار کی صورت   گل کوں بوجھا ہوں خار کی صورت

کیوں[1] نہ ہوئے قتل دم بدم عاشق   ہیں بھویں ذوالفقار کی صورت

مجھ کوں آئینۂ تصورؔ[2] ہے   دل پر گلعذار کی صورت

دل[3] نے میرے کیا ہے طوقِ گلو   زلفِ گلرو ہے ہار کی صورت

ناامیدی میں جلوۂ دیدار   ہے خزاں میں بہار کی صورت

صفحۂ دل پہ سینہ چاکوں کے   نقش ہے اس نگار کی صورت[4]

کاغذِ ابر پر لکھا ہے سراج
دیدۂ اشکبار کی صورت

---

[1] عاشقاں قتل کیوں ہوں ہر دم۔ ۲۹۱ و [2] تصویر۔ ۲۹۱ و [3] دل کوں۔ک [4] ۲۹۱ و کا اضافہ شعر

مجھ کو دستی ہے شب مار سیاہ   پیو کی زلفوں کے تار کی صورت

۵

۷۵۰

صیاد چاہتا ہے دلِ بیقرار مفت — لیکن کہیں بھی ہات لگا ہے شکار مفت

جس کوں خیالِ نرگسِ عنبر سرشت ہے — اس کوں ملا ہے نافۂ مشکِ تتار مفت

گر تم کو آج پوششِ رنگیں کا ذوق ہے — حاضر ہے چاکِ دل کا مرے جامہ دار مفت

لا اس ہوا میں جلد گلابی شراب کی — جاتی ہے نہیں تو ہات سیں ساقی بہار مفت

بے شعلۂ جمال شبِ ہجر میں سراج
آتش میں غم کی جل کے ہوا ہوں غبار مفت

۶

۷۵۵

دیکھتا ہوں چشمِ[۱] بے گوں کوں تری خونخوار[۲] نت
نشۂ[۳] خونریزیٔ عاشق سیں ہیں سرشار نت
دور[۴] ہووے کس طرح اس زلف و کاکل[۵] کا خیال
تا قیامت گردنِ جاں میں ہے یہ زنار نت

---

۱ نیم خواب انکھیاں تری بیمار نت۔ س ۲ مے خوار۔ ک ۳ کیا شراب جس سوں مغرور ہے سرشار نت۔ س

۴ غم کے پھا: ہ سوں نکلنا اب بہت دشوار ہے۔ س ۵ زلفِ کافر [illegible] ا

نہیں خیابانِ چمن کی آرزو ہرگز مجھے
بے خزاں ہے سینۂ گل[1] وار میں گلزار نت

یار[2] پر آنسو کے مروارید کرنے کوں نثار
دیتی[3] گریاں ہیں[4] میرے ابر گوہر بار نت

مجھ کوں جیوں فرہاد اس شیریں دہن[5] کی یاد ہے
قصۂ چندر بدن ہے بیکل پیار نت

تارِ بستر[6] نیشِ عقرب ہے برہ کی رات میں
ہر سر[7] مژگاں ہے آنکھوں میں ہماری خار نت

خواہش رہی میں دیکھناں اسکا ہوا[8] مشکل سراج
بس کہ رہتا ہوں خیالِ یار میں بیدار نت

---

[1] گلنار۔ ب ۱۳۰۵ھ و ع ۱۲۵۸ھ پ، ود پ انجواں س [2] پاس کھتا ہوں خیال نازنیں بہ ار ت۔ س [3] ہے میرا۔ ۱۳۰۵ھ

[4] بھی۔ س۔ [5]۔ س میں یہ شعر زاوہ ہے ۔ مجھ دل بسمل کوں ہرگز طاقت پرواز نیں ؤک یا کرے حائل ہے اس کوں ہجر کی دیوار نت

[6] پلک سلتی ہے مجھ انکھیاں میں ہو کر خار۔ س [7] وجوان نہ خوقتل شہیداں ہے سراج ؤا انجھا ہے اس خمار کی تلوار نت۔ ۱۳۹۱ھ

[8] مجھے مشکل ہوا۔ س و ۱۲۹۱ھ ان میں یہ مقطع نہیں ہے۔

۴۶۲   ۷

یک رنگ ہو گل چمن صلح و جنگ ہوت   رعنا مزاج، شوخ عجائب دو رنگ ہوت

آنکھیں مری سفید ہیں رونے سیں رنگ زرد   کاکل سیاہ، سبز قبا، رخ رنگ ہوت

ہم بے کسوں کوں شعلۂ حسرت میں مت جلا   اے برقِ ناز خرمنِ ناموس و ننگ ہوت

میں دین و دل نثار کیا چاہتا ہوں آج   جاتا کدھر ہے کافرِ شہر فرنگ ہوت

امیدوار شعلۂ دیدار ہے سراج
کہ شمع رو کوں میری طرف سیں پتنگ ہوت

۴۶۴   ۸

جس کوں ہوا ہے آئینۂ دل خیالِ دوست   روشن ہے اس کی چشم میں نورِ جمالِ دوست

دانہ دکھا کہ مجھ کوں کیا دام میں اسیر   آخر ہوا ہے آفتِ جاں خط و خالِ دوست

مہندی کا رنگ نہیں ہے کفِ پائے یار پر   خونِ جگر ہوا ہے مگر پائمالِ دوست

میرے مذاقِ جان میں ہے قند اور نبات   پایا ہوں جب سیں لذتِ شیریں مقالِ دوست

دیکھا ہوں سب طرف نگۂ امتیاز سیں   کوئی دوسرا نظر نہیں آیا مثالِ دوست

---

۱ صبح جنگ۔ک ۲ سرخ قبا، سبز رنگ۔ح ۳ نار۔ح ۴ ہیں۔خ

۵ رنگ حنا نہیں۔س ۶ و۔ح ۷ نبات لخ۔ک۔

اے پاک بازِ گلشنِ آئینہ، سیر کر — گر تجھ کوں آرزو ہی کہ پاؤں وصالِ دوست

ساقی بغیر، جرعۂ مے تلخ ہے سراج
کھاتا ہے شیشہ خونِ جگر بے جمالِ دوست

۹

بس کہ شیریں ہے ترے نرگسِ خودکام کی بات — تلخ ہے ذائقۂ گوش کوں بادام کی بات

شعلۂ آہ سیں گلشن کوں جلا ڈالوں گا — بلبلوں سیں نہ کہو دلبرِ گلفام کی بات

جب سیں ہے یاد مجھے حرفِ کتابِ وحشت — مجھ کوں خاطر سیں فراموش ہے آرام کی بات

قصۂ عشق کا مشتاق ہوں کوئی مجھ کوں سناؤ — نسخۂ لیلی و مجنوں ہے مرے کام کی بات

گردشِ نرگسِ ساقی کی صفت مجھ سیں پوچھ — خوشنما ہے لبِ جمشید ستی جام کی بات

وصل کے دن شبِ ہجراں کی حقیقت مت پوچھ — بھول جاتی ہے مجھے صبح کوں ہر شام کی بات

اے سراج آتشِ غیرت سیتی جل جاوے گی
تو نہ کہہ شمع سیں پروانۂ خودکام کی بات

۱۰

عاشقِ بے جاں کوں جاناں پاس آنا کیا سکت — آ کے دامِ دوستی میں پھر کے جاناں کیا سکت

پاؤں وصالِ۔ س ت پیو باج بزمِ عیش نہیں ہے لب اے لعل جی۔ س ت: پوچھ۔ ک سنہ گا۔ ت ۲ و ت ۲ خودکام۔ ک

گرچہ نقاشی میں لاثانی ہے مانی کا قلم — لیکن اس کے ناز کی صورت بناناں کیا سکت

گرچہ[1] محبوبانِ نرگس چشم ہیں مغرورِ حُسن — شوخ کی آنکھوں سیں آنکھوں کوں ملاناں کیا سکت

عشق کے نامحرموں کوں زورِ عقلِ خام سیں — نکتۂ سربستۂ اسرار پاناں کیا سکت

کیا ہوا گر روح بخشی کار عیسیٰ تھا سراج
عشق کے خنجر کے مارے کوں جلاناں کیا سکت

۱۱

۴۸۶

کہاں جاتے ہوئے[1] جادو نین ہوت — ہماری بات سُن اے من ہرن ہوت

غزل خواں ہے ترے بن بلبلِ دل — تغافل مت کر اے گل پیرہن ہوت

ہوا ہوں ناتواں جیوں تارِ باریک — شتاب آ مو کمر نازک بدن ہوت

کہو مجنوں کوں بول احوال اپنا — کہ ہم بھی بے وطن ہیں بے وطن ہوت

---

[1] جگ کے جادو نین ہر چند۔ م۱۶۹ و ع س میں یہ غزل نہیں ہے م۱۹۱ د میں یہ شعر زیادہ ہیں ؎

بس کر استاد ہلالی ہے خمِ ابروئے یار — دلبری کا علم اب اسکوں سکاناں کیا سکت

گنج مخفی میں رکھا ہولا چمن میں بسر کر — دل کے پاکی بن کسی سوں دل بجاناں کیا سکت

[2] جاتا ہے س [3] اب اے گلبدن ۔ س [4] بال سوں باریک غم میں ۔ س ۔

مناسب نہیں ہے اتنی ترش روئی　　تبسم کر اے شیریں سخن ہوت

کہا قاتل[ا] نے مجھ کوں مہرباں ہو

سراج بسمل خونیں کفن ہوت

۱۲

۷۹۲

ہے وحشتِ دل[ا] دامنِ صحرائے قیامت　　روشن ہے مری آہ سیں غوغائے قیامت

ہر اشک[ا] تیرے ہجر میں طوفانِ بلا ہے　　جاری ہے تری چشم سیں دریائے قیامت

اے سروِ گلستانِ ادا راست ہے یہ بات　　ہے پست ترے قد سیں بالائے قیامت

تم[ا] جلد اگر آؤ تو بہتر ہے وگرنہ　　بیتاب ہوں میں کاش کہ اب آئے قیامت

اے جانِ سراج آج دکھا جلوۂ دیدار

ہے وعدۂ فردا مجھے فردائے قیامت

ا ۱۹۳ و دس میں اس کے بعد یہ دو شعر زیادہ ہیں —

کہاں ہے مشتری طالع پیارا　　ہماری فال دیکھ اے برہمن ہوت

خبر لے دردمندوں کی شتابی　　نہ کر توں سخت دل اے دل کٹھن ہوت

ا ظالم۔ س ت خونی ۱۵۸۲ و ا تجھ باج ہے دل ۱۹۳ و ا ہے یک ا تری۔ک۔ بیرے اشک میں

ا بیو آج اگر آوے ۱۹۳ و ا اپنے مدرس کوں ۱۹۳ و—

١٣

۹۰

کہاں[1] ہے وہ سجن ہیہات ہیہات — لیا ہے جس نے من ہیہات ہیہات

نظر آتا نہیں مجھ کوں سبب کیا — مرا نازک بدن ہیہات ہیہات

جدائی نے تیری مجھ سیں لیا ہے — قرارِ جان و تن ہیہات ہیہات

گلِ داغِ جدائی سوں مرا دل — ہوا رشکِ چمن ہیہات ہیہات

لیا ہے مجھ سوں ہوش و صبر و آرام — دیکھا دونو نین ہیہات ہیہات

تغافل کیوں روا رکھا ہے مجھ پر — وو شوخِ من ہرن ہیہات ہیہات

سراج اس عالمِ ناقدراں میں
نہیں قدرِ سخن ہیہات ہیہات



---

[1] از ۳۹۱ ل ۔

ردیف ٹ

۸۰۴

گل رخوں نے کئے ہیں سیر کا ٹھاٹ[1]
گلشن آباد کا بھرا ہے ہاٹ

تیغِ ابرو سیں میں شہید ہوا
اس سروہی کا کیا بلا ہے کاٹ

دل میں آرا چشمِ حیراں سیں
کھل رہے ہیں مری پلک کے پاٹ

زہر ہیں اس کوں نعمت الواں
لذتِ عشق کی جسے ہے چاٹ

نہیں[2] اثر تیرِ آہ کوں اس میں
دلِ سنگیں ترا ہے لوہا لاٹ

پنجۂ عشق کے شکنجہ سیں
میں ہوا شش جہت میں بارہ باٹ

اے سراج اشک[3] کے چراغوں کوں
نئے[4] مژگاں سیں ہم نے باندھے ٹھاٹ

---

[1] کشورِ دل سوں عقل کی ہے نکاٹ ؛؛ دیکھ کر لشکر جنوں کا ٹھاٹ۔ س کشور ن ۲۹۱ و

[2] س و ن ۲۹۱ و میں اس کے بعد ذیل کے تین شعر زیادہ ہیں۔

گلبدن لطف کا لگا مرہم
خارِ غم سوں گیا کلیجہ پھاٹ

عقل کوں بیچ عشق کوں لے مول
دیکھ جا کر پرت نگر کا ہاٹ

اشک کے قافلے چلے ہیں اتر
ہیں انکھیاں میری زہ دا کا گھاٹ

[3] اسکے بعد س و ن ۲۹۱ و میں یہ شعر زیادہ ہے۔ اے صنم کر میری نذر کوں قبول ؛؛ تجھ قدم پر رکھا ہوں سر کوں کاٹ

[4] اس کوں غیر ہے ذوق شکر۔ س و ن ۲۹۱ و شہ جس کوں کچھ عشق کی لگی ہے چاٹ س

ردیف۔ ث

۱

۸۱۱

اب تلک اس یار نے رُخ نہیں دکھایا الغیاث

عشق[۱] کی آتش کے شعلے نہیں بجھایا الغیاث

یک بیک اپنی جھلک بتلا کے پنہاں ہوگیا

ٹک[۲] چھلاوا سا دکھا کر پھر چھپایا الغیاث

سخت بے مہری ہیں اُس خورشید مہ رخسار نے

درد و غم کی دھوپ میں مجھ کوں جلایا[۳] الغیاث

دلبرِ آئینہ رُو نے طوطیِ دل کوں مرے

بات اُن میٹھے لبوں کی نہیں سنایا الغیاث

حسن کے مکتب میں اس کی ابروئے خوں ریز کوں

کج ادائی کا سبق کس نے پڑھایا[۴] الغیاث

---

۱ نیز نکلو۔ س ت ہجر کی آتش۔ س ت کچھ۔ ک ت تپایا۔ س ث اُس۔ س ت سکھایا۔

قتلِ عاشق پر چڑھا کر آستیں دامن کوں باندھ
ہات میں شمشیر لے دو شوخ آیا الغیاث
آتشِ حسرت میں جیوں پروانہ جلتا ہے سراج
شمع رُو نے رازِ دل اس کا نہ پایا الغیاث

۸۱۸ ۲

مجھے مت ڈرا اے ستمگر عبث | ہر اک آن مت کھینچ خنجر عبث
میری نبضِ دل میں رہا نہیں ہے خون | تو مت مارِ مژگاں کے نشتر عبث
جسے فرشِ الماس کا ذوق ہے | اسے خوابِ مخمل کا بستر عبث
ترے لعلِ لب میں ہے آبِ حیات | پھرا جستجو میں سکندر عبث
ہماری شہادت کا بے جا ہے عزم | نہ کر دامنِ پاک کوں تر عبث

نہیں شعلہ رُو کوں خبر اے سراج
کیا آگ میں گھر سمندر عبث

لے خنجر کرو۔ س لے غم سوں پروانہ نمن ہر چند جلتا ہے سراج۔ س۔ لے حیرت۔ ک لے تپتا۔ ک
لے س ۲۹۱ و میں مطلع یہ ہے — نہ کر جور مجھ پر ستمگر عبث ؛ ستم کا توں مت کھینچ خنجر عبث۔ دوسرا شعر اضافہ ہے —
مجھے بے مزہ مجھ کوں شاخِ عسل ؛ ترے لب مقابل ہے شکر عبث۔ لے میں۔ ک
لے ۲۹۱ و میں — اس کے بعد یہ شعر زیادہ ہے — نہیں برق کو جس گلی میں گزار ؛ نہ جا اس طرف اے کبوتر عبث
لے س کا اضافہ — نہ تھا — مجھے کیا ہے محبت تری ؛ مرے چہرۂ زرد ان کے عبث
لے س ۲۹۱ و کا مقطع — ہر اک بیت موتی کی لڑ ہے سراج ؛ نہ لا مجھ ان کے سلک گوہر عبث۔

ردیف ۔ ج

۱

۸۲۵

میرے[۱] آنسو ہیں موتیوں کے گنج — ہے ترازوئے دیدہ گوہر سنج

عشق بازی میں نہیں ہے اور بساط — دل کوں کرتا ہوں مہرۂ شطرنج

جو رضا میں ہیں جاں بحق تسلیم — سب برابر ہے اسکوں[۲] راحت و رنج

کاکلِ خم بہ خم نے ظالم کے — دلِ عشاق کوں دیا ہے[۳] شکنج

اے سراج آنسوؤں کے پانی میں

ہوئی ہے لبریز چشم کی کارنج

۲

۸۳۰

شربتِ لطفِ یار گل رُو آج — دلِ بیمار[۴] کوں ہوا ہے علاج

---

۱ جب سوں پایا ہوں میں سخن کا گنج ؛ طبع میری ہوئی ہے گوہر سنج ۔ س و ۳۹۱ و

۲ زلف تیری نے اے پری پیکر ۔ س و ۳۹۱ و ۔ ۳ س و ۳۹۱ و میں یہ شعر اضافہ ہے

۱۰ ،روکوں کیا ہوں میں تسخیر ؛ شب ہجرت کا بس کہ کھینچا رنج ۔ ۴ ہمارے ۔ ک

پادشاہِ سریر الفت کوں[1] اس کا نقشِ قدم ہے[2] سر کا تاج

جب سیتی جلوہ گر ہے وو ظالم ہر طرف ظلم کا ہوا ہے رواج

تو شہنشاہِ ملکِ خوبی ہے خوبرو کیوں نہ دیویں تجھ کوں خراج

سرو قامت کوں بھر نظر دیکھا قمریٔ دل کا ہے یہی معراج

گرم خوئی تجھے[3] مناسب نہیں دل مرا[4] بس کہ آتشی ہے مزاج

شمع رو کے جمال[5] کوں ہر[6] شب

دل کی فانوس میں کیا ہوں سراج

---

[1] خسروی ملکِ عشق کی پایا ؛ نقشِ پا کوں ترے کیا ہے تاج۔ س

اس کے بعد یہ دو شعر اضافہ ہیں ؎

پھول کی سیج عیشِ مقرب ہے ؛ شب ہجرت میں اے صنم تجہ باج۔

شغل تیر افگنی ہے جب سں اے ؛ تختۂ دل کوں کیا ہوں میں آماج۔ [2] کا، ح

[3] سوں مت مل اے جانار ۔ س

[4] ہمارے کو آتشی ہے مزاج ۔ س ۔ مرے کا ۔ ح

[5] خیال ۔ س ، ۳۹۱ ل [6] ہرگز ۔ س ، ۳۹۱ ل

۳

۸۳۷

دل مرا تجھ چشم[1] کی گردش سیں ہے بیمار آج
اے طبیبِ مہرباں دے شربتِ دیدار آج

عقدۂ مشکل کوں حل کر کھول زلفوں[2] سیں گر
نیئں[3] تو یہ عقدہ میرے پرہے نپٹ دشوار آج

برہمن[4] کوں رشتۂ زنار کی حاجت نہیں
دامِ زلفِ[5] یار ہے اس کے گلے میں ہار آج

کل[6] مطالع میں کیا تھا اس کے خط کا حاشیہ
مدرسے میں دل کے ہے اس درس کی تکرار آج

---

[1] کے مانند ہے بیمار آج۔ س ۔ [2] زلفاں سوں۔ س و م ۳۹۱ و

[3] چھوٹنا تجھ غم کے پھاندے سوں ہوا دشوار۔ س و م ۳۹۱ و

[4] اس کے بعد "س" میں یہ شعر زیادہ ہے: بہرِ دفعِ چشمِ بد تجھ پر ہیں اے خورشید رو ؍ آسماں سوں نے ستاروں کا کیا ایثار آج

[5] تری زلف کا ہے گل میں اُس کے ار ۔ س و م ۳۹۱ و

[6] پیو کے خط کا حاشیہ دیکھے ہیں شاید عاقلاں ؍ ہر مدرسے میں کئے اس درس کا تکرار آج ۔ س

ہجر میں اُس شوخ گل رخسار کے بے تاب ہوں
ہے[1] سرِ مژگاں مری آنکھوں[2] میں نوکِ خار آج
جلوہ گر ہے ہر طرف عکسِ رخِ جاناں سراج
مجھ نظر میں آرسی ہے ہر در و دیوار آج

۴

۸۴۳

اپنا جمال مجھ کوں دکھایا رسول آج — عاجز کی التماس کوں کرناں قبول آج
اے مہرباں طبیب شتابی علاج کر — تیرے برہ کے درد سیں[3] ہے دل میں سول آج
مرہم ترے وصال کا لازم ہے اے صنم — دل میں لگی ہے ہجر کی برچھی کی ہول آج
گلرو[4] بغیر خانۂ بلبل خراب ہے — مرجھا رہا ہے صحنِ گلستاں میں پھول آج
بے فکر ہوں عذابِ قیامت سیں اے سراج
دینِ محمدی کوں کیا ہوں قبول آج

۵

۸۴۸

لبِ گلرو پہ عیاں ہے خطِ ریحانی آج — مور کوں ہات لگا ملکِ سلیمانی آج

---

۱ ہر سرِ مژگاں ہے مجھ ۔ ک   ۲ انکھیاں ۔ س
۳ من ۔ س و ملا ۲ او ۔   ۴ بیو باغ بزم بلبل نالاں خراب ہے ۔ س

حلقۂ گیسوئے مشکیں کوں دیے ہوں بکھرا | کیوں حاصل ہوئے مرے دل کوں پریشانی آج
دیکھناں یار کے چہرے کوں نہیں طاقت غیر | چشمِ عشاق کی ہے اس کوں نگہبانی آج
خونِ دل بادۂ گلرنگ، غذا، لختِ جگر | غم کے گھر میں ہے مرے عیش کی مہمانی آج
دیکھ کر تجھ لبِ یاقوت نما کی سرخی | خوں ہوا رشک ستی لعل بدخشانی آج
خوبرویوں نے دیے تجھ کوں خراجِ اسعۂ حسن | ملکِ خوبی میں مگر نہیں ہے ترا ثانی آج

شعلہ رو چہرۂ زریں ستی آ آ ہے سراج
خانۂ دل میں لگی آتشِ پنہانی آج

لہ زلف کوں کھولا ہے سجن عارض پر ۳۹۱ ؁ لہ سلیمانی۔ ک ؁ جگ کے خوباں۔ ۳۹۱ ؁

؁ ۳۹۱ ؁ کے اضافہ اشعار۔

اے سجن شربتِ دیدار نہ کرآس میں دریغ | نشۂ وصل کوں نیں غیر از جز پانی آج
کیونکہ تصویر ترے ناز کی کوئی کھینچ سکے | دیکھ حیران ہوا ہے قلمِ مانی آج

ردیف۔ چ

۱

۸۵۵

سیر ہے دل کوں ان انکھوں کے چیالوں کے بیچ　　نرگستاں ہے دیوانے کوں غزالوں کے بیچ

سودۂ لعل ہے ہر اشک میرا آہوں[1] سیتی　　رنگِ گلگوں سیں عجب زیب ہے نالوں کے بیچ

مار رکھتے ہو مجھے دور سیں پلکیں دکھلا　　ضربِ بندوق کا ہے کام یہ بھالوں کے بیچ

چوٹ دل کی ہے جسے کب ہے اسے وجد و سماع　　ہے اثر درد کے کم ہونے کا حالوں کے بیچ

فوج بلبل کے پھسانے کوں بس ایک لٹ اُس کی　　روغنِ گل ہے تری زلف کے بالوں کے بیچ

خوف کر عاشقِ مے خوار سیں اے صوفیِ خشک　　مست ہو جائیگا دو چار[2] پیالوں کے بیچ

جل گیا شعلۂ دیدار سیں پروانہ سراج
ہم تو اب لگ ہیں برہ آگ کی جھالوں کے بیچ

---

[1] سیں۔ ک　　[3] ریت۔ ح

[2] دو چار ہی۔ ک

ردیف - ح

۱

۸۶۲

آنکھوں میں بے خبر کے ہے ہر چند جائے صبح — تجھ رُخ کے سامنے ہے مکدر صفائے صبح

دل آرزوے وصل میں اُس رشکِ ماہ کے — کرتا ہے آہِ نیم شبی و دعائے صبح

وو مثل آفتاب جہانگیر ہے مدام — جس پر ہوا ہے سایۂ بال ہمائے صبح

تجھ حسن کے سبب سیتی روشن ہوا ہے ظل — خورشید کے قدم کے سبب ہے ضیائے صبح

مجھ چشم خوں نگار میں آئے شوخ رکھ قدم — جب لگ حنائے نور سیں رنگیں ہے پائے صبح

مہتاب رُو تیری طرف آیا ہے اے سراج
دیناں پڑا ہے آج تجھے خوں بہائے صبح

---

[۱] ہر چند بے خبر کی انکھیاں میں ہے جائے صبح ؛؛ تجھ حسن کے انگے ہے مکدر صفائے صبح - س

[۲] تیرے اے ماہ رو - س [۳] مراد پر ہے - س [۴] کی جھلک - س [۵] یکبار - س [۶] صبا ہے - ک

[۷] تیرا یہ خم بس کہ گہر سے ہے سراج ؛؛ بے آب اس انگے ہے دُر بہ بہائے صبح - س

۲

۸۶۹

اس کے رخ سیں[1] ہوئی ہے تاباں صبح — کیوں ہوئے رشک سیں پشیماں صبح

میرے رونے سیں یار ہنستا ہے — اشکِ شبنم ستی ہے خنداں صبح

نت ترے حسن کی تجلی دیکھ — پیرہن چاک تا گریباں صبح

بس کہ مقبول ہے دعائے سحر — ہے مجھ انکھوں میں نورِ ایماں صبح

اے سراج آفتاب رو آیا
ہے میرے گھر میں آج مہماں صبح

۳

۸۷۲

مت کرو ہم سیں زرگری کی طرح — یہ نہیں بندہ پروری کی طرح

دل لیجاتے ہو اک تبسم میں — خوب سیکھے ہو دلبری کی طرح

تھرتھراتا ہے ہر سحر سورج — دیکھ تجھ چہرۂ نزدی کی طرح

دل ہمارا ہے لعلِ بے قیمت — گر پسند اس کوں جوہری کی طرح

گرچہ میری نظر سیں پنہاں ہو — شیشۂ دل میں ہو پری کی طرح

---

[1] مکھ سیں ترے ہوتی ہے ۔ ۲۹۱ و ۲ یہ ۔ ک

سرو کو آرزو ہے دھوٹوں کی	تم سیں ملایا ہے ہمسری کی طرح
شکر للہ کہ سرو قد کے طفیل	دل نے پایا صنوبری کی طرح
نرگسِ باغ نے کہاں پائی	یار کی چشم جبھری کی طرح

ورد کر لے سراج نامِ علی
یاد رکھ عشقِ حیدری کی طرح



ے دیکھے کی ۳۹۱ و	ے پیوسیں ۳۹۱ و

ردیف ۔ خ

۱
۸۸۳

سرشکِ سُرخ سیں میرے ہُئے ہے چشمِ گریاں سُرخ — مثالِ کلکِ مصور ہُئے ہے موئے مژگاں سرخ

لکھا ہوں دلبرِ رنگیں کوں عرضیِ احوال — کیا ہوں خونِ جگر سیں تمام افشاں سرخ

اگر یہ دیدۂ پرخوں میرے کا عکس پڑے — عجب نہیں ہے اگر ہوئے آبِ طوفاں سرخ

کیا ہے بس کہ و گلرو نے عاشقوں کوں شہید — ہوا ہے صحنِ چمن کی مثال میداں سرخ

دلِ سراج میں پھولے ہیں آج گلِ لالہ
ہوا ہے داغِ محبت سیں یہ گلستاں سُرخ

۲
۸۸۸

تیرے ابرو کی عجب بیت ہے حالی اے شوخ
جس میں ہے مطلبِ دیوان ہلالی اے شوخ

---

۱ ہیں۔ک ۲ ہیں۔ک ۳ پیو کے۔ ۳۹۱ و ۴ شوخ کوں کتوب کر انکھاں کی ہیں ۳۹۱ ر
۵ بس کہ اب خونِ دل۔ ۳۹۱ ر ۶ چمن کی سیر کوں مت جا دلِ سراج ہیں آ ۳۹۱ ر ۷ ہے۔ک

گوہرِ اشک کوں ہے حلقہ بگوشی کا خیال
گر لگے ہات تیرے کان کی بالی اے شوخ

روحِ فرہاد بھی خوش ہو کہ مٹھائی بانٹے
گر سنے تجھ لبِ شیریں ستی گالی اے شوخ

جب سیں دیکھی ہے خطِ سبز میں تیرے لبِ سُرخ
تب سیں سبزے میں چھپی پان کی لالی اے شوخ

شہر میں الفتِ صحرا ہے مجھے دامن گیر
کیا قیامت ہیں تری چشمِ غزالی اے شوخ

سندِ مطلب دل پر میرے کر مُہرِ قبول
منصبِ لطف کا منگتا ہوں بحالی اے شوخ

بس کہ تصویر تری نقش کیا دل میں سراج
پردۂ چشم ہے فانوسِ خیالی اے شوخ

۸۹۵ ۲

محبّت کا جلا سوزاں ہے اے شوخ برہ کے درد سیں نالاں ہے اے شوخ

ل ہیں۔ک۔ ہ از س ۱ ص ۳۹۱ ا

ترے سر دیکھ چیرہ زعفرانی — لب زخمِ جگر خنداں ہے اے شوخ

انجھو کے پھول انکھیاں[1] سے جھڑے ہیں — مرا دامن بہار افشاں ہے اے شوخ

لکھے ہیں اس میں آیاتِ محبت — مرا دل ہیکلِ قرآں ہے اے شوخ

مثالِ عید ہے اک دید تیری[2] — ہمارا جان و دل[3] قرباں ہے اے شوخ

صفحہ[4] پر دل کے ہے نقشِ تصور — عجب تیرا خطِ ریحاں ہے اے شوخ

تو آیا جب نظر انجھو ہوئے بند — تجھ انگے شہا پنہاں ہے اے شوخ

سراج از بس کہ کھایا ہجر کا تیر
پلک انکھوں[5] میں جیوں پیکاں ہے اے شوخ



---

۱ جھڑتے ہیں جداں سوں - س (آنکھاں سیں ص۱۹۲ ا)

۲ تیرا - س ۳ دل وجاں جس اوپر - س ۴ صفحے - س

۵ انکھیاں - س -

ردیف۔ د

۱

۹۰۳

تجھ جدائی میں اے بہارِ مراد — خوب[1] لگتی نہیں چمن کی یاد

نظر آتا ہے[2] قد ترا مجھ کوں — سروِ آزاد گلشنِ ایجاد

ہیں حقیقت میں حسن و عشق جدا — طوقِ قمری ہے طرۂ شمشاد

کیا کرے گا بیاضِ نرگس کوں — تیری آنکھوں[3] کلجس کوں ہے سواد

دل ہمارا ہے مرغِ دست آموز — رحم لازم[4] ہے اس پہ اے صیاد

بسملِ غم کوں سیرِ گلشن میں — برگِ سوسن ہے خنجرِ جلاد

کیوں نہ مجھ کوں گلاوے عشق ترا — جس کی گرمی سیں موم ہے فولاد

آتشِ عشق نے صنم کی کیا — خاکساروں کی آبرو برباد

---

[1] دل میں آتی ۔ مس ۔ مجھ کوں آتی نہیں ۔ ما۲۹۱ ۔ ا ۔ [2] قد ترا مجھ نظر میں دستار ہے ۔ مس (ہے۔ ما۲۹۱) [3] جس نے پایا ہے تجھ انکھیاں کا ۔ مس (تری آنکھاں کا مراد سواد ۔ ما۲۹۱ ا)

[4] اس پہ بے رحم مت ہو ۔ مس و ما۲۹۱ ۔ ا ۔

شعلۂ رو نے جلا کے راکھ کیا
نہ سُنا کئی سراج کی فریاد

۲

۹۱۲

ہے میرے دل کوں حرفِ غمِ مضطربی یاد — گویا کہ مرثیہ کا کیا ہے جواب یاد

کب بھولتا ہوں اس کوں بہشتِ وصال میں — ہے دوزخِ فراق کا مجھ کوں عذاب یاد

پلکوں کی انگلیوں سیں کیا ہوں شمارِ اشک — سرکارِ عشق کا ہے مجھے سب حساب یاد

دیکھا ہے جس نے مصرعۂ موزونِ قدِ یار — دیوان حسن کا ہے اُسے انتخاب یاد

کوئی عقدہ نہیں رہا ہے مطوّل میں زلف کے — دل کوں مرے ہے نوکِ زباں یہ کتاب یاد

لذتِ شبِ وصال کی مت پوچھ صبح لگ — رہتا نہیں فجر کوں مجھے شب کا خواب یاد

مجلس میں شمعِ رو کی ہے پروانگی اُسے
شعرِ سراج جس نے کیا بے حجاب یاد

۳

۹۱۴

خاک ہوں اعتبار کی سوگند — مضطرب ہوں، قرار کی سوگند

---

[۱] شعر شیریں کی خسروی ہے اسے ۔ کیوں نہ بولیں سراج کوں فرہاد ۔ ص و ۳۹۱ ۔ [۲] ہوں ک ۔ [۳] کہ بہشتِ وصال میں ک ۔

مثلِ آئینہ پاک[1] بازی میں — صاف دل ہوں غبار کی سوگند

حوضِ کوثر[2] سیں پیاس بجھتی نہیں — اوس لبِ آب دار کی سوگند

روبرو[3] ہے مجھے خیال ترا — دلِ آئینہ دار کی سوگند

معتبر نہیں جمال ظاہر کا — گردشِ روزگار کی سوگند

غیرِ دیدار اور[4] مطلب نہیں — مجھ کوں بوس و کنار کی سوگند

زندگی اے سراج[5] ماتم ہے

مجھ کوں شمعِ مزار کی سوگند

۹۲۴ — ۴

مخمور چشموں کی، تبرید کرنے کوں، شبنم ہے سرداب شوروں کی مانند

روپے کے تھالے سفیدی ہے نرگس کی زردی ہے[6] زر کے کوروں[7] کی مانند

دلداری سرخ ان حجازیوں نے عاشق کے لوہو سے رنگیں کئے ہیں

بے خود ہو کہتا ہوں کیا خوب لگتے ہیں میرے[8] کلیجے کے قوروں[9] کی مانند

---

[1] شوق میں پاس کے۔ س۔ [2] قتل وصل کی ہے مجھ نسدن س۔ مجھ کوں سدا ۱۹۱ ۱۔ [3] س و ۱۹۱ ۱ میں یہ دو شعر اضافہ ہیں۔ جوشِ وحدت ستی اناالحق بول۔ دل ہے منصور زرد کی سوگند۔ تجھ تصور سوں دل ہوا تصویر۔ حیرت انتظار کی سوگند [4] نیں ہوں میں طالب۔ س۔ [5] معتبر نہیں جمال ظاہر کا سراج۔ گردش روزگار کی سوگند۔ [6] کوروں۔ ک۔

اے دستِ مشاطہ توں جب سیں پہونچا ہے اس زلفِ مشکیں کی شانہ کشی کوں
عاشق کی آہوں کے، اُن صاف رشتوں میں گرہاں ہیں انگلی کی پوروں کی مانند

یہ تنگی، انہوں کے دہن کی، نہ پاوے گا اپنے گریباں میں سر کو نوانوں
اے غنچہ باغی ہو مہتاب رویوں سیں، متخندہ پن کر چکوروں کی مانند

دل کے خزانے سیں، شاید لجاوے گا، جی کے جواہر کوں عیاریوں سیں
ہر دم خیال اوس کا انکھوں کے روزن سیں، آتا ہے چھپ چھپ کے، چوروں کی مانند

غم کے پہاڑوں کوں سر پر اٹھانے میں، وحشت کے بنجوں سیں آہو(اں) نے میری
دل کے اکھاڑے میں اب کون ہم سر ہے، ان پہلوانوں کے زوروں کی مانند

پروانہ رنگوں کے، عرسِ جدائی میں، سیر چراغاں ہے جانِ سراج آج
روشن فتیلے ہیں، آہوں کے شعلوں کے، سینے میں کورے سکوروں کی مانند

۹۳۳

— ۵ —

[1]تن نے کیا ہے راکھ لگا کر بدن سفید — پہرا ہے بر میں[2] اس نے عجب پیرہن سفید
بے بو ہوا ہے بس کہ دو زلفوں[3] کی شرم سیں — ہوئے کیوں نہ رنگ اصلیٔ مشکِ ختن سفید

---

۱ کرتا ہوں۔ ک — ۲ ہیں۔ ح — ۳ زلفاں۔ س۔

ماہتاب[1] رو کی یاد میں جو کوئی کہ جی دیا　　گل چاندنی سیں اس کوں بناناں کفن سفید

اس سبز خط کے غم سیں ہوا ہوں تمام زرد　　کرتا ہوں اشکِ سرخ سیں رو و زمیں سفید

اس گلبدن کے وصف کے لکھنے کوں[2] اے سراج

درکار ہے صحیفۂ برگِ سمن سفید

— ۶ —

پرخوں ہے جگر لالۂ سیراب کی سوگند　　رنگینیِ داغ دل بے تاب کی سوگند ۹۳۸

تصویر ہے تجھ یاد سیں آئینۂ دل آج　　حیرت وششیٔ دیدۂ بے خواب کی سوگند

ہے کعبۂ مقصود مجھے[3] وو خم ابرو　　اے شوخ مجھے مسجد و محراب کی سوگند

سرسبز ہے آنسو[4] سیں مرا[5] گلشنِ امید　　ہے مجھ کوں مرے[6] دیدۂ پرآب کی سوگند

احوالِ[7] مرا آج اکہ برہ آگ میں تو دیکھ

بے طاقت و بے تاب ہے سیماب کی سوگند

---

[1] چندر مکھی کی یاد میں جو کوئی جیو دیئے۔ س؛ م ۳۹۱۔ ا۔ [2] ترا۔ س و م ۳۹۱۔ ا۔ [3] انجھواں۔ س۔ [4] میرے۔ م ۳۹۱۔ ا۔ [5] اپس۔ س۔ [6] احوال مرا دیکھ کے مانند سراج آج۔ بے تاب ہوں تجھ ہجر میں سیماب کی سوگند۔ س و م ۳۹۱۔ ا۔

۹۲۳

— ۷ —

اب تلک رُخ[1] ہے ترا خط سیں مرا بے دود   مثلِ آئینۂ خورشید مصفا بے دود

لذتِ میوۂ فردوس کا نہیں ذوق اسے   جس نے پایا ہے ترے لب ستی حلوا بے دود

تجھ آنے باندھا ہے مرے دل میں غبار   کون کہتا ہے کہ ہے آتشِ سودا بے دود

کیونکہ وو یوسفِ گل پیرہن اس کوں پاوے   ہے کبابِ دلِ بریانِ زلیخا بے دود

بے دماغی[2] کوں تری دیکھ کرے جا بعبث

شمع یاں خوف سیں جلتی ہے سراپا بے دود

۹۲۸

— ۸ —

نہیں[3] ہے خوف تجھے اب کہ ہر دفع گزند   جگر ہے مجمر و دل ہے شرار و داغ سپند

شبِ فراق میں رونے سیں گئی ہے بینائی   چراغِ نورِ نظر آستیں سیں ہے گلا مند

ہے[4] جب سیں اس صنمِ خود نما کوں ذوقِ شکار   ہوا ہے دام میں جوہر کے صیدِ آئینہ بند

نہ جانوں کون سے شمشاد کا ہے دیوانہ   کہ طوقِ فاختہ ہے سرو کے گلے میں کمند

---

[1] کو ۳۹۱ ۔ ا ۔ [2] بددماغی ۳۹۱ ا ۔ [3] مرے سینے میں گذر کر ۳۹۱ ا ۔ [4] خیال زلفِ صنم سوں اسے ہے عزم ساک ۳۹۱ ا ۔

نہ تھا جو سوزنِ عیسیٰ ستی علاج پذیر — کیا ہوں چاکِ جگر، تارِ آہ سیں پیوند

دکھالے آئینہ رو، آب ترا لب و رخسار — علاجِ طوطی و بلبل نہیں بجز گلقند

اگرچہ خاکِ قدم[1] ہے وو شمع[2] رو کا سراج

گیا[3] ہے دودِ جگر لیکن آسماں سیں بلند

۹

٩٥٥

ہم[4] ہیں مشتاق جواب اور تم ہو الفت سیں بعید — نقدِ دل گر تم کوں پہونچا ہے تو بھجوا دو رسید

باغ میں ہم مر گئے محرومِ وصلِ گلبدن — ہیں ہمارے آج پھول اور بلبلوں کے حق میں عید

لشکرِ قلبِ صفِ عشاق میں ہے غلغلہ — یکہ تازِ آہ کوں کس نے کیا ہے نارسید

حسن کوں ہے نقد ناز اور عشق کوں جنسِ نیاز — پھر عبث شکوہ ہے، یہ سودا ہوا ہے خوش خرید

باغ سیں گلچیں چلا، تب بلبلوں نے غل کیا — حضرتِ گل کوں کیا جاتا ہے یہ کافر شہید

رہ نوردانِ جنوں کوں فتحِ بابِ فیض ہے — آبلوں کے قفل کوں خارِ بیاباں ہے کلید

بت پرستوں کوں ہے ایمانِ حقیقی وصلِ بت — برگِ گل ہے بلبلوں کوں جلدِ قرآن مجید

---

[1] ہولے پیو کے قدم کا مثل ۔ ۳۹۱ و ۔ [2] تر ۔ ک ۔ [3] گئی ہے آہ مری لیک آسماں سیں بلند ۳۹۱ و ۔ [4] یہ غزل ح کے حاشیہ پر بیاض اور سراج کے قلم سے لکھی ہوئی بتلائی گئی ہے۔

نورِ جاں فانوسِ جسمی سیں جُدا کب ہے سراجؔ
شعلۂ تارِ شمع سیں کہتا ہے 'مِن حبل الورید'

۹۶۳ ——— ۱۰ ———

بندہ ہوں دل سیں تیرا ہر آن یا محمدؐ — تجھ نام پر ہوا ہوں قربان یا محمدؐ
آسودگی میں تن کی ہے مجھ پو سخت مشکل — اپنے کرم سیں کرنا آسان یا محمدؐ
سیپارۂ جگر میں آیت ہے یاد تیری — نازل ہے تجھ صفت میں قرآن یا محمدؐ
امید ہے ترے سیں محشر کے دن شفاعت — مجلس میں اپنی کر تو مہمان یا محمدؐ
تجھ ذات کے صفت میں لولاک حق نے بولا — ہے چشمِ دو جہاں کا تو جان یا محمدؐ
تجھ کوں کہیں تو احمد محمود کیں کہے ہیں — ہے اسمِ ذات تیرا رحمٰن یا محمدؐ

رکھتا ہے آس ہر دم تجھ سوں سراجؔ کمتر
رکھ عاقبت میں ثابت ایمان یا محمدؐ

۹۷۰ ——— ۱۱ ———

خوں ہوں تجھ مکھ کے پھول کی سوگند — تجھ کرشمے کی ہول کی سوگند

---

[1] بھول۔ک۔

خاک ہوں پیو کے آستانہ کی ہے جنابِ رسول کی سوگند

سُرمۂ چشم ہے وو خاک قدم پیو کے قدموں[۱] کی دھول کی سوگند

دل میں تجھ غم کا خار سلتا ہے مجھ کلیجے کی سول کی سوگند

وصل کا ہے اُمیدوار سراج
مقصدِ باحصول کی سوگند

---

[۱] پرزوں ۔ س ۔

ردیف ۔ ذ

۹۷۵

۱

ہے عجب اس کے لب کی بات لذیذ   جیوں لگے شکر[۱] و نبات لذیذ

اس زنخداں کی چاہ جب سیں ہے   نہیں مجھے چشمۂ فرات لذیذ

اس کوں لگتا ہے بے مزہ امرت   ہے مجھے زہر تیرے[۲] ہات لذیذ

جب سیں پایا ہوں ہجر کی لذت   نہیں مجھے شربتِ حیات لذیذ

اے سراج آرزوئے قند[۳] عبث
شعر تیرا ہے جیوں نبات لذیذ

۹۸۰

۲

کیا ہوں جب ستی میں نام دلربا تعویذ   نہیں[۴] ہے تب ستی درکار دوسرا تعویذ

---

۱ اور ۔ ک۔ ۲ تیر۔ ۱۷۹۱ و۔ ۳ نہیں۔ س۔ ۴ گوئے دل مین درکار ہیں دوجا س۔ ۵ گلے میں جان کے ۱۷۹۱ و۔

مڑھا ہوں[1] آنکھ کے پردے میں تارِ مژگاں سات — وو قبلہ رو کی کیا ہوں میں خاکِ پا تعویذ

تپِ فراق کوں[2] شربت ہے وصل کا درکار — عبث اثر نہ کریگا مجھے دعا تعویذ

شہادت اس کی نگہ سیں ہے آرزو مجھ کوں — عجب نہیں جو کروں خاکِ کربلا تعویذ

نہیں ہے آتشِ دوزخ ستی او سے آسیب

سراج جب سیں کیا نام مصطفےٰ تعویذ

۱؎ اس کے بجائے س و ع ۳۹۱ و میں یہ شعر ہے۔ گلی کوں یار کے بولا ہوں قبلہ عاشق۔ بجا ہے گر ہے سریجن کی خاکپا تعویذ۔ ۲؎ میں۔ س۔

ردیف ر

۹۸۵ ——— ۱ ———

مجھ سیں تجھ عشق نے لیا یکبار — طاقت و عقل و صبر و ہوش و قرار

دل نے میرے کیا ہے، اے گلرو — یاد تجھ زلف کی گلے کا ہار

رخِ[1] ترا نسخۂ گلستاں ہے — ہے خطِ سبز جدولِ زنگار

مکتبِ عشق کا معلم ہوں — کیوں نہ ہوئے درسِ یار کی تکرار

کھل گئے[2] اوس کی زلف کے دیکھے — پیچ دستارِ زاہدِ مکار

سیر کر باغِ دل میں عاشق کے — ہجر کے داغ سیں ہے تازہ بہار

پردۂ چشمِ دل اگر وا ہوئے — مظہرِ دوست ہے در و دیوار

روزۂ ہجرِ یار کرتا ہوں — شربتِ خونِ دل ستی افطار

---

[1] کم۔ م۲۹۱ و۔ [2] م۴۴۱ و میں یہ شعر زیادہ ہے۔ شوخ صیاد دامِ زلف ستی۔
دلِ عشاق کو کیا ہے شکار۔

شوخ آئینہ رو کے دیکھے بن
ہو گیا ہے سراج جل کے غبار

۹۹م ——— ۲ ———

جب سیں گلے میں یار کے ہے نو بہار ہار
بے اختیار ہو کے میں کہتا ہوں، ہار ہار

عالم کے گل رخوں سیں ہم آغوش کیوں نہ ہوئے
اُس گلبدن کے نام سیں پایا سنگار ہار

تجھ قد او پر نثار ہوئی پھول کی چھڑی
تجھ زلف عنبریں پو ہوا وار وار ہار

خوبی ترے گلاب سے گالوں کی دیکھ کر
دستے میں مالنوں کے ہوا بے وقار ہار

دیکھا ہوں جب سیں سنبل خوشبوئے زلف یار
ہے مجھ نظر میں سلسلۂ خار دار ہار

گلشن میں گلبدن کے تصدق کے واسطے
مالی نے لا کہ گنج کیا کئی ہزار ہار

تب سیں سراج مصرعِ اوّل ہے ورد جاں
جب سیں گلے میں یار کے ہے نو بہار ہار

۱۔ شوقِ دل کا اٹھا ہے آج غبار ۔ ۲۔ ۲۹۱ ا میں مقطع حسبِ ذیل ہے ۔ اے سراج اشک دیدۂ منصور ۔ ہو کے بے خود چڑھا پلک کی دار ۔ ۳۔ دیکھا ہوں جب سیں ہو کے گلے ۲۹۱ ا ۔ ۴۔ جب سگ گلرخاں سیں ۲۹۱ ا ۔ ۵۔ چو چیم کے کھ کے پھول ۲۹۱ ا ۔ ۶۔ سنگھار ۵۵۸ ا ۔ ۷۔ بے وقار ۲۹۱ ا ۔ ۸۔ دستہ (رشتہ) ۵۵۸ ا ۔ ۹۔ مالیوں ۲۹۱ ا ۔ ۱۰۔ کیا کے ۱۱۔ ہیرے ۲۹۱ ا ۔

۱۰۰۱ — ۳ —

یار[1] تجھ بن روتا ہوں ہر دم زار زار　　خارِ غم سیں دل مرا ہے تار تار

تجھ بھنوؤں کی تیغِ محرابی ستی　　زخمِ غم دل پر لگا ہے بار بار

تو جفا کے وار سیں زخمی کیا　　ہوں وفا سیں گرچہ تجھ پر وار وار

نہیں خلاصی یار کی زلفاں ستی　　ہے مرے پر دو طرف سیں مار مار

خارِ ہجراں کے سبب[2] سیں اے سراج

ہے مرے لختِ جگر میں خار خار

۱۰۰۶ — ۴ —

ترے لب کے ہیں وعدے سب خلاف اے نازنیں اکثر

کہ جیوں بر عکس ہوتا ہے خطِ روئے نگیں اکثر

تعجب نہیں کہ ہوئے صیدِ دل پابستۂ الفت

شکار انداز ہے وو دامِ زلفِ عنبریں اکثر

اُگے سرو اس کی تربت سیں بجائے سبزہ بعدِ مرگ

خیالِ قامتِ گل رو ہے جس کوں دل نشیں اکثر

---

[1] ہجر میں ترے۔ ۲۹۱ ا۔ [2] کی خلش سوں۔ ۲۹۱ ا۔

توقع لطف کی کس سیں رکھیں عشاق غم دیدہ

عتاب آلودہ رہتا ہے، صنم جیں بر جبیں اکثر

نماز بے ریا مثلِ سراج، اب دل میں کرتا ہوں

صنم کی یاد میں رہتا ہوں میں سر بر زمیں اکثر

۱۰۱۲ ——— ۵ ———

آتشِ عشق[1] کا ہے دل انگر — سینۂ آتشیں ہوا مجمر

تشنۂ وصل کوں برابر ہے — چشمۂ آب و چشمۂ کوثر

سرو ہر چند راست ہے لیکن — اوس[2] کی قامت سیں کیوں کہ ہو ہم سر

گل بدن کی بغل میں شاید بو — طبعِ راغب ہے سیر کوں اکثر

عنبریں مو کی آتشِ غم میں — شوق جلنے کا ہے مثالِ اگر

عشق میں رنگِ زرد زر کی مثال — ہے عروسِ مراد کا زیور[3]

ہے مری چشم کے صدف میں سراج

قطرۂ اشک، دانۂ گوہر

---

۱ جل کے دل تجربہ میں ہے ۳۹۱ و۔ ۲ پیو ۳۹۱ و۔ ۳ ۳۹۱ و کے اضافہ اشعار :—

دیکھ کر حسن عندلیب زیب۔ گل ہوا شرم کے عرق میں تر۔ غم سیں تیرے کہاں ہوا صد چاک۔ جگر گل کا خانہ زاد قمر۔

۱۰۱۸ ـــــــ ۶ ـــــــ

داغِ[۱] الفت ہے زخمِ پنجۂ شیر | صیدِ[۲] آرام کوں کیا ہے زیر
جان جاتا ہے تجھ جدائی میں | مہر سیں آشتاب مت کر دیر
نیم بسمل ہوں مشکل آساں کر | کھینچ ظالم نگاہ کی شمشیر
دلِ پرخوں مرا ترے غم سیں | ہو رہا ہے انار سنگم نیر
ملکِ[۳] دل کے[۴] خراب کرنے کوں | لشکرِ عشق نے لیا ہے گھیر
ہوئی[۵] عجب کس کے قتل کرنے کوں[۶] | کھینچ جدھر چلے ہو شوخ[۷] دلیر

اے سراج اب نہیں ہے تابِ فراق
زندگانی سیں میں ہوا ہوں سیر

۱۰۲۵ ـــــــ ۷ ـــــــ

دلِ[۱] ناداں مرا ہے بے تقصیر | ذبح کرتے ہو اوس کوں بے تکبیر

---

۱ ہجر تیرا ہے تن ۔ س ۔ و ۳۹۱ا ۔ ۲ آپہے دل کے تئیں ۔ س و ۳۹۱ا ۔ ۳ کا ۔ ک ۔ ۴ قتل کرنے کوں عاشقاں کی طرف ۔ س ۔ ۵ پر ۔ ک ۔ ۶ یار ۔ س و ۳۹۱ب ۔ ۷ جس کھیچے لگا رہ کا تیر ۔ یار گذرا سپر کوں دل کی چیر س

نقشِ دیوارِ صحنِ گلشن ہے　　جس نے دیکھا ہے یار کی تصویر

عاشقوں کوں نہیں ہے رسوائی　　مصحفِ عشق کی ہے یہ تفسیر

گردشِ چشمِ یار بے جا نہیں　　دل کے لینے کی ہے لوسے تدبیر

کشورِ عقل کیوں نہ ہوئے ویراں　　ہے ادا، پادشاہ ناز، وزیر

بوالہوس کب تلک رہے آزاد　　کھول صیاد زلف کی زنجیر

تیر تیری کمانِ ابرو کا　　غرق ہے مجھ جگر میں تازہ گیر

جانتی ہے وو زلفِ عقدہ کشا　　میرے آشفتہ خواب کی تعبیر

شبِ ہجراں میں اے سراج مجھے
اشک ہے شمع اور پلک گلگیر

م ۱۰۲۳

ضرور نہیں کہ کرو وحشیِ جنوں کو اسیر　　خیالِ کاکلِ صیاد ہے اوسے زنجیر

---

۱ ہو کے ہے حیران ہے۔ س۔ تما ہوا حیران، ۳۹۱ و۔ ۲ کہ ترے پر نہیں ہے خط آغاز س۔ ۳۹۱ و

۳ عشق کی ہے یہ۔ س ۳۹۱ و۔ ۴ تقریر۔ ح۔ ۵ پادشاہ ناز۔ س۔ ۶ تا بہ گیر ۳۹۱ و۔ ۷ جو کہنہ لطافِ

جاکے کوئی پوچھو۔ س ۳۹۱ و۔ ۸ ہجرت د۔ ۹ پور ۳۹۱ و۔ ۱۰ پرت کے دام کے حلقے میں جو ہوا جا سیر ۳۹۱ و

برہ کی آگ میں ہوں بے قرار جیوں سیماب — عجب نہیں جو پس[1] مرگ خاک ہو اکسیر

فجر سیں شام ہوئی انتظار میں اوس کے — کتاں ہوا ہے مرا دل کہاں ہے بدر منیر

وو گلبدن[2] کی گلی میں کیا ہوں بس کہ گزر — غبار وہاں[3] کا مرے سر میں ہے بجائے عبیر

کتاب[4] چہرۂ جاناں کیا عجب خوش خط — لکھا ہے خامۂ[5] قدرت سیں کاتب تقدیر

کسے مجال کہ دیکھے اوسے نظر بھر کر — کہ شاہ حسن ہے وو آفتاب عالمگیر

بغیر[6] یار عبث ہے چمن کی سیر سراج
کہ صحن باغ میں ہوتا ہے خار دامن گیر

۱۰۲۱ ——— ۹ ———

پھول ہو پھولا مری آنکھوں میں خار انتظار — ہات آیا ہے عجب سیر بہار

رو برو آنکھوں کے رکھتا ہوں رضا کا آئینہ — دست حیرت[7] میں دیا ہوں اختیار

جھڑ گیا جوں سرمہ پلکوں سیں سواد مردمک — آنکھ کے پردوں سیں چھنتا[8] ہے غبار

---

۱ پس مرگ۔ ک۔ ۲ پیا کی خاک قدم پر کیا ہوں میں مسکن ۳۹۱ ا۔ ۳ راہ مرے سر پہ ۳۹۱ ا۔ ۴ نسخہ کی تعلیم کا ۳۹۱ ا۔ ۵ صنعِ عارض یہ۔ ۳۹۱ ا۔ ۶ سراج سیر چمن بن پیو کے باج بے جا ہے ۳۹۱ ا۔ حیراں۔ ک۔ ۸ چھنتا ہے۔ ک۔

دلبرِ سوزن پلک سیں رشتۂ جاں بند ہے — ٹوٹتا نہیں آنکھ کے ڈوروں سے تارِ انتظار

وحشت اور حیرت کی یکرنگی کا یارو سیر ہے — مشعلِ تصویر سا ہوں بے قرارِ انتظار

کوئی دنوں جامِ شرابِ سرخوشی کا دور تھا — اب مرے پر دردِ سر لایا خمارِ انتظار

چشمِ بسمل لذتِ دیدار سیں محروم ہے — ہے نگاہِ واپسیں شمعِ مزارِ انتظار

عالمِ حیرت میں کب ہے امتیازِ نیک و بد — کفر و دیں کا برقِ خرمن ہے شرارِ انتظار

نیند کے سایہ کوں ہرگز یہاں گذر ہوتا نہیں — جب ستی کھینچا ہوں گرد اپنے حصارِ انتظار

یار جب آنکھوں میں آوے چشم پوشی ہے ضرور — تا کہ ہوئے مقراضِ قطعِ جامہ وارِ انتظار

مخزنِ دیدار کی کنجی اوسی کے ہات ہے — جو کیا ہے نقدِ بینائی نثارِ انتظار

خوں پذیرِ ہجر کوں بس ہے تصورِ یار کا — ہو گیا ہے اب دلِ بیگانہ یارِ انتظار

دیدۂ مشتاق کا آبِ رواں آنسو نہیں — ہے پلک چادر سیں جاری جوئبارِ انتظار

ہے طریقِ خاکساری میں مرا دل ان نوں — خاک بردارِ غبارِ رہگذارِ انتظار

جلد آ کر عیدِ قرباں کی مبارک باد لے — تشنہ لب ہے آبِ خنجر کا شکارِ انتظار

یا الٰہی چشمِ حیراں کی دعا کر مستجاب — جلوۂ دیدار ہوئے آئینہ دارِ انتظار

اس کے استقبال کوں بھیجا ہوں اپنا نورِ چشم
کب تلک کھینچوں سراج اب انتظارِ انتظار

۱۰۵۸ — ۱۰ —

ہے صبا کا کام تجھ گیسو کے تاروں کا شمار — غیر افسوں گر کسے طاقت ہے ماروں کا شمار

لئی ہزار آہو ختن کے زخم کھا قرباں ہوئے — پوچھ تیری چشم کے خنجر سیں[1] واروں کا شمار

ہے[2] کسے طاقت مرے آنسو کی بوندوں کوں گنے — ہر کسی[3] کوں سخت مشکل ہے ستاروں کا شمار

ہر طرف بے تاب ہیں آتش میں تیرے[4] شوق کے — کون کر سکتا ہے تیرے بے قراروں کا شمار

پہلوئے[5] دل میں مرے ہر آہ پیکاں ہے سراج

شرح میں آتا نہیں ہے غم کے خاروں[6] کا شمار

۲۰۶۳ — ۱۱ —

یا الٰہی مجھ کوں دکھلا جلوہ رخسار یار — اب تلک پایا نہیں میں شربت دیدار یار

صبح محشر لگ خمارِ شوق جانے کا نہیں — خواب میں دیکھا تھا یک شب نرگس بیمار یار

گلبدن کی خوش قدی کوں دیکھ کر ہے پا بگل — سرو گلشن میں کہاں ہے خوبی رفتار یار

---

[1] کی دھاروں ۳۹۱ ا۔ [2] مر ح۔ کس کوں طاقت ہے مرے انجھواں۔ س۔ [3] سخت مشکل ہے ہر یک کس کوں۔ س و ۳۹۱ ا۔ [4] تیرے برہ کی آگ میں۔ س۔ [5] دل کے پہلو میں مرے ہر آہ کا پیکان ہے۔ س۔ [6] حسرت ستی۔ ۳۹۱ ا۔

عاشقوں کی صف میں پاوے سرفرازی کا خطاب — گر گلِ دستار ہووے خارِ سبزِ دیوار یار

ہے نشاطِ عیدِ سعید ماہِ نو کوں دیکھ کر — مجھ کوں آتا ہے خیالِ ابروئے[1] خمدار یار

قتل کرنے پر مرے ہر آن بے وسواس ہے — حق میں عاشق کی ستم ہے غمزۂ خونخوار یار

خلوت دلدار میں نہیں غیر کوں بار اہے آج

جو کہ نامحرم ہیں[2] نہیں معلوم اونے[3] اسرار یار

— ١٢ —

ہے حسن کا شرف کسی اشراف کی نظر — [4]١٧٠ صیقل اس آرسی کوں ہے اصاف کی نظر

کھوٹے کھرے کوں اب ذرہ پہچاننے لگا — ہم نے سکھائی یار کوں صراف کی نظر

ہم تو ہر یک طرح سیں تمھارے غلام ہیں — لیکن تمہے بھی چاہیئے انصاف کی نظر

معلوم ہوئے وو چشم سخن گو کے مجھ کوں رمز — ہرگز چھپی رہی نہیں حراف کی نظر

ہر ہر نگہ پہ اوس کی ہزار آفریں سراج

پایا ہے یار نے عجب اوصاف کی نظر

---

[1] ابروئے ۔ ک ۔ [2] ہے ۔ ک و [illegible] ا ۔ [3] اوسے ۔ ک و [illegible] ا ۔

[4] تنہیں [illegible] ا و ک

۱۳ — ۷۷۵

نورِ محمدی ہے عیاں تجھ جمال پر   آیاتِ مصحفی ہے ترے خط و خال پر

وو عاشقی کے کھیت میں ثابت قدم ہوا   جو کوئی[1] کر زخمِ عشق لیا دل کی ڈھال پر

دے[2] شربتِ وصال دمِ واپسیں کے وقت   چشمِ کرم سیں دیکھ شہیدوں کے حال پر

کیوں سرنگوں نہ ہوئے تجھ ابرو کے سامنے   شرمندگی کا بار ہے پشتِ ہلال پر

جلتا ہے بس کہ باغ ترے غم کے داغ سیں   ہر گل ہوا ہے شعلہ ہر یک نونہال پر

سیف الملوک کیوں نہ ہیں مجھ کوں عاشقاں   ہوں جاں نثار اپنے بدیع الجمال پر

پایا ہوں پنجتن کی محبت سیں پنج گنج
قربان ہوں[3] سراج محمد کی آل پر

۱۴ — ۱۰۸۲

دکھا کر چہرۂ گلفام یک بار   لیا ہے طاقت و آرام یک بار

کروں گا نقش میں دل کے نگیں پر   بتاؤ کوئی[4] صنم کا نام یک بار

---

۱ جو تجھ نگاہ وار لیا۔ م ۳۹۱ و ۔ ۲ دے دیتے ہیں کملا کے اس جیو کوں پیار سیں۔ م ۳۹۱ و ۔ ۳ ہوں اے سراج۔ م ۳۹۱ و ۔ ۴ بھی۔ س و م ۳۹۱ و ۔

ترے لب میں عجب میٹھا مزا ہے — چکھاجائے[1] لذت دشنام یک بار

نہیں ہم[2] بیکسوں کے پاس قاصد — لجائے غم مرا پیغام یک بار

مرا دل[3] مستحق ہو مانگتا ہے — زکاتِ حسن کا انعام یک بار

اندھارا دور کر اپنی جھلک سیں — جُدائی کی پڑی ہے شام یک بار

سراج اب نیک و بد سیں ہے مُبرّا
مئے وحدت کا پی کر جام یک بار

۱۰۸۹

۱۵

تجھ ناز پر فدا ہے دل و جاں ہزار بار — تیری ہر یک نگاہ پہ قرباں ہزار بار

بر جا ہے مبتلا ہے جو گلشن کا عندلیب — ہے تجھ پہ جاں نثار گلستاں ہزار بار

اے آفتاب زہرہ جبیں عاشقوں[4] کا دل — تجھ زلف نے کیا ہے پریشاں ہزار بار

خط کھینچ اپنے خط پہ دیا خطِ بندگی — نو خط کے خط کے تئیں خطِ ریحاں ہزار بار

تیرے لبوں[5] کی دیکھ کے سرخی کوں اے صنم — قرباں ہوا ہے لعلِ بدخشاں ہزار بار

---

[1] نکہ۔ س و ۵۵/۲۳ و ۳۹۱/۱ و۔ [2] نہیں کوئی، تا خبر پیو کن لجاوے۔ س۔ و ۳۹۱/۱ و۔

[3] مرادل۔ ۳۹۱/۱ و۔ [4] عاشقاں۔ س و ۳۹۱/۱ و۔ [5] لباں۔ س۔

آئینہ گرچہ صاف ہے اے صبحِ عاشقاں　　تجہ کوں ہوا ہے دیکھ پشیماں ہزار بار

چہرہ سراج کا ہے گر کشتِ زعفراں
ہنستا ہے اوس کوں دیکھ کے جاناں ہزار بار

۱۶۰ — ۱۰۹۴

ہر ہر ورق پہ کیوں کہ لکھوں داستانِ ہجر[1]　　آتا نہیں زبانِ قلم پر بیانِ ہجر

ظاہر اگرچہ تازہ و تر مثلِ لالہ ہوں　　مجہ دل میں جا نشیں ہے داغِ نہانِ ہجر

پژمردہ کیوں نہ ہوئے گلِ امیدِ عاشقاں　　بہتی ہے دل کے باغ میں بادِ خزانِ ہجر

آبِ حیاتِ وصل سیں دے عمرِ جاوداں　　ہے بے قرار غم سیں یہ نیم جانِ ہجر

وو عاشقی کی شکل میں منظور ہے مدام　　چلہ میں غم کے بیٹھ جو کھینچا کمانِ ہجر

نہیں سیرِ لالہ زار کی عاشق کوں آرزو　　از بس ہے داغ سینۂ گل بوستانِ ہجر

جاری رہا[2] چشم ستی خونِ دل سراج
جب سیں مرے جگر میں لگی ہے سنانِ ہجر

---

۱ نم کے ورق۔ ۲۹۱ و۔

۲ لکھی یو۔ ک۔

۱۷

۱۱۰۳

آئی ہے ترے عشق کی بازی دل و جاں پر　　اس وقت نظر کب ہے مجھے سود و زیاں پر

نہیں تاب تنک ظرف کوں تجھ رخ کی جھلک کی　　ہے تیرگیٔ شب سیں رفو چاک کتاں پر

حلقے میں تری زلف کے ہو جا نشیں دل　　قرباں ہوا آخر کوں تجھ ابرو کی کماں پر

جز آہ کہ ہے محرمِ خلوت کدۂ دل　　آگاہ نہیں کوئی مرے[۱] رازِ نہاں پر

از بس کہ تبک روح ہے پنہاں نظر سیں　　جیوں[۲] بادِ سر ریکا ہے رواں آبِ رواں پر

موعودِ الست اس نے فراموش کیا ہے　　بھولا جو کوئی وعدۂ جا دو نگہاں پر

کرتا ہے سراج آج بیانِ دلِ پر سوز
آتش ہو نکلتا ہے سخن اوس کی زباں پر

۱۸

۱۱۱۰

قاتل[۳] نے ادا کا کیا جب وار اچھل کر　　میں نے سپرِ دل کوں کیا اوٹ سنبھل کر

اے شوخ گلستاں میں ترے گل رنگیں　　آیا دلِ صد چاک مرا رنگ بدل کر

مردم میں مری چشم کی محجوب ہے گر توں　　کیوں کر کہوں اے شوخ ترے مکھ کوں کنول کر

۱؎ ب۔ک۔ ۲؎ اس۔ک س۔ ۳؎ جلتا ہے جو کوئی باد من۔ ۱۳۹ و۔ ۴؎ غزل نمبر ۱۰، ۱۹، ۲۰، ح میں نہیں ہے۔

سوزش سیں ترے عشق کے پھو ہے گئی اب   خلوت میں مرے دل کی سجن آ کے محل کر

مجلس میں اگر جانِ ہمہ آج آوے لوا سوں
ہو شرم سوں پانی کی نمط شمع پگل کر

۱۱۱۵ ——— ۱۹ ———

یار مجھ پر ہے مہرباں صد شکر
ہے مرے غم کا قدرداں صد شکر

صدق میرا ہے اوس اوپر معلوم
نہیں ہے میرے سیں بدگماں صد شکر

اب نہیں پیو کوں حاجتِ اظہار
اوس پہ سب حال ہے عیاں صد شکر

شجرِ مدعا کوں بار آیا
میں ہوا پیو سیں ہم زباں صد شکر

جیوں مرے عشق کوں زوال نہیں
ہے ترا حُسن بے زیاں صد شکر

تجھ قدم پر نثار کرنے کوں
مری انکھیاں ہیں دُر فشاں صد شکر

طالعِ نیک کے طفیل سراج
یار پایا ہوں رمز داں صد شکر

ردیف ز

— ۱ —

۱۱۲۲

دور ہے جب سیں شمعِ محفلِ ناز　　کام میرا ہے تب سیں سوز و گداز

شوق کے پر لگا کے کرتا ہے　　قفسِ تن سیں مرغِ دل پرواز

تجھ کوں ہر دم پکار کہتا ہوں　ق　بے حجابی سیں آ مہٗ طناز

صدق دل سیں[1] غلام ہوتا ہوں　　بندہ پرور ہُو[2] اے غریب نواز

عقدۂ دل کوں کھولتا ہے تمام　　عشق تیرا ہے کاشفِ ہر راز

قبلہ رو کی بھنووں[3] کی مسجد میں　　دل سیں[4] کرتا ہوں بے[5] خودی کی نماز

اے سراج اب[6] خضر نہیں درکار

رشتۂ زلف بس ہے عمرِ دراز

---

[1] سوں غلام تیرا ہوں۔ س۔ [2] ہوا۔ س۔ ہوا ے۔ ۲۹۱ ا۔ [3] بھنواں۔ س و ۲۹۱

[4] جیوں سوں۔ س و ۲۹۱ ا۔ [5] [6] اب خطوط ۔ ح۔

۲ ـــــ ۱۱۲۹

کھینچتا ہے توں ہر یک پیچ تاب پر شمشیرِ ناز
یہ طرح کس نے بتایا[1] ہے تجھے اے بے نیاز

عشق کے کافر کوں کچھ زنار کی حاجت نہیں
عمر[2] لگ بس ہے خیالِ حلقۂ زلفِ دراز

مسجدِ ابرو میں تیری مردمک ہے جیوں امام
موئے مژگاں مقتدی[3] ہو مل کے کرتے ہیں نماز

ملکِ دل کوں ہائے لوٹا ہے غنیمِ عشق نے
گھات میں تس پر ہے ظالم کی نگاہ و یکہ تاز

جیوں حنا غم سیں کلیجے کا لہو پانی کیے[4]
گر قدم بوسی سیں اپنی عاشقوں کو سرفراز

اشکِ خونیں[5] کے ستارے ہیں عیاں مجھ چشم میں
ٹک جھلک اپنی دکھا اے آفتابِ دلنواز

شمع کی مانند ہر شب ہجر میں جلتا ہوں میں
دیکھ اے صبحِ جہاں افروز یہ سوز و گداز

قدر اس کے حسن کی نہیں جانتا ہر بوالہوس
جیونکہ نابینا کوں نہیں ہے آئینہ کی امتیاز

اے سراج اب دل مرا پروانۂ بے تاب[6] ہے
ہے کہاں وو شمع روئے نازنیں عشوہ ساز

۳ ـــــ ۱۱۳۸

یہاں تلک ہے وو زلفِ دراز عنبر بیز
کہ ہوئی ہے خاک صنم کے[7] قدم کی مشک آمیز

---

۱ بتائی۔ ۳۹۱ و۔ ۲ بس ہے اِس ہوکا ۳۹۱ و۔ ۳ معتقد ۳۹۱ و۔ ۴ کیا۔ ۳۹۱ و۔ ۵ خونی۔ ۵۹۴ و۔ ۶ بے تاب و بے آرام۔ ۳۹۱ و۔ ۷ کی گلی۔ ک۔

عجب نہیں جو کرے دعوئے پریشانی ـــ صنم کی زلف سیں جس کے پاس دستِ آویز

کیا ہے جب سیں عمل بےخودی کے حاکم نے ـــ خرد نگر کی رعیت ہوئی ہے روگریز

مثالِ شیشہ کروں کیوں نہ سجدہ ساقی کوں ـــ شرابِ شوق ستی جامِ دل کیا لبریز

ہجومِ اشک سیں موتی بھرے ہیں دامن میں[1] ـــ ہے چشمِ تر سیں مرے پاس کانِ گوہرِ خیز

ہمیشہ خوف میں ہوں اُس کی چشمِ خوبیں سیں ـــ نگاہِ تیز سیں ہے جس کے پاس خنجرِ تیز

شبِ فراق میں اُس ماہتاب رو کے سراج

ہماری آہ ہوائی ہے اشک ہے گل ریز

۴

۱۱۹۵

قبر میں بھی یادِ زلفِ یار ہے بر جا ہنوز ـــ خاک ہو گئے پن ہیں باقی ہے یہ سودا ہنوز

ہائے رہ گئی دل میں دستگیریوں کی آرزو ـــ سبزۂ تربت مرا ہے پنجۂ گیرا ہنوز

اس دہانِ تنگ کی نسبت سیں از بس ہے خجل ـــ نہیں نظر آتا نشانِ صورتِ عنقا ہنوز

آفتاب آئینۂ کفشِ کفِ پا ہے ترا ـــ کیا مگر باقی ہے اعجازِ یدِ بیضا ہنوز

جب تلک عکسِ دوئی ہے تب تلک ہے گفتگو ـــ طوطیٔ تصویرِ آئینہ نہیں گویا ہنوز

---

[1] انجھو کی تر کی موتی پریں ہیں دامن میں۔ ۳۹۱ء۔

سبزۂ خط کے سبب سیں گرچہ ہے ریحان پوش — تو بھی نافرمانیوں میں ہے مرا لالہ ہنوز

عاشقوں کا رنگ زرد و اشک گلگوں دیکھ کر — چھوڑتا نہیں ہے دورنگی وو گلِ رعنا ہنوز

بیچے ہم سودائیوں نے جان کوں اپنی کے مول — اس طرف کوں گرم ہے بازارِ استغنا ہنوز

گرچہ معشوقی کے رتبے کوں کیا حاصل سراجؔ

بزمِ غم میں شمع ہو جلتا ہے سرتاپا ہنوز

۱۱۵۴ ——— ۵ ———

مجکوں یکدم قرار نہیں ہرگز — تجھ بغیر[1] اختیار نہیں ہرگز

بزمِ عشاق[2] میں ارے زاہد — عقل کوں اعتبار نہیں ہرگز

آ شتابی کہ آج بیکل ہوں — طاقت انتظار نہیں ہرگز

سیر کر گلشنِ محبت کا — گلِ جنت کوں خار نہیں ہرگز

میکشانِ شرابِ وحدت کوں — روزِ محشر خمار نہیں ہرگز

کوچۂ بیخودی میں مجنوں کوں — سگِ لیلیٰ اسیر عار نہیں ہرگز

رازِ دل کوں رکھا ہوں پنہاں کر — اب تلک آشکار نہیں ہرگز

---

[1] پیو بنا اختیار۔ س۔ [2] مجلس عاشقاں میں زاہد کی ۲۹۱ و س (میں آ زاہد ...)

صاف دامن ہوں آرسی کی مثال　　دل میں میرے غبار نہیں ہرگز

ہجر کی رات میں مثالِ سراج
اشکِ غم کا شمار نہیں ہرگز

۱۱۶۳ ——— ۶ ———

ہے جنبشِ مژگاں میں تری تیر کی آواز　　اس تیر میں ہے صید کی تکبیر کی آواز

مشتاق ہوں تجھ لب کی فصاحت کا و لیکن　　رانجھا کے نصیبوں میں کہاں ہیر کی آواز

تو خسروِ خوباں ہے کہ لے ہند سیں تا روم　　پہنچی ہے ترے حسنِ جہانگیر کی آواز

حیرت کے مقامات میں قانون نوا نہیں　　ہے سازِ خموشی لبِ تصویر کی آواز

دیوانے کوں مت شورِ جنوں یاد دلاؤ　　ہرگز نہ سناؤ اوسے زنجیر کی آواز

پیتا ہوں جدائی میں تری گھونٹ لہو کی　　سن غنچہ دہن عاشقِ دلگیر کی آواز

اے جانِ سراج آ کہ پتنگوں کی خبر لیو
سن جاؤ مرے نالۂ شب گیر کی آواز

۱۱۶۷ ——— ۷ ———

سہتا ہوں[1] سوزِ عشق کی جلتی اگن ہنوز　　باقی ہے[2] داغِ دل میں مرے یہ جلن ہنوز

---

[1] تجھ فراق میں کی ۔ س ۳۹۱ و ۔ [2] رہتا ہوں اس اگن میں سمندر نمن ۔ س ۔

شاید ہمارے اشک کی بارش کی ہوئی خبر　　ہو منتظر کھلا ہے صدف کا دہن ہنوز

کیونکر رقیب بلبلِ[1] دل کی خبر کوں پائے　　واقف نہیں[2] وو گل بدنِ سحر فن ہنوز

بادِ نسیم آہ سیں اے سروِ خوش خرام　　تازہ[3] ہے داغِ دل کا ہمارے چمن ہنوز

اس لعلِ آبدار کی تعریف سُن تمام　　معدن میں چھپ رہا ہے عقیقِ یمن ہنوز

برجا ہے پیچ و تاب جو کھاوے مرا جگر　　تجھ زلف میں عیاں ہے شکن در شکن ہنوز

مدت ہوئی کہ خواب میں دیکھا تھا زلفِ یار　　زنجیر پا ہے دل کوں مرے وو شکن ہنوز

شاید کہ بعدِ مرگ کریں یادِ خاص[4] و عام
مشہور نہیں سراج کا شیریں سخن ہنوز

۸

۱۱۷۸

کیا[5] تعجب گر دلِ عاشق پریشاں ہے ہنوز　　زلفِ مشک آمیز تیری عنبر افشاں ہے ہنوز

آرسی ہر چند ہے خوش جلوہ لیکن ہو خجل　　سادہ رو کے حسن کے پرتو سیں حیراں ہے ہنوز

---

[1] رازِ مرے دل کا پا سکے۔ س۔ [2] ہے مرے سوں مرا بجن۔ س۔ [3] رنگیں ہے داغِ عشق سوں تن کا س۔ [4] عام و خاص۔ ک۔ [5] س و ۳۹۱ ا میں یہ شعر اضافہ ہے۔ دریائے اشتیاق کوں آیا ہے پور آج۔ جاری ہے راہِ چشم سوں آب نمین ہنوز۔ [6] نہیں تعجب گر۔ ۳۹۱ ا۔

ہے مری ہر ہر پلک جلوہ گر خونِ جگر — دیکھ دریا کے کنارے پر چراغاں ہے ہنوز
یاد میں تیرے عقیقِ لب کی اے کانِ حیا — اشکِ چشم خوں فشاں لعلِ بدخشاں ہے ہنوز
اے گلِ باغِ وفا اگر ذوق ہے آ سیر کر — ہجر کے داغوں سیں دل میرا گلستاں ہے ہنوز
ہے خیال اس یوسفِ ثانی کا ہر ساعت مجھے — یاد سیں جس کی مرا دل رشکِ کنعاں ہے ہنوز

خوں شراب و دل کباب و آہ ہے تارِ رباب
مجلسِ غم میں سراج ازبس کہ مہماں ہے ہنوز

۱۱۸۵ ——— ۹ ———

اس کے رخ پر ہے خطِ ریحاں سبز — جیوں کہ ہے سبزۂ گلستاں سبز
اثرِ زہرِ غم کیا دل نے — شوخ کا دامن و گریباں سبز
یاد میں سبزۂ خط کے روتا ہوں — کیوں نہ ہوئے اشکِ چشمِ گریاں سبز
اس کے زہرِ نگاہ کا ہوں شہید — کیوں نہ ہووے مری رگِ جاں سبز

غیر خطِ رخ نگار سراج
کس نے دیکھا ہے خطِ قرآں سبز

۱؎ ہر سو خرّماں ہو میرے جلوہ گر ہے خون دل ۳۹۱ ا۔ ۲؎ مجھ نین سیں ہر انجھو ۳۹۱ ا۔ ۳؎ کون ۔ ک ۔ ۴؎ ہو ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۵؎ دیکھ زہرِ غم سیں ہوں دل چاک ۳۹۱ ا ۔ ۶؎ اس کے ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۷؎ نین عجب گر ہے ۳۹۱ ا

ردیف س

۱۲۹۰ ــــــ ۱ ــــــ

شتابی اے[1] شکر لب آ مرے پاس | مجھے ہے شربت دیدار کی پیاس
شبِ ہجر اُس[2] میں اُس یاقوت لب کی | پلک مجھ چشم میں ہے نوکِ الماس
[3]چمن کی سیر کوں جاتا ہوں اکثر | کہ پاتا ہوں ہر یک گل میں تری باس
ہمیشہ[4] دورِ عالم مختلف ہے | کہ ہے گردش میں ہر دم[5] نیلگوں طاس

سراج ازبس جلا غم کی اگن میں
نہیں ہے آتشِ دوزخ سیں وسواس[6]

۱۳۹۵ ــــــ ۲ ــــــ

ہر طرف باغ میں ہے گرچہ نمایاں نرگس | تیری[1] آنکھوں کے مقابل ہے پشیماں نرگس

۱؎ سوں نے ساقی ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ ہجرت میں مجھ کوں نیں ہے آرام ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ نہیں یکساں ہمیشہ حال عالم ۳۹۱ و
۴؎ نسدن ۳۹۱ ا ۔ ۵؎ یک تجہ چشم کہ دیکھ س ۔ ۶؎ ۳۹۱ ا میں یہ دو شعر زیادہ ہیں ۔ شفاعت کی ہے مجھ کوں تجھ سیتی آس
ترے بن نیں ہے ہرگز غیر کی آس ۔ زمانے کا کیا ازبس کہ ماتم ۔ رنگا ہے نیل میں گیتی کوں آکاس ۔

شرم سیں دیدۂ مخمور پری روئیوں[1] کے　　آبِ شبنم سیں ہوئی ہے عرق افشاں نرگس

انتظارِ چمن وصل میں اے آئینہ[2] رو　　مثلِ تصویر ہوئی باغ میں حیراں نرگس

ہجر کی تیغ کے بسمل کوں نہیں ذوقِ چمن　　زخمِ دل پر ہے اوسے مثلِ نمک داں نرگس

مست و مدہوش ہے گلزار میں مانندِ سراج

بس کہ ہے شیفتۂ نرگسِ[3] جاناں نرگس

۳

۱۲۰۰

وحشت کوں مری دیکھ کہ مجنوں نے کہا بس　　مجنوں تو کیا دامنِ ہاموں نے کہا بس

ہر چند زمیں جیوں قطب مجھے دیکھ کے ثابت　　قرباں مرے گرد ہو گردوں نے کہا بس

گل رو کی جدائی میں میرے[4] داغِ جگر دیکھ　　گلشن میں ہر ایک لالۂ پرخوں نے کہا بس

ہے دامِ پری بسکہ مری آہ کا جادو　　بے باک ہوا اوس چشمِ پُر افسوں نے کہا بس

احوالِ سراج آتشِ ہجراں میں تری دیکھ

دل سوز ہو پروانۂ محزوں نے کہا بس

---

[1] پری رویاں ۔ مس ۔ [2] آئینے ۔ مس ۔ [3] تجھ چشم پہ مائل ہے ۔ مس ۔

[4] میرا ۔ ک ۔

ردیف ش

۱

کیا شرابِ محبت نے دل کے خُم میں جوش
عجب نہیں جو قیامت تلک رہوں[1] بے ہوش

صنم کے[2] حُسن کے خورشید کی خجالت سیں
ہوا ہے چاند نقابِ سحاب میں روپوش

نہیں علاج بجز مرہم نوازش و لطف
جفا کے زخم سیں کرتا ہے دل فغان و خروش

نہ ہووے صورِ قیامت کے شور سیں بیدار
جو کوئی خیال میں اُس[3] چشم کے ہوا ہے نوش

ترے[4] دو ابرو و ہمسر کوں دیکھ حیراں ہوں
سُنا[5] نہیں ہوں کہیں دو ہلال دوش بدوش

فسردہ دل ہوں زمانے کی سرد مہری سیں
عجب نہیں ہے[6] اگر مثلِ شمع ہوں خاموش

کمندِ عقل سیں[7] آزاد ہے مثال سراج
جو اُسکی[8] زلف کے زُنّار کا ہے حلقہ بگوش

---

[1] خاموش۔ س۔ [2] جن۔ س۔ [3] اس چشم کی ہوا بے ہوش۔ س۔ [4] جن کے مکھ پہ دو ابروکوں دیکھ س۔ [5] سورج پہ کس نے سنا۔ س۔ [6] "ہے" ندارد ح۔ نہ سیں۔ س۔ [8] پیو کے۔ س۔

۱۲۱۴ ——— ۲ ———

بس کہ رکھتا ہوں جگر پر دلبرِ جانی کا نقش
خوش نہیں آتا[۱] ہے مجکوں نامۂ مانی کا نقش

مصر میں سینے کے ہے از بس خیال اس یار کا
مجھ نظر میں جیوں کلف ہے ماہِ کنعانی کا نقش

پیچ[۲] و تابِ غم میں سنبل کیوں نہ ہووے آشفتہ مو
ہے چمن میں زلف سیں تیری پریشانی کا نقش

نہیں نکلتا ناز سیں کوچے کے باہر من ہرن
اس گلی میں بس کہ ہے عاشق کی پیشانی کا نقش

سرخیِ لب کا ترے مائل ہوا ہوں جب ستی
داغ ہے دل میں مرے لعلِ بدخشانی کا نقش

اشک میں میرے ہے رنگا رنگ موجِ خونِ دل
یہ طلسمِ طرفہ تر قائم ہوا پانی کا نقش

جب سیں دیکھا ہے تری تصویر اے جانِ سراج[۳]
جلوہ گر ہے آرسی پر رنگِ حیرانی کا نقش

———

۱ بھاتا۔ ک۔ آتا مجھے ہر گز کفِ پانی کا نقش ۱۲۹۱ و۔ ۲ : ۱۲۹۱ میں مصرعہ پڑھا نہیں جا سکتا

۳ کو چکیہ۔ ۱۲۹۱ و۔ ۴ جب سوں دکھلایا اپس تصویر کوں جانِ سراج ۱۲۹۱ و۔

ردیف ص

۱

ہے مکنّدِ جہاں سیں جس کوں خلاص   خلوتِ قدس میں ہے خاص الخاص

دل کا دُرِ یتیم پایا ہوں   بحرِ معنی کا ہو کے میں غواص

شیشۂ مے رکھا ہوں نذرِ بہار   گل و بلبل میں ہوے اگر اخلاص

آبِ شمشیر خوں بہا بس ہے   شہرِ خوباں میں نہیں ہے رسمِ قصاص

صحنِ گلشن میں دیکھ تجھ قد کوں   ہر[1] خیاباں میں سرو ہے رقاص

رخ[2] ہے مصحف بھویں ہیں بسم اللہ   زلف تیری ہے سورۂ اخلاص

غم[3] کی اکسیر کے اثر سیں سراج

سیم خالص ہوا ہے[4] قلبِ رصاص

---

[1] ہے۔ س۔ [2] کہ۔ س۔ [3] عشق کے فیض کے اثر سوں سراج۔ س

[4] یہ قلب۔ س۔

۲

۱۲۲۶

جز عشقِ جاں گداز نہیں کیمیائے خاص — جس کے اثر سیں زنگ مرا ہے طلائے خاص

تجہ عشق کا مریض ہے بیمار[۱] دل مرا — دے اے طبیب وصل سیں اس کوں دوائے خاص

اور عاشقوں[۲] مثال مجھے تم نہ بوجھیو — سب مبتلائے عام ہیں میں مبتلائے خاص

لازم ہے[۳] عقل و ہوش سیں بیگانگی مجھے — دردِ فراق مجہ کوں ہوا آشنائے خاص

نہیں تشنۂ وصال کوں کوثر کی آرزو — دیدار کا ہے شربت اوسے مدعائے خاص

مجھ پر نگاہ تیز[۴] ہے اور لطف عام پر — ہے دل پسند مجہ کوں صنم[۵] کی ادائے خاص

پروانہ[۶] ہے سراج تری شمعِ حسن کا
تیرے سوا نہیں ہے اوسے دل ربائے خاص

---

۱ بیتاب۔ ک۔ ۲ مجہ کوں نہ بوجھ دل میں دوبے عاشقاں مثال۔ س۔ ۳ جز غم نہیں رفیق مجھے پیو کے ہجر میں۔ س۔ ۴ گرم۔ س۔ ۵ پیاری۔ س۔ ۶ اے شمع ترے حسن کا پروانہ ہے سراج۔ س

ردیف ض

۱۲۳۳

— ۱ —

مائل ہوں گل بدن کا مجھے گل سیں کیا غرض ‏ ‏ ‏ کاکل میں اس کے بند ہوں سنبل سیں کیا غرض

خونیں دلوں[۱] کے قتل کوں سیدھی نگاہ بس ‏ ‏ ‏ اس تیغ[۲] کوں فسانِ تغافل سیں کیا غرض

رسوائی جہاں سیں مجھے فکر کچھ نہیں ‏ ‏ ‏ دیوانۂ جنوں کوں تامل سیں کیا غرض

بس ہے قبلہ دا و لباسِ شہنشہی ‏ ‏ ‏ سلطانِ بے خودی کوں تجمل سیں کیا غرض

جامِ مئے الست سیں بے خود ہوا[۳] سراج
دورِ شراب و شیشۂ پر مل سیں کیا غرض

۱۲۳۸

— ۲ —

ہوا[۴] درد محبت کا مجھے مرض ‏ ‏ ‏ طبیب[۵] حالِ دل سن جا مری عرض

---

۱ دواں ۔ مں ۔ ۲ خوں نشاں ۔ ک ۔ ۳ جدائی کا تری جس کوں ہوا ۔ ص۳۹۱

۴ دوائے وصل مجھ کس کوں نہیں غرض ۔ مں ۔

کہا ہر جوہری نے لب ترے دیکھ — کہ یہ جوہر ہے اور یاقوت ہے عرض

تری ابرو ہے محرابِ محبت — نمازِ عشق میرے پر ہوئی فرض

تری زلفِ پریشاں کان کے پاس — مرا احوال کرتے ہیں تجھے عرض

زبس ہوں مالکِ گنجینۂ غم — دیا ہوں قیس کوں نقدِ جنوں قرض

سراج اب دل کی درپن صفا کر دیکھ
کہ زیرِ پا فلک ہے تجھ کوں جیوں ارض

۳

۱۲۴

عشاق کا دل داغ کا اندازہ ہوا محض — پیشانیٔ دلبر پہ عجب غازہ ہوا محض

اے نورِ نظر منتظرِ وصل ہوں آجا — دو پاٹ پلک کے نہیں دروازہ ہوا محض

مخمور ہوں تجھ چشمِ گلابی کا پلا جام — نرگس کے پیالے ستی خمیازہ ہوا محض

زاہد کوں نہیں کام بجز شہرتِ عالم — اس طبلِ تہی کا دیکھو آوازہ ہوا محض

لکھتا ہے سراج اس گلِ بے خار کی تعریف
دیواں کوں رگِ گل ستی شیرازہ ہوا محض

---

۱ کوں۔ ک۔ ۲ بعنوان محراب کی صورت میں تیری۔ س۔ ۳ عرض ہے ک۔ ۴ نہیں ہوں میرے ۳۹۱ ا۔ ۵ ظاہر ہو مرے ۳۹۱ ا۔ ۶ زیں ۳۹۱ ا۔ ۷ کہتا ہوں ۳۹۱ ا۔ ۸ کا۔ ک ۳۹۱ ا۔

ردیف ط

۱

۱۲۵۰

خلافِ وعدہ نہو یہ نہیں وفا کی شرط
ضرور ہے کہ وفا کیجیے صفا کی شرط

کیے ہیں مجھ کوں شہیدوں نے اپنا خون مباح
نہیں ہے شہرِ محبت میں خوں بہا کی شرط

وو خوش ادا کوں زبس عزمِ دلربائی تھا
ادا کیا نگہِ ناز سیں ادا کی شرط

محیطِ عقل میں اے عشق رہنما مت چھوڑ
مگر جہاز ڈوبانا ہے ناخدا کی شرط

حصولِ مطلبِ دل ترکِ مدعا سے ہیچ
کیا حصول جو کوئی اپنی[1] مدعا کی شرط

۱؎ ترک۔ ک

420

۲

۱۲۷۴

وو زلف[1] ہے تو حرفِ تتار و ختن غلط
اس لب[2] کے ہوتے نامِ عقیقِ یمن غلط

آیا ہے[3] جب سیں باغ طرف وو کتاب رو
تب[4] سیں ہوا ہے صفحۂ برگِ سمن غلط

میٹھے سخن[5] میں وعدہ خلافی کا بول[6] کیوں
ہرگز نبول، نبول اے شیریں[7] دہن غلط

ڈرتا ہوں اس بھووں کے اشارت سیں ہم بدم
ہوتا نہیں ہے سیفِ زباں کا سخن غلط

---

[1] تجھ خط آگے ہے نافۂ مشک ۔ س ۔ [2] ہے تجھ لباں کوں دیکھ ۔ س ۔ ۳۹۱
[3] بلبل نے دیکھ باغ میں رخسارِ گلبدن ۔ س ۔ [4] ہر جا کیا ہے ۔ س ۔
[5] بچن ۔ س ۔ [6] کھول ۔ س ۔
[7] تجھ بھنواں ۔ س ۔

روشن ہے اے سراج کہ فانی ہے سب جہان[1]
مطرب غلط ہے جام[2] غلط انجمن غلط

---

۱ جگت۔ س۔ ۲ بزم۔ س۔

ردیف ظ

۱۲۶۹

۱

عمل سیں مے پرستوں کے تجھے کیا کام اے واعظ | شرابِ شوق کا تو نے پیا نہیں جام اے واعظ
لگے گا سنگِ خجلت شیشۂ ناموس پر تیرے | عبث ہم بے گناہوں کوں نہ کر بدنام اے واعظ
نہیں ہے امتیازِ نیک و بد چشمِ حقیقت میں | مجھے یکساں ہوا ہے کفر اور اسلام اے واعظ
نیازِ بے خودی بہتر نمازِ خود نمائی سیں | نکر ہم پختہ مغزوں سیں خیالِ خام اے واعظ
کلامِ نقطۂ علمِ مختصر ہے سب معانی کا | بیانِ منطقِ درسی کوں نہیں انجام اے واعظ
وو شیریں لب کی کڑوے بول اتر ہیں مرحق میں | تجھے معلوم کیا ہے لذتِ دشنام اے واعظ

سراج اس کعبۂ جاں کے تصور کوں کیا سمرن
یہی وردِ سحر ہے اور دعائے شام اے واعظ

۱۲۶۶

۲

ہے محبت کا مرے پر زخم کاری الحفیظ | کیا بلا اس تیغ میں ہے آبداری الحفیظ

---

۱ ہور۔ س۔ ۲ پرت مکتب میں علم مختصر کی بیت معنی کا۔ ۳۹۱ و۔ ۳ نہیں ہے زہد کے لوہار۔ س۔ ۴ کیا بلا ہے تجہ نگہ کا ادا۔ س۔ ح میں یہ غزل نہیں ہے۔ ۵ مجھ دل زخمی کے حق میں تغ کُشادی س

کون سیں بجے جاں کی طاقت ہے کہ دیکھے اس طرف
ہر نگاہِ تیز اس کی ہے نثاری الحفیظ

مدتیں گذریں کہ تیرے[1] عشق کی کھایا تھا چوٹ
دیدۂ عاشق کا ہے ناسور جاری الحفیظ

خود بخود سیماب کوں مت پوچھیو[2] یہ اضطراب
کانپتا ہے دیکھ میری بیقراری الحفیظ

اشتیاقِ[3] دلبرِ گل فام نے مجھ کوں کیا
عندلیبِ گلشنِ بے اختیاری الحفیظ

داغ ہوں طرزِ تغافل سیں تری لالہ رو
قبر میں لے جاؤنگا یہ یادگاری الحفیظ

جیوں پتنگ آتش میں تیرے غم کی جلتا ہی رہا ہے
شمع رو آ دیکھ اس کی جاں نثاری الحفیظ[4]

---

[1] تیر ک۔ [2] پوچھیو ج۔ [3] آ اشتیاقی۔ مں۔ [4] مں و ہے ۳۹۱ و کے اضافہ اشعار۔
سنگ رسوائی لگا ہے شیشۂ ناموس پر۔ بس کہ تجھ غم نے دیا بے اختیاری الحفیظ۔ جب ستی بار جدائی نے کیا ہے غم مجھے۔ بے سبب
ایسے بیوں ہوئے مجھ کوں بھاری الحفیظ۔ دُر دریا خون ہے سیر کر آب رواں۔ چشم کے چشموں ہوئی جاری الحفیظ۔ شوق میں
تجھ وصل کے انکھیاں انسان ہوئی ہیں۔ ہے قیامت یا بلا یا انتظاری الحفیظ۔ تجھ نگاہِ تیر نے نکڑے کیا دل مرا۔ کیا بلا وس تیغ
میں ہے آب داری الحفیظ۔

ردیف ع

۱۲۷۳ — ۱

تجھ رخ[1] کی تاب دیکھ ہوئی بے قرار شمع | جلتی[2] ہے بزمِ عشق میں پروانہ وار شمع
ہیں شمع رو[3] کی یاد میں آنسو شرر[4] فشاں | فانوسِ چشم زار میں ہیں بے شمار شمع
مجلس[5] میں دل جلوں کی شتاب آ اے صبح رو | ہر شب ترے فراق میں ہے اشکبار شمع
نو خط کے رخ پر اس خطِ ریحاں کوں دیکھ کر | لکھتی ہے دودِ آہ سیں خطِ غبار شمع
چہرے پر اس کے نہیں ہے عجب گر عرق چلے | اس ماہ رو کے سامنے ہے شرمسار شمع
عالم کے ماہ رو ہیں ترے سامنے کلف | بے نور ہیں سورج کے مقابل ہزار شمع
دیکھتا[6] ہے بسکہ اس گلِ رخسار کوں سراج | آنکھوں میں ہے پتنگ کی مانندِ خار شمع

۱۲۸۰ — ۲

چمن میں جب کہ ستی وو دلبرِ خوش قد ہوا واقع | پر بلبل نہالِ گل پہ دست رد ہوا واقع

---

[1] مکھ کا تاب دیکھ کے ہے۔ س۔ [2] فانوس میں انکھیاں کی ہوئے کل ہزار شمع۔ س۔ [3] از بسکہ تجھ خیال میں ہے چشم خوں فشاں۔ س۔ [4] شعلہ۔ ک۔ [5] آ بزم عاشقاں میں شتابی اے صبح رو۔ س۔ [6] ص ۳۹۱ دیں یہ شعر زیادہ ہے۔ تیرا جمال دیکھ کے خوباں خجل ہوئے ۔ بے نور ہے سورج کے انگے جیوں ہزار شمع۔ س

نظر بھر جب سیں دیکھا ہوں جھلک اس حسن روشن کی ‏— مرا دل روشناس دولت سرمد ہوا واقع

تماشائے حقیقت دیدۂ ظاہر سیں ممکن نہیں ‏— ہماری آنکھ کے[1] پردوں سیں گویا سد ہوا واقع

اڑا ہوں شوق کے تخت سلیمانی پہ شادی سیں[2] ‏— مرے سر جب سیں تاج سایۂ احمد ہوا واقع

خم زلف سیہ جیم و دہن میم والف بینی[3] ‏— کہ جس پر خوشنما ابرو تری کا مد ہوا واقع

حقیقت کے چمن کے باغباں تھے خار و گل بویا ‏— جہاں لگ گلشن عالم میں نیک و بد ہوا واقع

ہوا معلوم یوں مجھ کوں کہ نقد ہوش کھووے گا
سراج اب بےخودی کے ملک کا سرحد ہوا واقع

---

[1] پردۂ انکھیاں سوں ۳۹۱ ا۔ [2] ہوں ۳۹۱ ا۔ [3] نین ہی صاد جیم انکھیاں ۳۹۱ ا۔

ردیف غ

۱

۱۲۸۶

پایا ہوں اس جہاں میں عجب یار بیدریغ — ہے جس کا نام شوخ و ستمگار بیدریغ

بیدرد مت ملیو کسی دردمند کوں — جیسا مجھے ملا ہے وو دلدار بیدریغ

شاید کہ صیدِ عاشقِ وحشی کا عزم ہے — کھولا ہے دامِ زلفِ گرہ دار بیدریغ

خوش چشم کے خیال نے ازبس دیا ہے داد — نرگس نے اپنا جان دیا ہار بیدریغ

پھینٹا رنگا ہے سرخ شہیدوں کے خون میں — سر پر سجا ہے پھر او سے [illegible] بیدریغ

ہرگز نہیں کسی کی طرف مہر کی نگاہ — ہے کس قدر وو نرگسِ بیمار بیدریغ

سوزِ دلِ سراج طرف دیکھ شعلہ رو
اب خوب نہیں تغافلِ ہر بار بیدریغ

---

۱ جگ میں ۔ س ۔ ۲ ملیو کسی درد مند سوں ۔ س ۔ ملے جو ع ۲۹۱ و ۔ ۳ دل آزار ۔ ک ۔ ۴ س و ع ۲۹۱ میں اس کے بعد یہ اشعار زیادہ ہیں ۔ بازی میں تجھ فراق کا ششدر ہو دل مرا ۔ لاچار ہو کے جیو کوں دیا ہار بیدریغ ۔ میرے انجھو کا بوند ترے غم سوں اے صنم ۔ منصور ہو پلک کی چڑھا دار بیدریغ ۔ ۵ یکبار اپنے پیار سوں احوال سراج پوچھ ۔ س و ع ۲۹۱ میں [illegible] اضافہ ہیں ۔ [illegible] مہر کی نگاہ ۔ تیغِ نگاہ کا [illegible] بیدریغ ۔ [illegible] دل لیکے [illegible] بیدریغ ۔ ۶ کچھ بھی

۲

عیاں ہے سینۂ عاشق[1] سیں عاشقی کا داغ — کہ جیوں کہ پردۂ فانوس سیں[2] عیاں ہے چراغ

کیا ہے حق نے تجھے آفتابِ عالمگیر — نہ پاوے[3] ذرۂ معدوم عقل واں کا سراغ

مثالِ شانہ جو کئی سینہ چاک ہے[4] بے دم — کمندِ زلف سیں تیری نہیں ہے اس کوں فراغ

اٹھی میں یار کی[5] ہر بوالہوس کوں بار نہیں[6] — کہاں ہے گلشنِ فردوس میں رسائیِ زاغ

نہیں سراج کوں گلگشتِ باغ کی خواہش
خیالِ عارضِ گلرو[7] ہوا ہے اس کوں باغ

۳

بے جا نہیں اگر وو کرے سیرِ باغِ داغ — پایا ہے جس نے کوچۂ دل میں سراغِ داغ

مانندِ لالہ گلشنِ رنگینِ عشق میں — تا روزِ حشر مجھ کوں نہ ہوئے فراغِ داغ

صحرائے بے خودی میں فاقت کے واسطے — لالے سیتی کیا ہوں مقررِ جناغِ داغ

دیکھا ہوں بس کہ گردشِ چشمِ پری رخاں — لبریز ہے شرابِ جنوں سیں ایاغِ داغ

اس لالہ رو کے ہجر کی آتش میں اے سراج
روشن کیا ہوں شعلۂ غم سیں چراغِ داغ

---

[1] عاشق میں پروہ۔ ص [2] میں ہے نور۔ ص۔ [3] نپاوے ذرہ معدوم تجھ گل دکا اسراغ۔ ص۔ [4] رکھتا ہے۔ ص۔ [5] شوخ۔ ص۔ [6] کہاں۔ ک۔ [7] خوباں۔ ص۔

ردیف ف

۱

۱۳۰۳

عاقل کوں نہیں روا کہ کرے عاشقی کی لاف — دیوانۂ جنوں کوں ہے تقصیر سب معاف

مظہر میں کیا ظہور ہے مظہر کے نور کا — صورت سیں جا کے کعبۂ معنی کا کر طواف

عکسِ جمالِ دوست اوسے آشکار ہے — درپن سیں دل کے زنگِ کدورت کیا جو صاف

بن دوست اس متاع کا کوئی مشتری نہیں — یاقوتِ دل میں آہ کے موتیں ہوا شگاف

ہر دم نگہ کی تیغ سیں وسواس ہے مجھے — تجھ چشم کا نیام ہے از بس کہ خوش غلاف

عزلت نشیں کی نام کوں شہرت ہے خلق میں — اسبات کا گواہ ہے عنقائے کوہِ قاف

جو صلحِ کل کی راہ سیں واقف ہے اے سراج

نہیں نیک و بد کا اس کی نظر بیچ اختلاف

۲

۱۳۱۰

ستم کا نام ہے عالم میں معروف — میں دیکھا اس صفت کے تم ہو موصوف

---

۱ عاشق ۔ س ۔ ۲ میاں ہے اوسے یہاں ۳۹۱ و اس کا مصرع ثانی نیچے کے شعر کا دوسرا مصرع ہے ۔ ۳ خریدار کوئی ۔ س ۔ ۴ جگ میں ۔ س ۔

چھڑایا شہر آنکھوں نے تمھاری　　دلِ وحشی غزالوں سیں ہے مالوف

کیا اس سرو قد نے گل کا وعدہ　　قیامت پر رہا دیدار موقوف

لکھوں جب جیبِ وزریں کے میں وصف　　دواتوں میں بھروں متقیش کا صوف

صبا بلبل کوں کہہ سب کھول مضموں　　کتابت کی ہے بو غنچوں میں ملفوف

طوافِ کعبۂ معنی کوں جا یار　　نہ کر صورت میں یہ اوقات مصروف

سراج اس آگ کوں کیا جانتا تھا
کیا یہ راز پروانے نے مکشوف

۳

۱۳۱۷

دیکھا ہے جس نے یار کے رخسار کی طرف　　ہرگز نہ جاوے سیر کوں گلزار کی طرف

آئینہ دل کی چشم میں نورِ جمال دوست　　روشن ہوا ہے ہر در و دیوار کی طرف

منظور ہے سلامتی خوں اگر تجھے　　مت دیکھ اس کی نرگسِ بیمار کی طرف

وہاں نہیں بغیر جوہرِ شمشیر خوں بہا　　زاہد نہ جاو و ظالمِ خونخوار کی طرف

ہے دل کوں عزم چوک امیدِ وصالِ یار　　دیوانہ کا خیال ہے بازار کی طرف

۱ے تو۔ ک۔

کیا پوچھتے ہو تم کہ ترا دل کدھر گیا   دل کا مکاں کہاں ہے یہی دلدار کی طرف

پروانے کوں نہیں ہے مگر خوفِ جاں سراج
ناحق چلا ہے شعلۂ دیدار کی طرف

۴

مثالِ حلقۂ زنجیر ہے زلف   بلائے[2] جانِ ہر نخچیر ہے زلف

قیامت تک[3] خلاصی نہیں ہے[4] ممکن   دلِ عاشق کی دامنگیر ہے زلف

ہوئے حل مشکلاتِ سورۂ نور   کتابِ حسن کی تفسیر ہے زلف

دیا ہے صفحۂ رخسار کوں زیب   عجب یہ[5] خوش نما تحریر ہے زلف

نصیبِ چشم ہے خوابِ پریشاں
سراج اس خواب کی تعبیر ہے زلف

---

۱ مخ ۳۹۱ کے اضافہ اشعار: احوال دیکھ مجھ دل بے تاب کا بجن - آ اے طبیب عاشق بیمار کی طرف ۔ اے صنم کوں شیخ کیا [illegible] دیکھا ہے جن نے برہمن کے زنار کی طرف ۔ بے ہنر نرس کہ [illegible] بدن مرا - اس کوں نظر نہیں دل عیار کی طرف ۔ تیری بہار حسن بدل جیو دیا سراج - آ مہر سوں شتاب خریدار کی طرف ۔ ۲ بلا بر جان ہر نخچیر - مں - بلائے جان ہر نخچیر - مخ ۳۹۱ و ۔ ۳ تک - ک ۔ ۴ یہ - مں - ہے - ک ۱ اے مخ ۳۹۱ و ۔

۵

۱۳۲۹

ہر ادا ظالم[1] کی پیاری ہے، تکلف برطرف — کام میرا جاں نثاری ہے، تکلف برطرف

داغِ دل ہرگز قیامت لگ نہیں[2] ہونے کا صاف — عاشقی کی یادگاری ہے، تکلف برطرف

یار گزرا ہے کلیجے سیں مرے تیرِ نگاہ — بے طرح کا زخم کاری ہے، تکلف برطرف

تھرتھراتا ہے مرے احوال کوں سیماب دیکھ — کس بلا کی بے قراری ہے، تکلف برطرف

عاشقوں[3] کوں قتل کرنے، ناز کے توسن پہ آج — شاہِ خوباں کی سواری ہے، تکلف برطرف

تجھ نگاہِ باحیا کی ہول لے ابرو کماں — ہر کلیجے کی کٹاری ہے، تکلف برطرف

قصۂ[4] غم گر لکھا تجھ کوں تو برجا ہے سراج
عالمِ بے اختیاری ہے، تکلف برطرف

---

[1] ستم ۔ ص ۳۹۱ و ۔ [2] نہ جاوینگے سجن ص ۳۹۱ و ۔ [3] عاشقاں ۔ ک ۔ [4] ص ۳۹۱ و ۔ کا اضافہ شعر ۔

بسمل غم جاں دیتا ہے شتابی بے خبر ۔ تجھ برہ کا وار کاری ہے، تکلف برطرف ۔

ردیف ق

۱

۱۳۲۶

دم بدم رکھتا ہوں اس زلفِ دوتا کا اشتیاق ہے مرے پراندنوں میں کس بلا کا اشتیاق

ہے دلِ پرسوز کوں میرے خیالِ کوئے دوست دوزخی کوں ہے بہشتِ دلکشا کا اشتیاق

صافیٔ دل ہے جمالِ ذاتِ مطلق کوں محیط ہے عبث آئینۂ عالم نما کا اشتیاق

وصل میں راحت ہے لیکن ہجر کی لذت کہاں انتہا میں چاہتا ہوں ابتدا کا اشتیاق

مجھ دلِ پرخوں کوں ہے مصرعِ عالی کا ورد ہے کسی کے پانوں کوں رنگِ حنا کا اشتیاق

ہو نہیں سکتی مری او دل کی اب صحت برار دل دہی کے واسطے ہے دلربا کا اشتیاق

شامِ غم کوں ہے امیدِ صبحِ عشرت دم بدم سورۂ واللیل کوں ہے والضحیٰ کا اشتیاق

چاہتا ہوں دلبرِ سیم رنگ سیں اڑ کر ملوں جس طرح [سیں] کاہ کوں ہے کہربا کا اشتیاق

کیا کہوں میں کس طرح مشتاقِ وصلِ یار ہوں تشنہ لب کوں پوچھئے آبِ بقا کا اشتیاق

ناوکِ انداز کماں ابرو کہاں ہے جس کے بن تودۂ دل کوں ہے تیرِ بے خطا کا اشتیاق

سجدۂ محویتِ عاشق گواہِ حال ہے جبہۂ تسلیم رکھتا ہے رضا کا اشتیاق

شوخ چشموں نے کیا زخم آہ و درد آلود پر رام کرتا ہے غزالوں کوں صدا کا اشتیاق

عندلیبِ دل مرے کوں ہے خزانِ ہجر میں گل بدن یعنی بہارِ مدعا کا اشتیاق

یہ نخجۂ بے طاقتی سیں جامۂ دل چاک ہے ہے کسی گل چہرۂ رنگیں قبا کا اشتیاق

اے سراج اس شعلہ رو پر خاک ہو جانے بغیر

کیا چلے پروانۂ بے دست و پا کا اشتیاق

۲

۱۳۵۱

ہے تجلی بخش جب سیں پرتوِ اسرارِ عشق تب سیں دل میرا ہوا ہے مطلعِ انوارِ عشق

لیلیٔ گل چہرۂ مقصود کوں پایا ہے وو جو ہوا ہے مثلِ مجنوں بلبلِ گلزارِ عشق

اسکوں آفاتِ[1] حوادث سیں نہیں آسیب کچھ جس کوں تعویذِ گلو ہے دل ہوا طومارِ عشق

منزلِ دل کوں بنایا دوست رہنے کے تئیں[2] لے مرے[3] آنسو کا پانی گردِ غم معمارِ عشق

ہے خیالِ چشمِ خوباں روغنِ بادام اوسے بستر بے تابیٔ دل پر جو ہے بیمارِ عشق

بیدخوانی[4] نالہ و فریاد کی ہے صبح و شام جس برہمن کوں گلے کا ہار ہے زنارِ عشق

بے خبر ہے محفلِ کونین سیں مثلِ سراج

جو ہوا ہے بے خودی کے جام سیں سرشارِ عشق

---

[1] آسیب ۳۹۱ ؁ و۔ [2] بدل ۳۹۱ ؁ ا۔ [3] بس کے غم کی گرد ہو آب ہیں معمارِ عشق ۳۹۱ ؁ ا۔

[4] اس کوں شب ہے بیدخوانی نالہ و فریاد کی ۳۹۱ ؁ و۔

۳

۱۳۵۸

مجلسِ حسرت میں جو کوئی کہ مہمانِ فراق[1] — کیوں نہ ہوے لختِ جگر اس کوں نمکدانِ فراق

چشمِ عاشق[2] سیں نمایاں ہے قطارِ اشکِ گرم — آ تماشا دیکھ روشن ہے چراغانِ فراق

جب سیں میرے زخمِ دل پر ہے تیرا[3] حقِ نمک — کھینچتا ہوں تب سیتی میں بارِ احسانِ فراق

کشتیِ ابرو دکھا اب ناخدا ترسی نہ کر — حد سیں گذرا[4] ہے مرے سر پر شورِ طوفانِ فراق

ناوکِ اندازِ کماں ابرو کہاں ہے جس کے بِن[5] — پہلوئے دل میں لگی ہے نوکِ پیکانِ فراق

کیوں نہ ہووے جمعیتِ دل مائلِ[6] آشفتگی — ہات آئی ہے اسے زلفِ پریشانِ فراق

تجہ بغیر[7] اے شمعِ بزمِ ناز جلتا ہے سراج
حُسن کے پرتو سیں روشن کر شبستانِ فراق

---

۱ تجہ پرت کی بزم میں جو کوئی ہے۔ مس، ۲ اشکِ خونی جلوہ گر مجہ نین سوں ہے اے سجن۔ مس۔ ۳ میرے ک ۴ اے سجن اب مجہ پہ گذرا ہے طوفاں۔ مس۔ ۵ باج مس۔ ۶ مایہ۔ ک۔ ۷ بنا۔ مس۔

ردیف ک

۱

۱۳۶۵

دیا ختن کوں تری زلف نے اضافۂ مشک ... بحال تجھ سیں ہے جاگیر بوئے نافۂ مشک

وفورِ بوئے محبت نہاں نہیں رہتی ... مثل ہے راست تنک ظرف ہے قیافۂ مشک

لکھا ہوں خط میں ترے خطِ عنبریں کی صفت ... بجا ہے اس کوں اگر میں کروں لفافۂ مشک

رہی ہے جھوم گھٹا زلف کی ترے رخ پر ... عروسِ حسن کوں گویا کہ ہے محافۂ مشک

لکھا ہے کاکلِ مشکیں کے وصف بس کہ سراج

ہوئی ہے اس کے اثر سیں دوات نافۂ مشک

۲

۱۳۷۰

ظالم مرے جگر کوں کرے کیوں نہ پھانک پھانک ... سیکھا ہے وو نگہ کا نیا اور ادا کا بانک

پوتھی خیالِ یار کی آئی ہے جب سیں ہات ... دل کے ورق پہ تب سیں لکھتا ہوں قلم کی آنک

۱۔ کا وصف۔ ک۔ کے وصف۔ بجھ و۔ ۲۔ کی۔ ک۔ ۳۔ جس دن سوں باچتا ہوں یو پوتھی پریم کی۔ س۔ اس شعر کی

بجائے یہ شعر اسطرح لکھا۔ خون جگر کا لعل جڑا ہوں پیا کے کاج۔ انگشتری کوں دل کی محبت کا دے کے ونک۔ ۴۔ سیں لکھا ہوں گا۔

انگشتری دل کی بنایا ہوں نذرِ یار   لختِ جگر کے لعل کوں لفت[1] کا دیکھ ڈانک

آتا ہے یاد پھول کے دیکھے سیں گل بدن   عاشق کا چھیلتی ہے جگر بلبلوں کی ہانک

جانِ[2] جہاں کا ذوق[3] اگر ہے تجھے سراج

پنہاں نگاہِ غیر سیں پردے میں دل کے جھانک

۳

کوئی مرا پیغام لے جاوے اگر موہن تلک   مہر سیں امید ہے شاید کہ دکھلاوے جھلک

فرشِ مخمل پہ ترے بن مجھکوں خواب آتا نہیں   خار ہوتا[4] ہے مری آنکھوں میں ہر موئے پلک

زندگانی تجھ برہ میں خوش نہیں آتی مجھے   جانِ تجھکو[5] گر کہوں تو نہیں ہے ہرگز اس میں شک

جو نظر میں آشنا ہے نورِ چشمِ عاشقاں   گل پڑا ہے میری آنکھوں میں نہیں یہ مردمک

سارے[6] عالم کے شکر لب شرم سیں پانی ہوئے   دیکھ کر اس شورِ محشر[7] کی ملاحت کا نمک

---

[1] کی دے کر ڈانک ۱۲۸۵ھ ۔ [2] جام جہان شوق ۔ س ۔ [3] شوق ۱۲۸۵ھ و ۔ [4] سلتا ہے مجھ انکھیاں میں ہر موے ۔ س ۔ [5] کر کر تجھ کوں کہوں ۔ س ۔ [6] سارے جہاں ۔ ک ۔ جگ کے سب خوباں شکر ۔ س ۔ اس کے بعد یہ دو شعر اضافہ ہیں ۔ ہو کہ حیراں نیک پک اور یک کھڑا ہیں منتظر جب سوں دیکھا سرو نے گلشن میں تجھ قد کی لٹک
کیوں نہ ہوے تاراج ملک صبر و طاقت اے سراج ۔ مجھ پہ لیایا ہے غنیم ہجر نے غم کی کٹک ۔ [7] شوخ کے مکھ کے ۔ س

۱ بھیجتا ہے قمریوں کے ہات سیں پیغامِ عجز — جب سیں دیکھا سرو نے گلشن میں تجھ قد کی لٹک

گل نہ کر میرے چراغِ صبر کوں جانِ سراج
طرزِ بے رحمی سے ہرگز اپنا دامن مت جھٹک

۴

سینہ صافی کی ہے جیسے عینک — اسکوں دیدار یار ہے بیشک [۱۳۸۲]

صفحۂ دل کوں داغ کی کر مہر — عشق کے شاہ نے دیا دستک

رہزنِ عقل سیں نہیں وسواس — ہوں حمایت میں عشق کی جب تک

بوالہوس سوزِ دل کوں کیا جانے — نہ جلے ہرگز آگ میں ابرک

غیر کا نقش، غیرِ نقش نگار — صفحۂ دل ستی کیا ہوں حک

شور ہے بس کہ تجھ ملاحت کا[۱] — دل ہمارا ہوا ہے کانِ نمک

گر جلا چاہتا ہے مثلِ سراج
اے دل اس شعلہ رو کی دیکھ جھلک

۱ے ۳۱۱ و میں اس کے بعد یہ شعر زیادہ ہے۔ آرسی شرم سیں نہ ہوئے کیوں آب۔ دیکھ کر پیو کے حسن کی جوبک۔

۵

۱۳۸۹

ترے[1] بن ہے آنکھوں میں طغیانِ اشک — بلا یا قیامت ہے طوفانِ اشک

ہر ایک قطرہ کیوں دُرِ مکنوں نہ ہوئے — برسنے[2] لگا ابرِ نیسانِ اشک

مجھے رات دن دولتِ عشق سیں — میسّر ہے لعلِ بدخشانِ اشک

نہیں[3] لعل و گوہر کا مشتاق وو — ہوا جس کوں موجود سامانِ اشک

کہاں ہے مرا شمع رواے سراج

کہ جس بن ہے روشن چراغانِ اشک[4]

---

۱ ہوا جب سیں پیو باج طغیان اشک ۔ او ٹھا تب سوں انکھیاں میں طوفان اشک ۔ مخ ۳۹۱ ا ۔ ۲ برستا ہے نت مخ ۳۹۱ ا ۔ ۳ نہیں حاجت لعل و گوہر مجھے ۔ میسر ہے لعل بدخشان اشک ۔ مخ ۳۹۱ ا

۴ مخ ۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار : لکھا ہیم تن کوں جب احوال دل ۔ کتابت کتابت زر افشان اشک ۔

سراج آج انکھیاں نیں فانوس میں ۔ پیا بن ہے روشن چراغان اشک ۔

ردیف گ

۱

۱۳۹۴

گذر ہووے اوسے البتہ نورِ مہر انور لگ[1] — جسے ہے دست رس مانندِ شبنم دیدۂ تر لگ

نہیں دیکھا ہے جس نے شام ہجراں کی گھٹا کالی — نہ پہنچا[2] ہات اُسکا یار کی زلفِ معنبر لگ

ہوا ہے دست بیعت خانوادے میں ترے غم کے — رہیگا[3] سلسلہ آنسو کا جاری روزِ محشر لگ

خرد کے شہر کے ساکن کوں لافِ عشق بے جا ہے — تفاوت ہے بڑا[4] ادھر یہاں سیں تا بیجا نگر کے شور لگ

سراج اس حورِ پیکر کا ہوا ہے دل سیں پروانہ

نہیں دیدار کے پیاسے کوں ہرگز کام کوثر لگ

۲

۱۳۹۹

ہمارے[5] اشکِ جگر گوں سیں اے بتِ نیرنگ — عجب خیال کی مجلس میں ہو رہا ہے رنگ

گلِ گلاب کی جیوں آس پاس ریحاں ہے — عیاں ہوا ترے رخسار[6] پر خطِ شب رنگ

۱؎ ک میں ردیف تک ہے۔ ۲؎ نہ پہنچے ہات اوس کے ۱۲۹۱ و۔ ۳؎ انجھو کا سلسلہ ۱۲۸۸ھ و۔ ۴؎ تیرا ادھر ک برا ادھر ۱۲۸۸ھ۔ ۵؎ سجن کے دو نین میں کیا بلا رنگ۔ کہ جس کوں دیکھ ہوا ہے تمام عالم دنگ۔ ۱۲۹۱ و۔ ۶؎ کچھ یہ ۱۲۹۱ و۔

نہ ہوئے ساغرِ لبریزِ مئے سیں رفعِ خمار — خیالِ چشمِ صنم ہے مجھے[1] شرابِ فرنگ

ترے دہن کی مسی سے مجھے ہوا معلوم — نمازِ شام کا ہے وقت اب نہایت تنگ

خدا کے[2] واسطے مجھ سیں کشادہ ابرو مل — ترے دہن کی قسم ہے ہوا جی میں بہ تنگ

عجب نہیں ہے اگر لیوے قلعۂ دل کوں — ترے خیال نے سینہ میں آ کیا ہے سُرنگ

دیکھا شتاب ستی شمع رو مرا یار رے

کہ جس کے غم سیں جلا ہے سراجؔ مثل پتنگ

۳

۱۲۰۶

موہن[3] ہوا ہے سبز برن سر سیں پاؤں لگ — دستا ہے مجھ کوں سروِ چمن سر سیں پاؤں لگ

تجھ لعلِ لب سری کا نہ پایا عقیق کوں — دیکھا اگرچہ کانِ یمن سر سیں پاؤں لگ

پتلی نمن نین میں کرے جا تو ہے بجا — پیارا لگا انکھیاں میں سجن سر سیں پاؤں لگ

مہتاب رو کوں دیکھ کے میں زندہ دل ہوا — بھڑکی ہے تجھ برہ کی اگن سر سیں پاؤں لگ

---

[1] کہ جیوں۔ ک ۔ [2] ۳۹۱ ر کے اضافہ اشعار ۔ نہیں ہے بد نظر مجھ کوں اپر جگ میں۔ جنوں کے وشت میں وحشت کوں نام آور کہا لک ۔ سجن کی یاد میں از بس کہ صافی دل ہوں۔ خیال غیر ہے مجھ دل کی آرسی پر زنگ

[3] ۳۹۱ ر و س ۔ و ب گے لازم ہے اب کتاں کا کفن سر سوں پاؤں لگ ۔ س ۔

اب ہم کوں چھوڑ مجھ سوں دل آرام، رام ہوئے ۔۔۔ ہے شوخ چشم مثل ہرن سر سیں پاؤں لگ

لالے[1] کے پھول کیوں نہ کھلے دل کے باغ میں ۔۔۔ لازم ہے اب کتاں کا کفن سر سیں پاؤں لگ

تیرے عرق کی شرم سوں اے معدنِ حیات ۔۔۔ پانی ہوا ہے دُرِّ عدن سر سیں پاؤں لگ

لایا ہوں نذر، دل کی انگوٹھی کوں کر قبول ۔۔۔ غم کے جزے میں جیں کوں رتن سر سوں پاؤں لگ

ہو کال پر گھٹا ہے مرے دل پہ غم سراج
اس چاند کوں لگا ہے گہن سر سوں پاؤں لگ

---

[1] لالے کے پھول نیں ہیں چمن میں اگے باغ کوں۔ بھڑکے ہے تجھ برہ کی اگن سر سوں پاؤں لگ۔ س۔

ردیف ل

۱

۱۴۱۰

زہر کا گھونٹ ہے یہ شربتِ خونابۂ دل — ہے[1] بلانوش کا کام، اہلِ ہوس کوں مشکل

سختیٔ بارِ جدائی کی نہیں تاب مجھے — سنگدل نے مرے سینے پہ رکھا ہجر کی سل

بھیک[2] دے کاسۂ سرہات لئے پھرتا ہوں — آستانے پہ ترے شوق کے ہو کر سائل

دیکھ کر خالِ رُخِ یار ہوا یوں معلوم — سفرِ راہِ محبت میں خطر ہے تِل تِل

یارو[3] اغیار کی صورت سیں ہوا ہے بیزار — مئے[4] یک رنگیٔ وحدت جو پیا یار سیں مِل

چشمِ عبرت سیں تماشائے جہاں کرتا ہوں — خاک در خاک ہے یہ انجمنِ گل در گل

ہاتفِ غیب سیں یوں مجھ کوں بشارت ہے سراج

مائلِ یار جو ہے، یار ہے اس کا مائل

---

[1] جز بلانوش ہر یک کوں ہے نئی مشکل۔ ۲۹۱ ا۔ [2] کاسۂ چشم کوں لے ہات در س منگتا ہوں ۲۹۱ ا۔

[3] یار اغیار کی۔ ۵۸۳ ا۔ [4] بہ ہم مدہ مجلس

دلیں جیو پیا پی ستے مل۔ ۲۹۱ ا۔

۲

۱۴۲۸

ہے ترے حسن میں زبس کہ کمال — نظر آتا ہے[۱] بدر مثلِ ہلال

ہے گلِ گلشنِ محبت کے — دلِ زخمی میں تجھ نگہ[۲] کی بھال

تشنہ لب کوں دکھا جمال کرے — خط ترے لب کا موجِ آبِ لال

اس کوں نسبت ہے زلف سیتی تری — جو ترے غم سیتی ہے[۳] پریشاں حال

اے صنم یہ[۴] فقیر رکھتا ہے[۵] — ایک دیدار کا ترے سیں سوال

مصحفِ حسن کوں[۶] دکھا کہ ہوا — تری زلفوں سیں دین میں اشکال

سرو کے فاختے اڑے ہیں سراج
دیکھ گلشن میں سرو قد کی چال

۳

۱۴۲۹

آہ میری ہے صورِ اسرافیل — جل گئے جس سبب پرِ جبریل

تیری ابرو کی تیغ پیاسی ہے — آپلا خونِ عاشقاں سیتی[۷] سبیل

---

۱ مجھ کوں دستا ہے بدر۔ س۔ ۲ پلک س۔ ۳ جیوں۔ س۔ ۴ زوں۔
س۔ ۵ تک۔ ۳۹۱ ا۔ ۶ ہے۔ ۱۵۰۳ ا۔

جو ہوا ہے شہیدِ خنجرِ یار[1] — کعبۂ عشق کا ہے اسمٰعیل

عشق نہیں زاہدوں کی قسمت میں — حرفِ تقدیر کوں نہیں تبدیل

گُل سیں نسبت نہیں[2] تیرے رخ کوں — کیا ہے تجھ قد سیں سرو کوں تمثیل

مار کھایا ہے زلف سیں تیری — تن پہ سنبل کے ہے علامتِ نیل

مت ہو مغرور زندگی میں سراج

آمد و رفتِ دم ہے کوسِ رحیل

۴

۱۴۳۶

بات کر دل ستی[3] حجاب نکال — غنچۂ لب ستی گلاب نکال

شبِ ہجراں کی تیرگی کر دُور — حُسنِ تاباں کا آفتاب نکال

بیتِ ابرو کا درس دے مجھ کوں — فردِ دیوانِ انتخاب نکال

بوالہوس بندِ عقدۂ غم ہے — زلفِ مشکیں سیں پیچ و تاب نکال

منحصر نہیں ہے گوشہ گیری پر — دل سیں یکسو ہو سب حجاب نکال

تکیۂ مخملِ سرہانے رکھ — لیکن آنکھوں سیں اپنی خواب نکال

---

[1] تاز ۔ ک ۔ [2] کھ ۔ ۲۹۱ و ۔ [3] سوں گ ۔ س ۔

مستیٔ عشق گر تجھے ہے سراج
شیشۂ چشم سیں شراب نکال

۵

۱۲۴۳

مجھ پہ اے محرمِ جاں پردۂ اسرار کوں کھول — خوابِ غفلت سیں اٹھا دیدۂ بیدار کوں کھول
دل کوں اب دامنِ صحرائے جنوں یاد آیا[1] — عقل کے دام سیں اس صیدِ گرفتار کوں کھول
اے نسیمِ سحری بوئے محبت لے آ — طرۂ یار ستی عطر کی مہکار کوں کھول
آرزو ہے مری انکھوں سیں رواں ہوویں آنسو[2] — نشترِ غم سیں رگِ ابرِ گہر بار کوں کھول
میں خریدار ہوں[3] جنسِ جنوں خاطر خواہ — اے غمِ قافلہ سالار تک اس بار کوں کھول
قفسِ غم میں دل افسردہ رہوں گا کب لگ[4] — نغمۂ شوق سیں میرے لبِ گفتار کوں کھول

قصۂ درد کوں انجام نہیں مثلِ سراج
غم کے دفتر کوں لپیٹ آہ کے طومار کوں کھول

۶

۱۲۵۰

ہے تجھ انکھوں کے گرفتاروں میں دل — کیوں نہ ہوئے مشہور بیماروں میں دل

---

[1] پہنچا۔ ۱۳۹۱ و۔ [2] کہ انکھیاں سوں انجھو جاری ہویں ۱۳۹۱ ا۔ [3] ہوئے ج۔ [4] مجھ خریداروں کوں د۔ ۱۳۹۱ و۔ [5] تک ۱۳۹۴ ا۔

ان[1] بھوؤں کے زخم کی لایا ہے تاب — خوب جا سمہلا ہے تلواروں میں دل

مجھ پریشاں کی طرف پھر کیوں کر آئے — ہے ترے گیسو کی مہکاروں میں دل

ذبح کرتا ہے تو پورا ذبح کر — بے طرح اب چور ہے واروں میں دل

ہیں قیامت چشم و ابرو خط و خال — قید کیوں کرتے ہو لاچاروں میں دل

ہر[2] کسی کوں مت سواری میں رکھو — بس ہے اک اپنا[3] جلو داروں میں دل

شعلہ رو جب سیں نظر آیا نہیں — لوٹتا ہے تب سیں انگاروں میں دل

اس کے کوچے میں لجا کر جی لیا — ایک ہے عالم کے عیاروں میں دل

گل بدن شاید نظر آوے سراج
رات دن پھرتا ہے بازاروں میں دل

ے
۱۴۵۹

ہر کسی کوں گذر عشق میں آناں مشکل — راہ سیدھی ہے ولے راہ کوں پاناں مشکل

کس طرح[4] کیجئے فکرِ شررافشانیِ اشک — جب کہ پانی میں لگی آگ بجھاناں مشکل

---

۱ تجھ ۳۹۱ ا۔ ۲ مت کسی کوں رکھو سواری کے سنگات ۳۹۱ ا۔ ۳ اتنا۔ ح۔ و ۳۵۴ ا۔ ۴ کیا کروں تحریر انجھو کی شر افشانی کی۔ س۔

زور نادر ہے ترے چہرۂ نکدار کی سج   جس طرح دل میں چھپی ہے سو بتاناں مشکل

پھول میرے کوں اگر پھول کہوں بھولے لیش   پھول کوں پھول کے پھولوں میں سماناں مشکل

آتشِ روسیں نہاں کیونکہ رکھوں سوزِ جگر

جان جاتا ہے سراج اب تو چھپاناں مشکل

۸

۱۳۶۴

ہوں پریشاں یار کی زلفِ پریشاں کے طفیل   چاہِ غم میں ہوں میں اُس چاہِ زنخداں کے طفیل

سیلِ اشکِ گرم سیں ہے خانۂ مردم خراب   میں ہوا رسوائے عالم چشمِ گریاں کے طفیل

لے قلمِ مژگاں کا لکھتا ہوں خطِ یاقوتِ اشک   صفحۂ دامن پر اُسکے خطِ ریحاں کے طفیل

لذتِ دشنام کی تجھ کوں سکھایا چاشنی   شور ہے دل میں وو لعلِ شکر افشاں کے طفیل

مرہمِ الطاف ہے درکار اے بادامِ چشم   ہے مشبک سینہ تیرِ مژگاں کے طفیل

زنگِ غم صیقل کیا آہِ سحر کے فیض نے   کفر کی ظلمت گئی ہے نورِ ایماں کے طفیل

۱؎ خوب لگتی ہے ترے ۱۳۹۱ و۔ ۲؎ بیٹھہ نکودار۔ س۔ ۳؎ نوکدار۔ ک ۴؎ جس پرہ دل کوں چھپی ہی
ہر طرح دل میں چھپی ہے۔ ۱۳۹۱ و۔ ۵؎ بسوں۔ ۱۳۹۵ و۔ ۶؎ سورج کوں۔ ک۔ ۷؎ سوں بجا اشک کے ۱۳۹۱ و
۸؎ اوپر اس خطِ ریحاں ۱۳۹۱ و۔ ۹؎ توں ۱۳۹۱ و۔ ۱۰؎ جگ میں دو گوہر لبِ افشاں ۱۳۹۱ و ۱۱؎ لطفتہ جم تھی اے
شوخ میرا کر علاج ۱۳۹۱ و۔ ۱۲؎ دل مرا تجھ ۱۳۹۱ و۔

مشعلِ سوزِ جگر ہے ہر غزل میری سراج
شمعِ دل روشن ہے فیضِ شاہِ رحماں کے طفیل

۹

حُسن تیرا ہے گلستاں کی مثال — قد ترا سروِ خراماں کی مثال

سرو تجھ قد کے مقابل اے صنم — چشمِ قمری میں ہے پیکاں کی مثال

ہے شبِ ہجرت میں گل رخسار کے — ہر پلک خارِ مغیلاں کی مثال

عشق کی زنجیر کا پابند ہوں — ہے گلستاں مجھ کوں زنداں کی مثال

انتظاری میں تری آسادہ رو — آرسی ہے چشمِ حیراں کی مثال

کیوں نہ ہوئے مشلِ کتاں دل چاک چاک — رخ ترا ہے ماہِ تاباں کی مثال

بوریائے بے ریا دشتِ فقر — ہے مجھے تختِ سلیماں کی مثال

خارِ غم سیں شوخ گل رخسار کے — دامنِ دل ہے گریباں کی مثال

کیوں نہ ہووے خانۂ مردم خراب — اشکِ بے پایاں ہے طوفاں کی مثال

چاہ میں اس شوخ کے یوسف کی مدام — سینۂ عاشق ہے کنعاں کی مثال

۔ حشر کے دن بے ادائی تو کیا خوف ہے اے سراج۔ ہے شفاعت کی مجھ امید رحماں کے طفیل۔ ۳۹۱ او۔ مہ ۳۹۱

۹ یہ غزل ردیف "ط" میں (ک) نسخہ اور درج ہے۔

حج اکبر دوست کا دیدار ہے — وصل اسکا عید قرباں کی مثال

دلبر یاقوت لب کی یاد میں — دل ہوا پرخوں بدخشاں کی مثال

آیتِ خوبی ہے خط و خال و زلف — شوخ کا عارض ہے قرآں کی مثال

کیوں نہ ہوئے ہر اشکِ غم دُرِّ یتیم — چشم ہے بارش میں نیساں کی مثال

بس کہ تجھ کوں فکرِ موزوں ہے سراج
ہر غزل تیری ہے دیواں کی مثال

۱۰

۱۴۸۶

تجھ رخ کا رنگ دیکھ خجل ہے چمن میں گل — جلتا ہے سوزِ رشک سیں ہر پیرہن میں گل [۱]

وو شوخ گلعذار ہوا جب سیں جلوہ گر — ہے [۲] بے وقار تب سیں ہر اک انجمن میں گل

مجھ داغِ دل کے رشک ستی جھڑ گئے [۳] ہیں سب — ہرگز نہیں رہا ہے بہشتِ عدن میں گل

اس گل بدن کی یاد میں جو کوئی کہ جی دیا — تکفین [۴] کے وقت چاہیے اسکے کفن میں گل

آتا ہے جب خیال ہم آغوشیٔ صنم — سلتا ہے مثلِ خار ہے پیرہن میں گل

ہے عندلیبِ دل کوں وو گل رو کی آرزو — ظاہر ہے جس کی زلف کی ہر ہر شکن میں گل

۱۔ بے انجمن میں ۳۹۱ د۔ ۲۔ بے وقر ہے تدہاں سوں ۳۹۱ د۔ ۳۔ پڑے ۳۹۱ د۔ ۴۔ شاید جگر کے داغ سو ہوں ۳۹۱

سیرِ چمن کا ذوق تجھے[1] کب ہے اے سراج
ہر بیت تازہ ہے مرے باغِ سخن میں گل

۱۱

اے[2] باغِ حیا دل کی گرہ کھول سخن بول ۱۲۹۳ تنگی ہے مرے حال پر اے غنچہ دہن بول

اے آہ سُنا اسکوں[3] مرے حال کی عرضی تجھ زلف کے پیچوں نے دیا مجکوں شکن بول

مدت[4] ستی پروانہ توں ہمدرد مرا ہے اس شمع سیں تیری جو لگی آج لگن بول

آتی ہے تجھے دیکھ کے گل رو کی گلی یاد اے بلبلِ بے تاب مجھے[5] اپنا وطن بول

خاموش[6] نہ ہو سوزِ سراج آج کی شب پوچھ
بھڑکی ہے مرے دلمیں ترے غم کی اگن بول

۱۲

گر چلے سیر کوں وو گلشنِ خوبی کا نہال ۱۲۹۴ کیا تعجب جو کرے سروِ سہی استقبال

---

[1] نہیں ہے مجھے ۱۲۹۱ و کا اضافہ شعر یہ ہے۔ گلگشت لالہ زار ستی دل میں داغ ہے۔ بھولا ہے جیو کہ جبر سوں تیر غنچ میں گل۔
[2] کیا دم ہم سوں توں اے غنچہ دہن بول۔ لے بات مرے دل کوں محبت کے سخن بول — [3] یو کوں ۱۲۹۱ و۔ [4]
مدت سوں آپروانہ ۱۲۹۱ و۔ [5] توں بجھ ۱۲۹۱ و۔ [6] ۱۲۹۱ و کے اضافہ اشعار یہ مشتاق ہوں تجھ لب کی فصاحت کے بیاں کا
خاموش نہو مہر سوں اے من کہ موہن بول۔ بیرحم نہ ہو سوزش بے تابی دل پوچھ بھڑکی جو سخن میں ترے غم کی اگن بول۔
یں فکر سوں بولا نہیں اے سو سمجھ و۔ یتیم نے کہا مجکوں سراج اپنے سخن بول۔

یادِ بن جب سیں ہوا خواب حرام انکھوں کوں ۱ — تب ستی لختِ جگر مجھ کوں ہوا قوت حلال

غم میں انکھوں کے اگر نہیں ہے شہابِ آنسو کا ۲ — کیوں کیا غم کے زنگار نے مرا دامن لال ۳

اہلِ صورت پہ ہے مجھ ناموری کا سکہ — جب ستی صوبۂ معنی ہے مرے دل کوں بحال

بوالہوس سیرِ بیابانِ فنا کیوں کہ کرے — حلقۂ دام ہے یہاں نقشِ کفِ پائے غزال

گردشِ چرخ سیں آسیب نہیں عاشق کوں — غم میں ہے قطب کے مانند اوسے استقلال

شعرِ رنگیں نے غزالوں کوں کیا صید سراج
رشتۂ دام ہے تارِ نگہِ دامِ خیال

۱۳

۱۵۰۵

دل مرا پیو کے باج ہے بیکل — بیشتر کل سیں آج ہے بیکل

آپ میں نیں ہے تری جدائی میں — کیا کرے لاعلاج ہے بیکل

تجھ محبت میں عاشقِ شیدا — کھو کے سب شرم و لاج ہے بیکل

ماسوا سیں ترے مرے دل کوں — نہیں ہے کچھ احتیاج ہے بیکل

آتشِ بیخودی سیں جیوں سیماب
آشنائی سراج ہے بیکل

---

۱ پیو بن جب سوں مجھ انکھیاں میں ہوا خواب حرام ۳۹۱ ا۔ ۲ انکھیاں کے نہیں ہے مگر انجھواں کا شہاب ۳۹۱ ا۔ ۳ کے ح و ط ۳۹۱ ا۔ ۴ چشم ۱۵۰۵ ا۔ ۵ شراب۔ ۶ از ۳۹۱ ا۔

ردیف م

۱

[۱۵۱۰]

یک نگہ سیں لیا ہے وو گل فام — کیا خرد کیا شکیب کیا آرام

حق میں عشاق کے قیامت ہے[۱] — کیا کرم کیا عتاب کیا دشنام

مجھ کوں گل گشتِ باغِ زنداں ہے — سبزہ زنجیر و شاخِ سنبل دام

مے کشی کوں تری گلستاں میں[۲] — سروِ مینا ہے دورِ نرگس جام

وقت ہے[۳] اب نمازِ مغرب کا — چاند رخ[۴] لب شفق ہے گیسو شام

آرزو ہے جو منزلِ مقصود — ترکِ مطلب ہے مدعائے تمام

صدق دل سیں سراج[۵] باندھا ہے

کعبۂ کوئے یار کا احرام

۲

[۱۵۱۷]

صنم ہزار ہوا تو وہی صنم کا صنم — کہ اصلِ ہستیِ نابود ہے عدم کا عدم

---

۱ شام ج ۔ ۲ ہے ۔ ۲۹۱ ا ۔ ۳ جیسے ہوئی اب نماز مغرب فرض ہیں ۲۹۱ ا ۔ ۴ گو چند ۲۹۱ ا ۔ ۵ مرہم ۲۵۵ ا ۔

اسی جہاں میں گویا مجھے بہشت ملی　　اگر رکھو گے مرے پر یہی کرم کا کرم

ابھی تو تم نے کئے تھے ہماری جاں بخشی　　پھر ایک دم میں وہی کھینچا علم کا علم

وو گل بدن کا عجب ہے مزاجِ رنگا رنگ　　فجر کوں لطف تو پھر شام کوں ستم کا ستم

نہ رکھ سراجؔ کسی خوب رو سیں چشمِ وفا

صنم ہزار ہوا تو وہی صنم کا صنم

۴

صنم[۱] بلبل کا دل ہنس کر لئے تم [۱۵۲۲]　　عبث ہے باغ میں گل کا تبسم

دکھا[۲] تو رچراغِ حسن مجکوں　　کیا ہوں نقدِ دل تجھ زلف میں گم

مرے دل میں محبت کا نشہ ہے　　لبالب ہے شرابِ غم سیں یہ خم

ہماری آہِ[۳] آتش بار کوں دیکھ　　خجالت سیں ہوا پانی جہنم

گھٹا غم کی مری آنکھوں میں چھائی　　برستی ہے بھنوار آنسو کی چھم چھم

کیا کیوں حالِ مظلوماں پریشاں　　تجھے لازم ہے اے ظالم ترحم

---

[۱] سجن۔ ۳۹۱ ا۔ [۲] ۳۹۱ ا میں اسکے بعد یہ شعر زیادہ ہے۔ عرق تجہ مکھ اوپر یوں جلوہ گر ہے۔ کہ جیونکہ چاند کے نزدیک انجم [۳] سن کر ۳۹۱ ا۔ [۴] انجھو کا مینہ۔ ۳۹۱ ا۔

او مجھے[1] کیوں کر شہیدِ خنجرِ عشق
سراج اسکو مسیحا اگر کہے "قُم"

۴

۱۵۲۹

کیا ہے لشکرِ غم نے ہمارے[2] دل پہ ہجوم | عجب نہیں ہے اگر فوجِ عیش[3] ہوئے معدوم
صنم کے حُسن کی شہرت ہوئی[4] ہے عالم میں | تمام[5] کوچہ و بازار میں پڑی ہے دھوم
دہن ترا ہے گر خاتمِ سلیمانی | ہوئے ہیں دیو و پری جن سبب ترے محکوم
تمہارے[6] عارض و کاکل سیں نہیں[7] ہے راہ گریز | ہوئی ہے[8] متفق اب فوجِ زنگ و لشکرِ روم
مرے گا عاشقِ بے تاب کا جگر صد چاک | تری نگاہ کے خنجر سیں یوں[9] ہوا معلوم
شرابِ عیش میسر نہیں مرے دل کوں | ہوا ہے[10] جب سیں تری بزمِ وصل سیں محروم

سراج یوں مجھے استادِ مہرباں[11] نے کہا
کہ علمِ عشق سیں بہتر نہیں ہے اور علوم

---

[1] ۱۹۲۱ء میں یہ شعر اضافہ ہے۔ سنا ہوں جب ستی مصرع ولی کا۔ ہوا ہے ہوش میرا تم ستی گم۔ [2] میرے جگر۔ س۔ [3] عقل۔ ک۔ [4] ہے بس کہ ہر جانب۔ س۔ [5] ہر ایک۔ س۔ [6] پیارے۔ س۔ [7] ہوئی ہے۔ س۔ [8] یو۔ س [9] ہوا ہوں جب سوں۔ س۔ [10] سوں ہوا معلوم۔ س

۵

۱۵۳۶

کون کہتا ہے جفا کرتے ہو تم — شرطِ معشوقی وفا کرتے ہو تم

مسکرا کر موڑ لیتے ہو بھویں — خوب ادا کا حق ادا کرتے ہو تم

ہم شہیدوں پر ستم [۱] جیتے رہو — خوب کرتے ہو بجا کرتے ہو تم

سُرمئی آنکھوں کوں کیا سحر کیں کام — ناحق ان پر توتیا کرتے ہو تم

ہر پرِ بلبل کوں اے خونیں نگاہ — خونِ گل سیں کربلا کرتے ہو تم

پیستے ہو دل کوں جیوں برگِ حنا — ہات خوں آلودہ کیا کرتے ہو تم

خاک کرتے ہو جلا جانِ سراج
اور کہو کیا کیمیا کرتے ہو تم

۶

۱۵۴۳

ہر ایک کی آنکھ میں محبوب ہو تم — عجب ہو [۱] زور کچھ ہو خوب ہو تم

زلیخا قبر میں سیں سن [۲] کر آئی — کہ نورِ دیدہ یعقوب ہو تم

حجابِ عشق مجھ کوں چاہئے [۳] ہوے — سبب کیا اس قدر محجوب ہو تم

۱؎ زور ہو۔ ب ۳۹۱ / ا۔ ۲؎ اونکر۔ ب ۳۹۱ / ا۔ ۳؎ یہ بیت نیں ہے۔ ب ۳۹۱ / ا۔

دلوں کے[1] باغ میں جیوں سروِ آزاد ۔۔۔ قد و قامت میں خوش اسلوب ہو تم

دیوانے کوں دیوانا کر نہ بوجھو ۔۔۔ کہ اُس کی[2] عقل میں مجذوب ہو تم

عبث ہے قصّۂ فرہاد و شیریں ۔۔۔ اگر طالب ہیں[3] ہم مطلوب ہو تم

جلو مثلِ سراج آتش میں غم کی

جو پروانے طرف منسوب ہو تم

۱۵۵۰

کھینچتا ہوں آہ کا مد اشکِ حسرت کی قسم ۔۔۔ دل مرا بے تاب ہے شورِ قیامت کی قسم

آہ کی تیشے سیں جاں کندن ہے اے شیریں دہن ۔۔۔ مجھ کوں ہے فرہاد کے تعویذِ تربت کی قسم

رات گذری ہے مجھے ماہِ محرم تجھ بغیر ۔۔۔ مجھ کوں عیدِ وصل کی صبحِ سعادت کی قسم

زخمِ دل پر بلبلوں کے مت ستم کا لون رکھ ۔۔۔ اے سلونے مان توں اپنی ملاحت کی قسم

جاں بلب ہوں تشنگی سیں وصل کا پانی پلا ۔۔۔ ہے تجھے حسنین کے تیغے کے شربت کی قسم

مجھ نگینِ داغِ دل پر نقش ہے حرفِ وفا ۔۔۔ عشق کی اُمت میں ہوں مہرِ[4] نبوت کی قسم

۱؎ انکھیاں۔ ۳۹۱ و ۔ ۲؎ دیوانے کے نزدیک ۳۹۱ ا۔ ۳؎ ہوں میں۔ ۳۸۴ ا۔ ۴؎
انکھوں کی مہروں۔ ک۔

[1] عاشقوں کا لختِ دل، برگِ گل بے خار ہے
پھول پر مت پانو رکھ تجھ کوں نزاکت کی قسم

بات آیا سورۂ اخلاص کا مجھ کوں عمل
مصحفِ رخسارِ جاناں کی تلاوت کی قسم

کس سہی قد کے فراقوں توں ستی ہو راکھ ہوئی
راست کہہ اے فاختہ تجھ کوں تری ستی کی قسم

کیا بلا ہے انتظارِ جلوۂ آئینہ رو
تج گئیں آنکھیں مری تصویرِ حیرت کی قسم

اے صبا! جلدی سیں اُس گل کا مجھے پیغام دے
پیکِ آہِ سینۂ عاشق کی سرعت کی قسم

قتل ہوناں تیغِ غم سیں عینِ ایماں ہے مجھے
نالۂ بسمل کی انگشتِ شہادت کی قسم

جانمازِ سجدۂ عاشق ہے نقشِ پائے یار
گردِ نعلِ دُلدُلِ شاہِ ولایت کی قسم

عرض رکھتا ہوں کہ یہ طرزِ تغافل خوب نہیں
گر تمہیں منظور ہے چشمِ مروت کی قسم

ہر گل داغِ جگر رونے سیں پایا تازگی
رشحۂ گلشن نوازِ ابرِ رحمت کی قسم

لوگ کہتے ہیں کہ اپنا حالِ دل دلبر سیں کہہ
بات کہنے کی کہاں طاقت ہے جرأت کی قسم

شوق کے شعلہ سیں روشن ہے چراغِ دل سراج
ہر پرِ پروانۂ بزمِ محبت کی قسم

۸

۱۵۶۷

کافر ہوا ہوں رشتۂ زنار کی قسم
تجھ زلفِ حلقہ دار کے ہر تار کی قسم

۱؎ ہیم کوں بول ۳۹۱-۱۔

ہر گز مریضِ ہجر کوں بن وصل نہیں علاج ۔۔۔ اس خوش ادا کی نرگسِ بیمار کی قسم

اُس گل بدن کے کاکلِ پر پیچ کا خیال ۔۔۔ زنار مجھ گلے کا ہوا ہار کی قسم

تیرے بھنوؤں کی یاد نے ٹکڑے کیا ہے دل[1] ۔۔۔ ہے ذوالفقارِ حیدرِ کرار کی قسم

امیدوارِ چاہِ زنخدانِ یار ہوں ۔۔۔ میں تشنہ لب ہوں شربتِ دیدار کی قسم

درکار اگر حنا ہے مجھ آنکھوں میں یکہ تاز ۔۔۔ ہے تجھ کوں میرے دیدۂ خونبار کی قسم

یک جا ہوئے ہیں بلبل و پروانہ آ کے آج

اس شمع رو کے چہرۂ[2] گل نار کی قسم

۹

ہیں چاہ میں وو میٹھے لبوں کی مدام ہم[15۴] ۔۔۔ رکھتے نہیں ہیں یوسفِ مصری سیں کام ہم

سنبل ہمارے حالِ پریشاں پہ دال ہے ۔۔۔ ہیں یاد میں وو زلف کی لُکنت مثلِ لام ہم

جلتے ہیں پن جگر سیں نکلتا ہے دُودِ آہ ۔۔۔ ہیں پختہ سمندرِ عشق کے نزدیک خام ہم

درکار نہیں ہے شیشۂ مے بزمِ شوق میں ۔۔۔ پائے ہیں اسکی چشم کی گردش سیں جام ہم

---

[1] دل سوں سینہ ہوا ہے چاک ۳۹۱ و۔ ۳۹۱ و میں یہ تین شعر اضافہ ہیں۔ درسن دکھا کے آتشِ غم کوں مری بجھا۔ لب تشنہ ہوں شربتِ دیدار کی قسم۔ دل ہے مثالِ بلبل و پروانہ شوق مند۔ اس شمع رو کے چہرۂ گلنار کی قسم۔ مکھ تجھ برہ کا وار تڑپتا ہوں خاک میں بسمل ہوا ہوں عشق کی تلوار کی قسم۔ [2] شعلہ دیدار ۵۸۲ و۔

مسجد میں تجھ بھنووں کی کئے جب ستی نماز
سب عاشقوں کی صف میں ہوے ہیں امام ہم

ہے یار کی گلی کا عجب دلکشا مکان
کیا لے کرینگے گلشنِ دارالسلام ہم

طرزِ ادا اسیں عمل لیا ہم کوں اے سراج
موہن کی دلبری کے ہوے ہیں غلام ہم

۱۰

۱۵۸۱

جا بول اے صبا وو دلارام کوں سلام
میری طرف سیں دلبرِ گل فام کوں سلام

جس قد کوں دیکھ سرو کے کرتے ہیں فاختے
یکدم لجا وو سروِ گل اندام کوں سلام

قاصد کوں بھیج مجکوں سرفراز گر کرو
نامے کوں دیدہ بوس کروں نام کوں سلام

خم کیوں نہ ہوئے زاہدِ خشک اسکی زلف دیکھ
کافر نہوئے جو کرے اسلام کوں سلام

میں عشق کے طفیل کیا سیرِ باغِ دل
اس خوش ہوا بہار کے ہنگام کوں سلام

ہو با ادب ہلال تجھ ابرو کے خم کوں دیکھ
کرتا ہے چاندرات کے دن شام کوں سلام

لاوے بجا سراج تو کیا ملکہ آفتاب
ہر صبح اوس صنم کے در و بام کوں سلام

---

۱ سب عاشقاں۔ ۱۳۹ا و۔ ۲ کیا لے کرینگے گلشن دارالسلام ہم ۱۳۹ا و۔ ۳ جیسے سخن سوں تجھ دیا مول ۱۳۹ا
۴ جبن۔ ۱۳۹ا۔

۱۱

۱۵۸۸

تجھ پر ہوا ہوں دل سیں فدا، جان کی قسم — ثابت ہوں اپنے دین[1] پر[2]، ایمان کی قسم

گل شعلۂ فراق ہے سنبل ہے دودِ آہ — ہے عُرس بلبلوں کے چراغان کی قسم

آیا ہے ان دنوں دلِ آشفتہ پیچ میں — اس موکمر کی زلفِ پریشان کی قسم

ہوں تشنہ لب ترے دمِ خنجر کے آب کا — موجِ زلالِ چشمۂ حیوان کی قسم

سیپارۂ جگر میں[3] ہیں اعرابِ زخمِ ہجر — الحمد نامِ دوست ہے قرآن کی قسم

منکر ہوا تھا گل ترے گلزارِ حُسن کا — بلبل کوں دے کتاب گلستان کی قسم

مرشد کے سوزِ حسن کا قربان ہے سراج
ہے ذاتِ پاک حضرتِ رحمان کی قسم

۱۲

۱۵۹۵

سیرِ باغِ خاموشی سیں مسکرا ہونٹوں میں ہم — ڈوب گئے یوں غنچۂ گل رنگ کے موتوں میں ہم

---

[1] پ۔ [2] ۱۵۸۸ و۔ [3] کہ۔ س۔ [4] احمدی پیو کا۔ س۔ [5] ۱۵۹۱ و س کے اضافہ اشعار۔ ہر بات تجھ دہن سوں آیاتِ مصحفی۔ کھاتا ہوں تجھ لب گہر افشاں کی قسم۔ ششدر میں غم کے ہوں مجھے مت بھول یک بیک۔ ہر چار یار احمدِ ذیشان کی قسم۔ سرّ بریم باٹ میں شل سراج آج۔ غازی ہوا ہوں عشق کے میدان کی قسم۔ لے مجھ سوں جان جان کر انکھاں کیوں ہوا اب جاں بلب ہوں دلبر جاناں کی قسم۔

گرصفِ مژگاں گھیرے عقل کیا غم جیوں نگاہ ــ عشق کے ہیں سات پردوں کے سدا کونوں میں ہم

رحم کر اب اے کماں ابرو کہ مانندِ زرہ ــ چھن گئے تیرِ نگاہِ تیز کی چوٹوں میں ہم

دیکھئے کب ہاتھ آوے گا کنار مدعا ــ بہہ چلے ہیں درد کی دریا کی لہروں میں ہم

گھیر لی ہے ہم کوں آتش بازیِ غم نے سراج

شمعِ مجلس ہیں ہجومِ آہ کے نوٹوں میں ہم

۱۳

آفتِ جاں ہے تمہاری بے حجابی اے صنم[1] ــ ۱۰۰،۱[2] مجھ کوں بے ہوشی ہے تم کو نیم خوابی اے صنم

رشتۂ اُمید تیغِ ہجر سیں ہوتا ہے قطع ــ نااُمیدی کوں تحمل کر، آشتابی اے صنم

آشتابی سیں وگرنہ مجلسِ عشاق میں ــ ظلم ہے، غم ہے، قیامت ہے، خرابی اے صنم

تازہ گل ہر باغ کا ہے مجھ نظر میں تازہ داغ ــ آتشِ سوزاں ہے فرشِ ماہتابی اے صنم

جب ستی ہے ذوق تجھ کوں چہرہ گلنار کا ــ اشک ہے مجھ چشم خونیں کا شہابی اے صنم

جب کرم سیں تم ن مرا احوال پوچھے روزِ وصل ــ بس ہے تب مجھ کوں جوابِ لاجوابی اے صنم

تاب سیں بے تاب ہے تیری جدائی میں سراج

رحم کر عاشق پر اپنے، ہو ثوابی[3] اے صنم

---

[1] ۳۹۱ ا میں "اے صنم" کی بجائے "اے سجن" ردیف ہے۔ [3] صواب۔ ح

۱۴

۱۶۰۷

شربتِ وصل پلا جا لبِ شیریں کی قسم — جان جاتا ہے مرا سورۂ یٰسیں کی قسم

دیکھ مجھ حال کوں اے تازہ بہارِ خوبی — اشکِ رنگیں ہیں رواں دامنِ گلچیں کی قسم

مکتبِ عشق میں آ عقل کی تختی دھوناں — راست ہے یہ سخنِ استاد کی تلقیں کی قسم

شیشۂ خاطرِ نازک کوں مرے مت کر چور — اے ستمگر تجھے اپنے دلِ سنگیں کی قسم

اشک ہے تیل شبِ ہجر میں اے جانِ سراج
ہر پلک حسرتِ زیتون ہے والتیں کی قسم

۱۵

۱۶۱۲

چھپا ہے سبزۂ خط بیچ شہسوارِ تبسم — نہ ہووے کیونکہ دلِ وحشی مرا شکارِ تبسم

شہیدِ خندۂ پنہاں ترے ہیں کیا ہے تعجب — اگر مزار سیں اس کے اوٹھے غبارِ تبسم

توں باغِ حسن کا چیں جبیں کوں مت کرے دلبر — ہے عاشقوں کوں ترے لب سیں انتظارِ تبسم

اگرچہ یار کا ہے عضو عضو مرکزِ خوبی — ہے نقطۂ دہنِ تنگ پہ مدارِ تبسم

ہے دل مرا گلِ رعنائے فصلِ غیرِ مقرر — کبھی خزانِ تغافل کبھی بہارِ تبسم

۱؎ یہ اور بعد کی غزلیں ح میں نہیں ہیں۔ از [illegible] ا۔

نہ بوجھ رنگِ رُخِ گُل کا اس کوں والہ و شیدا — ہمیشہ ہے دلِ بلبل کوں خارِ خارِ تبسم

نہ دیوے تا کبھی آسیب اس کوں سایہ بخش — دھڑی سیں لب اُن کی کھینچے ہو تم حصارِ تبسم

ہوا ہے کشورِ دل سیں غمی کوں دیس نکالا — ہے تیرے حسن کی دولت میں اختیارِ تبسم

آتشِ غیرت میں مثلِ شمع ہے سوزاں مہراج

تری بغل میں ہے آئینہ حصہ دارِ تبسم

۱۶

۱۶۲۱۰

صحرائے جنوں میں ہے جسے ولولۂ غم — ہیں پائے جگر میں اوسے کئی آبلۂ غم

نہیں لشکرِ آرام سیں اُمّیدِ رفاقت — ہے جب سیں مجھے ہمرہی قافلۂ غم

آتش میں جدائی کی جلاتا ہے شب و روز — کب لگ میں لکھوں صفحۂ دل پر گلۂ غم

جس دل کوں ادا کی ہے اوسے بزمِ طرب میں — جز نالۂ جانکاہ نہیں مشغلۂ غم

بن شربتِ خونابۂ دل اور غذا[1] نہیں — ہے سلسلۂ دام جسے سلسلۂ غم

یکبارگی آ دور کیا زنگِ کدورت — ہے صافیٔ آئینۂ دل مصقلۂ غم

فانوسِ دلِ چاک کوں کیوں زینت ہوئے

روشن ہے مہراج آہ ستی مشعلۂ غم

---

[1] صاف نہیں۔

۱۷

۱۶۳۸

جب یار بسا جیو میں سنسار سیں کیا کام | دلدار اگر یار ہے اغیار سیں کیا کام
ازبسکہ ہوا کفر اور ایمان سیں بیزار | تسبیح سیں کیا مطلب و زنار سیں کیا کام
کافی ہے ترے ابروئے خم دار کی شمشیر | عاشق کی شہادت تئیں تلوار سیں کیا کام
مجھ درد کا احوال وو گلرو پہ عیاں ہے | بلبل کی نمن شورشِ اظہار سیں کیا کام
پھولا ہے ترے ہجر سیں گل اوس کے نین میں | تجھ وصل کے مشتاق کوں گلزار سیں کیا کام
جیوں غنچہ اپس لب کوں کرو بند؛ | خاموشیِ اسرار میں گفتار سیں کیا کام
قربانیِ الفت کوں نہیں باغ کی خواہش | بلہار ہے تیرا اوسے گلہار سیں کیا کام
جو گرمیِ خورشید محبت سوں جلا ہے | دیکھو اوسے سایۂ دیوار سیں کیا کام

ہر چند سراج اوسکوں میں دیکھوں سیں [نہ] ہوا سیر
لب تشنۂ دیدار کوں مقدار سیں کیا کام

سوں ع ۲۹۱ ر

غزلیات



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سراج اورنگ آبادی کے قدیم ترین دیوان کا پہلا صفحہ

ردیف ن

۱

۱۶۳۷

گر نہیں تجھ کوں خیالِ[1] گل بدن — چاک کیوں کرتا ہے اے گل پیرہن

حالتِ وصل و جدائی کیا کہوں — ایکدم ہے حق میں میرے سو قرن

مت جگاؤ مجکوں میٹھی نیند سیں — خواب میں آیا ہے وو شیریں دہن

جی دیا ہوں یادِ چشمِ یار میں — برگِ نرگس سیں کرو میرا کفن

خوش ہے فرشِ خار کوئے یار کا — کیا کروں گا بسترِ برگِ سمن

گھر سیں وو خورشید رو نکلے تو خوب — ہے مجھے کال آج کا سورج گہن

اے سراج اس شمع رو سیں جا کے بول

ہے جگر میں آتشِ غم شعلہ زن

۲

۱۶۴۴

عشق میں اُکہ عقل کوں کھوناں — باخرد[2] ہو کے بے خرد ہوناں

---

[1] اے گلبدن۔ک۔ [2] بے خبر ہو کہ باخبر ہوناں۔ ۳۹۱ ر۔

فرشِ مخمل سیں مجکوں بہتر ہے　　غم کے کانٹوں کی سیج پر سوناں

ابرِ رحمت ہے بیج وحدت[1] کا　　کنجِ[2] مخفی کے کھیت میں بوناں

خندۂ گل ہے گریۂ شبنم　　ہے ہنسی یار کی مرا روناں

روپ درسن دکھائے سیمیں تن　　نہیں تو جاتا ہے ہات سیں سوناں

گردِ غم سیں جو دل ہو میلا　　اپنے آنسو کے آب سیں دھوناں

شوخ جادو ادا نے مجھ پہ سراج

گردشِ چشم سوں کیا ٹوناں

۳

۱۶۵

اے شوخ جب سیں[3] دیکھا تیرا وو قدِ موزوں[4]　　گلزار میں ہوا ہے ہر سرو بیدِ مجنوں

اے بحرِ[5] حسن تیرے دانتوں کی دیکھ گوہر　　پانی ہو انجل ہو دریا میں دُرِ مکنوں

حیران و منتظر ہے گلزار میں ہمیشہ　　نرگس نے جب سیں دیکھی تیری چشمِ پُر فسوں

بیمار دل مرے کی کرنے طبیب دارو　　تیرا کلام شیریں یاقوت کی ہے معجوں

---

[1] یتل۔ ک و ۳۹۱ و ۵۰۴۔ [2] گنج۔ ح　۔ [3] سو ۵۰۴ ا۔ [4] شہرت تری ادا کی جب سوں پڑی ہے مجکیں۔ ۳۹۱ ا۔

تجھ زلفِ صبر یاں نے[۱] اور لعلِ لب[۲] مجھے تیرے شکر[۳] یہ دین و دل کے مارے ہیں مل کچھنجوں
مستوں کوں غم کے بس ہے یہ نشۂ دوبالا اس سبزِ خط کی سبزی خالِ بیتیہ افسوں

برجا سراج کوں ہے گر تجکوں جان بولے
ہے جیمِ زلف کا خم، یعنی الف ہوں نوں

۴

۱۶۵۸

مری تلخیٔ نزع کی ہیں دوائیں تمھارے تبسم کی میٹھی ادائیں
شکر رو کلفت ہے اور شیر آنسو ملی ہیں کسے اس مزے کی غذائیں
دمِ سرد ہیں عاشقوں کوں ہے راحت کہاں سیرِ گلشن میں ایسی ہوائیں
گذر غیر کا نہیں شتابی سیں آ تو دل و دیدہ خالی ہیں دونو سرائیں
ارے غنچہ ہر صبح اس خوش دہن سیں مناسب نہیں خندہ پن کی صدائیں
جگر سینہ چاکوں کا حق میں تمہارے لبِ زخم سے مانگتا ہے دعائیں
نہ پہونچیگا انجام کوں یہ تسلسل تمہاری جفائیں ہماری وفائیں
دو زلفوں نے گھیرا مجھے جیو کوں تیرے بلائیں بھی لیتی ہیں تیری بلائیں

۱؎ میں ۳۹۰ ۔ ۲؎ میا شیریں ۱۳۹۱ ۔ ۳؎ عاشق کے جگر پر ۳۹۱ ۔ ۴؎ پہونچیگا ۔ ۵؎ گھیرا ۔ ح

کیا سیلِ حیرت نے ازبس کہ طوفاں — سرک گئی[1] ہیں شہرِ خرد کی بنائیں

گیا لالہ رو جب سیں سیرِ چمن کوں — خوشی سیں پھٹی ہیں گلوں کی قبائیں

سراج آتشِ عشق میں جل گیا ہے

پتنگوں کے آخر یہی ہیں سزائیں

۵

۱۶۶۹

اگن میں[2] ہجر کی جلتا ہوں میں سدا جاناں — زلالِ وصل سیں[3] یہ آگ آ بجھا جاناں

چھپا نہیں ہے[4] کہیں آفتاب پردے میں — عبث نقاب میں چہرے کوں مت چھپا جاناں

اٹھے ہیں[5] عاشقِ بےدل کے قتل کرنے کوں — ترے دو ابروے خونریز کوں سکھا جاناں

رقیب شوخ مرے دل کا درد کیا پاوے[6] — کسی کا کام نہیں رازِ دل کوں پا جاناں

ترے ہے پائے نزاکت میں فرش گل جیوں خار — چمن کی سیر کوں زنہار تو نہ جا جاناں

مثالِ ماہی بے آب تلملاتا ہوں — زلالِ لطف و کرم ایکدم پلا جاناں

---

۱ گئیں۔ م ۱۵۵ ا۔ ۲ برہ کی آگ میں۔ م ۳۹۱ ا۔ ۳ اپس کے مہر کے پانی سوں۔ م ۳۹۱ ا۔ ۴ سورج کی جوت نہاں ہوئے کیونکر پردے میں۔ م ۳۹۱ ا۔ ۵ اٹھی ہے۔ ک۔ ۶ جانے۔ م ۳۹۱ ا۔ ۷ مہر سوں بجھا جاناں۔ م ۳۹۱ ا۔

ہوا ہے شامِ جدائی میں بے قرار سراجؔ
مثالِ صبح توں اپنی جھلک دکھا جاناں

۶

دو نگاہِ تند[1] تیرِ بے خطا سیں کم نہیں ۱۶۲۶
کس قدر صافی ہے بس تیرِ قضا سیں کم نہیں

مثلِ سیماب آتشِ غم میں از بس بے تاب ہوں
بعد میرے[2] خاک میری کیمیا سیں کم نہیں

بسترِ بے تابیِ دل پر یہ آہِ جاں گداز
خاطرِ بیمارِ عاشق کوں عصا سیں کم نہیں

خسروِ ملکِ جنوں کوں کوچہ و بازار میں
سنگِ طفلاں، سایۂ بالِ ہما سیں کم نہیں

غنچۂ داغِ جنوں کوں تازہ روئی کیوں نہو[3]
موجِ آہِ سرد بے تابی صبا سیں کم نہیں

دیکھنا تجھ رُخ کا اے سرمایۂ عمرِ ابد
تشنۂ دیدار کوں آبِ بقا سیں کم نہیں

ہر طرف شورِ قیامت کیوں نہ ہووے جلوہ گر
لب بلا، ابرو بلا، بالا بلا سیں کم نہیں

جان کندن سیں کیا فارغ نگاکر تیغِ ہجر
یہ جفا حق میں شہیدوں کے وفا سیں کم نہیں

کیا عجب گر ہوئے شہیدِ تیغِ بے تابی سراجؔ
یہ زمینِ غم زمینِ کربلا سیں کم نہیں

---

[1] تیز نگہ کی نوک۔ ۱۳۹۱ ا۔ [2] مرنے۔ ۱۵۰۲ ا۔ بعد مرنے۔ ۹۹ ا۔ [3] تازہ روئی کیوں نہ ہوئے ۱۳۹۱

۷

۱۲۸۵

گر تو ہوئے بلند وو قدِ رعنا بہشت میں — خم ہوئے بارِ شرم سیں طوبا بہشت میں

اس لالہ رو کے عارضِ گلگوں کا بس خیال — ہرگز نہیں ہے ذوقِ تماشا بہشت میں

میری نظر میں آتشِ دوزخ ہے سیرِ باغ — بے دوست کیونکہ جاؤں میں تنہا بہشت میں

تیری گلی کا سیر اوسے دار السلام ہے — دل خوش نہ ہوئے عاشقِ رسوا بہشت میں

داغِ جفا سیں رشکِ چمن ہے دلِ سراج
گل دیکھنے کی نہیں ہے تمنا بہشت میں

۸

۱۶۹۰

چمن میں گل بدن جب قامتِ رعنا سیں آتے ہیں — بہشتی چھوڑ جنت سایۂ طوبا سیں آتے ہیں

نہ پوچھو تو بخود کرتا ہوں تعریف اس کے قامت کی — کہ یہ مضمون مجکوں عالمِ بالا سیں آتے ہیں

ہجومِ داغ کے طرّے بنایا غم کے مالی نے — عجب پھولوں کی وو گلشنِ سودا سیں آتے ہیں

مرادِ خاصِ اشک و آہ طوفِ کعبۂ دل ہے — کوئی دریا سیں آتے ہیں کوئی صحرا سیں آتے ہیں

کہو کیونکر رہے فوجِ خرد کا مورچہ قائم — کہ یہ قلقل کے گولے قلعۂ مینا سیں آتے ہیں

۱؎ گر جلوہ ہوئے ۔ ۲؎ طوبیٰ ۔ ۳؎ بس ہے خیال عارضِ گلرو کا خیال ۔ ۴؎ ح میں "ہے" چھوٹ گیا ہے ۔ ۵؎ مورچا ۔

ہمارے دل کا شیشہ ہو نتا ہے سنگِ غیرت سیں — محل پر آرسی کے جب تنِ تنہا سیں آتے ہیں

سراجؔ اس ہستیٔ موہوم کا احوال لکھنے کوں
ہم کہ صاف تختے کشورِ عنقا سیں آتے ہیں

۹

۱۴۹۷

اے صنم تجھ برہ میں روتا ہوں — اشکِ خونیں سیں منہ کوں دھوتا ہوں

بندگی میں مجھے قبول کرو — میں تمہارا غلام ہوتا ہوں

بارشِ آبِ اشک ہے درکار — داغِ ہجراں کے بیج بوتا ہوں

بولتا ہوں جو وو بلاتا ہے — تن کے پنجرے میں اس کا طوطا ہوں

مت کہو مجھ سیں قصۂ فرہاد — خوابِ شیریں میں آج سوتا ہوں

تاب نہیں ہم کلام ہونے کی — دیکھ کر تجھ کوں ہوش کھوتا ہوں

گوہرِ اشک کوں مثالِ سراجؔ
رشتۂ آہ میں پروتا ہوں

---

۱ بن۔ س۔ ۲ گو۔ س۔ ۳ خوب ہے گر انجھو کی بارش ہوئے۔ س۔ ۴ پو۔ س۔ ۵ بلاتا۔ ک و ۱۹۸۸۔ ۶ پوکا۔ س۔ ۱۴۹ ا۔ ۷ منہ۔ س۔ ۸ کا۔ س۔

۱۰

۱۷۰۴

یار کوں بے حجاب دیکھا ہوں ۔۔۔ میں سمجھتا ہوں خواب دیکھا ہوں

یہ عجب ہے کہ دن کوں تاریکی ۔۔۔ رات کوں آفتاب دیکھا ہوں

نسخۂ حسن میں ترے قد کوں ۔۔۔ مصرعِ انتخاب دیکھا ہوں

کس ستی اب امیدِ لطف رکھوں ۔۔۔ تجھ نگہ سیں عتاب دیکھا ہوں

دل ہوا تب میں تاب[۱] سیں بے تاب ۔۔۔ جب سیں تجھ رُخ کے تب دیکھا ہوں

اب ہوا سب سیں فارغ التحصیل ۔۔۔ بے خودی کی کتاب دیکھا ہوں

لشکرِ عشق جب سیں آیا ہے ۔۔۔ ملکِ دل کوں خراب دیکھا ہوں

مجلسِ چشمِ مست ساقی میں ۔۔۔ دورِ جامِ شراب دیکھا ہوں

اے سراج[۲] آتشِ محبت میں
دل کوں اپنے[۳] کباب دیکھا ہوں

---

۱ باب ۔ م۳۰۵ ا ۔ ۲ کیوں ترے زلف میں نہ ہوں پابند ۔ کشورِ دل ۔ م۳۹۱ ا

۳ ۔ م۳۹۱ ا ۔ کا اضافہ شعر ۔ مکتبِ غم میں کیوں نہ ہوئے استاد ۔ تجھ درس کا کتب دیکھا ہوں ۔

۱۱

مرا دل نہیں ہے میرے ہات تم بن[1] ۱۸۱۳ — خوش آتی نہیں کسی کی بات تم بن

گھٹا غم،[2] اشک پانی، آہ بجلی — برستا ہے عجب برسات تم بن

پکاروں کیوں نہ میں ہی دو ہے دوست[3] — کہ ہر شب قتل کی ہے رات تم بن

کبھی تو آئیگی[4] پھر وصل کی آن — کیا غم نے مرے پر گھات تم بن

سراج[5] از بس کہ ہے بے تاب دیدار

اوسے ہے زندگی سکرات تم بن[6]

۱۲

مرا دل آ گیا جھٹ پٹ جھپٹ میں ۱۸۱۸ — ہوا لٹ پٹ لپٹ زلفوں کی لٹ میں

نمایاں ہے وو نور چشم مردم — پلک کی پٹ میں پتلی کی اولٹ میں

اگر دیدار کے پانی کی ہے چاہ — لے سمرن آنسووں کی رہٹ میں

---

[1] ب ۳۹۱ و تم کی بجائے ہر جگہ "پیو" ہے۔ [2] ابر جو پانی گھٹا ہے آہ۔ ب ۳۹۱ و۔ [3] تنے پھر کر ب ۳۹۱ و[4] یہی ہے شربت دیدار کا وقت۔ سراج اب مجھ پر ہے سکرات پیو بن۔ ب ۳۹۱ و۔ [5] ۳۹۱ و میں ذیل کے دو شعر زیادہ ہیں۔ تصور یار کا ہے یار جانی۔ خیال غیر نیں بھاتا پیو بن۔ اثر ہنسنے کا کچھ باقی رہا نیں۔ نفی نے آ کیا اثبات پیو بن

ہر اک ناقوس میں آتی ہے آواز — کہ ہے پرگھٹ وو ہر ہر، ہر کے گھٹ میں

لگی ہے چیٹ پٹی مت کر نپٹ ہٹ — چھپے مت لٹ پٹے گھونگٹ کے پٹ میں

دلِ دیوانہ میرا آ گیا ہے — تری زلفوں کے سایہ کی جھپٹ میں

سراج اس شمعِ رو بن جل گیا ہے

نپٹ حسرت کے شعلوں کی لپٹ میں

۱۳

عجب ہے خطِ زمردِ نگار گلشنِ حسن[۱۴۲۵] — ہوئی ہے جس ستی افزوں بہارِ گلشنِ حسن

نہیں ہے باغ کی گلگشت کی اوسے خواہش — جو کوئی کہ سیر کیا لالہ زارِ گلشنِ حسن

گلی میں شوخ کی مجکوں ہمیشہ مانع ہے — ہوا رقیب[۱] سر حق میں خارِ گلشنِ حسن

تجلیاتِ الٰہی[۲] کا اوس میں پرتو ہے — ہوا ہے جب سیں دل آئینہ دارِ گلشنِ حسن

سراج کیوں نہ غزل خوانِ بے خودی ہووے

ہوا ہے[۳] بلبل بے اختیارِ گلشنِ حسن

۱۔ بجز رقیب نہیں کوئی ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲۔ خیالِ عارضِ خوبی ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳۔ عندلیب

تمن بے قرار ۔ ۳۹۱ ا ۔

۱۴

۱۴۳۰

حیف صد حیف وو حبیب نہیں [۱] ہجر کے درد کا طبیب نہیں

دل مرا محفلِ جدائی میں لذتِ غم سیں بے نصیب نہیں

روز و شب اسکے پاس ہتا ہوں غیرِ دل کوئی مرا رقیب نہیں

جب سیں وو فراق ہے نزدیک عیش تب سیں مجے قریب نہیں

جب سیں دیکھا ہے چہرۂ گل رو مبتلا گل کا عندلیب نہیں

لبِ تصویر سا ہوا ہے خموش یار کے مبتلا کوں جیب نہیں

مصرعِ اولیں ہے وردِ سراج

حیف صد حیف وو حبیب نہیں

۱۵

۱۴۳۷

لیا ہے نقدِ جانِ بلبلاں یعنی خراج اپناں چلایا خسروِ گل نے اسی نگوں رواج [۲] اپناں

کرے غم صبح آنے کی خبر ہے سرو قامت کے قیامت کل کوں آتی ہے عمل کر لے توں آج اپناں

ہماری سوزشِ سودا سیں تجکوں کیا ارے ناصح ہوا ہے ان دنوں کیا کیجیے [۳] یوں کر مزاج اپناں

---

۱ کوئی مرے درد کا۔ ۱۳۹۱ ا۔ ۲ علاج۔ ح ۔ ۳ کیا کہئے جی۔ ۱۳۹۱ ا۔

لگا کر راکھ جوگن ہوئی ہے قمری باغ کوں تجکر
مگر کوئی سروِ قد کے واسطے چھوڑی ہے راج اپناں

مرا پیغام اس بلقیس ثانی پاس سیں لایا
کبھو ہدہد رکھے سر پر کبوتر کے یہ تاج اپناں

ترا غم زہر تھا پن نوش دارو جان کر کھایا
کیا ہے اپنے ہاتوں دل ہمارے نے علاج اپناں

وو ظالم مجکوں جلتا دیکھ اتنا بھی نہیں کہتا
کہ کیا ثابت قدم ہے کیوں نہ ہو آخر سراج اپناں

۱۶

۱۲۲۴

اشکِ خونیں ہے شفق آج مری انکھوں میں
سانجھ پھولی ہے ترے باج مری انکھوں میں

ایک دن خُنِ نجھرو کے کی طرف سیں گذرو
مردمِ چشم ہے محتاج مری انکھوں میں

بیٹھ کر تختِ مرصع پہ مری پتلی کے
ہے مبارک جو کرو راج مری انکھوں میں

باغ میں نرگسِ حیراں نے تجھے دیکھ کہی
تیری انکھوں سی کہاں لاج مری انکھوں میں

آج کی رات عجب رات مبارک ہے سراج
اسکی صورت کوں ہے معراج مری انکھوں میں

لے سوں لاوا۔ ۳۹۷ و۔ ۲ خونی۔ ح۔ ۳ انکھاں۔ ۲۹۱ و۔ ۴ سانج ۳۲۵ و۔ ۵ وم۔ ۳۲۵ و۔ ۶

ہیں۔ ک۔ ۷ ۲۹۱ و کا اضافہ شعر۔ راہ دروازۂ مژگاں سیں کب آویگا۔ انتظار ہے پیا باج مری انکھاں میں۔

۱۷

۱۷۴۹

کبھی جو آہ کے مصرعے کوں یاد کرتا ہوں خیالِ قد کوں ترے مستزاد کرتا ہوں

وو چشم دیکھ ترے چہرۂ کتابی پر قلم سیں شاخ غزالوں کے صٓاد کرتا ہوں[1]

اگر چمن میں کرے لالہ عزم خود روئی یہ داغ دل کوں دکھا بے سواد کرتا ہوں

اگرچہ عشق کے شعلے اوٹھے ہیں سینے میں[2] خیالِ وصل سے میں دل کوں شاد کرتا ہوں

نہیں ہے دل میں مرے اے سراج ذوقِ چمن
کہ سیرِ گلشنِ نو طبع زاد کرتا ہوں

۱۸

۱۷۵۴

کب[3] تلک طرزِ جفا ظالم مری فریاد سن بسملِ تیغِ جفا کا کان دھر رو داد سن

قمریِ دل پر نگاہِ لطف سیں یک بار دیکھ اے گلستانِ ادا کے خوش ادا شمشاد سن

جان لیکر یک بیک انجان ہونا خوب نہیں اس مروت کوں نکر یک بارگی برباد سن

مشکل آسانی کوں میری اے ستم شمشیر نگاہ جی سیں آیا ہوں تنگ اے مہرباں جلاد سن

آہوئے دل پر عیاں ہے وحشتِ شہر آج کھینچ دامِ حلقۂ کاکل میں اے صیاد سن

---

[1] پہ۔ ۳۹۱ و۔ [2] بر۔ ۳۹۱ و۔ [3] اے سجن مجہ عاشقِ بے تاب کی فریاد سن۔ ۳۹۱ ا۔

نام تیرا[1] اسم اعظم سا کیا ہوں وردِ جاں   گر تجھے باور نہیں تو مجھ زباں سیں یاد سُن
خانہ زادی کا دیا ہوں خط تجھے جانِ سراج
مت توں اپنی بندگی سیں کر مجھے آزاد سُن

۱۹

۱۷۶۰

عید وصل سو قد میں ہے[1] سر گھر شادیاں   علم بالا سیں آتی ہیں مبارک بادیاں
کیا تبسم کیا ادا کیا ناز کیا انداز سیں   یاد ہیں اس شوخ کوں کئی طرز[2] کی اوستادیاں
صاف ہو لوں سیں نگاہوں کی مجھے کرتا ہے قتل   ختم ہیں اس ظالم خوں ریز پر جلادیاں
پانو میں زنجیرِ الفت[3] اور گلے میں طوقِ غم   کہ دلِ وحشی کوں میرے[4] کیوں کے ہویں آزادیاں
کیا چلے دامِ نگاہِ مہربانی سیں تری   صید ہو جاویں یہاں صحرا کی صیادیاں
گرچہ لیلیٰ اپنی شوخی سیں نہیں آتی ہے باز   چھوڑتا نہیں اب تلک مجنوں[5] بھی اپنی وادیاں
طاق پر سیں دل کے گر جاتا ہے آئینہ سراج
یاد آتی ہیں مجھے جب اون کی طرحیں[6] سادیاں

---

۱ اوسکا۔ ۲ ۵۸۳ ا ۔ ۳ سے ۔ ۴ ۳۹۱ ا ۔ ۵ طرح ۔ ۶ ۳۹۱ ا ۔
۷ طرح ۔ ک ۔

۲۰

چمن میں شور ہے اس گلعذار کے ہاتھوں[۱۴۶۸] ہوا ہے جامۂ گل چاک خند کے ہاتھوں[۱]

ہوا ہے سخت دو ہال ان دنوں میں توسنِ عشق عنانِ صبر نہیں اختیار کے ہاتھوں

دلِ شکستہ مرا ناپسند تھا سب کوں میں ہار مان کے بیچا ہوں یار کے ہاتھوں

قرار[۲] و صبر و دل و دین و عقل و ہوش گیا جو کچھ ہوا سو ترے انتظار کے ہاتھوں

ہزار حیف کہ ہم "پیاس پیاس" کر مر گئے تمہارے[۳] لعلِ لبِ آبدار کے ہاتھوں

مجھے بھی خوار کیا آپ[۴] بھی خراب ہوا میں جاں بلب ہوں دلِ بیقرار کے ہاتھوں

سنا ہے جب سیں کہ آتا ہے سیر کوں گل رو بکا ہے باغ میں بلبل بہار کے ہاتھوں

ہوا ہے رشتۂ امید قطع اے ظالم تری نگاہِ تغافل شعار کے ہاتھوں

صنم[۵] کے دامنِ دل پر غبار ہے اب لگ
سراج سوختۂ خاکسار کے ہاتھوں

۲۱

جس دن سیں میں یار بوجھتا ہوں[۱۴۷۷] کب صبر و قرار بوجھتا ہوں

---

۱ ہاتوں ۱۹۵ ا ۔ ۲ انکھیاں سوں خواب گیا اور جگر سوں تاب گیا ۱۳۷ ا ۔ ۳ سجن تمہارے ۔ ۱۳۹۱ ا ۔ ۴ آپ ۱۸۵ ا ۔ ۵ سجن ۱۳۹۱ ا ۔

زنداں میں مجھے ہے سیرِ گلشن ۔ زنجیر کوں ہار بوجھتا ہوں

گلشن میں بغیرِ وصلِ گل رو[٭] ہر پھول کوں خار بوجھتا ہوں

تجھ شوق میں دل ہوا ہے بھنور ہر آہ کوں تار بوجھتا ہوں

ازبس کہ ہوا ہوں سب سیں یک رنگ اغیار کوں یار بوجھتا ہوں

مشتاق ہوں جب سیں سرو قد کا شمشاد کوں دار بوجھتا ہوں

مانندِ سراج سوزِ غم میں
جلنے کوں بہار بوجھتا ہوں

۲۲

۱۲۸۹

نہ تھا بے اختیاری کے محل میں اختیار اپناں کروں کیا دل کے ہات آخر کوں سونپیا کاروبار اپناں

پکھیری میں چمن کی ہر طرف فریادِ بلبل ہے کئے ہوا ن نو میں گل کوں شاید پیشکار اپناں

نہ روئی شمع بھی حسرت سیں پروانے کی تربت پر کہ کوئی تھا عاشق اپنا خاکسار اپنا نثار اپناں

قیامت یا بلا تکیہ ہے اس یارِ خود بیں میں کہ کوئی دم آرسی میں کھینچتا ہے انتظار اپناں

ہر ایک چاکِ قفس کی چشمِ وا کی یہ اشارت ہے اے بلبل بھول گئی تو گل کے دیکھے کیا قرار اپناں

نسخہ تیں ۔ ۱۳۵۵ ا ۔

اسی کوں طوق کہتے ہیں، تو یہ سبکوں خدا دیوے　　گلے میں فاختہ کے سرو نے ڈالا ہے ہار اپناں

خدا کے واسطے ٹک رحم کی آنکھوں ستی دیکھو　　مجھے گر جانتے ہو تم شہید بے لباں شکار اپناں

تڑپناں تلملاناں غم میں جلناں خاک ہو جاناں　　یہی ہے افتخار اپناں یہی ہے اعتبار اپناں

سراج آتش سیں غم کی آسماں پر بھی قیامت ہے

کرن مت بوجھ سورج نے جلایا تار تار اپناں

۲۳

تمہاری زلف کا ہر تار موہن[۱۴۹۳]　　ہوا میرے گلے کا ہار موہن

تصور کر ترا حسنِ عرق ناک[۱]　　مری آنکھیں ہیں گوہر بار موہن

دم آخر تلک ہوں کا فرِ عشق　　ہوا تارِ نفس زنار موہن

برہ کا جان کندن ہے نپٹ سخت　　دکھا اس وقت پر دیدار موہن

ہمارے مصحفِ دل کی قسم کھا　　کیا ہے ظلم کا انکار موہن

گلِ عارض کوں تیرے یاد کر کر　　ہوا ہے دل مرا گلزار موہن

سراج آتش میں ہے تیرے فراق وں

بجھا جا مہر سیں یک بار موہن

---

[۱] نسخہ اور کوں تر سکھ کے عرق پر۔ ۲۹۱ ا۔

۲۴

۱۸۰۰

فجر اوٹھ یار کا دیدار کرناں　　شبِ ہجراں[1] کا دکھ اظہار کرناں

اگر ثابت ہے اے دل کفر میں توں　　قیامت میں یہی اقرار کرناں

کہا[2] یوں کھول کر زلفوں کوں صیاد　　کسی وحشی کوں اپنا یار کرناں

تصور میں ترے اے مظہرِ رب　　تماشائے در و دیوار کرناں

تجھے سوگند اپنے چاہتے کی　　کہ اپنے چاہتے پر پیار کرناں

نہ کہناں خوب ہے تجھ زلف کی بات　　عبث ہر تار کا بستار کرناں[3]

سراج اب عشق کی یہ روانگی ہے

کہ سیرِ کوچہ و بازار کرناں

۲۵

۱۸۰۷

کھول کر نازستی زلف کے تم تاروں کوں　　سحر جادو سیں پریشاں نہ کرو ماروں کوں

غیر کوں بار نہ دیو اپنی گلی میں ہرگز　　گلشنِ خلد میں کچھ کام نہیں خاروں کوں

۱؎ ہجرت۔ ۱۲۹۱ ا۔ ۲؎ سجن نے کھول کر زلفوں کوں بولا۔ ۱۲۹۱ ا۔ یہ شعر زیادہ ہے۔ مراد دل دیکھتے ہی لے گئے ہو عجب آتا ہے پھر انکار کرناں۔ ۳؎ ۱۲۹۱ ا میں یہ شعر زیادہ ہے۔ مجھے تجھ ہجر نے پیغام بھیجا۔ کہ طوقِ غم گلے کا ہار کرناں۔

سبزۂ خط کی ترے کیفیت چڑھی ہے مجکوں چاہتا ہوں لبِ شیریں کے شکر پاروں کوں

زلف سیں چھین لیا دین و دل و عقل و شکیب ایک زنجیر میں لا قید کیا چاروں کوں

شعلۂ رخسار سیں کوئی عرض کرو حالِ سراج

آبِ الفت سیں بجھا ہجر کے انگاروں کوں

۲۶

۱۸۱۲

مجھے مصری ستی بے زاریاں ہیں وو شیریں[۱] لب کی باتیں[۲] پیاریاں ہیں

چلایا موں شمشیرِ نگہ کی وو جادوگر میں کیا عیاریاں ہیں

بجا ہے بیل بوٹے پر[۳] جگر کے برہ زخموں کی نادر دھاریاں ہیں

ہوئے[۴] اوّل قدم مانندِ منصور جنہوں کوں عشق کی سرداریاں ہیں

نہ پوچھو آسماں پر نجم[۵] تارے ہماری آہ کی چنگاریاں ہیں

جدائی میں تری اے لالہ رخسار جگر پر داغ کی گل کاریاں ہیں

غزل خوانی چمن میں بلبلوں کی ہماری تعزیت کی زاریاں ہیں

---

۱ تنگر۔ ۱۸۵۰۰ و۔ ۲ باتاں۔ ۳۹۱ ا۔ ۳ مجھ جگر پر ۱۸۵۰۰ ا۔ ۴ نذکرہ میں
سر ہوکے قدم پر۔ ۳۹۱ ا۔ ۵ ہیں۔ ۳۹۱ ا۔

ترے بن آج شب کیوں کر کٹے گی　　مری آنکھوں میں پلکیں آریاں ہیں

سراج اِس بات کی ہے شمع شاہد
کہ ہر شب صبح لگ بیداریاں ہیں

۲۷

۱۸۲۱

تجھ کوں کچھ میری خبر ہے یا نہیں　　روزِ محشر سیں حذر ہے یا نہیں

میں تو ہوں بے تاب تیرے ہجر میں　　پن ترے دل میں اثر ہے یا نہیں

ایک دن اس کلبۂ احزاں میں آ　　دل مرا پوچھ کہہ کہ گھر ہے یا نہیں

باغ میں آکر کہی بلبل نے یوں　　گلبدن کا یہاں گذر ہے یا نہیں

وصل سیں کر مجکوں اے گل رو نہال　　داغِ دل کوں کچھ ثمر ہے یا نہیں

اے کبوتر خط لیجا پن مجکوں بول　　دل سریکا تجکوں پر ہے یا نہیں

دیکھ توں جلناں پتنگوں کا سراج
تجکوں ہمت اس قدر ہے یا نہیں

۱؎ پیا بن آج کی شب کیوں کٹے گی۔ ط ۳۹۱ و۔ ۲؎ تیرا اے سجن۔ ط ۳۹۱ و۔ ۳؎ گر بتا ہے تو بول۔ ط ۳۹۱ و۔

۲۸

۱۸۲۸

صبا میرے جوانِ لشکری کوں جا خبر کرناں — دلِ بیدرد میں اس یار کے جا کر اثر کرناں

ہمارے شیشۂ دل پر روا نہیں اس قدر سختی — تجھے لازم ہے آہ و دردمندوں سیں حذر کرناں

کہا کس نے تجھے اے لاابالی شوخِ بے پروا — کہ اپناں بوجھ کر پھر مجھ پہ سختی اس قدر کرناں

طلب کی راہ میں سختی جو پیش آوے تجھے سالک — خیالاتِ جہاں کوں فتح کر زیر و زبر کرناں

چڑھا کر آستینِ شوق کس کر دامنِ ہمت — محمد اور علی کے نام کوں تیغ و سپر کرناں

بتایا ہے امامِ عشق نے مجکوں وضوئے غم — کہ اپنے مو بمو کوں اشک کے پانی سیتی تر کرناں

انگیٹھی میں جگر کی آگ روشن کر محبت کی
سراجؔ اپنے دلِ پرسوز کوں اس پر اگر کرناں

۲۹

۱۸۳۵

عجب[1] طرح کا بدن میں لباس رکھتے ہیں — کہ جس لباس میں پھولوں کی باس رکھتے ہیں

پری رخاں ہیں دلِ خاکسار سیں وحشی — کہ نقشِ پا سیں غزالاں ہراس رکھتے ہیں

پیے ہیں چاہِ ذقن[2] سیں جو کوئی کہ آبِ حیات — کہاں وو چشمۂ کوثر کی پیاس رکھتے ہیں

۱؎ ایس کے بر میں بیا کا۔ ۳۹۱ ا۔ ۲؎ خضر نن جو پرت کی۔ ۳۹۱ ا۔

ہر ایک اشک مرا بوجھتے ہیں دُرِّ یتیم　　جو کوئی کہ دیدۂ گوہر شناس رکھتے ہیں

جو کوئی کہ سرو قدوں کی طرف ہوئے ہیں رجوع　　شفیعِ روزِ قیامت کی آس رکھتے ہیں

نہیں ہے تیرِ حوادث سیں غم شہیدوں کوں　　کہ لختِ دل کی سپر اپنے پاس رکھتے ہیں

سراج لطف ترے شعر کا وہی پاویں

جو کوئی کہ عقل و شعور و قیاس رکھتے ہیں

۳۰

۱۸۹۲

گلشنِ عالم میں آسائش نہیں　　یہاں گُلِ[۱] عشرت کی پیدائش نہیں

صاف دل کوں ہے نمد پوشی سیں کام　　آرسی کوں ذوقِ آرائش نہیں

کیوں[۲] نہ تجھ قد کوں کہوں سروِ سہی　　راست ہے کچھ اس میں بالائش نہیں

رحم کر تقصیر میری کر معاف　　کیا گنہگاروں کوں بخشائش نہیں

میں کہا جی[۳] دیوں تو ظالم نے کہا　　شوق ہے یہاں کس کی فرمائش نہیں

دل میں رہتا ہے خیال اُس یار کا　　غیر کوں اس گھر میں گنجائش نہیں

کونسا[۴] دم[۵] ہے کہ جاناں بن سراج

شوق کے شعلوں[۶] کوں افزائش نہیں

---

۱ گلشن ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ کیوں نہ کہوں اس قد کوں میں ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ جیو ۵۸۴ ا ۔ ۴ کونسی شب ۔ ۳۹۱ و
۵ دن ۔ ۵۸۴ ا ۔ ۶ شعلے ۔ ۳۹۱ او ۵۸۴ ا ۔

۳۱

۱۸۴۹

اے[1] بوالہوس نہ پائے گا اس کے سُراغ کوں — لائق نہیں ہے گلشنِ فردوس زاغ کوں

زنجیرِ[2] زلفِ یار میں جب سیں ہوا ہے بند — پایا نہیں ہوں نام و نشانِ فراغ کوں

سبزے نے خط کے حُسن کی افزوں کیا بہا — اس نازبو نے زیب دیا صحنِ باغ کوں

ہے قوت رُوح اسکے[3] پسینے کی باس میں — اس عطر نے کیا ہے معطّر دماغ کوں

اس لالہ رو نے تیغ محبت کے زخم سیں — تازہ کیا ہے پھر کے مرے دل کے داغ کوں

سرکش کوں بزمِ عشق میں ہیہات[4] کب ہے راہ — جس انجمن میں بار نہیں ہے ایاغ کوں

اس[5] شعلہ رو کے عشق کی مجلس میں اے سراج

روشن کیا ہوں آہِ جگر کے چراغ کوں

۳۲

۱۸۵۶

جو کوئی کہ حلقۂ غم سیں فراغ پاتا[6] نہیں — یک آن فرصتِ گلگشتِ باغ پاتا نہیں

پھرا ہوں پاس ہو بادِ صبا کے کاندھے[7] پر — پَن[8] اس نزاکتِ خو کا دماغ پاتا نہیں

---

[1] بھولا ہے بوالہوس نے پرت کے سراغ کوں۔ ۳۹۱ا۔ [2] ہے پیچ و تاب بیچ گرفتار زلف یار۔ ۳۹۱ا۔ [3] یہ بوکے ۳۹۱ا۔ [4] مجلس میں عاشقی کی مثال سراج آج۔ ۳۹۱ا۔ [5] ک میں "پایا نہیں" ہے۔ [6] کھاندے ک۔ [7] یہ ۳۹۱ا۔

گلی میں یار کی ہر بوالہوس کوں بار کہاں — نشانِ گلشنِ فردوس، زاغ پاتا نہیں

کہو طبیب کوں اٹھ جاوے سرہانے سیں[۱] — کہ دل کی سوزشِ پنہاں کا داغ پاتا نہیں

نہ ہوے کرشمۂ ساقی کا معتقد زاہد — کہ رمزِ گردشِ چشم ایاغ پاتا نہیں

گلی میں اس کی ہوا ہوں تمام پیشانی — بغیرِ نقشِ قدم کوئی سراغ پاتا نہیں

سراج ظلمتِ غفلت میں اسکوں کیا سوجھے
جسے تجلّیِ دل کا چراغ پاتا نہیں

۳۳

آپھنسا ہوں ہجر کے جنجال میں[۱۸۶۳] — اب مجھے طاقت نہیں اِس حال میں

عاقلوں کوں گرچہ ہے فکرِ رسا — بند ہیں تجھ زلف کے اشکال میں

ہوں[۲] شبِ ہجراں میں محتاجِ وصال — کر بھکاری پر دھرم اِس کال میں

چل پڑی ہے فوج میں آرام کے — کیا قیامت ہے تمھاری چال میں

فیض سیں مجھ اشک کے اے بحرِ حسن — ہیں بھرے موتی مرے[۳] رومال میں

سامنے ہے جس کوں حسنِ لایزال — دم بدم خوش حال ہیں کئی حال میں

۱۔ کہ سوزِ نہانی ۳۹۱ ا۔ ۲۔ روپ درسن دے برہ کی رات میں۔ ۳۹۱ ا۔ ۳۔ ترے۔ ک۔

مصحفِ[1] دل کھول جب دیکھا سراج
سورۂ اخلاص نکلا فال میں

۳۴

۱۸۴

مجھ سیں مت پوچھ اے صنم بے تابیٔ احوال کوں ۔ جی سیں آیا ہوں بہ تنگ اب دور کر جنجال کوں

چشمِ خونیں ہیں سپاہی تیغِ ابرو کوں سنبھال ۔ ہات میں لیکر کھڑے ہیں مردمک کی ڈھال کوں

کیوں نہ تڑپے تجھ پلک کے تیر کا زخمی مدام ۔ زہر کا پانی پلایا ہے نگہ کی بھال کوں

کوئی کسی کوں پوچھتا نہیں حیف شہرِ حسن میں ۔ جانشینی کی اگر خدمت ہے نگی خال کوں

کھول[2] کر زلفِ مطول کی گرہ کوں ایک دم ۔ حل کرو مجھ عقدۂ پرپیچ کے اشکال کوں

گر تجھے سیرِ چمن کا ذوق ہو اے گلبدن ۔ سرو نکلے باغ سیں تجھ قد کے استقبال کوں

ہجر کی آتش میں جیوں پروانہ جلتا ہے سراج
کب تلک اب تاب لاوے تجھ برہ کی جھال کوں

---

[1] دل کے مصحف میں نجھا دیکھ سراج ۔ قرعہ حیرت ہے اس کے فال میں ۔ ب ۳۹۱ و ۔ اور یہ شعر اضافہ ہے ایک دم مجھ سوں جدا ہوتے نہیں ۔ عاشقاں خوش حال ہیں ہر حال میں ۔ ب ۳۹۱ و ۔ [2] تم اپنی کی زلف ۔ ب ۳۹۱ و ۔

۳۵

۱۸۷۷

ترا[1] رُخ[2] دیکھ کر جل جائے جل میں — کہاں یہ رنگ[3] یہ خوبی کنول میں

رعیت[4] شہرِ طاقت کی گئی بھاگ — جنوں کی صوبہ داری کے عمل میں

کمر باندھے اگر عاشق کُشی پر — کرے قتلِ دو عالم ایک پل میں

عجب اس یوسفِ مصری کے[5] ہیں لب — نہیں ہرگز وہ شیرینی عسل میں

جگر کے داغ سیں لیجو ہے لالہ — تماشا دیکھ آ دل کے محل میں

اگر ہوئے اسکی ابرو کے مقابل — پڑے وندانہ شمشیرِ اجل میں

ہوا شعرِ سراج ازبس کہ رنگیں
لطافت گل کی ہے ہر یک[6] غزل میں

۳۶

۱۹۰۷

دل ترے[7] سوزِ غم میں جلتے ہیں — شمع مانند جان گلتے ہیں

---

[1] کہ س۔ [2] وہ خوبی ۳۹۱ و۔ [3] ہوا ویراں نگر میری خرد کا۔ ۳۹۱ و۔ [4] ۳۹۱ و کے اضافہ اشعار۔ اگر وہ گلبدن گلشن میں آوے۔ پڑے بلبل کا دل جا کر خلل میں۔ بہت بیتاب ہے دل خارِ غم سوں کریوں کر گل لگے ماہی کے گل میں۔ [5] عاشقاں تجھ برہ میں۔ ۳۹۱ و۔

دل مرا تجھ وفا میں ثابت ہے — کیا[1] سپاہی بھی رن میں ہٹتے ہیں

شوخ ابرو کماں کے غمزے سیں — دل کے تودے پہ تیر چلتے ہیں

پھول پر جب سیں تم نے پاؤں رکھے[2] — تب سیں سینے میں خار سلتے ہیں

جنکوں نیں چاشنی محبت کی — جیوں مگس اپنے ہات ملتے ہیں

درد کے آنسووں کے فوارے — چشم کے حوض سیں اچھلتے ہیں

شمع روشن ہے سراج سینے میں[3]
غم کے شعلے سدا نکلتے ہیں

۳۷

تری نگاہ کی انیاں جگر میں سلیاں ہیں ۱۸۸۴ — نجانوں کونسے زہر آب بیچ بلیاں ہیں

اودھر[4] سیں تند نگاہیں ادھر دلِ نازک — کدھر کے تیر کی چوٹیں کدھر کوں چلیاں ہیں

خیالِ غنچہ دہن میں زبسکہ جاری ہے — ہمارے اشک کی لڑ موتیے کی کلیاں ہیں

زبانِ حال سیں کہتا ہے انکا نقشِ قدم — بہشتِ دیدۂ دل خوش قدوں کی گلیاں ہیں

---

[1] کہیں۔ک۔ [2] رکھا۔ ۳۹۱ ا۔ [3] نکر کر شعر نہیں کیا ہے سراج۔ آپ سوں آپ لعل اوگلتے ہیں
۳۹۱ ا۔ [4] ایدھر۔ک۔

نہ پوچھ سروِ کاان قمریوں کوں خاک نشیں
وو شعلہ قد کے دکھوں نے سراج جلیا ہیں

۳۸

۱۸۹۶

جفا کے ملک کے رہجوں نے تحصیل ڈالے ہیں ‏ — دگر نہ دم میں ہزاروں تقتیل ڈالے ہیں
جنہوں کوں ہات لگا اسمِ اعظمِ اصلی ‏ — خیالِ غیر کے سایہ کوں کیل ڈالے ہیں
عجب طرح کی اگن آوِ سوزِ عشق میں ہے ‏ — کہ جس کے دوں نے پرِ جبرئیل ڈالے ہیں
ورق سیں دل کے کئے ہم نے دورِ داغ ہو ‏ — جتنے تھے شبہ کے نقطے سو چھیل ڈالے ہیں
لگا ہے قلعۂ دل عاشقوں کے ہات سراج
غبارِ غم سیں بنا نے فصیل ڈالے ہیں

۳۹

۱۹۰۱

کوئی ہمارے درد کا محرم نہیں ‏ — آشنا نہیں دوست نہیں ہمدم نہیں
عالمِ دیوانگی کیا خوب ہے ‏ — بے کسی کا وہاں کسی کوں غم نہیں
خوف نہیں تیرِ تغافل سیں ترے ‏ — دل ہمارا ابھی سپر سیں کم نہیں

---

۱ کہل ۔ ۳۹۱ و ۔ ۲ عاشقوں ۳۹۱ و ۔ ۳ صفحے سوں ۔ ۳۹۱ و ۔

شربتِ دیدار کا ہوں تشنہ لب　　آرزوئے چشمۂ زمزم نہیں

مجھ نظر میں خار ہے[1] ہر برگ گل　　یار[2] بن گلشن میں دل خرم نہیں

اشکِ بلبل سیں چمن لبریز ہے　　برگِ گل پر قطرۂ شبنم نہیں

کونسی شب ہے کہ مہرو[3] بن سراج
درد[4] کے آنسو سیں دامن نم نہیں

۴۰

۱۹۰۸

جو کوئی شادی کوں ماتم جانتے ہیں　　وہی کچھ لذتِ غم جانتے ہیں

کسی کوں رازِ پنہاں کی خبر نہیں　　ہماری بات کوں ہم جانتے ہیں

یگانوں سیں جنے بیگانگی ہے　　قدم اور دم کوں ہمدم[5] جانتے ہیں

جو کوئی مشتاق ہیں زخمِ جفا کے　　دمِ خنجر کوں مرہم جانتے ہیں

طبیبوں[6] پاس جانا دردِ سر ہے　　جگر کی درد کوں کم جانتے ہیں

پئے ہیں عاشقوں نے[7] عشق کا جام　　شرابِ تلخ کوں سم جانتے ہیں

---

[1] گل ہر سرو ہے۔ مخ ۳۹۱ ا۔ [2] پیو بنا۔ مخ ۳۹۱ ا۔ [3] پیو بن اے۔ مخ ۳۹۱ ا۔ [4] گوشۂ دامن مجھو سیں نم نہیں۔ مخ ۳۹۱ ا۔ [5] محرم۔ مخ ۳۹۱ ا۔ [6] کن علاج۔ مخ ۳۹۱ ا۔ [7] درد۔ مخ ۳۹۱ ا۔

سراج[1] اس شعلہ رو کے سوزِ غم سیں[2]
جلا ہے، اہلِ عالم جانتے ہیں

۴۱

۱۹۱۷

ہم اس خوش خط کے رخ[3] کوں قطعۂ تعلیم کرتے ہیں
ورق پر دل کے[4] ان زلفوں سیں مشقِ جیم کرتے ہیں

جتے ہیں سرو گلشن راستی کوں دیکھ تجھ قد کی
مثالِ بیدِ مجنوں ہو کے خم تسلیم کرتے ہیں

بہشتِ غم میں ہم دل کے چمن کوں تازگی دینے
یہ[5] اپنی چشم پر نم چشمۂ تسنیم کرتے ہیں

اگرچہ عاشقوں کا دل ہے آتش خانۂ حسرت
خیالِ یار سیں گل زار ابراہیم کرتے ہیں

امیرِ فوجِ خوباں ناز سیں جس وقت آتا ہے
دل و[6] ہوش و خرد اوٹھ صدر سیں تعظیم کرتے ہیں

شہادت آرزو ہے جس کوں شمشیرِ محبت کی
رضا کا زخم[7] کھا کر جاں بحق تسلیم کرتے ہیں

وہی ہے یا سراج اس شمع رو کے عشق میں ثابت
کہ جانبازی میں جیوں پروانہ ترکِ بیم کرتے ہیں

---

۱ سراج اوپر نوازش کی نظر کر۔ ترا رسوا ہے عالم جانتے ہیں۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۲ میں۔ ک۔ ۳ اکھ۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۴ صفحے۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۵ ایس کی۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۶ ہزاروں ہوش دل مندوں۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۷ وار۔ ب ۳۹۱ ا۔

۴۲

۱۹۲۲

شہیدِ خنجرِ یار[1] کرشمہ واں ہوناں — اگر وو چاند ہے لازم مجھے کتاں ہوناں

یہی تھی[2] آرزوِ دل خدا نے برلایا — کہ زخمِ غمزۂ خونیں سیں نیم جاں ہوناں

اگرچہ شیشۂ دل میں ہوپن سبب کیا ہے — مری نظر سیں مثالِ پری نہاں ہوناں

گلی میں اُس[3] کی جہاں مردمک ہے نقشِ قدم — قدم قدم ادب[4] اشک سیں رواں ہوناں

ہمارے بلبلِ دل کوں ہے موجِ خندۂ گل — ترے تبسمِ رنگیں کا گل فشاں ہوناں

حجابِ جلوۂ دیدار ہے مجھے مانع — وگرنہ یار سیں آساں ہے ہم زباں ہوناں

سراجؔ شوخ[5] کی ہر ہر ادا قیامت ہے
کبھی عتاب کبھی دل سیں مہرباں ہوناں[6]

۴۳

۱۹۲۹

کیا قیامت[7] ہے مرے دل کوں لبھاناں[8] جاناں — پھر تغافل کی اگن بیچ جلاناں جاناں

---

[1] ناز۔ ک۔ [2] تھی تری آرزو دل میں۔ ک۔ [3] یو کی وہاں۔ عا ۳۹۱ و۔ [4] ادب کی راہ میں شل انجھو۔ عا ۳۹۱ و۔ [5] شوخیٔ ہر ہر ادا۔ ک۔ شوخ کی ہر یک ادا۔ عا ۳۹۱ و۔ [6] ۳۹۱ و کا اضافہ شعر۔ اگر ہے چاہ کہ پاوے توں گوہرِ مقصود۔ نین کی بارشِ نیساں سیں درفشاں ہوناں۔ [7] طاہے ۱۸۱، عا ۳۹۱

تم کوں لازم ہے کرم حالِ دلِ عاشق پر — جلوۂ حسن دکھاناں نہ چھپاناں جاناں

دلِ بے تاب پہ طوفانِ بلا نازل ہے — ٹک جھلک اپنی دکھا پھر نہ دکھاناں جاناں

دلِ سوزاں کی اگن بھر کے پانی سیں بجھا — کن نے بولا ہے جلاناں نہ بجھاناں جاناں

جب ستی جان کوں میں جان سیں جا دیکھا ہوں — ہے مجھے تب سیں یہی ورد کہ "جاناں جاناں"

شوخی[1] و ناز سیں جاتا ہے توں پھر آتا ہے — آفتِ دل ہے قیامت ہے یہ آناں جاناں

بے طرح تشنگیِ ہجر سیں مرتا ہے سراج
شربتِ وصل او سے آ کے پلاناں جاناں

۴۴

[۱۹۳۶]

اے گلِ بہارِ عارضِ جاناں کوں دیکھ توں — شرمندگی سیں اپنے گریباں کوں دیکھ توں

رہ سیر میں تبسمِ نوخط کی چار فصل — موجِ گل و طراوتِ ریحاں کوں دیکھ توں

نیمے کے اپنے تکمۂ یاقوت پہ نہ بھول — خونیں دلوں کے دیدۂ گریاں کوں دیکھ توں

ہے برگِ گل پہ قطرۂ شبنم کی کیا بہار — درپن میں چہرۂ عرق افشاں کوں دیکھ توں

دل کا چراغ ہاتھ لے کر من عرق کی سیر — ظلمات بیچ چشمۂ حیواں کوں دیکھ توں

---

[1] شوخئ یار۔ ک۔

گر تجہ کوں طوفِ کعبۂ معنی کا محرم ہے — انسان ہے تو صورتِ انساں کوں دیکھ توں

تا قدرِ عشقِ بلبلِ شیراز ہوئے تجھے — لے آرسی کتابِ گلستاں کوں دیکھ توں

زلفوں کوں کھول بوالہوسوں کی طرف نہ جا — مارے ہوؤں کے حالِ پریشاں کوں دیکھ توں

شعلے اوٹھے ہیں آگ کے اشکِ سراج میں
آبِ رواں میں سیرِ چراغاں کوں دیکھ توں

۴۵

۱۹۴۵

مان مت کر عاشقِ بے تاب کا ارمان مان — جان کر انجان مت ہو مجکوں تو بے جان جان

فکر اپنی نہیں مجھے ہے اسکی بدنامی کا خوف — مجکوں نام و ننگ کی بھر ہر گھڑی آن آن

تیر و خنجر میں نہیں ہے آبداری اس قدر — تجہ نگہ کی دیکھ کر جلدی ہوا قربان بان

دشتِ وحشت میں نپٹ بیکس ہوں آ ہو نگاہ — ہوں بھکاری وصل کا دے مجکوں اس میدان دان

قتل کرنے پر ترے ہے تیغ بر کف وو صنم
سرکشی مت کر سراج اب جان کا فرمان مان

---

۱ ننگ ہے ہر ۳۹۱ ا۔ ۲ خنجر و شمشیر۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۳ ہجر کے میدان میں آکہ دکھاوے شہسوار۔ ۳۹۱ ا۔ ۴ تیغ بر کف ہے سریجن قتل کرنے کوں مرے۔ ع ۳۹۱ ا۔

۴۶

۱۹۵۰

صنم کی کاکلِ مشکیں کی بو ختن میں نہیں
وو چشمِ مست کی شوخی کی دعج ہرن میں نہیں

عجب ہے اس لبِ یاقوت رنگ کی لالی
برابر اس کے عقیقِ یمن یمن میں نہیں

خجل ہو روزِ قیامت کہیگا کنت تراب
عبیرِ خاک رہِ دوست جس کفن میں نہیں

زبانِ حال سیں کہتی ہے آرسی یہ بات
جو بات رمز کی ہے بات وو سخن میں نہیں

چراغِ آہ سیں روشن ہوئی ہے بزمِ سراج
غلط ہے گر کہے کوئی نور انجمن میں نہیں

۴۷

۱۹۵۵

کیا سبب وو یوسفِ گل پیرہن آیا نہیں
مصر سیں یعقوب کا نورِ نین آیا نہیں

ہم سخن مجھ سیں ہوا نہیں کس کی ہے خوفِ رقیب[۱]
شکر میرے لال کے لب پر سخن آیا نہیں

نرگسِ گلزار حیرانی ہے چشمِ منتظر
اب تلک وو دلبرِ غنچہ دہن آیا نہیں

ہجر کی آتش میں جلتا ہوں ولیکن بجا تجھ
کیوں بجھانے کوں مرے[۲] من کی اگن آیا نہیں

نہیں ہے بے جا بیخودی کے دشت میں وحشت مری
جس تے میرا من ہرا وو من ہرن آیا نہیں

۱؎ مجھ ستیں خوفِ رقیباں سوں کیا نیں پیو نیں بات۔ ۳۹۱ و۔ ۲؎ مرے من کی بجھانے کوں۔ ۳۹۱ و۔

موٹھ جادو کی ہے جس کی تیغِ ابرو کا خیال | وو قیامت نازنینِ سحر فن آیا نہیں
رفع ہوتے کس طرح تاریکیِ غم اے سراج
دیدۂ حیراں کا شمعِ انجمن آیا نہیں

۴۸

۱۹۶۲

جب سیں تجھ عشق کی گرمی کا اثر ہے من میں | تب سیں پھرتا ہوں[1] وو دسی ہو برہ کے بن میں
آج کی رات مرا چاند نظر آیا ہے | چاندنی وو دسی چھٹکی ہے مرے آنگن میں
اس کی ثابت قدمی پر ستی قربان ہوا میں | کھیت چھوڑا نہیں مجھ دل نے پریت رن میں
قطرۂ اشک مرا دانۂ تسبیح ہوا | رات دن مجھ کوں گزرتا ہے تری سمرن میں
جب سیں دستار رنگایا ہے تنے گھم عباسی | گُلِ عباس کوں نہیں رنگ رہا گلشن میں
سیرِ دریا سیں نہیں ہم کوں تسلّی ممکن | غم کے طوفان اُبلتے ہیں ہمارے من میں[5]

۱۔ ۳۹۱ و کا اضافہ شعر۔ یوں ہوا معلوم اس کی لاابالی وضع سوں۔ دل لجانے کا او سے شاید کہ فن آیا نہیں۔ ۲۔ مثلِ بلبل آج یہ مصرعہ ہوا اور دوسرا ج۔ جان آیا لب پہ لیکن گلبدن آیا نہیں۔ ۳۹۱ ا گے پری۔ ک۔ ۳۔ بجن۔ ۳۹۱ ا۔ ۵۔ ۳۹۱ و کا اضافہ شعر۔ روبرو پیو کے ہے جیو جی کے مقابل ہیو ہے۔ کر نظر شوق کی انکھاں سوں نجا درپن میں۔

کیوں[1] نہ ہوئے دلِ یاقوت لباں موم سراج
کام کرتا ہے مری آہ کا ہیرا کہن میں

۴۹

۱۹۶۹

جب نظر آئے ترا عارضِ گلگوں مجکوں | تب کہیں اہلِ چمن بلبلِ مفتوں مجکوں

آستاں بوس ترا آج میسر آیا | خاکساری نے دیا فرِ فریدوں مجکوں

پردۂ عشق کا حکمت ستی کھولا ہوں طلسم | جامِ دل جب ہیں ہوا خُمِ فلاطوں مجکوں

چینِ ابرو میں تری جلوہ نما ہے شوخی | خوب معلوم ہوا فتنہ کا مضموں مجکوں

سیرِ گل ہجر میں گلو کے نصیبِ بلبل | ہر گلابی ہے کلی شیشۂ پُر خوں مجکوں

بے تعجب کہ نہوں سرخوشِ کیفیتِ عشق | لذتِ غم نے دیا نشۂ معجوں مجکوں

نغمۂ آہ کا ہے سازِ خوش آہنگ سراج
ہات آیا ہے عجب سوز کا قانوں مجکوں

۵۰

۱۹۷۶

عشق میں آکہ عقل کھو رہناں | زندگانی میں بات دھو رہناں

---

[1] دلِ یاقوت لباں موم ہوا ہے مجھ پر۔ [2] ۳۹۱ و۔ مقطع مسبِ ذیل ہے۔ اے سراج اس لب رنگیں کی کرو کیا تعریف
لعل جس شرم ستی جاکے چھپا معدن میں ۔

یا تو گلزار آپ ہو جاناں — یا کسی گلبدن کے ہو رہناں

امرت اس کے لبوں سیں گر نہ ملے — دل میں ہے زہر کھا کے سو رہناں

مثلِ آئینہ ہو کے ہم زانو — شوق ہے اس کے روبرو رہناں

دین کی آبرو یہی ہے سراج

چار یاروں میں سرخرو رہناں

۵۱

[۱۹۸۱]

کیوں ترے گیسو کوں گیسو بولناں — دل میں آتا ہے کہ شبّو بولناں

پیچ کھا کر دل مرا حیرت میں ہے — زلف کوں تیری جِکا بو بولناں

بھول گئی آہو کوں اپنی چوکڑی — تجھ نگہ کوں دامِ آہو بولناں

یا فلک کی آرسی میں ہے ہلال — یا کسی کا عکسِ ابرو بولناں

سیکھ گئی گلشن میں تیرے قد ستی — سرو پر قمری نے کوکو بولناں

کان میں ہے تیرے موتی آبدار — یا کسی عاشق کا آنسو بولناں

سامنے اس چہرۂ گلفام کے — ہر گلِ خوشبو کوں خودرو بولناں

لہ ک۔ ۳۳۴ ا۔ ۲ ہوا ۳۹۱ ا۔ ۳ نے ک۔

حسن کے لشکر کے راوت ہیں دو چشم زلف و لب شبخو نکا قابو بولناں
اب چراغِ عقل گُل کرنی سراج
سوزِ دل سیں ایک "یا ہو" بولناں

۵۲

تجھ رخ کے دیکھنے کی نہیں تاب مہرومہ میں [۱۹۹۰] ہیں فرش ہر قدم پر تیری گلی کی رہ میں
مجلس میں عاشقوں کی ہے شمع کا عجب رنگ ہر شب اگن سیں غم کی جلتی ہے تجھ رہ میں
ششدر میں آپھسا ہے اوّل جو دل نظارہ تجھ شطرنج میں برہ کی آیا ہے شاہ شہ میں
دل کیوں خیالِ ابرو کر کر نہ ہوے سپاہی شمشیرِ مغربی کی آئی ہے موٹھ گہہ میں
ہو سینہ چاک شانہ رکھتا ہے دانت مجھ پر ہے بند جب ستی دل تجھ زلف کی گرہ میں
گُلگوں قبا تری کی جھکار جب سیں آئی بُو شرم سیں چھپی ہے ہر برگِ گل کی تہ میں
اب لگ سراج یکدم اپنے میں آ رہا نہیں ہے
کیا سحرِ سامری ہے اس شوخ کی نگہ میں

۵۳

صنم خوش طبعیاں سیکھے ہو تم کن کن ظریفوں سیں [۱۹۹۷] کہ یہ لطف ادا معلوم ہوتا ہے لطیفوں سیں

---

۱ مکھ کو دیکھنے کی کاں۔ ۳۹۱ ا۔ ۲ کہہ۔ ۳۹۱ ا۔م

لکھوں وصف اسکی زلفوں کے قلم کر شاخِ سنبل کوں — دواتوں میں سیاہی بھر گلِ شبو کی قیفوں[1] سیں

تری سیدھی نگاہیں ان نے تیں گرمِ الفت ہیں — مجھے سیفی لگی ہے ہات کئی ورد اور وظیفوں سیں

خیال اس کا ہم آغوشِ نظر ہے سات پردوں میں — عجب شوخی سیں پیش آیا ہے یہ شوخ ان عفیفوں سیں

کہاں پایے مرے کے اس قدر اس نے بڑے کوئی — تری آنکھوں کوں سو درجے شرافت ہے شریفوں سیں

ہجومِ بوالہوس کے شمعِ مجلس ہو سو کیا معنی — لطیفوں کوں روا نہیں اختلاط ایسے کثیفوں سیں

مزاجیں ناموافق ہوں تو کب صحبت برار ہوئے — نہیں ملتی ہماری طبع ان دُنیا کے جیفوں سیں

جبت مت دیکھ انکھیاں جھاڑ بچھاڑ اس چشمِ خونی کوں — پڑا نہیں نرگسِ باغی تجھ کا کام ان حریفوں سیں

خس و خاشاکِ رہ ہیں ہم ترے اے شعلہ خو ظالم — مناسب نہیں ہے اتنی سرکشی آخر ضعیفوں سیں

سبک روحانِ معنی بوئے گل ہیں باغِ عرفاں کے — ہر اک خارِ گراں جانوں نہ کریا ان لطیفوں سیں

غلط نہیں ہے کہ بلبل حافظِ سیپارۂ گل ہے — سند رکھتا ہوں میں گل برگ کے رنگیں صحیفوں سیں

رقیب اس سنگ دِل سیں منتظر ہیں ہم کلامی کے — سخن کرتا ہے کب وو کوہِ تمکیں ان خفیفوں سیں

سوارِ توسنِ معنی ہوں چوگانِ طبیعت سیں — لیا ہوں گوئے میدانِ سخن میں ہم ردیفوں سیں

ادیبِ عشق کے شاگرد ہیں فرہاد اور مجنوں — کہ کوہ و دشت کا مکتب ہے گرم ان دو لطیفوں سیں

---

[1] کیفوں ۔ ح

سراجؔ اس شمع کوں ہے شوق پروانے جلانے کا
دعا کر یا الٰہی موم دل ہوے ہم نجیبوں میں

۵۴

[۱] گلِ باغ تبسم جب مرے نزدیک آتے ہیں [۲۰۱۲] شکیب و عقل و ہوش و صبر و طاقت سب لجاتے ہیں
[۲] خدا کے واسطے اب اس قدر بھی بانکپن کیا ہے تمہاری تیغ کے زخمی لہو میں تلملاتے ہیں
بگولا جن کے سر پر چترِ شاہی ہے زمیں مسند وہی اقلیمِ غم میں آہ کی نوبت بجاتے ہیں
جدائی میں تری اے سروِ قامت غم کے ہاتوں سیں جگر کے باغ میں لالہ کی تختے لہلہاتے ہیں
پری رویاں جسے تیغِ جفا سیں قتل کرتے ہیں پلا دیدار کا شربت اوسے پھر کر جلاتے ہیں
دکھاتے ہیں ہمارے مرغِ دل کوں خال کا دانہ کمندِ پیچ و تاب زلف میں پھر کر پھنساتے ہیں
سراجؔ ان خوب رویوں کا عجب میں قاعدہ دیکھا
بلاتے ہیں دکھاتے ہیں لبھاتے ہیں چھپاتے ہیں

---

[۱] پیا جب مہربانی سوں مرے پر دیکھ ۔ [۳۹۱] ل ۔ [۲] تلطف سوں پریشاں حال آکر دیکھو [۳۹۱] ل ۔ [۳] [۳۹۱] کا اضافہ شعر: اگر آب تلطف سوں بجھا جاوے تو کیا ہوئے ۔ محبت مجو دل کے حزنگی بر وہیر کے لگاتے ہیں۔

۵۵

۲۰۱۹

جس کوں[1] راہِ چشم سیں خونِ جگر جاری نہیں — یوں ہوا معلوم اس کوں زخمِ غم کاری نہیں

سلسلے میں عاشقوں کے کب ہے اس کوں اعتبار — دامِ زلفِ یار میں جس کوں گرفتاری نہیں

جو ہوا ہے جرعہ نوشِ ساغرِ بزمِ جہاں — خوابِ غفلت سیں اوسے یک آن ہشیاری[2] نہیں

اے طبیبِ عاشقاں اب شربتِ دیدار دے — ہے مجھے دردِ جگر ظاہر کی بیماری نہیں

بس کہ پایا لذّتِ دیدارِ ساقی خواب میں — صبحِ محشر لگ مجھے اب ذوقِ بیداری نہیں

طبعِ نازک سیں تری ڈرتا ہوں ورنہ اے صنم[3] — جاں نثاری تجھ قدم پر مجھ کوں دشواری نہیں

ہجر کی شب میں نہیں ہے تاب و طاقت اے سراج
کونسا دن ہے کہ جس میں نالہ و زاری نہیں

۵۶

لڑ آنسو کی ہے، سہرا موتیوں کا غم کے دولے کوں — کیا ہے طاش کا مقنع برہن کے گجولے کوں

وو شیریں لب کہے ہیں جو بے نیر انکھیوں ستی جا بی — لگاتا ہوں جگر پر ناخنِ غم کے بسولے کوں

چراغِ حسن دکھلا گم ہوا دل زلف میں تیری — مثل مشہور ہے جاناں، بتا ناؤں بھولے کوں

---

۱ ست انکھاں ستی ۔ ۳۹۱ و ۔ ۲ ہشیاری ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ سجن ۔ ۳۹۱ و ۔

گزرتا نہیں ہے طفلِ اشک میرا اپنی شوخی میں ‫—‬ جھولاتا ہوں پلک ڈوری لگا آنکھوں کے جھولے کوں

نہیں بخشی ہے کیفیت نصیحت خشک زاہد کی ‫—‬ جلادیو آتشِ صہبا سیں اس کُٹ بی کے پولے کوں[1]

سراج اب ورد کرتا ہے "الا یا ایہا الساقی"

کیا ہے یاد از بس خواجہ حافظ کے مقولے کوں

۵۷

۲۰۳۲

کیا ہوں جاں سپاری اس صنم کے پا لگھانے[2] میں ‫—‬ کہ کھینچا دیدۂ آہو بخط سرمہ لگانے میں

کھلا ہے یک بیک معشوق کے گلشن کا دروازہ ‫—‬ دلِ بلبل صفت پر دلبرِ گل رو کے آنے میں

تمہارے چہرۂ گلنار گوں سیں کچھ عجب نہیں ہے[3] ‫—‬ کہ انگلی سرخ ہوجاوے اشارت کے بتانے میں

برہ کی جان کندن میں چلا ہے چھوڑ کر جاناں ‫—‬ ہمارا جان جاتا ہے ہمارے جان جانے میں

ہے میرے نقدِ دل پر زخمِ غم کا سکّہ حالی ‫—‬ کمی کیا اشرفی کی ہے محبت کے خزانے میں

مرا زخمِ جگر ہنستا ہے جیوں گل اسکے دیکھے سیں ‫—‬ نہ جانوں کیا قیامت ہے تمہارے مسکرانے میں

---

[1] م ۲۹۱ و کا اضافہ شعر۔ ہمارا یوسفِ گل پیرہن کاں ہے کہ ہنستی ہیں۔ دکھاوے پھول کر یعقوب کی آنکھوں کے پھوڑے کوں۔ [2] بن۔ م ۲۹۱ و۔ [3] "ہے"۔ ک و ح۔ [4] م ۲۹۱ میں یہ شعر یوں ہے:۔ بن کے چہرہ گلگوں سیں کچھ عجب نہیں ہے۔ کہ انگلی سرخ ہوجاوے اشارت کے بتانے میں۔

سراجؔ اس شمع رو پر جان سیں قربان ہوتا ہے
کمی کرتا نہیں پروانہ اپنے دل جلانے میں

۵۸

۲۰۳۹

اول کی تم نے بھول گئے مہربانیاں   لانے لگے ہو خوب تغافل کی بانیاں
کیا ہوے گا سنو گے اگر کان دھر کے تم   گذری برہ کی رات جو مجھ پر کہانیاں
دامن تلک بھی ہائے مجھے دست رس نہیں   کیا خاک میں ملیں[1] ہیں مری جاں فشانیاں
داغِ فراقِ لالۂ باغ خیال ہے   رہ گئیں مرے جگر میں تمہاری نشانیاں
شاید کسی کے قتل کی ہوتی ہے مصلحت   رمزیں تری نگاہ کی سب ہم نے جانیاں
مجھ دل کے کوہ طور کوں سرمہ کیے ہو تم   باقی ہیں اب تلک بھی وہی آن بانیاں
کب لگ روا رکھو گے تغافل سراجؔ پر
اب اس قدر بھی خوب نہیں سرگرانیاں

۵۹

۲۰۴۶

راست بازوں میں خود نمائی نہیں   تری ابرو میں کج ادائی نہیں

۱؎ ملی۔ ک و م ۳۹۱ ا۔

تجھ تبسم میں[1] جو لطافت ہے — اس قدر گل میں خوشنمائی نہیں

اس سیں بہتر ہے صورتِ دیوار — جس میں سامانِ دلربائی نہیں

خوب[2] رو عاشقوں کے عاشق ہیں — حسن اور عشق میں جدائی نہیں

عاشقوں کوں نہیں ہے ننگ سیں کام — عشق بازی ہے میرزائی نہیں

آشنائی کا نام ہے لیکن — آشنایوں میں آشنائی نہیں[3]

خوف[4] کر توں سراج سوزاں سیں
آہ کا تیر ہے، ہوائی نہیں

۶۰
۲۰۵۳

ساقی کے بن رباب آہ سینہ دبایوں میں — دل کوں کباب کرنے غم ہے کبابیوں میں

فصلِ خزاں میں بلبل ہے گل کا مرثیہ خواں — مرغِ چمن نہیں سب ہیں جوابیوں میں

ہے دل میں گل رخوں کے بوئے دورنگ ضمی — ہرگز نشہ وفا کا نہیں ان گلابیوں میں

---

[1] جیوں۔ک۔ [2] دلبراں عاشقاں کے۔ ۳۹۱ ا۔ [3] ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر: سینہ صافی کی لاف جس میں ہے۔ شاید اوس دل میں کچھ صفائی نہیں۔ [4] اے سراج اب مرے سوں بات نکر۔ طبع میری بحال آئی نہیں۔ ۳۹۱ ا۔

اُس زلفِ عنبریں کے لکھتا ہوں وصف[1] از بس — ہے مشک کی سیاہی چینی رکابیوں میں

جیتاں تڑپ تڑپ کر مرنا[2] سسک سسک کر — فرہاد ایک جی ہے کیا کیا خرابیوں میں

مکر و وو چشم خوں میں[3] کرتے ہیں قتلِ عاشق — کیا اتفاق ہیگا دیکھو شرابیوں میں

پروانہ کیوں نہ ہوئے اوس پر سراج قرباں

وو یار شمع رو ہے کیا بے حجابیوں میں

۶۱

مجھ درد سیں[1] یار آشنا نہیں [۲۰۶۵] — شاید کہ کسی کا مبتلا نہیں

خوباں کوں روا ہی قتلِ عاشق — اس شہر میں رسمِ خوں بہا نہیں

نہیں[2] بار یزید بوالہوس کوں — ظالم کی گلی ہے کربلا نہیں

تجھ زلف میں دل[3] گم کیا راہ — اس پیچ گلی کوں انتہا نہیں

اے[4] شمعِ دلِ سراج مجھ کوں

جلنے کے بغیر مدعا نہیں

۱؎ صفت ہوں ۔ک ۔ ۲؎ خوبی ۳۱؎ و ۔ ۳؎ پیو حال مرے سوں ۔ من و ۲۱؎ ۔ ۴؎ کہ کار بار

۳۱؎ و و من ۔ اسکے بعد یہ دو شعر زیادہ ہیں ؛ ۔ زاہد توں نہ جانتا سو لب پیو پیاس ۔ اس تیر نگاہ کوں خطا نہیں

جز شربتِ وصل خوب رویاں ۔ بیماری عشق کوں دوا نہیں ۔ ۵؎ اے جان سراج مہر کیجو تجھ باج کسی سوں مدعا نہیں ۱۱

۶۲

زرد رنگی کوں بہارِ طرب افزا سمجھوں[1] ۲۰۶۵ — گلِ صد برگ کوں میں لالۂ حمرا سمجھوں

باغِ حسرت کا تماشا مجھے آیا ہے پسند — کفِ افسوس کوں برگِ گلِ رعنا سمجھوں

گلشنِ شوق میں ہوں مستِ مئے یک رنگی — پھول کوں ساغرِ مئے عشق کوں مینا سمجھوں

طپشِ دل ہے مجھے شاہدِ مقصود کا وصل — پیچشِ دودِ جگر زلفِ چلیپا سمجھوں

عالمِ آب ہے سیرابیِ گلزارِ جنوں — خطِ ساغر رگِ برگِ گلِ سودا سمجھوں

گر نظر آوے مجھے خواب میں وو نقشِ قدم — صورتِ آئینۂ چشمِ زلیخا سمجھوں

نقلِ ناز اصل میں ہے آئینۂ عینِ نیاز — گلِ تصویر کوں میں بلبلِ گویا سمجھوں

قبر میں اس لبِ جاں بخش کی آوے جو صدا — قم باذن اللہ اعجازِ مسیحا سمجھوں

عرس کا سیر مجھے آتشِ غم میں ہے سراجؔ
شعلۂ دل کوں چراغوں کا تماشا سمجھوں

۶۳

کام مت فرما اے ظالم جور و تلوار تیں[2] ۲۰۷۳ — تیغِ ابرو کوں سٹ کر آ عاشقِ بیمار تیں

۱؎ آوارہ۔ک۔ ۲؎ خنجر۔ک و [illegible]۔

کیونکہ ہوئے ہر ذرۂ معدوم کی والنگ پہنچ
بار نہیں خورشید کوں جس سایۂ دیوار تیں

ہجر کے داغوں سیں سینہ داغ ہی آسیر کر
اے صبا پیغام لے جا شوخِ گل تسدیں تیں

شوق کی شمشیر سیں کھتا ہے سینہ چاک چاک
جس کا پہنچا ہاتھ مثلِ شانہ زلفِ یار تیں

یوں تمنا دل میں ہے میرے کہ ہو جمشیدِ وقت
جام بھر دے مجھ کوں آگے اُو خطِ زنار تیں

جو ہوا منصور پایا ہے حقیقت کا نشاں
بوالہوس کوں نہیں رسائی عشق کے اسرار تیں

دل میں ہے داغِ جنوں سب کھاؤں اے سراج
گر رسائی مجھ کوں ہووے اس پری رخسار تیں

۶۴

۲۰۸۱

حیف اس گلزار میں سروِ سہی بالا نہیں
پہ چہرہ نافرمانی و خطِ نازبو والا نہیں

صحنِ گلشن میں گل و بلبل کوں یکجا دیکھ کر
داغ ہوتے ہیں کلیجے میں کہ وو لالا نہیں

پیچ کھا کھا کر ہماری آہ میں گرہاں پڑیں
ہے یہی سمرن تری درکار کوئی مالا نہیں

آہ و زاری پر ہماری رحم کیا آوے اسے
جس نے خونِ دل میں طفلِ اشک کوں پالا نہیں

کیوں نہ بے کل ہو پکارے غم کی سختی میں سراج
عشق کی برچھی لگی ہے، جان سُر والا نہیں

۶۵

۲۰۸۶

تری نازک کمر کا ہے شبہ باریک بینوں میں ۔۔۔ خلل ہے ہو یا نہ ہوے نظارہ بازوں کے یقینوں میں

لگے چھپنے خجل ہو جو ستارے صبحِ صادق کے ۔۔۔ گر روشن ہوا کوئی آفتاب ان مہ جبینوں میں

تری آنکھوں کی کیفیت چمن میں دیکھ کر نرگس ۔۔۔ خجالت سیں گئی ہے ڈوب شبنم کے پسینوں میں

سلیماں زماں ہوں لالہ رخساروں کے کشور کا ۔۔۔ کیا ہوں نقش تیرا نام داغوں کے نگینوں میں

نکلنے دے سحر شمشادِ قد کوں گھر ستی باہر ۔۔۔ ہوا اے سروتوں بھی باغ کے بالا نشینوں میں

حقیقت ہجر کے دن کی کہے اور وصل کی شب کی ۔۔۔ کرے جو ختم قرآں ماہِ رمضاں کے شبینوں میں

پسندِ خاطرِ عشاق ہے بیت اُس کے ابرو کی ۔۔۔ رکھے ہیں کوئی[۱] سینوں میں لکھے ہیں کوئی سفینوں میں

بہار آئی لباسِ نونہالاں کیوں نہ ہو رنگیں ۔۔۔ بھرا ہے رنگ غنچوں کے گلابی آبگینوں میں

سراج اس شعلہ رو کے حسن کے گلشن کا ہے مالی
لگاتا ہے نہالِ آتشیں تازی[۲] زمینوں میں

۶۶

۲۰۹۵

اس لب کوں کب پسند ہیں ریشمی کٹوریاں ۔۔۔ لالہ کے پھول کی ہیں جیسے قہوہ خوریاں

دام و قفس نہ چاہیے دل کے شکار کوں ۔۔۔ کرتی ہیں بند آنکھ کے ڈوروں کی ڈوریاں

---

۱ کوئی تو — و۔ ۲ تازہ۔ک۔

ہے بس[1] کہ دورِ ساغرِ چشمِ پری رخاں — گر گئی ہیں دل کے طاق سیں نرگس کی خوبیاں

ہنستے ہو کیوں جو تم نے مرا دل نہیں لیے — معلوم ہوئیں تمہاری نگاہوں کی چوریاں

اب غم کی رات سیرِ چراغاں ہے اے سراج

یہ اشک گرم تیل ہے آنکھیں سکوریاں

٩٦

٢١٠٠

تنزیہ میں اگرچہ ہے صاحب کتاب توں — تشبیہ کی کتاب کا ہے انتخاب توں

کوئی حمد کوئی نعت میں مشغول ہے تری — ہے دو نو مرتبے میں لیاقت مآب توں

احمد کہوں احد کہوں میں تجھ کوں کیا کہوں — کہیں بے حجاب کہیں ہے سراسر نقاب توں

پایا ہے تیرے نور سیں سب خلق نے ظہور — ذراتِ کائنات کا ہے آفتاب توں

اگر لباسِ رنگ میں بلبل کا دل لیا — ہرچند ہے خلاصۂ بوئے گلاب توں

ہے بحر و کاں کوں فیض ترے نور و نم کا — یاقوت میں ہے آگ توں موتی میں آب توں

میں تشنہ لب لالِ سحابِ کرم کا ہوں — کشتِ امید کوں مری مت رکھ خراب توں

سیمابِ دل کوں آتشِ دوری کی ہے تب — کب لگ کرے گا رفع مرا اضطراب توں

اس موسمِ بہار میں ساقی مجھے پلا — جامِ عطا سیں بزمِ بقا کی شراب توں

اس مدعا کا گرچہ سزاوار میں نہیں — کر آخری دعا کوں مری مستجاب توں

---

[1] جب سوں۔ ک۔

پروانہ ہے سراج تری شمعِ حسن کا
میں خانہ زادِ خسروِ عالیجناب توں

۶۸

۲۱۱۱

کیا بلا کا ہے نشہ عشق کے پیمانے میں — کوئی ہوشیار نہیں عقل کے کاشانے میں
ڈوب جاتا ہے مراجی جو کہوں قصۂ درد — نیند آتی ہے مجھی کوں مرے افسانے میں
دل مرا زلف کی زنجیر سیں ہے بازی میں — اپنے اس کام کا کیا ہوش ہے دیوانے میں
کیا مزے کا ہے ترے سیبِ زنخداں کا خال — لذتِ میوۂ فردوس ہے اس دانے میں
اس ادب گاہ کوں تو مسجدِ جامع مت بوجھ — شیخ بے باک نہ جا گوشۂ مے خانے میں
آنکھ اوٹھاتے ہی مرے ہاتھ سیں مجکوں لے گئے — خوب استاد ہو تم جان کے لے جانے میں
خوش ہوں میں صحبتِ مجنوں سیتی اے عقل کلام — آشنائی کی کہاں باس ہے بیگانے میں

شعلہ ہے آبِ حیاتِ دلِ مشتاق سراج
اس سمندر سیں بڑا فرق ہے پروانے میں

۶۹

۲۱۱۹

تغافل کیا ہے جانے تم کوں یسے یارِ جانی سیں — ایدھر بھی مسکرا دیکھو نگاہِ مہربانی سیں
قفس میں غم کے بیٹھا خموش اے آئینہ رو تم بن — ملاؤ طوطیِ دل کوں مری شیریں زبانی سیں

خیابانِ جگر میں داغ کے گُل لہلہاتے ہیں — اُبلتا ہے مری آنکھوں کا حوضِ آنسو کے پانی میں

لگاؤ ایک دم شمشیر تا تن سیں جدا ہووے — مرا سر بار ہے مجھ پہ تمہاری سرگرانی سیں

جدھر کوں دامنِ صحرا میں دیکھو پھول لالے کے[1] — کرو معلوم[2] لختِ دل کوں داغوں کی نشانی سیں

رواں ہے طبع میری شعر زر انگیز کہنے میں — مگر پائے ہیں[3] تعلیم اشکِ حسرت کی روانی سیں

بنفشی جامہ مت بر میں کرو اے شوخِ نافرماں — مرا دل خوف کرتا ہے بلائے آسمانی سیں

جھنکنا کیا سبب دامن سیں اپنے خاکساروں کوں — تعجب ہم کوں آتا ہے تمہاری قدردانی سیں

سراج اس شمع رو کے دل میں ہرگز رحم نہیں آتا
پتنگوں کی طرح کیا فائدہ اِس جاں فشانی سیں

۶۰

۲۱۲۸

کیا ہے سیرِ چمن جب سیں وو گُلِ رنگیں — ہے موجِ خندۂ گُل بلبلوں کوں چینِ جبیں

ہوا ہے شہرۂ شہر انتظار میں اوس کے — سوادِ دیدہ مرا ہے بیاضِ نقشِ نگیں

جسے ہے راحتِ دل قدرِ عشق کیا بوجھے — کہ سنگِ راہِ محبت ہے منزلِ تسکیں

نہیں ہے مستِ محبت کوں احتیاجِ شراب — ضعیف بینش ہے چشمِ عینک میں

---

[1] لالہ۔ [illegible] ۔ [2] کہ پچھانو۔ [illegible] ۔ [3] پائے ہیں اوس کی حیرت۔ [illegible] ۔

تمام گنجِ خفی کا کیا ہے سیر سراج
صفا کی راہ میں ہے جس کے پاس شمعِ یقیں

۱۷

۲۱۲۳

کیا ہے کشورِ دل کوں تمہارے ظلم نے ویراں — کروگے مہر سیں کب لگ ہمارے درد کا درماں

رہوں یہ آگ میں کب لگ نہیں ہے طاقتِ دوری — جلا ہوں آتشِ غم میں کہاں ہے وو مہِ رخشاں

تمہارے خنجرِ غم سیں ہوا ہوں بسملِ حیرت — ہوا ہے چشمۂ آئینہ میرا دیدۂ گریاں

نہیں ہے شمع کی پروا کہ تیرا جلوۂ عارض — ہماری مجلسِ دل میں ہوا ہے چاند سا تاباں

سراج اس آرزو میں ہے یہی ہے فکر میں ہر دم
کہاں ہے اُس کوں یہ ساماں جو تجھ بر پر کرے قرباں

۲۷

۲۱۲۸

خدا جانے صبا نے کیا کہی غنچوں کے کانوں میں — کہ تب سیں دیکھتا ہوں عندلیبوں کوں فغانوں میں

کیا ہوں سیرِ حسنِ دل کی یکرنگی کا گلشن میں — عوض بلبل کے برگِ گل پڑے تھے آشیانوں میں

نبی اس دلبرِ یاقوتِ لب نے منہ لگایا ہے — نہ پوچھو خود بخود آیا ہے رنگِ سرخ پانوں میں

نسخہ دلربا۔ کہ۔ اس کے بعد کی غزلیں ح و ۱۳۳۵ء میں نہیں ہیں۔ عہ مرت ۱۳۹۱ ل۔ ا سیلطح ہے

الف قد کے خیالِ زلف میں جب سیں پریشاں ہیں　　اسی دن سیں ہے حرفِ لام شانوں کی زبانوں میں

سراج اس شمع رو کوں کیا ہے غم عاشق کے جلنے کا
یہی ہے ایک پروانہ ہمارے قدر دانوں میں

۷۳

۲۱۴۳

جب سیں وہ مخمور چشم نیم خواب آتا نہیں　　مجلسِ عشاق میں جام شراب آتا نہیں

جب سوال بوسہ کرتا ہوں میں گلِ رخسار سیں　　لب سوں اس خاموش لب کے کچھ جواب آتا نہیں

نغمۂ داؤدی سُن از بس کہ بے آرام ہوں　　گرچہ ہوئے بسترِ مخمل تو خواب آتا نہیں

حشر میں جل آتشِ دوزخ سیں ہوئے خاک وہ سراج
جس کی خاطر میں خیالِ بوتراب آتا نہیں

۷۴

۲۱۴۴

ہر ایک ادا پہ تری وار وار ہوتا ہوں　　ہر ایک بار میں جی سیں نثار ہوتا ہوں

ترے فراق میں اے جان جان جاتا ہے　　شتاب آ کہ نپٹ بے قرار ہوتا ہوں

ہزار شکر کہ جاناں سیں چار چشم ہوا　　عجب کہ ایک سیں دو ہو کہ چار ہوتا ہوں

کبھی جو شوق میں جاتا ہوں گلبدن کی طرف　　رقیبِ شوخ کی انکھوں میں خار ہوتا ہوں

سجن کے کاکلِ مشکیں کوں دیکھ کر یک دم　　پرت کے جال میں جی سیں شکار ہوتا ہوں

ہر آشناں سیں نراسی ہوا ہوں آخر کوں   وو گلبدن کے گلے کا میں ہار ہوتا ہوں

کیا ہوں کعبۂ معنی کا قصد[1] مثل سراج

خیالِ عالمِ صورت سوں نار ہوتا ہوں

۷۵

۲۱۵۴

آئینہ رو کے شوق میں حیراں ہوا ہوں میں   زلفوں کوں اس کی دیکھ پریشاں ہوا ہوں میں

ہے خونِ دل شراب مجھے اور گزک جگر   جب سوں پرت کی بزم میں مہماں ہوا ہوں میں

آبِ حیاتِ وصل سیں وے مست جادو دل   غنچہ سوں تجھ فراق کے بے جاں ہوا ہوں میں

سینہ کے داغ کس کوں دکھاؤں میں کھول کر   دل کے لہو میں ڈوب کے غلطاں ہوا ہوں میں

مدت[2] سوں تھا زیارت کعبہ کا مجھ کوں ذوق   تیری بھواں کوں[3] دیکھ کے قرباں ہوا ہوں میں

بے تاب ہو کے یوسف ثانی کی یاد میں   کہتا ہے دل پکار کے کنعاں ہوا ہوں میں

اس مست نیم خواب کی انکھیوں کوں دیکھ کر   مجلس میں غم کی شوق سیں گریاں ہوا ہوں میں

اس ماہ رو کوں دیکھ کے جیوں شمع اے سراج

اپنے عرق کے شرم سیں پنہاں ہوا ہوں میں

---

[1] مقصد۔ ب ۳۹۱ ا۔ [2] ۳۹۱ ا میں اس کے بعد یہ شعر زائد ہے۔ دل کے چمن میں جب سیں لگا ہے اسے فراق

تری بھواں کے دیکھ کہ قرباں ہوا ہوں میں۔ [3] کے ۳۹۱ ا۔

۷۶

کیا بلا سحر ہیں سجن کے نین ۲۱۶۲   بے تجمل جس انگے ہرن کیے نین

مجھ پہ کرتے ہیں یار کا جادو   اس ستمگارِ سحر فن کے نین

گردشِ مے سوں آج فارغ ہے   جن نے دیکھے ہیں مدہوش نین کیے نین

آرزو میں تری اے نورِ نظر   منتظر ہوں کھلے ہیں من کے نین

شور ڈالے ہیں سارے عالم میں   دلبرِ شکریں سخن کے نین

گلِ نرگس اگر نہیں دیکھا   دیکھ[۱] یکبار گلبدن کے نین

کیوں نہ ہووے ہجر بے خبر سوں سراجؔ
ہوش کھوتے ہیں من ہرن کے نین

۷۷

دوں ہجر کی لگی ہے ترے باج من منیں ۲۱۶۶   سلگی برہ کی آگ مرے تن بدن منیں

ہرگز نہیں ہے سیرِ گلستاں کی آرزو   بن گلبدن کی بیں ہے گلِ یاسمن منیں

ہر صبح تجھ نثار کوں لائے آفتاب دُر   موتی ہیں جیوں طبق میں ستارے گگن منیں

۱؎ دیکھے۔ ک

یک پل مری نگاہ سوں تو نا نہیں جُدا — پتلی ہو آ بسا ہے سجن مجھ نین منیں

کہنے میں بات بیدلِ بیجا کوں جی دیا — اعجازِ عیسوی ہے ترے ہر سخن منیں

تجھ لعلِ لب کی یاد کیا جب سوں نقش دل پہ — شہرت ہوئی ہے نام ترے کی یمن منیں

دے مجلسِ وصال میں پروانگی مجھے

جلتا ہوں جیوں سراج برہ کی اگن منیں

۶۸

۲۱۷۶

جب میں پیو کا جمال دیکھتا ہوں — حیرت کا خیال دیکھتا ہوں

تجھ مکھ پہ عیاں ہے سورۂ نور — قرآن میں خال دیکھتا ہوں

قمری کی عجب صدا ہے پرسوز — ہر سرو پہ حال دیکھتا ہوں

یہ کاکلِ حلقہ دار تیرا — مجھ جیو کا کال دیکھتا ہوں

پتلی کی نگاہ انکھیاں پہ عینک — تیرا خط و خال دیکھتا ہوں

اے گلشنِ ناز تجھ قدم سوں — ہر گل کوں نہال دیکھتا ہوں

مانند سراج غم میں جلناں

ہر کس کوں محال دیکھتا ہوں

523

ردیف ۔ و

۱

۲۱۸۹

تری گلی کا جو نہیں عزم اے بتِ دل جو | تو کیوں چلے ہیں مجھ آنکھوں ستی نکل آنسو

مگر ہے ذوق[1] کہ سیپارہ گل کا حفظ کریں | کئے ہیں قطرۂ شبنم سیں بلبلوں نے وضو

دھڑی مسی کی جما بیٹھ کر کہ پان کھاتے[2] ہو | کسی شہید کے شبخوں کا ہے مگر قابو

بہار جوش میں ہے رشتۂ رگِ گل سیں | ہوا ہے چاک گریبانِ عندلیب رفو

وو سرو قد کوں مگر دیکھ فاختے اوڑ گئے | کہ آج قمریِ گلشن نے بھول گئی کوکو

نہیں ہے غم سیں مجھے دودِ آہِ نومیدی | ہے زیبِ چہرۂ مقصود کوں یہی گیسو

برہ کی یاد ستی بجھ گیا سراج کا دل
جمال اپنا دکھا اے نگارِ آتش خو

۲

۲۱۹۰

تم اپنے لب کی مصری کا مجھے شربت پلا جاؤو | برہ کا جان کندن سخت ہے پانی چوا[3] جاؤو

---

[1] شوق ۔ک ۔ [2] کھائے ہیا ۔ک ۔ [3] چوہا ۔ ۲۱۹۱ و ۔

کبھو تمھیں خوب کوئی ہے جب مرے سیں آشنا ہو گے — لو تو خوب ہے میرے سخن کے رمز پا جاوٗ

نہایت باغ میں سرو آکوں خوش قد کہاتا ہے — تم اپنے اس ٹنک چلنے کی چھب اگر دکھا جاوٗ

مری انکھوں کے دو نو پٹ کھلے ہیں انتظاری میں — بہانا مت کرو تم کوں جو آنا ہے تو آجاوٗ

نظر ہے گر تمہیں جاں بخشیِ فرہادِ بیجاں پر — لبِ شیریں سیں اپنے دو سخن میٹھے سنا جاوٗ

سبق کوں جو صلے کے بھولتا ہو مکتبِ غم میں — تم اپنا درس دیگر حرفِ خاموشی بتا جاوٗ

سراج اس آرزو میں ہے کہ اپنی بادِ دامن سیں
کسی دن آکے شمعِ ہوش کوں اس کی بجھا جاوٗ

۳

۲۱۹۷

بے رحم نہ ہو عاشقِ رسوا کی خبر لیو — گل حق نے کیا بلبلِ شیدا کی خبر لیو

پاتا نہیں گلشن میں سراغِ دلِ وحشی — ٹک کام کرو دامنِ صحرا کی خبر لیو

کس سرو سہی قد ستی اٹکا ہے مرا دل — معلوم نہیں عالمِ بالا کی خبر لیو

پتھر بھی نہیں ہے شررِ شوق سیں خالی — بیتابیِ نبضِ رگِ خارا کی خبر لیو

---

۱ ۳۹۱ و۔ مصرعہ اول؛ ثانی۔ ۲ ذرا اپنے۔ ۳۹۱ ا۔ ۳ اگر جانا۔ ۳۹۱ و۔ ۴ ہجراں۔ ک
۵ ٹک۔ ۳۹۲ و۔ ۶ میری۔ ۳۹۱ و۔

اکثر ہے پریشانی و جمعیتِ دل کم — دیکھو تو ستاروں میں ثریا کی خبر لیو

آسان نہیں نام گہر پاشیِ احساں — کیوں خشک ہے پانی[1] لبِ دریا کی خبر لیجو

ہے بے خودیٔ دل کا اثر لطف میں اس کے — جب سنگ ہوا آب تو مینا کی خبر لیو

شہبازِ[2] حقیقت کا مکاں گوشۂ دل ہے — اس قاف میں جا آ پہوچیں عنقا[3] کی خبر لیو

جلتا ہے[4] سراج آتشِ ہجرت میں تمہاری

دل سوختۂ شعلۂ سودا کی خبر لیو

۴۳

۲۲۰۶

تجھے کہتا ہوں اے دل عشق کا اظہار مت کیجو — خموشی کے مکاں[5] میں بات و گفتار مت کیجو

محبت میں دل و جاں عیش و عشرت سب اکارت ہے — کہو کوئی عقل کوں جا کر بڑا ابسار مت کیجو

میوۂ[6] نقدِ دعا کے مفت ہے دشنام اس لب سیں — ارے دل عشق کے سودے میں پھر تکرار مت کیجو

---

۱ پانیں۔ ح۔ پانیں ۳۹۱ او ۵۵۰۶ ل۔ ۲ صہبائے۔ ۳۹۱ ا۔ ۳ آب۔ ۵۵۰۳ ل

۴ کہتا ہے سراج آگ میں تجھ عشق کی جل جل۔ ۳۹۱ و ب ۵ تجھ گر۔ ۳۹۱ ا ۔ ۶ ۳۹۱ و میں شروع کے

دو شعر زیادہ ہیں۔ غنیمت ہے اگر دشنام دیوے ہو دعا بدلے۔ پرت بازار کے سودے میں پھر تکرار مت کیجو۔ مرے دل کوں اے ناصح مت ستا

ہاں نصیحت کیجے۔ دیوانا ہے دیوانے کوں تا آزار مت کیجو۔ لی مجھ دل کوں میاں تس پہ کیا منظر ہے۔ کیا یکس الحی اعلام تجھ اتو مت کیجو

او سے انچا ہے ظالم، دلم نے تجھ مہربانی کے ہمارے سینۂ[1] دل اوپر ستم کا وار مت کیجو

اگر خواہش ہے تجکوں اے سراج آزاد ہونے کی
کمندِ عقل کوں ہرگز گلے کا ہار مت کیجو

۵

دامن سیں مجکوں گرد سمجھ[2] دور مت کرو ۳۲۲ ٹکیں دلی سیں شیشۂ دل چور مت کرو

کس نے کہا ہے تم کوں کہ شہر خرد[3] تمام ویران کرکے پھر اوسے معمور مت کرو

مہتاب رو[4] مرے کوں کہو دن ہے وصل کا ظلماتِ ہجر سیں شبِ دیجور مت کرو

اس چشم[5] نیم خواب کا کافی ہے ایک دور تم آرزوئے بادۂ انگور مت کرو

آئینۂ سکندری دل اگر ملے ہرگز تلاشِ چینیٔ فغفور مت کرو

ہے مجھ جگر میں داغ محبت کا پھر او سے خارِ جفا کے زخم سیں ناسور مت کرو

پنہاں رکھو جگر میں برہ آگ جیوں سراج
پوشیدہ رازِ عشق کوں مشہور مت کرو

---

[1] ہمارے دل پر۔ م ۳۹۱ و۔ [2] تن۔ م ۳۹۱ و۔ [3] دکا کر۔ م ۳۹۱ و۔ [4] چند رکھی۔ م ۳۹۱ و
[5] پیتم کی چشم مست میں دیکھوں نگاہ کر۔ م ۳۹۱ و۔

٦

۲۲۱۸

مثالِ عکس سب کی آنکھ کے درپن کے اندر ہو — ہو معلوم یوں ہم کوں کہ طالع کے سکندر ہو

خمارِ غم سیں باہر کھینچتا ہے دردِ سر عاشق — شرابِ ناز پی کر بے خبر تم اپنے مندر ہو

نین راون ہیں ارجن بال پلکیں بھنوں دھنک بھیم کی — ہماری دل کی دکھ نگری کے راجہ رام چندر ہو

الف کھینچ آہ کا ہر دم صدائے آہ کرتے ہو — ارے میاں بی نوا دل، زور بانی کے قلندر ہو

سراج اس شعلہ رو سیں جب کیا اظہار جاں سوزی

کہا ہنس کر تمہارا کیا جلے گا تم سمندر ہو

۷

۲۲۲۳

اے شکار افگنِ دل، مائلِ نخچیر نہ ہو — تا[1] صفِ حشر میں تو[2] منکرِ تقصیر نہ ہو

راست کہتا ہوں کہ ان کج نظروں سے ملیا — اے ادا فہم مری بات سیں دلگیر نہ ہو

کو ڑ پینگے مری آہ کے یہ زہری ناگ — صندلی جامے ستی شاخ طلاگیر نہ ہو

خوف کر تیز نگاہی سیں کماں ابرو کی — بسملِ غنچۂ پیکانِ نئے تیر نہ ہو

یاد رکھ اے دلِ خوں گشتہ کہ جیو لکھ کے بیعل — جامہ زیبوں کے گریباں کا گلوگیر نہ ہو

لے یا ح ۔ لے بھر ۔ ۱۵۰۳ ۔

لہر نئی جیرے سیں کہہ بلبلِ دل کوں پیرے   موجِ گل کی سی طرح حلقۂ زنجیر نہ ہو

اہلِ حیرت پہ نہ ہو گرمِ غضب جانِ سراج

شمع افروختۂ مجلسِ تصویر نہ ہو

۸

۲۲۳۰

گناہِ اہلِ محبت کوں تم معاف کرو   نگاہِ تیز کی شمشیر کوں غلاف کرو

جسے ہے درد کا دعوا بزورِ سیدذی   تو اسکوں محکمۂ عشق میں خلاف کرو

علاجِ گرمیِ بلبل کوں رنگ کا شربت   حریر پارچۂ برگِ گل میں صاف کرو

اگر ہے ذوق تمہیں پردہ پوشیِ عالم   پلک کوں موند کے انکھوں کوں تم غلاف کرو

بہت محال ہے ہوناں سراج کی مانند

برہ کی آگ میں جلنے کی کوئی نہ لاف کرو

۹

۲۲۳۵

پی کر شرابِ شوق کوں بے ہوش ہوئے ہوش ہو   جیوں غنچہ لب کوں بند کر خاموش ہو خاموش ہو

۱؎ اے جان۔ ک۔ ۲؎ شوق۔ ۱۷۳۵ و۔ ۳؎ جگ کی پردہ پوشی کا۔ ۱۳۹۱ ا۔ ۴؎ بہت [illegible] و۔

ہو[۱] عاشقِ خونیں جگر جیوں لالہ اُس گل زار میں — کھا دل پہ داغِ عاشقی گلپوش ہو گلپوش ہو

تجھ کوں اگر ہے آرزو اس خوش ادا کے وصل کی — اے دل سراپا شوق میں آغوش ہو آغوش ہو

اُمڈا ہے دریا درد کا یارب مجھے رسوا نہ کر — آیا ہے جوش اس دیگ کوں سرپوش ہو سرپوش ہو

مجلس میں غم کی اے سراج اب وقت آیا دور کا

گر خون دل موجود ہے مے نوش ہو مے نوش ہو

۱۰

۲۲۷۰

مت مجھے مجروح تم تیغِ تغافل سیں کرو — تم ہیں عاشق کے کرو جو کچھ تامل سیں کرو

تیغِ ابرو سیں اگر دل چاک ہوئے عاشقو — تم رفو اس کا خیالِ تارِ کاکل سیں کرو

جو شہیدِ پیچ و تابِ زلفِ محبوباں ہوا — تختۂ تابوت اس کا شاخِ سنبل سیں کرو

حسن و عشق ازبسکہ ہیں یک رنگ باغِ دوستی — مو قلم تصویرِ بلبل کا رگِ گل سیں کرو

وحشیِ وحشتِ محبت ہے دلِ زارِ سراج

حلقۂ زنجیر اس کوں تارِ کاکل سیں کرو

۱۱

۲۲۷۱

دلِ پر جنوں پہ مرے حلقۂ کاکل کھینچو — گردنِ گل میں کمندِ رگِ سنبل کھینچو

---

۱ ہوں ۔ ک ۔

زہرِ شیریں نگہِ لطف کا کافی ہے مجھے
جان لینا ہے تو مت تیغِ تغافل کھینچو[1]

تپِ دل پر نگرِ شیخ کا تعویذ اثر
صفحۂ برق پہ مت نقشِ تحمل[2] کھینچو

دعویٔ عشق پہ گر گل کی سند رکھتے ہو
دلِ بے تاب ستی[3] نالۂ بلبل کھینچو

کھول کر دیدۂ جاں،[4] دل کا تماشا دیکھو
پردۂ چشم کا اس راہ میں مت پل کھینچو

عاشقو، سو خمِ صہبا سیں تمہیں کیا ہوگا
لبِ ساقی سیں مگر ساغرِ بے مل مجھ کھینچو

بس ہے اے گوشہ نشینو خمِ ابرو کا خیال
مدِ بسم اللہ دیوانِ توکل کھینچو

شرمِ عکسِ رخِ گل رو سیں ہوئی ہے پانی
آرسی سیں، ہے بجا گر، عرقِ گل کھینچو

چشمِ بینا کا جو ہے شوق تو مانندِ سراج
سرمۂ اصلیِ گردِ پئے دُلدُل کھینچو

۱۲

۲۲۵۴

کس نے کہا کہ دل پہ ہمارے ستم کرو
اے گلعذار لطف کرو اور کرم کرو

ہر بوالہوس کوں کب ہے شہادت[5] کا مرتبہ
شمشیر کوں نگاہ کی مت تم علم کرو[6]

---

۱ مت مرے قتل پہ شمشیرِ تغافل کھینچو ۔ ن۳۹۱ و ۔ ۲ مکامل ۔ ن۳۹۱ و ۔ ۳ سوں یک ۔ ن۳۹۱ و ۔ ۴ جیو ۔ ن۳۹۱ و ۔ ۵ پر ۔ ن۳۰۰ و ۔ ۶ بسمل ہو خاک و خوں میں تڑپتے ہیں عاشقاں ۔ ن۳۹۱ و ۔

محراب بیچ سجدہ ریائی ہے زاہدو — ان ابروؤں کوں دیکھ کے طاعت کوں خم کرو

مستی اگر ہے عشق کی اے عاشقو تمہیں — دل کوں شرابِ شوق ستی جامِ جم کرو

گلرو کی چشمِ مست مقابل چمن کے بیچ — نرگس جو سرکشی کرے اوس کوں قلم کرو

گر آرزو ہے لالہ رخوں کے وصال کی — سینے کوں داغِ عشق سیں باغِ ارم کرو

گر آبرو[1] ہے عشق کی ورکار جیوں سراج

پانی سیں اشکِ گرم کے چہرہ کوں نم کرو

۱۳

۲۲۶۱

تیغِ ابرو سیں لبِ زخم کوں خنداں نہ کرو — دامنِ دل کوں مرے چاکِ گریباں نہ کرو

یار کی چاہِ زنخداں کے اگر طالب ہو — پھر عبث[2] آرزوئے چشمۂ حیواں نہ کرو

کوچۂ[3] یار کی سو بار گدائی بہتر — خواہشِ سلطنتِ تختِ سلیماں نہ کرو

بسملِ تیغِ محبت پہ ستم بے جا ہے — اب مرے زخمِ جگر کوں نمک افشاں نہ کرو

ہے اگر تم کوں غمِ ذرہ نوازی پہ نظر — اپنے خورشید سیں رخسار کوں پنہاں نہ کرو

---

۱ گر انجو آبرو..... الخ م۱۲۹۱ و ۔ ۲ ماشقاں۔ م۱۲۹۱ و ۔ ۳ ملک خوبی کے اگر شاہ کے تم ہو گئے

گدا۔ م۱۲۹۱ و ۔

حسن کی تاب و کھا آب کئے ہو جانی   اس قدر چہرۂ درپن کوں پشیماں نہ کرو

بسترِ غم پہ ہے بیمار دل زار سراج
شربتِ وصل کے بن غیر کا درماں نہ کرو

۱۴

بے جب سیں اس لبِ شکر افشاں کی آرزو ۲۲۶۸   تب سیں نہیں ہے لعلِ بدخشاں کی آرزو

اوس سرو قد کی موجِ تبسم کا مبتلا   رکھتا ہے کب نہالِ گل افشاں کی آرزو

ناساز ہے دماغ محبت کوں بوئے گل   ہے گل بدن کے عطرِ گریباں کی آرزو

تاجِ سکندری ہے ترا نقشِ پا مجھے   ہرگز نہیں ہے تخت سلیماں کی آرزو

آئینہ رو کے وصل کا امیدوار ہے   ہر دم یہی ہے دیدۂ حیراں کی آرزو

الانتظار اشد من الموت ہے سراج
لیوے گی جان دلبرِ جاناں کی آرزو

۱۵

دلِ گلزار کوں میرے چمن اپنا بوجھو ۲۲۷۹   سینۂ چاک کوں برگِ سمن اپنا بوجھو

لے مجھے نقش پا ترا۔ ک۔

آرزو ہے مری آنکھوں میں رہو پتلی ہو — تم کوں دیدوں کی قسم یہ وطن اپنا ن بوجھو

جانِ شیریں ہے ولے نہیں ہے تمہارے تئیں عزیز — مجکوں تم عاشقِ فرہاد فنِ اپنا نا بوجھو

عشق میں جی سیں گذرنا قدمِ اوّل ہے — کوچۂ یار میں جامہ کفن اپنا بوجھو

ذبح کرتے ہو[1] تو بہتر ہے مجھے قربان کرو — ہے مرے حق میں یہ عید[2] پن اپنا بوجھو

گرچہ ہم ذرۂ بے قدر ہیں تم ہو خورشید — ہر طرح سیں ہیں آئے گلبدن[3] اپنا بوجھو

شکریں لب ستی برلاؤ تم امید سراج

خوب اوسے طوطیٔ شیریں سخن اپنا بوجھو

۱۶

دلبری بوالہوس کی حد سیں افزوں مت کرو ۲۲۸۱ — مفلسِ بے قدر کوں یک پل میں قارون کرو

مت چڑھاؤ آستیں تم قتل کرنے پر مرے — اپنے دامن کوں عبث آلودۂ خوں مت کرو

مہربانی کی طرح پہلی نہ بھولو یک بیک — بیتِ ابرو کوں تم[4] اپنی تازہ مضموں مت کرو

لذتِ مستی[5] اگر دل کوں تمہارے ہے عزیز — جیب تلک دیوانہ ہوئے تب لگ فلاطوں مت کرو

---

[1] ذبح کرا اپنے او پر وار کے قربانی دیو۔ ہے مرے حق میں رہی عید کا دن اپنا بوجھو ۳۹۱ ـــ ا۔ [2] جن ۳۹۱

[3] اپس کی۔ ۳۹۱ ا۔ [4] ۳۹۱ و اس شعر کا مصرعہ ثانی نیچے کا مصرعہ ثانی ہے۔

اپنے عاشق کوں دکھاؤ جلوۂ ایماں فریب   عقل کی رکھتا ہے بو زاہد کوں مجنوں مت کرو

مر دیے ہیں عاشقوں نے خون اپنے کوں سبیل   پنجۂ نازک کوں مہندی لاکے گلگوں مت کرو

چھوڑ دیو تا آتشِ حسرت میں جلکر خاک ہوئے   لاشۂ عاشق کوں مرنے بعد مدفوں مت کرو

عاشقوں کوں اس دو بالا کیف کی برداشت نہیں   خط کی سبزی لب کی شکر سات معجوں مت کرو

خود بخود بے خود ہوا ہے دیکھ کر تم کوں سراج
اس قدر ناز و ادا کا سحر و جادو مت کرو

۱۷

۲۲۹۰

اس لبِ لعل کوں تم شکرِ شیریں کہو   اس کفِ دست کوں گلدستۂ رنگیں کہو

شکنِ زلف سیں ایمان مرا چھین لیا   اس بتِ صاحبِ زنار کوں بے دیں کہو

یار کے ہجر سیں آیا ہے مرا جی لب پر   جان جاتا ہے مرا سورۂ یٰسین کہو

ناخنِ جور سیں مجھ دل کوں کیا ہے پر خوں   نہیں ہے مژگاں او سے تم پنجۂ شاہیں کہو

---

[1] اپنا سبیل۔ ۳۹۱ و۔ [2] لاؤ۔ ۳۹۱ و۔ [3] ۳۹۱ و۔ اس شعر کا مصرعِ ثانی نیچے کا مصرعِ ثانی ہے۔ [4] ہجر و افسوس ۳۹۱ و۔ [5] کوں برباد کیا۔ ۳۹۱ و۔ [6] دل۔ ۳۹۱ و۔ [7] جان کنعان میں ہوں کوئی۔ ۳۹۱ و۔ [8] ناخون۔ ک۔ [9] سید۔ ۳۹۱ و۔

حشر تک یار کے قدموں کی رہو خاک سراج
عاشقو دل کی محبت ستی "آمین" کہو[1]

۱۸

۲۲۹۵

کبھی تم مول لینے ہم کوں من سن بھاؤ کرتے ہو
کبھی تیرِ نگاہِ تند کا برساؤ کرتے ہو

کبھی تم سرد کرتے ہو دلوں کی آگ گرمی سیں
کبھی تم سرد مہری سیں جھنک کر باد کرتے ہو

کبھی تم صاف کرتے ہو مرے دل کی کدورت کوں
کبھی تم بے سبب تیوری چڑھا کر تاؤ کرتے ہو

کبھی تم موم ہو جاتے ہو جب میں گرم ہوتا ہوں
کبھی میں سرد ہوتا ہوں تو تم بھڑکاؤ کرتے ہو

کبھی لالا مجھے دیتے ہو اپنے ہات سیں پیالا
کبھی تم شیشۂ دل پر مرے پتھراؤ کرتے ہو

کبھی تم دھول اڑاتے ہو مری غصے سیں رس کے ہو
کبھی منہ پر حیا کا لا عرق چھڑکاؤ کرتے ہو

کبھی خوش ہو کہ کرتے ہو سراج اپنے کی جاں بخشی
کبھی اس کے بجھا دینے کوں کیا کیا داؤ[2] کرتے ہو

---

[1] ۲۹۱ و کے اضافہ شعر:- دستِ گل پائے گل و رخسار گل و عارضِ گل۔ یار کے قد کوں سراپا تم گلِ رنگین کہو۔ بسملِ تیغ تغافل نہ کرو عاشق کوں۔ کس ستمگار کی ہے رسم کہ آمین کہو۔

[2] داؤ۔ ک۔

۱۹

۲۳۰۲

ہمارے پر ترش ابرو کئے ہو ۔۔۔ رقیبوں کی طرف اب رو کئے ہو

نمک رکھتے ہو میرے زخمِ دل پہ ۔۔۔ عجب مجھ درد کی دارو کئے ہو

تم اپنے[1] خندۂ پنہاں سیں مگر و ۔۔۔ ہمارے[2] قتل کا قابو کئے ہو

دکھا کر من ہرن انکھوں کی گردش ۔۔۔ دل و دیں کوں رم آہو کئے ہو

کئے[3] ہو اہتمامِ ناز جب سیں ۔۔۔ ہمارے صبر کوں یکسو کئے ہو

ہوا ہے چھوٹناں دشوار جکوں ۔۔۔ شکارِ حلقۂ گیسو کئے ہو

سراج اب کیوں نہ ہووے حیران و مدہوش
نگاہِ ناز سیں جادو کئے ہو

۲۰

۲۳۰۹

حالِ دل اشک و آہ سیں پوچھو ۔۔۔ نہیں غلط دو گواہ سیں پوچھو

دلِ آشفتہ کا مرے احوال ۔۔۔ اُس کی[4] زلفِ سیاہ سیں پوچھو

۱؎ سر بجن خندۂ پنہاں سوں اپنے۔ ۱۳۹۱ و ۔ ۲؎ عجب مجھ قتل کا ۱۳۹۱ ا۔ ۳؎ ایس کے اہتمام دلبری سوں۔ ۴؎ اپنی۔ ک۔

لشکرِ عقل کیوں کیا غارت   بے خودی کی سپاہ سیں پوچھو

روشنی اس جمالِ روشن کی   تابشِ مہر و ماہ سیں پوچھو

چہرۂ عاشقوں کا حال[1] تمام   زردیِ رنگ کاہ سیں پوچھو

بے گناہوں کوں کیوں کرے شہید   اپنی تیغِ نگاہ سیں پوچھو

تم بناتے[2] ہے سراج دِوانواں دِل

اسکوں تم آکہ چاہ سیں پوچھو

۲۱

۲۳۱۶

ہے زلفِ یار حلقۂ زنجیر ہو بہو   ابرو ہے جیوں کمان پلک تیر ہو بہو

اس خط کوں شرحِ مصحفِ دل سر ا ئمت کہو   ہے سورۂ جمال کی تفسیر ہو بہو

باریکیِ خیال ستی مو قلم بنا   کھینچا ہوں دل پہ یار کی تصویر ہو بہو

دل کے ورق پہ زخمِ جدائی سیں یار کی   شنگرف سیں لہو کی ہے تحریر ہو بہو

---

[1] رنگ ۔ ۳۹۱ ۔ ا ۔

[2] تم نباہی ۔ ۳۹۱ ۔ ا ۔

کہتے ہیں اتفاق سیں سب بلبلانِ ہند — تیری گلی ہے گلشنِ کشمیر ہو بہو

رخسارِ یار دیکھ کے معلوم یوں ہوا — مصحف لکھا ہے کاتبِ تقدیر ہو بہو

گل لینے اشکِ گرم کا پتلی کی شمع میں

ہیں دو پلک سراج کی گل گیر ہو بہو

---

[1] تجھ مکھ کوں دیکھ کر مجھے ۔ ۳۹۱ ا ۔

ردیف ھ

۱

اے دوست تلطف سیں مرے حال کوں آ دیکھ　　سینے کی اگن مہر کے پانی سیں بجھا دیکھ

صادق ہوں مجھے بوالہوس اے جان توں مت جان　　شمشیرِ تغافل دلِ زخمی پہ چلا دیکھ

پیاسا ہوں تری تیغ کے پانی کا ہر اک دم　　باور نہیں یہ بات تو یک بار پلا دیکھ

مجھ آہ کی گرمی سیں جھڑے پھول چمن کے　　اے سروِ گلستانِ ادا باغ میں جا دیکھ

بندہ ہوں ترا خواہ کرم خواہ جفا کر　　جس طرز ترے شوق میں ہو مجھ کوں جلا دیکھ

نقدِ دلِ خالص کوں مری قلب توں مت جان　　ہے تجھ کوں اگر شبہ تو کس دیکھ تپا دیکھ

تجھ لب کے تبسم میں ہے اعجازِ مسیحا
اے جانِ سراجؔ اِس دلِ بے جاں کوں جلا دیکھ

۲

جلوہ جاں فزا دکھا تا رہ　　دلِ بے جان کوں جلا تا رہ

۱ے خواہ میا خواہ ستم ۔ ۲ے ۲۹۱ و ۔ ۳ے طرح ۔ ک ۔ ۴ے ۲۹۱ و کا اضافہ شعر: تجھ غم سوں ہوا سخت جگر لعلِ بدخشاں ۔ از بہر خدا مجھ طرف اے کان حیا دیکھ ۔

دل ہمارا غریب خانہ ہے — گاہ گاہ اِس طرف بھی آتا رہ

خشک ہوتے ہیں مم بدم لبِ زخم — آبِ شمشیر کا پلاتا رہ

عشق آتا ہے فوجِ غم لیکر — تجھ کوں کہتا ہوں ہوش جاتا رہ

تاکہ خوش ہوئے گلبدن بلبل — اکثر اپنی غزل سناتا رہ

منصبِ عشق ہے اگر تجھکوں — نوبتِ آہ کوں بجاتا رہ

شمع رو سیں سراج جاکر بول
کہ پتنگوں کوں مت جلاتا رہ

۳

۲۳۳۷

لیا ہے ہات میں ساقی شراب کا شیشہ — کہاں رہیگا سلامت حجاب کا شیشہ

خبر بہار کی سُن بلبلیں ہوئیں بے ہوش — لے آؤ غنچۂ گل سیں گلاب کا شیشہ

لباسِ اہلِ چمن کیوں نہ ہوے سرخِ افشاں — ہے غنچۂ گل لالہ شہاب کا شیشہ

ہے ذوقِ بادہ کشی زاہدِ ریائی کوں — بھرو شراب سیں شکلِ کتاب کا شیشہ

عجب کہ غفلت و بینش میں لازم و ملزوم — بغیرِ چشم نہیں رنگِ خواب کا شیشہ

ہوس نے واز کیا رازِ سینۂ زاہد — ہوا سیں پھوٹ گیا اس حباب کا شیشہ

شرابِ نورِ جلالی سیں بس کہ ہے لبریز
سراج چرخ میں ہے آفتاب کا شیشہ

۴

ہوا ہے مہرباں وہ مہ کمر آہستہ آہستہ — کیا مجھ آہ نے شاید اثر آہستہ آہستہ

کیا ہے مسکرا کر بات مثلِ پھول گل رو نے — نہالِ عشق نے لایا ثمر آہستہ آہستہ

پلا کر[1] جام اپنی چشم کی گردش سیتی دیکھے — کیا ساقی[2] نے مجکوں بے خبر آہستہ آہستہ

طفیلِ[3] سوزشِ دل منزلِ جاناں کوں پہنچا ہوں — ہوئی ہے آہ میری راہبر آہستہ آہستہ

گلی میں اس پری رو کی کیا ہے عزم لونے کا — نکالا مرغِ دل نے بال و پر آہستہ آہستہ

مرے حالِ پریشاں کی حقیقت کوں سنا جا کر — صبا کوچے میں گل رو کے گزر آہستہ آہستہ

سراج اس شوخ نے درپیش لایا مدِ ابرو کوں
مرا دل کیوں نہ ہوئے زیر و زبر آہستہ آہستہ

۵

۲۳۵۱

ہوائے نائرۂ غم میں سینہ ؟ آہ — شرر فشاں ہے ہر ایک دم جگر میں اخگر آہ

برہ کی آگ میں کب لگ مثالِ شمع جلوں — شبِ فراق درازی میں ہے برابر آہ

---

[1] پس کی گردش آنکھاں کا دے کر جام عالم کوں ۔ ۳۹۱ و ۔ [2] اس کی نگہ نے ۔ ۳۹۱ و ۔ [3] ندارد ۔ [4] بول گردیں ۔ ۳۹۱ و ۔ [5] اس کے گرگز ۔ ۳۹۱ و ۔

عجب نہیں جو بہے خونِ دل مجھ آنکھوں سیں | جگر شگاف ہے ہر لحظہ نوکِ خنجرِ آہ
کیا ہے جوش مرے دل میں خونِ سودا نے | بجا ہے گر رگِ دل پر لگاوے[1] نشترِ آہ
لکھا ہوں شکوۂ زلفِ دراز سروقداں | کتابِ سینہ اوپر کھینچ تارِ مسطرِ آہ
رواں ہے قافلۂ اشک راہِ چشم ستی | ہوا ہے عرصۂ[2] دل میں ہجوم لشکرِ آہ

عجب ہے گر نہ جلے پنبہ زارِ عقل سراج
جگر میں شعلہ فشاں ہے ہمیشہ اخگرِ آہ

٦

۲۳۵۸

عجب ہے خوشنما اس دلبرِ مخمور کا طرّہ | رکھا ہے کیا مگر دستار اوپر نور کا طرّہ
مرے داغِ جگر کوں ہے شفا[3] اُس کے ملنے میں | بغیر[4] از مرہمِ کافور نہیں ناسور کا طرّہ
مرا[5] دل جل کے سرمہ ہو ہوا منظورِ سنگیں دل | تجلی شعلۂ انوار کی ہے طور کا طرّہ
سہا[6] ہوں غم کی تاریکی کوں جب تک پہنچا ہے | صنم کی زلفِ مشکیں ہے شبِ دیجور کا طرّہ

---

۱ گے۔ مخ ۲۹۱ اور مخ ۵۸۵ ا۔ ۲ جب سوں جگر۔ مخ ۲۹۱ ا۔ ۳ ملنے سوں پیتم کے۔ مخ ۲۹۱ ا۔
۴ سوائے۔ مخ ۵۸۵ ا۔ ۵ اس۔ مخ ۲۹۱ ا۔ ۶ ہوا ہے جل کے دل سرمہ دلے منظورِ جاناں ہے۔ تجلی
شعلۂ انوار کی ہے نور کا طرہ۔ مخ ۲۹۱۔ ۷ انا الحق کے چمن کا سرو بلبل کوں سماں نہیں۔ سیا ہے دل سی اس باغ میں منصور کا
طرہ۔ مخ ۲۹۱ ا۔

شرابِ ناب دے ساقی کہ گلشن میں ایک جا
رکھا ہے تاکِ سر پر خوشۂ انگور کا طرّہ

سراج آزاد ہے سب سیں نہیں ہے طالبِ جنّت
کمندِ گردنِ زاہد ہے زلفِ حور کا طرّہ

۷

۲۳۶۸

ہے حجابِ دوست دامنگیرِ آہ
نہیں تو جاتا چرخ اوپر تیرِ آہ

اشک کے شنگرف سیں لکھتا ہوں میں
صفحۂ دل کے اوپر تصویرِ آہ

سلسلے میں عشق کے آیا ہے وو
جو ہوا پابستۂ زنجیرِ آہ

جامۂ فانوس کیوں ہووے آسماں
تکمۂ دل ہے گریباں گیرِ آہ

مہرباں ہے شمع رو مجھ پر سراج
مدّتوں کے بعد ہوئی تاثیرِ آہ

۸

۲۳۶۹

اس من ہرن کی زلفِ شکن در شکن کوں دیکھ
ہر ایک شکن میں نافۂ مشکِ ختن کوں دیکھ

اے دل اگر ہے ماندگیِ راہِ غم تجھے
حلقہ میں زلفِ یار کے حب الوطن کوں دیکھ

۱؎ جانِ جاناں مہرباں ہے مجھ اوپر۔ ۱؎ اے سراج اب ہے مگر تاثیرِ آہ۔ ۲۹۱ و ۔ ۲؎ پیو کی زلف۔ ۳۵ ا ۔

دیکھا نہیں جو گلشنِ امید کی کلی — اس گلعذارِ غنچہ دہن کے دہن کوں دیکھ

یک پل میں مجھ سیں جان کے انجان[1] ہو گیا — اس دیدہ بازِ شاہدِ پُرفن کے فن کوں دیکھ

گل گل ہوا ہے داغِ محبت سیں[2] دل مرا — گر آرزو ہے سیر کی آ اس چمن کوں دیکھ

میری طرف سیں ظالمِ خوں ریز کوں کہو — یک بار اپنے بسمل خونیں[3] کفن کوں دیکھ

بے جا نہ کر توں لاف دلیری کی[4] اے سراج
اس تند خو کے ابروئے شمشیر زن کوں دیکھ

۹

۲۳ ۷۶

تب تو لگتا تھا مجھے خوب آشنائی کا مزہ — میں نہ جانا تھا کہ یوں ہوگا[5] جدائی کا مزہ

خوش لگی تھی ہم کوں اوّل مہربانی کی طرح — اب ہوا معلوم تیری بے وفائی کا مزہ

کوئی صاحب دل نہ چھوڑے گا تمہارے دام سیں — بے طرح تم کوں پڑا ہے دلربائی کا مزہ

لذتِ دشنام تیری کی چکھا ہے چاشنی — ذائقے کوں کب پسند آوے مٹھائی کا مزہ

خوب نہیں تلخی کدورت کی اے شیریں لب تجھیں[6] — ترش روئی چھوڑ کر دیکھو صفائی کا مزہ

---

۱ پھر۔ ۳۹۱ و۔ ۲ سوں یہ دل مرا تمام۔ ۳۹۱ و۔ ۳ خونی۔ ۳۹۱ و۔ ۴ کا۔ ۳۹۱ و۔
۵ ہوئیگا۔ ۵۴۳ و۔ ہیگا۔ ک۔ ۶ تجھے۔ ۵۴۳ و۔

بھیک کے پیالے پہ قرباں تاجِ شاہی کوں کریں　　پادشاہوں کوں جو بات آوے گدائی کا مزہ

دیکھ جا یک بار آتش بازیِ آہِ سراج
خوب ہے اس وقت پر سیرِ ہوائی کا مزہ

۱۰
۲۳۸۳

غمِ آہستہ رو یاں رفتہ رفتہ　　کیا ہے مجھ کوں حیراں رفتہ رفتہ

وو ساحر نے ادا کا سحر کر کر　　لیا مجھ سیں دل و جاں رفتہ رفتہ

جگر عشاق کا داغِ جفا سوں　　ہوا صحنِ گلستاں رفتہ رفتہ

کمندِ زلف دکھلا کر کیا ہے　　مرے دل کوں پریشاں رفتہ رفتہ

زبس اس یوسفِ مصری کے ہیں لب　　ہوا دل مثلِ کنعاں رفتہ رفتہ

سراج اب تو نہ ہو غمگیں کہ رحماں
کرے گا مشکل آساں رفتہ رفتہ

لے از ۲۹۱ و۔

ردیف ی

۱

۲۳۸۹

نہیں ہے دل میں زاہد کے صفائی　　کہاں اُس بوریا میں بے ریائی

بیاض چشم رو رو کر ہوئی سرخ　　ہوا ہے کاغذ ابری حنائی

ہوئے ہیں دست بازی تجھ پہ قرباں　　کماں ابروٗ نہ کر توں کج ادائی

جدائی[۱] سیں ہوا ہوں دل شکستہ　　تم اپنے وصل کی دیو مومیائی

جدائی میں سراج[۲] اس سیم تن کی
ہوا ہے رنگ رو میرا طلائی[۳]

۲

۲۳۹۰

دور کر دل سیں نقش دانائی　　عاشقی میں کہاں ہے مرزائی

---

۱ ہوا دل اب جدائی سوں شکستہ۔ اپس کے وصل سوں دے مومیائی۔ ۳۹۱ ا۔ ۲ سراج اس سیم تن کے دیکھنے بائج۔

۳ ۳۹۱ کے اضافہ اشعار۔ ہوا آزاد قیس وو جہاسیں۔ لیا ہے جن نے پیشہ بے نوائی۔ منور کر شب تاریک ہجراں۔ نہیں تجھ باج مجھ روشنائی۔ نگاہ ناز کا یک وار بس ہے۔ تجھے گر ذوق ہے تیغ آزمائی۔ نہ دیکھا خواب میں گل نے یہ تا عجب ہے تجھ کف پا کی صفائی۔

بلبل و گل میں ہے خرید و فروخت — توں بھی آ گر ہوا ہے سودائی

عشق ہے یا بلا قیامت ہے — ایک جی[1] پر ہزار رسوائی

صبح کچھ شام کچھ مزاج ترا — خوب نہیں اس قدر بھی رعنائی

تجھ گلی سیں ہوا ہے رو گرداں — تب سیں ہے آفتاب ہرجائی

دل ہمارا ہوا سکندرِ وقت — چاک کر کر لباسِ دارائی

قیس و شتی و کوہکن کوہی — اشک حسرت سیں موں میں پانی

نہیں رہا ہم کوں خوف مرنے کا — کہ ترے لب میں ہے مسیحائی

شاہِ خوباں کوں عرض کر اے آہ — اشک میرے ہوئے ہیں جرائی

اب ہوا ہے سخن ہمارا سبز — طوطیوں کی بحث ہے گویائی

لب پہ تیرے بلاق کا موتی — ہے چراغ دکان حلوائی

جاں اوٹھے اسکے حسن کا برقع — واں کی یوسف کرے زلیخائی

شعلۂ غم سیں دل جلا کے سراج
آپ ہی ہنستا ہے ہو تماشائی

---

[1] دل ۔ [illegible] و۔

۳

۲۴۰۷

بجا ہے دل مرا اگر ہوئے شرابی　　نشہ سیں میں تری آنکھیں گلابی

لباسِ سرخ میں دیکھا ہوں تجھ کوں　　نہ ہو وے کیوں مرے آنسو شہابی

تمام آیاتِ خوبی میں خط و خال　　عجب ہے شوق کا چہرہ کتابی

بجا ہے گر تحتا حیران و خاموش　　لبِ تصویر کوں ہے لاجوابی

ترا رخسار ہے دیوانِ خوبی　　بھریں ہیں جس میں بیتِ انتخابی

دوئی کوں ترک کر اے ایک کوں بوجھ　　سخن کہتا ہوں میں تجھ سیں حسابی

سراج اب جاں بلب ہے تجھ فراقوں
شتابی آ شتابی آ شتابی

۴

۲۱۴

بہارِ ساقی ہے، بزمِ گلشن، ہیں مطربانِ چمن شرابی
پیالہ گل، سروِ سبز شیشہ، شراب بو اور رنگ گلابی

---

۱ آئینہ ۔ ک ۔ ۲ یہ کہ دیوانِ خوبی ہے کہ جس میں ۔ ترا ابیات ہیں ۔ مطلع و ۔ ۳ ۲۱۱ کے اضافی اشعار

محبت میں تری اے آتشیں رو ۔ مجھے ہے مثلِ سیماب اضطرابی ۔ وفورِ اشک سیں حیرت ہے تیری ۔ انکھیاں مری ہوئی ہیں

مرغابی ۔ نصیب نہ نیں تیرا مناں کوں ۔ کہ ہے بے زر لازم خیالی ۔

نہیں ہے بلبل کوں ایسے موسم میں درد و غم دھوپ سیں خزاں کی

کہ آشیاں اُس کوں خس کا بنگلا ہے سایۂ گل ہے آفتابی

ارے چکورو یہ چاندنی نہیں عبث کئے ہو ہجوم تم نے

ہوا ہے جوشِ بہار نسریں سیں دھوپ کا رنگ ماہتابی

ہوا شفق پوش باغ و صحرا محیط ہے رنگِ لالہ و گل

غبارِ گلگوں ہے آبِ رنگیں زمیں ہے سُرخ اور ہوا شہابی

سراؔج اس شوخ چشم کوں کہہ کہ باغ میں منتظر ہے نرگس

ہجومِ شبنم سیں لے کے موتی نثار کرنے کوں بھر رکابی

۵

۲۴۶۹

راہِ خدا پرستی اوّل ہے خود پرستی ہستی میں نیستی ہے اور نیستی میں ہستی

اے ساقیٔ دل آگاہ کر دردِ سر سیں فارغ مخمور ہوں عطا کر جامِ ازل کی مستی

آبادیٔ جہاں ہے[1] اس کی نظر میں ویراں عاشق کوں ہے میسر جس وقت دل کی بستی

اُمید ہے کہ موہن دیدار مجکوں دیگا غم ہجر کا کریگا کب لگ دراز دستی

---

[1] آبادی دو عالم لگتی ہے اسکوں ویراں۔ ۳۹۱ ۔

جلنے میں شمع بولی مجکوں اے سراج یک شب
کرتی ہے ہر بلندی آخر کوں عزم پستی[1]

۶

غیرت سیں تجھ رفتار کی ہے سرنگوں کبکِ دری — اور شرم سیں خسار کے پنہاں نظر سیں ہے پری
خورشید رو کے رخ طرف ہرگز نہیں تابِ نظر[2] — خطِ شعاعی ہے[3] مگر ہر تارِ دستارِ زری
قمری اگن میں عشق کے جل مشتِ خاکستر ہوئی[4] — سرو سہی اس غم ستی کسوت کیا اپنی ہری[5]
دارائے[6] ملکِ راز ہو نوبت بجاؤں[7] عشق کی — دل کا اگر مجکوں ملے آئینۂ اسکندری
درکار نہیں عشاق کوں کانِ جواہر گنجِ زر — سینہ کے ہے صندوق میں ہر داغ مہرِ اکبری
طرزِ نگہ کا پڑھ فسوں یک پل میں دل مجھ سیں لیا — چشمِ[8] صنم کے دور میں اب ختم ہے جادوگری

ہر مصرعِ موزوں ترا سلکِ گہر ہے اے سراج
بازارِ عالم میں نہیں کوئی تجھ سخن کا جوہری

---

۱ ۲۹۱ و کا اضافہ شعر۔ جام و شراب ساقی تب ایک ہو دا کا ۔ فارغ کرگئی سبھوں جب بیہم مدہ کی مستی۔ ۲ سورج مکھی کے کہہ طرف۔ ۲۹۱ و ۔ ۳ شفق ہے۔ ۲۹۱ و ۔ ۴ ہوا۔ ح۔ ۵ رنگا۔ ۲۹۱ و۔ ۶ دارائے ملک نجہ اگر ہوں تو بجا ہے مجھے۔ ۲۹۱ و ۔ ۷ بجادوں۔ ک۔ ۸ تیرے نین۔ ۲۹۱ و۔

۷

۲۴۳۱

شرابِ جہل سیں بے خود میں کیا نخوت کی کیا ظرفی — کہ علم بے عمل کا جام ہے لبریز کم ظرفی

الف کا نقش ہے دل پر خیالِ سروقامت سیں — ہے میری آہ کے مکتوب کا مضمون یک حرفی

غنیمِ عقل بیدردی کا سر لشکر ہو آیا ہے — مناسب نہیں ہے اس موسم میں فوجِ غم کی بے طرفی[1]

مزہ کب ہے او سے حلوا گرم دل گدازی کا — کہ برفِ سرد مہری جس کوں ہے شیرینی برفی

سراج آنکھوں سیتی اشکِ خونیں یوں ہے جاری
کہ رنگِ زعفرانی سیں عیاں ہے موجِ شنگرفی

۸

۲۴۳۶

زلفِ[1] کافر سیں کیوں نہ دل اٹکے — جس کی ہر لٹ میں یاں کئی لٹکے

دل مرا چاہتا ہے اے ظالم — تیغِ ابرو کے ایک دو جھٹکے

بوالہوس گرد کی طرح جھڑ جائیں — اپنے دامن کوں یار جب جھٹکے

ہے[2] ترے قد پہ زلفِ خم در خم — نخلِ صندل پہ ناگ جیوں لٹکے

جب کروں سیرِ باغ گل و بن — پھول پھولا ہو آنکھ میں کھٹکے

---

۱ بیری کی زلفوں میں۔ ۳۹۱ ا۔ ۲ زلف مشکیں عیاں ہے تجھ قد پر ۳۹۱ ا۔

سوزِ غم سیں سراج ہے بے کل
دستِ افسوس کب تلک[1] پٹکے

۹

جان جاتا ہے اب[2] تو آ جانی　　ہجر کی آگ پر چھڑک پانی

دامن و آستیں کوں رو رو کر　　خونِ دل سیں کیا ہوں[3] افشانی

زلف[4] تیری سیں داد پاؤں گا　　بات آئی ہے اب پریشانی

لالہ رو تجھ[5] بہار آئی ہے　　کیوں نہ ہوئے پھول کی فراوانی

گنجِ مخفی سیں آشنا ہے سراج
جب سیں ہوئی ہے نگاہ رحمانی[6]

---

[1] م ۳۹۱ و کے اضافہ اشعار ۔ اس پہ مت تیغِ ظلم کا خنجر جس نے کھایا ہے میں ہجر کے پھٹکے ۔ عاشقاں سر کوں لا کر قرباں نازنیں تیغ ناز جب جھٹکے ۔ جب کریں گلعذار سیر چمن ۔ گل کی انکھیاں میں خار ہو کھٹکے ۔ آبِ حیوانِ عشق ہے نایاب خضر جس کی تلاش میں بھٹکے ۔ اے سجن رحم کر سراج اوپر ۔ کب تلک نیں تجھ دکھوں پٹکے ۔ [2] کم دیکھا ۔ م ۳۹۱ و [3] دام میں اینچتا ہوں جمعیت ۔ م ۳۹۱ ا ۔ [4] پر ۔ م ۳۹۱ و ۔ [5] م ۳۹۱ و کے اضافہ شعر ۔ کعبہ میں عشق ایمیں سر بجن کے ۔ جان و دل سوں ہوا ہوں قربانی ۔ کیوں نہ ہو جیو تنی میں یہ ہو کا غلام ۔ نظر آتی ہے شکل انسانی ۔

۱۰

۲۴۴۳

موسے مژگاں ہیں مری چشم میں برچھی[1] کی انی ۔ بلکہ ہر مو ہے ترے ہجر میں ہیرے[2] کی کنی

ابرِ نیساں برستا ہے مرے آنسو کا ۔ کیوں نہ ہوئے موتی[3] پلک رشتۂ گوہرِ عدنی

خار ہو آنکھ میں سلتا ہے مری برگِ سمن ۔ جب میں دیکھا ہوں میں اُس یار کی نازک بدنی

بر میں اسکے ہے عجب رنگِ قبائے گلگوں ۔ شاخِ نورستہ کو ہے گل ستی گل پیرہنی

عنبر افشانیِ گیسوے پری رویاں دیکھ ۔ دلِ آشفتہ ہوا نافۂ مشکِ ختنی

موہنہ جادو کی لگی پلکوں تغافل میں ترے ۔ ختم ہے جنبشِ ابرو میں تری سحر فنی

تابِ خورشیدِ قیامت ستی کیا خوف سراج
روزِ محشر ہے ترے سر پہ رسولِ مدنی

۱۱

۲۴۵۴

یار بن غیر سیں جو دل لاوے ۔ پھر کر اپنے کیے کوں پچھتاوے

کب تلک ابرِ آتشینِ فراق ۔ کھیت پر دل کے آگ برساوے

جو برہ دکھ سہے وہی بوجھے ۔ دلِ بے درد درد کیا پاوے

---

[1] ہیرے کی کنی ۔ ص ۳۹۱ ر ۔ [2] برچھی کی انی ۔ ص ۳۹۱ و ۔ [3] میری ۔ ص ۳۹۱ و ۔

اوسکو بوجھوں کہ کشف رکھتا ہے | جو مرے دل کی بات بتلاوے
آج آیا ہے باغ میں لالا | کیوں نہ مرجھا کے پھول جھڑ جاوے
کیا عجب تجھ نگہ کی گرمی سیں | آگ پانی ہو گل کی بہہ جاوے

بندۂ بے درم ہوا ہے سراج
یہ گلی چھوڑ کر کہاں جاوے

۱۲

اگر ساقی خمارِ شوق میرے کی خبر پاوے | شرابِ اشکِ رقت جامِ آنکھوں کے بھر لاوے
خدا جانے انیں کیا دھوم میخانے میں عالم کے | اگر دل نشۂ بے اختیاری میں بہک جاوے
چمن میں تم بغیر اے گلبدن ہر آہ کا شعلہ | عجب کیا آتشِ گل تربتِ بلبل میں بھڑکاوے
اگر مستی تجھے درکار ہے کر گریۂ رقت | شراب اس کے نصیبوں میں ہے جو بارش کو النٹاوے
مرا آنسو اگر دریا کوں پہنچے یادِ ظالم میں | کماں دارِ فلک قوسِ قزح سیں تیر برساوے
برہ کی آگ میں جلتا ہوں پن امید باقی ہے | کبابِ دل مرا شاید نشہ میں یاد فرماوے

سراج اب عاشقوں کوں انتظارِ جاں نثاری ہے
پتنگوں کی مراد آوے اگر وو شمع رو آوے

---

۱ بوجھے۔ک۔ ۲ لالا۔ک۔ ۳ ح ندارد۔

۱۳

ترش روئی کی تم اب لانے لگے طرزیں نئی ۔ کوئی دنوں تھی فصل میٹھوں کی سو شاید ہو گئی

فرشِ چشمِ خوش نگاہاں جس کوں پا انداز ہے ۔ کیوں نہ اس کے پانوں کا رنگِ حنا ہو سرمئی

گر بیاضِ چشمِ گریاں میں لکھوں اس لب کے وصف ۔ کیا عجب یہ کاغذِ ابری اگر ہوئے پستئی

دیکھ تیری زلف کوں کھاتا ہے سنبل پیچ و تاب ۔ اس میں بد رگ ہے جس کی قوم ہے کالا کنی

نہیں ہوا اس شمع رو پر ایک قربان مثلِ ہیچ
ہیں دو صد آتشیں کے ایسے پروانے[1] کئی

۱۴

نہ کہیے زلف کوں تیری اگر سنبل تو کیا کہیے ۔ مگر اس حسنِ عالم گیر کا بالِ ہما کہیے

کلید آہ سیں صندوقِ دل کا قفل کھلتا ہے ۔ الٰہی[2] کار خانے کا او سے مشکل کشا کہیے

سبب لیلیٰ کے پایا لیلیٰ اھی کوں مجنوں نے ۔ رخِ دل دار کوں آئینہ معنی نما کہیے

ترا قد سر سیں لے کر پانو لگ روحِ مجسم ہے ۔ اگر نورِ خدا کہیے تو بے جا نہیں بجا کہیے

جہاں دو نور کی تصویر گذرے خوش خرامی سیں ۔ مہ و خورشید کوں آئینہ دارِ نقشِ پا کہیے

---

[1] مردانے ح ۔ [2] ابھی کس ۔ ۲۹۱ ا ۔

حیاتِ جاوداں ہے مجھکوں حاصل اسکے دیکھیا | تری چاہِ ذقن کوں چشمۂ آبِ بقا کہیے
ہوا ہے جیوں سراج از بس کہ غم کی آگ میں جل
دلِ بے تاب کوں پروانۂ بزمِ فنا کہیے

۱۵

۲۳۸۰

عجب اُس[1] پری رو کی بانکی ادا ہے | کہ جس پر سیں میرا دل و جاں فدا ہے
سلامت رہے جانِ عشاق کیونکر | پلک ہے کٹاری نگہ نیمچا ہے
دیا تجھکوں شمشاد خطِ غلامی | تجھے سروِ آزاد کہنا بجا ہے
گلستانِ خوبی میں اے حور پیکر | ترا سرو قد سدرۃ المنتہیٰ ہے
دلآرام[2] سیں ایکدم دور رہناں | ستم ہے الم ہے جفا ہے بلا ہے
صدف میں مری چشم گوہر فشاں کے | ہر اک قطرۂ[3] آنسو دُرِ بے بہا ہے
پلک بادباں اشک ہے قعرِ دریا | مری چشم[4] کشتی و غم ناخدا ہے
عجب نہیں اگر ہو دل و جاں سیں قرباں | ترا دیکھنا مجھ کوں عیدِ الضحیٰ ہے

---

۱ ح میں "اس" چھوٹ گیا ہے۔ ۲ جدا ایک ساعت سرِ گن سوں۔ ۳۹۱ و۔ ۳ انجم۔ ۳۹۱ ا
۴ چشم کشتی کوں۔ ۳۹۱ و۔

سراؔج اب شہادت محبت میں پایا
گلی شوخِ خوں ریز کی کربلا[1] ہے

۱۶

عشق میں اوّل فنا درکار ہے [۲۴۸۹] دل سیں ترکِ ماسوا درکار ہے

ترکِ مقصد عین مقصد ہے اوسے جس کوں دل کا مدعا درکار ہے

دل بتنگ آیا ہے اب لازم ہے آہ غنچۂ گل کوں صبا درکار ہے

زخمیٔ غم کیوں نہ کھینچے آہ درد حلقِ بسمل کوں صدا درکار ہے

وصف زلفِ یار کا آساں نہیں رشتۂ فکرِ رسا درکار ہے

ہے[2] لبِ ساقی میں چشمہ خضر کا گر تجھے آبِ بقا درکار ہے

رنگ میرا کانِ زر ہے اے صنم مجھ تئیں[3] آلِ گر طلا درکار ہے

گوشۂ ابرو دکھا اے قبلہ رو مجکوں محرابِ دعا درکار ہے

---

[1] ۳۹۱ و کے اضافہ شعر:۔ عطا کر بھکاری کوں نک روپ درسن ۔ مرا دل سجن نجھ گلی کا گدا ہے ۔ تری نمک نور دیتی نین کوں ۔ وہی حق میں عشاق کے توتیا ہے ۔ [2] پیو کے لب میں دیکھ ۔ ۳۹۱ و ۔ [3] دیکھ اکوں ۔ ۳۹۱ و ۔

دلِ رقیبوں کا جلانے اے سراج[1]
آتشیں رو دلربا درکار ہے[2]

١٧

٢٢٩٨

ترا رخ صبح کوں شمس الضحیٰ ہے — شبِ تاریک میں بدر الدجا ہے

پلا جا[3] شربتِ دیدار ظالم — شہیدِ غم شہیدِ کربلا ہے

مرا دل بحرِ بے پایانِ غم میں — جہازِ بے خودی کا ناخدا ہے

طریقِ عشق میں مجکوں ہمیشہ — محبت دوست سے غم آشنا ہے

قیامت لگ نصیب اسکوں شفا نہیں — مرادردِ جگر کیا لا دوا ہے

زباں پر عاشقِ وحدت نوا کی — بیانِ "لیس فی دلق" سوا ہے

خطر اس کوں نہیں ہے راہِ غم میں — امامِ عشق جس کا پیشوا ہے

مرے غواصِ دل کوں یوں ہے معلوم — کہ دریائے جنوں بے انتہا ہے

---

[1] ۳۹۱ و کے اضافہ اشعار:- جو ذکرے اتعریف اس کی زلف کی ۔ اس کے تئیں فکرِ رسا درکار ہے ۔ اکال ہے وو ہم رنگ میرا آشنا ۔ کاہ اوڑانے کہربا درکار ہے ۔ [2] ہوش کھونے عاشقوں کا اے سراج شاہدِ گل کوں قبا درکار ہے ۔ [3] تک ۔ ۳۹۱ ا ۔

سراجؔ[1] اس شمع رو کی یاد ہر دم
دلِ بیمار میرے[2] کا عصا ہے

۱۸

۲۵۰۷

دل[3] یار سیں آشنا ہوا ہے — بِن مجھ ستی بے وفا ہوا ہے

آنکھوں کے صدف میں قطرۂ اشک — کیا گوہر[4] بے بہا ہوا ہے

مصحف میں جبیں کے مدِّ[5] ابرو — بسم اللہ ابتدا ہوا ہے

آئینۂ دل کہ بے صفا تھا — تجھ عشق سیں خوش جلا ہوا ہے

معشوق ہے عاشقوں کا عاشق — ہاتف سیں مجھے ندا ہوا ہے

عاشق ہے وو کوئی کہ دو جہاں[6] — آزاد ہو بے ریا ہوا ہے

کیا وجہ کہ وو ہلالِ ابرو — اس چاند میں کم نما ہوا ہے

ہے پنجۂ عشق بس کہ پرزور — پیراہنِ دل قبا ہوا ہے

---

[1] ۱۹۳ د کا اضافہ شعر۔ شبِ ہجراں میں ہر دم نالہ جاں کاہ ۔ دل بیمار میرے کا عصا ہے ۔ [2] سراج ازبس ہوا منصور ثانی ۔ زباں پر "لیس فی دلقی سوا ہے" ۱۹۳ د ۔ [3] دل پرستی ۔ ۱۹۳ د ۔ [4] ہر یک قیمتی ۱۹۳ د ۔ [5] تجھ مکھ کے صفحے پر ۔ ۱۹۳ د ۔ [6] مادر ۔ ح ۔ [7] پیو سوں جدا نہیں ہے یک آں ۔ ۱۹۳ د ۔

آسوزِ[1] دلِ سراج کوں دیکھ
پروانۂ جاں فدا ہوا ہے

۱۹

۲۵۱۶

کیا طریق نذر بھیجوں[2] خوش ادا کے واسطے — دل تصدق بلکہ جاں اس دلربا کے واسطے

تا شتابی سیں ہلال ابرو کوں دیکھے اس سبب — چاکِ دل نے ہات کھولا ہے دعا کے واسطے

کب[3] نظر آویگا یارب وو مرا آرام جاں — دوست بیگانے ہوئے جس آشنا کے واسطے

عشق کی آتش میں سیماب دلِ بیتاب دیکھ — شعلۂ محنت میں مت جل کیمیا کے واسطے

دانۂ یاقوت دل میر کوں رکھ لے کانِ حُسن — تکمہ گر درکار ہے بندِ قبا کے واسطے

کھول[4] کر آنکھوں کی جھولی شوقِ دل محتاج ہے — بھیک دے دیدار کی ظالم خدا کے واسطے

ہے اوسے نورِ بقا صبحِ ابد لگ جیوں[5] سراج
شمع سا جو کوئی کمر باندھا فنا کے واسطے

---

[1] بندہ ہے سراج یا محمد۔ توں شاہ ترا گدا ہوا ہے۔ ۳۹۱ و۔ [2] بیجاؤں پیا کے۔ ۳۹۱ و۔ [3] اوکاں ہے یارب نیں نظر آتا ہے وو۔ ۳۹۱ و۔ [4] ۳۹۱ و کا اضافہ شعر۔ تجہ گلی میں دل گدا ہو کر کھڑا ہے منتظر۔ روپ درسن دے بھکاری کوں خدا کے واسطے۔ [5] اے۔ ک۔

۲۰

۲۵۲۳

ہوئے ہیں ہم فدا بادِ صبا کے — کہ آتی ہے گلی سیں دلرُبا کے

صنم کس بند سیں پہنچوں ترے پاس[۱] — ہزاروں بند ہیں تیری قبا کے

کرا اُس سوزنِ پلک نے دل مشبک — حمایت کے کئے ہیں بند نا کے

ہوئے مستِ الست اُس دور میں ہم — لئے ہیں اپنے سر و عدے بلا کے

نہ ہوویں بیگانہ کیوں ہر آشنا سیں — کہ ہیں ہم آشنا نا آشنا کے

بسایا[۲] قول دے ویرانۂ دل — سبب کیا ہے کہ بھیجا غم کے ڈاکے

سراج اس چشمِ وحشی کوں کیا رام

ہرن عاشق ہوئے اس کی صدا کے

۲۱

۲۵۳۰

اے زاہد و تمہیں فردوس کی تمنا ہے — ہمیں تو آگ میں گلزار کا تماشا ہے

ہماری شوخی و رندی سیں کیا تجھے واعظ — اس میں رہ کہ ترا کام زہد و تقوا ہے

۱؎ سجن ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ گُن ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ مگر دل کا بسایا قول دے کر ۔ ۳۹۱ ا ۔

۴؎ کے نین میں آ سو رام ۔ ۳۹۱ ا ۔

اے بے خبر تو نہیں دل کے راز سیں محرم — ہمارے حال پہ تیرا یہ طعن بے جا ہے

ہمارے مشربِ رندی[1] کا سدِ راہ نہ ہو — عبث اے زاہدِ پُرفن یہ شور و غوغا ہے

موافقت کرے کیوں میکشوں ستی زاہد — ادہر شراب اودہر مسجد و مصلےٰ ہے

صنم[2] کے عارض و قامت کوں دیکھ اے غافل — اگر ہوائے بہشت آرزوئے طوبا[3] ہے

گلہ کسی کا نہ کر اے سراجؔ ہرگز توں

خموش ہو کہ سمجھ یہہ عجب معمّا ہے

۲۲

۲۵۳۷

پیاری بات پیارے کی جو کوئی مجکوں سُناتا ہے

جگر سیں تاب، دل سیں ہوش، تن سیں جی لجاتا ہے

تمہارا[4] اسمِ اعظم دردکرنے اضطرابِ دل

پلک کے ہات سیں آنسو کی لے سُمرن پھراتا ہے

مرے دل پر بہی ہے جب سیں یادِ دامنِ الفت

مثالِ غنچہ اپنے پیرہن میں نہیں سماتا ہے

---

۱ ابوالکا۔ ۳۹۱ ا۔ ۲ پیا۔ ۳۹۱ ر۔ ۳ طوبیٰ۔ ۵۵۵ ا۔ ۴ پیاکا۔ ۳۹۱ ر۔

مرتی آنکھوں کے دو نو پٹ کھلے تھے انتظاری میں
سو ویسے میں یکایک دیکھتا کیا ہوں کہ آتا ہے

نہیں ہے مدعا اُس شوخ کا عاشق کُشی اوپر
شہیدوں کوں دمِ شمشیر کا پانی پلاتا ہے

مرے پیغام کوں ہرگز نہیں ہے حاجتِ قاصد
تصدق تجھ پہ ہونے کوں مرا جی آپہہ آتا ہے

لگی اُس شمع رو سیں کیا لگن پروانۂ دل کوں
کہ مانندِ سراج اس غم میں اپنا جی جلاتا ہے

۲۳

۲۵۴۴

تری تیغِ نگہ کا دل نے موہنہ پر وار کھایا ہے — پھر آخر کیوں نہ ہوے راتو دیکھو کیا جی جلایا ہے

عبث ہے آشنائی اِن وفانا آشنایوں کی — اسی احوال پر یہہ شعر ہم کوں یاد آیا ہے

ہمارے دل کی جو کوئی قدر سمجھے اوسکوں دل دیجے — نہ دیجے دل کسی بے درد کوں تئیں دل پرایا ہے

کسی استادِ تیر انداز نے لئے تیغیں نگاہوں کی — ہمارے تو دو دل پر عجب لیسیں چلایا ہے

۱۔ نین کے پٹ کھلے خرِ انتظاری میں سو گئے۔ ۲۹۱ و ۔ ۲۔ ایس کی تیغ ۵۔ ۲۹۱ و ۔ ۳۔ ہیں۔ ۲۹۱ و ۔ ۴۔ لیسان ۲۹۱ و ۔ ۵۔ ہی میں۔ ۵۵ و ۔

یکایک کھول کر مٹھی[1] پلک کی موند لیتے ہیں ۔۔۔ مری آنکھوں نے شاید خواب میں کوئی لعل پایا ہے

وو ظالم کیا قیامت ہے کہ اندازِ تغافل میں ۔۔۔ جواب گریۂ عاشق لبوں میں مسکرایا ہے

سراج مجلس بے تابیِ دل اس کوں کہ سکیے
کہ جس عاشق نے جیوں پروانہ رمزِ عشق پایا ہے

۲۴

۲۵۵۱

اگر مسجد میں اے زاہد وو مستِ نیم خواب آوے ۔۔۔ ترے ہر دانۂ تسبیح میں بوئے شراب آوے

فجر ہوئی منتظر ہوں قاصدِ بادِ صبا کا میں ۔۔۔ کتابت[2] آہ کی بھیجا ہوں اب شاید جواب آوے

غزل خواں گر خوش آوازی سیں آوے مجھ طرف موہن ۔۔۔ رگِ[3] جاں میں صدائے نغمۂ تارِ رباب آوے

بجا ہے گر تمہارے نقشِ پا کی دھول اوڑنے میں ۔۔۔ ہر اک ذرہ کا استقبال لینے آفتاب آوے

عجب کیا نعمتِ دیدارِ ساقی دیکھ آنسو؟[4] ۔۔۔ ہمارے دیدۂ نادیدہ کے منہ میں لعاب آوے

گل[5] اپنے رنگ پر مغرور بیجا ہے ترے ہوتے ۔۔۔ پسینا لاوے شبنم کا اگر اوس کوں حجاب آوے

سراج اوس قدِ موزوں کے تصور میں تعجب نہیں
کہ فکرِ سرسری ستی ہر ایک فرد انتخاب آوے

---

۱ دونوں پلک کو موند لیتا ہوں ۔ ک ۔ ۲ کتاب آہ ۔ ح ۔ ۳ ہر یک رگ سوں ۔ ۳۹۱ و ۔ ۴ میں ۔ ک ۔ ۵ اپس کے رنگ مغرور ہے بیجا کے مقابل گل ۔ ۳۹۱ و ۔

۲۵

۲۵۵۸

ہجر[۱] کی آگ میں عذاب نہ دے — مثلِ سیماب اضطراب نہ دے

صندلی حُسن ہے ترا درکار — دردِ سر کوں مرے گلاب نہ دے

بس[۲] ترا دورِ چشم اے ساقی — ہوش کھونے مجھے شراب نہ دے

زاہدِ خشک کوں شراب نہ دے — آگ دے خار و خس کو آب نہ دے

اپنے ماروں[۳] کو مت پریشاں کر — زلفِ مشکیں کوں پیچ و تاب نہ دے

عاشقوں کوں ہے لذتِ دشنام — ہر کمینے کوں یہہ خطاب نہ دے

کس نے اے بحرِ حُسن تجھ کوں کہا — کہ کسی تشنہ لب کوں آب نہ دے

کام[۴] جاہل کا ہے سخن چینی

اے سراج اس کوں تو جواب نہ دے

۲۶

۲۵۶۶

یار کے گیسو کا پیچ و تاب کھینچا چاہیے — اس دھوبن کا ایکدم قلاب کھینچا چاہیے

---

[۱] غم کی آتش میں مجھ۔ ۳۹۱ ا۔ [۲] بس ہے تیری نگاہ اے ساقی۔ ۳۹۱ و۔ [۳] مارے۔ ۳۹۱ و۔ [۴] ہجر کی آگ میں جلا سراج۔ اسکو ظالم اتنا عذاب دے۔ ۳۹۱ [۵] ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ اپنی تیغ نگہ سوں سحر سوں۔ قتل کرنے سیاہ تاب نہ دے۔

گلبدن شاید کہ ہوئے مہرباں رونے ستی — اب گلاب دیدۂ بے خواب کھینچا چاہیے

آہ گرتا خونِ دل پانی ہو آنکھوں سیں بہے — کیونکہ بن دستی کوئے سیں آب کھینچا چاہیے

ہے تپِ دل کی دوا آسان لیکن جب ملے — اسکے لب سیں شربتِ عنّاب کھینچا چاہیے

یار تھا غمخوار تھا درد[1] و بلا میں بار ہا[2] — ہر طرح نازِ دلِ بے تاب کھینچا چاہیے

جس ورق پر ہے مری بے تابیٔ دل کا بیاں — گرد اُس کے جدولِ سیماب کھینچا چاہیے

اے سراج آیا ہے میرا ساقیٔ مجلس فروز
عشرتِ دل کی شرابِ ناب کھینچا چاہیے

۲۷

۲۵۷۳

ہمارا[3] سروِ قد جادو لقب ہے — کہ جس کوں دیکھ کر قمری[4] عجب ہے

ترے ابرو پہ نقطہ خال کا دیکھ — ہوا معلوم بیتِ منتخب ہے

ترے بن اے گلِ باغِ محبت — شتابی آ کہ بلبل جاں بلب ہے

کیا ہے عید کے دن وعدۂ وصل — بتاؤ عید کا اب چاند کب ہے

---

۱ پیو کی گلی میں۔ ب۔ ۳۹۱ ر۔ ۲ یار تھا۔ ۳۸۵ ا۔ ۳ عجب و من ہرن۔ ب۔ ۳۹۱ ا۔ ۴ عالم۔ ۳۹۱ ا۔

گزر کر کوچۂ گل رو میں یک بار — اگر فردوسِ رضواں کی طلب ہے

صنم کی زلف کوں رخسار پر دیکھ — چھپا خورشید بوجھا وقتِ شب ہے

سراج اب مجکوں یوں روشن ہوا ہے
کہ شمعِ محفلِ دانش ادب ہے

۲۸

۲۵۸

شراب معرفت پی کر جو کوئی مجذوب ہوتا ہے — در و دیوار اُس کوں مظہرِ محبوب ہوتا ہے

مرے سیں اتہ غم کا تحمل ہو نہیں سکتا ہے — جدائی میں کیا جو کوئی کہ صبرِ ایوب ہوتا ہے

مرا دل پیچ و تابِ عشق سیں یہاں لگ پریشاں ہے — کہ اُسکی[1] زلف کے رشتے میں جا منسوب ہوتا ہے

حجابِ عشق کوں نہیں جلوۂ دیدار کی طاقت — مرا دل یاد سیں دلدار کی محجوب ہوتا ہے

خطِ[2] شب رنگ سیں تیرے لبِ نگیں کوں قیمت ہے — اگرچہ لعل جو مودار ہے معیوب ہوتا ہے

نہیں[3] ہے تاب مجکوں ہجر کے طومار لکھنے کی — مرا دل پیچ کھا سینے میں خود مکتوب ہوتا ہے

---

۱ تمہارے سلسلے میں۔ ص ۲۹۱ و۔ ۲ دیا ہے زیب تجہ لب کوں خطِ شبرنگ پر سبزی ص ۲۹۱ و۔ ۳ اپس کا درد کا پیغام پیو کے پاس پہنچانے۔ ص ۲۹۱ ا۔ ۴ جیوں۔ ص ۵۰۳ و۔

سراج ازبس نزاکت ہے ہمارے شعرِ رنگیں میں
جو کوئی نازک طبیعت ہے اوسے مرغوب ہوتا ہے

۲۹

۲۵۸۷

دل مرا ساغرِ[۱] شکایت ہے — زہرِ[۲] غم بس کہ بے نہایت ہے

وو[۳] تہیں مجھ پہ کیوں نہ ظلم کریں — چشمِ خوں ریز کی حمایت ہے

دیو مجھے لاکھ دام کی جاگیر — زلف کھولو بڑی رعایت ہے

نقدِ دیدار بوالہوس کوں نہ دیو — اس میں سرکار کی کفایت ہے

بے[۵] گناہوں کوں قتل کرنے پر — مفتیِ ناز کی روایت ہے

ہیکلِ لختِ دل میں حرفِ وفا — مرشدِ عشق کی عنایت ہے

شمع روشن بیانِ سوزِ سراج
کہ عجب درد کی حکایت ہے

---

۱ مثالِ گل ہر یک کے طبع کوں۔ ۳۹۱ ا۔ ۲ آج پر۔ ۳۹۱ و۔ ۳ ہجر کا درد۔ ۳۹۱ و۔ ۴ ۳۹۱ و کے اضافہ شعر حسبِ ذیل ہیں۔ اے ستمگر تری جدائی میں۔ ہر طرف درد کی حکایت ہے۔ آہ برپا ہے آج تجھ غم میں۔ عشق کی فوج کا یہ رایت ہے۔ خط نہیں گرد عارضِ گل رو۔ مصحفِ حسن کی یہ آیت ہے۔ ۵ قتل کرنے پہ ہم شہیدوں کے۔ ۳۹۱ و۔

۳۰

۲۶۰۳

جس کوں دردِ[1] جگر کی لذت ہے　　زہر اُس کوں مثالِ امرت ہے

دیکھ تجھ ناز کی نزاکت کوں　　نکہتِ گل شہیدِ حیرت ہے

کم نمائی سیں اُس قمر رو کوں　　ماہِ نو کی مثال شہرت ہے

میری آنکھوں میں یار کی تصویر　　عکسِ آئینۂ محبت ہے

جہانج میں کیوں نہ آوے دل میرا　　تجھ جُدائی کی مجکوں نوبت ہے

کیا[2] چپکا ہوہے زلف میں تیری　　آرسی جس کوں دیکھ حیرت ہے

وصل میں[3] اضطراب جاتا نہیں　　سو قرن مجکوں ایک ساعت ہے

مثلِ آئینہ کر نمد پوشی　　صافیٔ سینہ ترکِ زینت ہے

پھر پتنگوں کا شور اُٹھا ہے[4] سراج

جلوۂ شمع رو قیامت ہے[5]

---

[1] تیری برہ۔ [2] ۳۹۱ و ۔ ۲ کھینچ کھو پر نقاب اے ظالم۔ [3] ۳۹۱ و ۔ ۲ کی شب میں لے پری پیکر۔ [4] ۳۹۱ و ۔ ۲ [5] ۳۹۱ و کے مختلف اشعار ۔ گردش چشم میں تری اے شوخ۔ دل لجانے کی کیا عجب گت ہے۔ کام ہوتا ہے مجھ پہ جادو کا۔ نمیا بلا تجھ ادا کی حرفت ہے۔ برق نالا کہ تاب بے دم ہو۔ بس کہ تیری نگہ میں شرت ہے۔ دیکھ تجھ ناز کی نزاکت کوں۔ نکہتِ گل شہید حیرت ہے۔ ہیچ دینے کوں عاشقوں کے سراج۔ زلف پیو کی بلا ہے آفت ہے۔

۳۱

دل مرا رخصت طلب ہے دامِ الفت سیں مری[1] ۲۶۱۰
من ہرن شاید کہ وحشی ہے محبت سیں مری

ہوں گرفتارِ خیالِ غمزۂ آہو نگاہ
دام ہے موجِ پری تاثیرِ وحشت سیں مری

انتظارِ چشمِ ساقی میں گیا ہے جی مرا
دیدہ ہو نرگس اوگے البتہ تربت سیں مری

عکس میرا جلوہ گر ہووے اگر گرداب میں
آب ہوئے آئینہ تصویرِ حیرت سیں مری

تلخیِ غم بوجھتا ہے شربتِ شیریں عیش
ہے دہانِ کوہکن پُر زہر شربت سیں مری

دشتِ غم میں ہے مجھے خارِ مغیلاں برگِ گل
فرشِ مخمل دور ہے خوابِ فراغت سیں مری

شعلہ رُو[2] بِن سوزِ دل سیں بس کہ روتا ہوں سراج
شمع پانی ہو گئی ہے اشکِ رقت سیں مری

۳۲

اس زلفِ مشک بو کی ختن میں لپٹ گئی ۲۶۱۷
برجا ہے قدر نافۂ تاتار گھٹ گئی

دیوانہ قیدِ ہوش سیں آزاد ہو گیا
شکرِ خدا کہ پانوں کی زنجیر کٹ گئی

---

۱ ک میں ردیف "تیری" ہے۔ ۲ گرچہ جان وں سوں ہوں مشتاق سکائے سراج۔
بے خبر ہے یا معذ: بے نہایت سوں مری۔ ملے ۳۹۱ ا۔

حیراں ہوں اس کی ابروئے[1] پرچیں کوں دیکھ کر | تقصیر کچھ نہ تھی کہ یہ سیفی الٹ گئی
ڈرتا تھا میں وو کاکلِ کافر کی پیچ سیں | آخر کوں ہو کہ[2] ہار گلے سیں لپٹ گئی
میں بے خبر تھا یو کے[3] تبسم نے کی خبر | بلبل کی نیند خندۂ گل سیں اوچٹ گئی
آنے میں اس کے اشک رواں بند ہو گئے | اس تند خو کی دھاک سیں فوجِ نہنگ[4] گئی

اب عرضِ حال یار سیں لازم ہے اے سراج
تنہا ہے شمع بھیڑ پتنگوں کی چھٹ گئی

۳۳

جس کوں ملکِ بے خودی کا راج ہے[1] | ہے زمیں تخت اور بگولا تاج ہے
خواب میں وو زلفِ[2] مشکیں دیکھنا | حق میں میرے لیلۃ المعراج ہے
دیکھ کر لشکر غنیمِ عشق کا | کشورِ عقل و خرد تاراج ہے
اے طبیبِ مہرباں، بیمارِ ہجر | شربتِ دیدار کا محتاج ہے
یار کی آنکھوں میں ہے جیسی حیا | چشمِ نرگس میں کہاں یہ لاج ہے

---

[1] بارہا وو۔ ۳۹۱ ا۔ [2] اس کے۔ ۳۹۱ ا۔ [3] ہٹ۔ ک۔ [4] تیری زلف کوں۔ ۳۹۱ ا۔

اُس[1] کماں ابرو کے تیرِ ناز کا   سینہ چاکوں کا جگر آماج ہے

دل مرا تجھ غم سیں اے جانِ عزیز[1]
بیشتر بے تاب کل سیں آج ہے

۳۴

۲۶۳ اگرچہ خوبی کے چمن میں قدترا شمشاد ہے   قمریوں کے شور سیں لیکن نپٹ آزاد ہے

تجھ برہ کی صوبہ داری کے عمل میں ہر طرف   ظلم ہے، افسوس ہے، فریاد ہے، بیداد ہے

لاؤبالی شوخ کے دل میں نہیں آتا ہے رحم   ہوش و صبرِ عاشقِ بیدل اگر برباد ہے

ایک گردش میں صنم کی چشم نے کھویا[2] ہے ہوش   دل لے جا[3] کوں یہہ ساحر کیا بلا اوستاد ہے

مسجدِ وحشت[4] میں پڑھتا ہے تراویحِ جنوں   مصحفِ حسن پری رخسار جس کوں یاد ہے

کیوں نہ ہووے دل ہمارا[5] ہمسرِ باغِ ارم   یادِ رخسارِ پری رویاں سیں خلد آباد ہے

ہات میں شمشیر[6] لے آتا ہے وو جلاد خو   عاشقوں کوں عیدِ قرباں کی مبارکباد ہے

کیوں نہ جاری ہوئے جوئے شیر آنکھوں[7] سیں مری   نالۂ جانکاہ، دل پر تیشۂ فرہاد ہے

---

[1] تجھ نگہ کے بیس کا اے خوش زمیں۔ ۳۹۱ و ۔ [2] گر۔ ک۔ [3] مسجد غم میں تراویح جنوں کیوں نا پڑھے ۳۹۱ و ۔ [4] مراب ۔ ۳۹۱ و ۔ [5] خنجر بہ کف۔ ۳۹۱ و ۔ [6] مجھ آنکھوں ستی ۔ ۳۹۱ و ۔

عاشقوں کے مرغِ دل کے صید کرنے کوں سراج
تارِ زلفِ خوش نگا ہار رشتۂ صیاد ہے

۳۵

۲۶۹

رنگیں بہارِ گلشنِ غم رنگ زرد ہے — موجِ نسیمِ باغِ جنوں آہِ سرد ہے

جز شربتِ وصال نہیں ہے علاج او — جس کے جگر میں دورئ ساقی کا درد ہے

جو عاشقی کے درد میں جیوں زر ہوئے ہیں زرد — اکسیر ان کے دامنِ ہمت کی گرد ہے

بازی دیا ہے مجکوں ترے ہجر نے صنم — ششدر میں غم کے بند مردل کی نرد ہے

ہے مطلعِ قصیدۂ انوار جیوں سراج
دیوانِ کائنات میں جو کوئی کہ فرد ہے

۳۶

۲۶۹

سیماب جل گیا تو اوسے گرد بولئے — عاشق فنا ہوا تو اوسے مرد بولئے

شربت کوں غمزنِ دل کے پیو زہر کا سا گھونٹ — ایسا طبیب کاں ہے جسے درد بولئے

ہے کیا کتابِ مطلعِ انوار رخ ترا — سورج کوں جس کا ایک ورقِ زرد بولئے

---

۱ پیو کی جدائی ۔ ۲ ۳۹۱ و ۔ ۳ اے ۔ ۴ ۵۰۴ و ۔ ۳ اپس لہو کا ۔ ۳۹۱ و ۔ ۴ کہاں ۔ ک ۔

جیوں بو ہوئے ہیں محو ہر یک رنگِ گل میں ہم — اے بلبلو! صدائے انا الورد بولئے

البتہ ہووے مطلعِ دیوانِ آفتاب — تجھ حسن کی صفت میں اگر فرد بولئے

بازی ہے جان، ہجر ہے ہار اور وصال جیت[1] — غم ہے بساط، دل کوں مرے نرد بولئے

ہے آگ عاشقوں کا دمِ سرد اے سراج
اور آگ کی لپیٹ کوں دمِ سرد بولئے

۳۷

۲۶۵۲

آتشِ غم سیں مرے باغ میں گر دود اوٹھے — برگِ گل سیں شررِ شعلۂ نمرود اوٹھے

کشتۂ خنجرِ بیدادِ صنم حشر کے دن — سرخرو ہو صفِ عشاق میں خوشنود اوٹھے

رقتِ دل سیں مرے چشمۂ خورشید ستی — جوشِ فوارۂ اشکِ جگر آلود اوٹھے

ان عذابوں ستی چھوٹے نہ رہے یہ وحشت — اپنی وادی سیں اگر یہ دلِ مردود اوٹھے

سرمۂ چشم ہے خاکِ قدمِ یار سراج
آرزو ہے کہ غبارِ رہِ مقصود اوٹھے

---

[1] ہے جگ میں جیت اسی کی جو کوئی عشق باز ہے ۔ یہ دل نہیں ہے جگ کے جیسے نرد بولئے

۲۹۱ ا ۔

۳۸

۲۶۵۷

جو کوئی نقصان میں سرمایۂ بہبود کوں دیکھے
زمیں میں ڈال تخمِ دل[۱] بر مقصود کوں دیکھے

ملے گلزارِ ابراہیم اس کوں وصلِ جاناں کا
جو کوئی اوّل برہ کی آتشِ نمرود کوں دیکھے

کباب دل کوں میرے تہمت خامی کی[۲] لائق نہیں
جسے باور نہیں تو شعلۂ بے دود کوں دیکھے

خمارِ شوق سیں خمیازۂ بے طاقتی کھینچے
اگر نرگس تمہاری چشم خواب آلود کوں دیکھے

اگر کوئی جلوۂ دیدار پاوے اس پری رو کا
یہ آئینہ میں عکس طالع مسعود کوں دیکھے

بجا ہے گر کلیم وقت کہئے اے سراج اس کوں
جو کوئی ہر یک تجلی میں ہو الموجود کوں دیکھے[۳]

۳۹

۲۶۶۳

دل منتظرِ جلوۂ خورشید ہوا ہے
ہر داغ او[۴] سے روزنِ امید ہوا ہے

روشن ہے سبب عشق کے کیفیتِ عالم
آئینۂ دل ساغر جمشید ہوا ہے

---

۱ عشق ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر ۔ کرے گا بے خودی میں محو زاہد خود نمائی کوں
تامل سیں اگر اس ہستی نابود کوں دیکھے ۔ ۳ گل گلشن ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۴ کرتا ہے تیرے کھ کی تجلی بہ تقدیم
لیتہ دل ساغر جمشید ہوا ہے ۔ ۳۹۱ ا ۔

ازبس[1] کہ مری لیلیٰ خوش قد کا ہے مجنوں — گلزار میں ہر سروِ سہی بید ہوا ہے

میٹھا ہے او سے آبِ دمِ خنجرِ قاتل — دھو ہات جو کوئی جان سیں نومید ہوا ہے

نہیں تشنہ لبی اس کوں مثل آبِ خضر کی
جو عشق ستی زندۂ جاوید ہوا ہے

۴۰

۲۶۶۸

چہرے پہ گلبدن کے عجائب بہار ہے — جس کے بغیر[2] بلبلِ دل بے قرار ہے

یا برگِ گل پہ سبزۂ سیراب ہے عیاں — یا لعلِ لب پہ خطِ زمرد نگار ہے

ازبس کہ شمع رو کی جھلک کی نہیں ہے تاب — فانوسِ شمعِ چرب زباں کا حصار ہے

تجھ شوق[3] کی چھری سیں ہوا چاک چاک دل — معلوم یوں ہوا کہ بہشتی انار ہے

سیرِ چمن میں لالۂ کھلے غم کے بند کا — گل رو کا دیکھنا او سے باغ و بہار ہے

دامن ترے کوں ہات لگاؤں تو کیا عجب — تجھ پر بھی ہے عیاں کہ مرا انکسار ہے

حق میں مرے ستم ہے تری چشمِ اشک بار — دل چیرنے کوں زور فرنگ آبدار ہے

۱؎ تجھ باج ہر یک باغ میں ہے داغ بہ یک رنگ۔ ۳۹۱ ا۔ ۲؎ جس دیکھنے کوں۔ ۳۹۱ ا۔ ۳؎ عشق۔ ک۔

مہندی کوں توڑ پانو سیں باہر نکل شتاب ہر ہر قدم پہ خونِ شہیداں نثار ہے

میری طرف سیں یار کوں جا بول اے سراج
عالم ترے جمال کا امیدوار ہے

۴۱

عجب میں ہوں کہ دل آئینہ دار کس کا ہے [۲۶۷۷] کیا ہے آپ سیں بے اختیار کس کا ہے

صنم کی طرزِ تغافل کوں دیکھ حیراں ہوں کہ دل میں آئینہ رو کے غبار کس کا ہے

مرے خیال کے گلشن کوں جس نے سبز کیا نہ جانوں خطِ زمرد نگار کس کا ہے

دو چار آئینہ میں تجھ کوں دیکھ سکتا نہیں پھر اُس جہاں میں مجھے اعتبار کس کا ہے

اسی خیال سیں کھتا ہوں میں ہم آغوشی کہ آج وو گلِ بے خار ہار کس کا ہے

وو صبح اوپر اگر چیرِ رخ چیر رخ کھایا نہیں تو مہر طشتِ جواہر نگار کس کا ہے

ہوا ہوں آج نپٹ زخمِ عشق سیں بے کل کہو کہ خنجرِ زہر آبدار کس کا ہے

جو کوئی ہے بلبلِ گلزارِ عشق اوسے پوچھو کہ وو صنم گلِ رنگیں بہار کس کا ہے

عجب نہیں کہ ہو بے قرار جیوں سیماب برہ کی آگ ہے[۱] یہاں اختیار کس کا ہے

---

[۱] یگ سوں نکل گھر سوں بے حجاب ۔ ۳۹۱ ا ۔ اے یں ۔ ک ۔

قبول کر نذرِ عندلیبِ گلشنِ شوق کبھی تو کہہ کہ دلِ چاک ناتواں کا ہے

جلا کے خاک کیا پن کبھی بھی یوں نہ کہا
سراجِ سوختہ دل خاکسار کس کا ہے

۴۲

کیا وار دل کے پار میں پیارے نگے پیار کے کاری ہیں[1] زخم خنجرِ زہر آب دار کے

ہوئے کیوں نہ تازہ سبزۂ خطِ باغِ حسن میں پایا ہے آبِ چاہِ زنخداں سیں یار کے

دل کوں تمھاری زلف کی لٹ کا خیال آ ہے ڈالو شکار بند گلے میں شکار کے

دیکھتا[2] ہوں جب سیں دانت تر رنگِ پان سیں سرخ میری نظر میں تخم ہیں دانے[3] انار کے

یک جرعہ آ کہ شربتِ دیدار تک پلا کئی دل ہوئے شہید ترے انتظار کے

قاتل کی تیغ[4] نگہ غضب آلود دیکھ کر جاتے رہے ہیں پانو مرے اختیار کے

خورشید رو بغیر[5] شبِ غم میں ہیں سراج
روشن چراغ[6] اشکِ رواں کی قطار کے

---

۱ یار غم مینگے ۔ ۳۹۱ و ۔ ۲ شیریں دہن کے دیکھ دہن رنگ پان سیں سرخ ۔ ۳۹۱ و ۔ ۳ یک ک ۔ ۴ کے باج ۔ ۳۹۱ و ۔ ۵ اے ۔ ک ۔ ۶ ہوئے چراغ انجھو ۔ ۳۹۱ و ۔

۴۳

۲۶۹۵

چشمِ ساقی[1] کا جو کوئی بیمار ہے — نرگسِ گلزار سیں بے زار ہے

ابروئے پُر چیں سے کرتا ہے شہید — کیا بلا[2] شمشیرِ جوہر دار ہے

بس کہ تجھ قد پر ہوی ہیں مبتلا — سروِ گلشن قمریوں کوں خار ہے

ہر ادا اُس غمزۂ خوں ریز کی — حق میں میرے تیر ہے تلوار ہے

زخم تیری تیغ کا اے گلبدن — سینہ چاکوں کے گلے کا ہار ہے

گردشِ[3] چشمِ پری رو دیکھ کر — دل مرا ہے جامِ مے سرشار ہے

ہجر میں اُس راحتِ جاں کی سراج
زندگی سیں جی مرا بے زار ہے

۴۴

۲۷۰۳

دل شیفتۂ زلف گرہ دار ہوا ہے — ہر تار کے سودے میں گرفتار ہوا ہے

زاہد نے ترے نرگسِ مے گوں کی خبر نئیں — کیفیتِ مستی سیں خبردار ہوا ہے

---

[1] جو بیا کی چشم۔ ۳۹۱ و۔ [2] ظاہر شمشیر۔ ۳۹۱ ا۔ [3] نیم بسمل ہو تڑپتا ہے سراج۔

کیا بلا وو ابروئے خمدار ہے۔ ۳۹۱ ا۔

جب سیں وو سہی قد نے کیا سیرِ گلستاں — قمری کے گلے طوقِ جنوں آ رہا ہے

بازارِ جہاں سیر کیا نقدِ خرد لے — دل جنسِ محبت کا خریدار ہوا ہے

فوجِ خرد و ہوش میں ہل چل ہو جب کیا — شاید علم[1] آہ نمودار ہوا ہے

جو کوئی تری آنکھوں کی طرف دیکھ رہا ہے — نرگس کے تماشے[2] ستی بیزار ہوا ہے

پروانۂ مقصود کوں پایا ہے سراج آج

دل سوختۂ شعلۂ دیدار ہوا ہے

۴۵

اوّل سیں دل مرا جو گرفتار تھا سو ہے — میرے گلے میں عشق کا زُنّار تھا سو ہے[۲۷۰۹]

اے شاہِ حسن مجکو تمہاری جناب میں — مدت سیں بندگی کا جو اقرار تھا سو ہے

معلوم یوں ہوا کہ نصیبوں میں نہیں[3] شفا — شمشیرِ غم کا وار جگر پار تھا سو ہے

جیوں غنچہ سیرِ باغ سیں مج تا ہنوز تنگ دل — تجھ بن مری نگاہ میں گل خار تھا سو ہے

سوزن مثال آنکھ میں سلتی ہے ہر پلک — تیری برہ کا خار دل آزار تھا سو ہے

اب لگ[4] غمِ فراق جدائی کی رات میں — یار و رفیق و مونس و غمخوار تھا سو ہے

---

1 شاید کہ علم ۔ ک ۔ 2 تماشا ۔ ک ۔ 3 ہے ۔ ۲۹۱ ا ۔ 4 اب تک ۔ ک ۔

مت بوجھ سوزِ عشق سیں فارغ سراج کوں

پروانہ وار جان سیں طہار تھا سو ہے

۴۶

۲۷۱۶

ہر طرف یار کا تماشا ہے — اس کے دیدار کا تماشا ہے

عشق اور عقل میں[1] ہوئی ہے شرط — جیت اور ہار کا تماشا ہے

خلوتِ انتظار میں اوس کی — در و دیوار کا تماشا ہے

سینۂ داغ داغ میں میرے — صحنِ گلزار کا تماشا ہے

ہے شکارِ کمندِ عشق سراج

اُس گلے ہار کا تماشا ہے

۴۷

۲۷۲۱

صنم[3] جب چہرۂ زرتار باندھے — جھلک سیں کوچہ و بازار باندھے

ہزاروں تیغ بندوں کوں کرے قتل — خمِ ابرو کی جب تلوار[4] باندھے

جو دیکھے ایکدم زاہد تری زلف — گلے میں زہد کا[5] زُنّار باندھے

---

۱ کی بدی ہے ۔ ۳۹۱ و ۔ ۲ دل کے داغ ۔ ک ۔ ۳ سجن ۔ ۳۹۱ و ۔ ۴ تروار ۔ ۵۵۴ ا ۔ ۵ کے ۔ ۳۹۱ ر

طلب کے عقدۂ مشکل کوں کھولے　　جو کوشش کی کمر یکبار باندھے

جو کوئی غم کا حصارِ قلب چاہے　　غبارِ آہ سیں دیوار باندھے

جو دیکھے گل رخوں کوں لاؤبالی　　بجا ہے گر لبِ اظہار باندھے

سراجؔ آنکھیں کیا ہے غیر سیں بند
کہ تا دل میں خیالِ یار باندھے

۴۸

۲۲۲۸
سرو قد آج اگر سیرِ چمن زار کرے　　قمری باغ کی تئیں صورتِ دیوار کرے

طوطیاں باغ کی ہویں آئینہ رو پر حیراں[1]　　جب لبِ لعلِ تبسم سیں شکر بار کرے

گلشنِ عشق کا ہے پھول مرا داغِ جگر　　ہے بجا گر وو صنم طرۂ دستار کرے

جو ترے رخ پہ خطِ سبز کوں دیکھے دو بار　　سبقِ شرحِ گلستان کوں تکرار کرے

زاہدِ خشک اگر کفر سیں ہووے آگاہ[2]　　رشتۂ زلف ترا رشتۂ زنار کرے

نیشتۂ آہ سیں مجھ سینہ خراشی کوں دیکھ　　کو کہن لافِ محبت ستی انکار کرے

اے سراجؔ اس قدِ موزوں کے مقابل شمشاد
سرکشی ترک کرے عجز پر اقرار کرے

---

[1] اپس لب کوں ۔ ۱۳۹۱ و ۔ [2] مشرب رنداں دیکھے ۔ ۱۳۹۱ و ۔

۴۹

۲۴۲۵

خوب بوجھا ہوں میں اُس یار کوں کوئی کیا جانے ‏ اس طرح کے بتِ[۱] عیار کوں کوئی کیا جانے

لے گئیں بات سیں دل اسکی جھکی[۲] ہوئی انکھیں ‏ حیلۂ مردمِ بیمار کوں کوئی کیا جانے

میں نہ بوجھا تھا تری زلف گرہ[۳] دار کے پیچ ‏ سچ[۴] کہ کیفیتِ مکار کوں کوئی[۵] کیا جانے

شرحِ بے تابیِ دل نہیں ہے قلم کی طاقت ‏ تپشِ شوق کے طومار کوں کوئی کیا جانے

شربتِ خونِ جگر کا مزہ عاشق پاوے ‏ لذتِ عشق[۶] جگر خوار کوں کوئی کیا جانے

مشربِ عشق میں ہیں شیخ[۷] و برہمن یکساں ‏ رشتۂ سبحہ و زنار کوں کوئی کیا جانے

نمکِ زخم ہوا مرہمِ جالینوسی ‏ خلشِ سینۂ افگار کوں کوئی کیا جانے

طوق و زنجیر نہیں جس پہ کسے رحم آوے ‏ دامِ الفت کے گرفتار کوں کوئی کیا جانے

جب[۸] تلک تلخیِ شورابۂ غم چاکھا نیں ‏ تب تلک لذتِ دیدار کوں کوئی کیا جانے

قدر اوس نافۂ تاتار کی مجھ سیں پوچھو ‏ یار کی زلف کی مہکار کوں کوئی کیا جانے

---

۱ سیں۔ک۔ ۲ جھوکی۔ک۔ ۳ شکن۔ ۳۹۱ ا۔ ۴ کے۔ک۔ ۵ سحرگر۔ ۳۹۱ ا۔ ۶ عاشق خونخوار کا۔ک۔ ۷ تسبیح۔ک۔ ۸ صرف۔ ۴۸۵ ا۔

میں کہا زخمیٔ غم ہوں تو دیا اُس نے[1] جواب
اے سراج ایسے چھپے وار کوں کوئی کیا جانے

۵۰

۲۷۴۶

ہوا ہوں بس کہ بیمارِ جدائی — پلک آنکھوں میں ہے خارِ جُدائی
برہ دکھ سنگ ہے شیشہ پہ دل کے — کسی پر[2] حق نہ دے بارِ جُدائی
مسلماں کر دکھا کر[3] مصحفِ حُسن — گلے ہیکل ہے زُنارِ جُدائی
کیا اب قدرِ آزادی کوں معلوم — ہوا دل جب گرفتارِ جدائی
دلِ بسمل کوں نہیں ہے تابِ پرواز — اوسے حائل ہے دیوارِ جدائی
غزل خوانی کیوں نہ ہوں مانندِ بلبل — کیا ہوں سیرِ گلزارِ جدائی

سراج اب مختصر کر قصۂ غم
نہیں انجامِ طومارِ جدائی

۵۱

۲۷۵۳

جہاں مجھ غم کی آتش جلوہ گر ہے — وہاں دوزخ کا قصہ مختصر ہے

---

[1] جن نے بولا۔ ص ۳۹۱ و۔ [2] خدا کس پر نہ دے۔ ص ۳۹۱ ا۔ [3] دکھا کر کھ کا مصحف کر مسلماں۔ ص ۳۹۱ و۔

شتابی سیں نظر آویگا موہن — اگر مجھ آہ و زاری کوں اثر ہے

مجھے[1] ہے سیر صحرا بادشاہی — پھپھولا پاؤں کا سر کا چھتر ہے

حلاوت عشق کی ہوئی مجھ کوں معلوم — مگر جامہ ترا شیر و شکر ہے

نہیں ہے خوف تیرے تیرِ غم سیں — ہمارے پاس بھی دل کی سپر ہے

نہ کر[2] اے بوالہوس تو عشق کی لاف — نشانِ عشق بازی چشمِ تر ہے

کیا بلبل نے گل کا دیکھنا ترک — چمن میں جب سیں گل رو کا گذر ہے

کہاں ہے[3] وو کماں ابرو کہ جس بن — نشانِ تیرِ غم لختِ جگر ہے

سراج[4] اس شمع رو کوں کیا لکھوں خط
مرا مکتوب پروانے کا پر ہے

۵۲

۲۷۶۳

یار جب[5] پیشِ نظر ہوتا ہے — دل مرا زیر و زبر ہوتا ہے

---

[1] سواے خسرو دشت جدائی ۔ ۱۳۹ ا ۔ [2] مار ۔ ۱۳۹ ا ۔ [3] کماں ابرو مرا کہاں ہے ۔ ۱۳۹ ا ۔ [4] سراج آرام میں پیا باج ۔ پلک میری آنکھاں میں نیشتر ہے ۔ ۱۳۹ ا ۔ [5] ۱۳۹ ا کے اضافہ شعر ۔ وفاداری میں ثابت ہو جو ہم سا ۔ اگر در سانِ تو سر ... ہے پیا جو کوئی شراب جام وحدت ۔ خیال در جہاں سو خطر ہے ۔ مرا دل کیوں نہ ہوئے شل کتاں چاک ۔ نظر کھ اے پری شل قمر ہے ۔ [6] ایسب بن ۱۳۹ ا ۔

ہو خجل باغ میں گل آب ہوا — جب سیں گل رو کا گذر ہوتا ہے

داغِ دل کوں ثمر نہیں بہرِ وصل — گرچہ ہر گل کوں ثمر ہوتا ہے

گر دمِ دلبرِ خوش چشم بغیر — سرمۂ چشم جگر ہوتا ہے

دل لیا نرگسِ ساحر نے تری — سچ کہ جادو کوں اثر ہوتا ہے

تیغِ ابرو سیں تری خوف نہیں — دل مرا جائے سپر ہوتا ہے

شمع رو کی شبِ ہجراں میں سراج
آگ غم داغ شرر ہوتا ہے

۵۳

یا الٰہی وو نسیم برکاں ہے ۲۷۶۹ — شامِ امید کی سحر کاں ہے

پردۂ دیدہ فرشِ راہ ہوا — لیکن اس یار کا گذر کاں ہے

ترکِ مطلب ہے مطلبِ مجنوں — شجرِ بید کوں ثمر کاں ہے

---

۱ نوک پیکانِ الم کھانے کوں۔ ۳۹۱ و۔ ۲ سے ۳ گہر ہوتا ہے۔ ۳۹۱ و۔ ۴ ۳۹۱ و کے اضافہ شعر۔
مہر بس کہ سیں یوں ہوا معلوم۔ آہ عاشق کوں اثر ہوتا ہے۔ تا کہ لے جاؤ مجھے گھر و پاس۔ شوق دل بازوئے پر ہوتا ہے۔
۶ کہاں۔ ک۔ ۷ عینِ مطلب جیوں۔ ۳۹۱ و۔

دور کرنے کوں غم کی تاریکی — چودھویں رات کا چندر کاں ہے

دلِ کا پیغام اُس کوں پہنچانے — نالہ و آہ کا اثر کاں ہے

ہر چمن میں شگفتہ رو ہونے — گل کی مانندِ مشتِ زر کاں ہے

لشکرِ غم ہوا ہے تیر افگن — ہمتِ دل کی اب سپر کاں ہے

مثلِ پروانہ جل گیا ہے سراج
لیکن اُس شمع کوں خبر کاں ہے

۵۴

جانی کے پاس جا کہ مری کوئی خبر کہے — گذری جو مجھ پہ غم کی تھکا سربسر کہے

خلوت میں گلبدن کے نہیں بار غیر کوں — مجھ دل کا درد بادِ صبا جا اگر کہے

یک بار سن کے حال مرا اور گذر گیا — ایسا رفیق کاں ہے کہ بارِ دگر کہے

بر جا ہے زہدِ خشک سیں بیزار ہے جو کوئی — اس لعلِ آبدار کوں خرمائے تر کہے

کیوں مو بمو میں اس کے نہ ہو متصل قصور — نازک میاں مرے کوں جو کوئی مو کمر کہے

---

۱ پیو کوں میرا پیام پہنچانے ۔ ۳۹۱ ا۔ ۲ مہر ک۔ ۳۹۱ ۳ اضافۂ شعر ۔ نظر ہوتے ہیں جیوں شبنم
ہر طرف مہر کی نظر کاں ہے۔ ۴ پیتم ۔ ۳۹۱ ا ۵ بجا ۔ ۳۹۱ ا ۶ جائے کر ۔ ۳۹۱ ا۔

تیرے نیسیں کوں کن نے دیا جی تو کیا ہوا ‌ ‌ ‌ ‌ سنتی ہمارے عدو کی سُن الحذر کہے

اس گلبدن کے ہجر میں غمگین ہو سراؔج

شاید ترا پیام نسیمِ سحر کہے

۵۵

۲۷۸۴

قیامت[1] چشم ہیں اس موکمر کے ‌ ‌ ‌ ‌ عجب چنچل ہرن پالے ہیں گھر کے

شرابِ جامِ غم ازبس پیا ہوں ‌ ‌ ‌ ‌ کباب اب کیوں نہوں لختِ جگر کے

کئے ہو اہتمامِ ناز جب سیں ‌ ‌ ‌ ‌ ہٹے گل بلکہ اکثر سرو سر کے

علاج اس کا نہیں بن مرہمِ وصل ‌ ‌ ‌ ‌ برہ کُتّے کے جو کھایا ہے جگر کے

ہمارے رنگ کا دیکھیں تماشہ ‌ ‌ ‌ ‌ کہو ان کو جو کوئی طالب ہیں زر کے

سنے[2] ہیں جو سخن اس لعل لب سیں ‌ ‌ ‌ ‌ کہاں مشتاق ہیں لعل و گہر کے

سراؔج اشعار[3] تیرے کیا بلا ہیں

بھبوکے ہیں مگر سوزِ جگر کے

---

[1] بلا ہیں دو نین ۔ م۳۹۱ و ۔ [2] سراج اب شعر تیرا جو سنے ہیں ۔ کہاں مشتاق ہیں لعل و گہر کے م۳۹۱

[3] نہیں ہے تشنگی کوثر کی اس کوں ۔ سنا جو کوئی بچن تیرے دہن کے ۔ م۳۹۱ و ۔

۵۶

۲۷۹۱

جسکی طرف ادا سیں وو ساقی نظر کرے   کونین کے خیال ستی بے خبر کرے

جو تجھ نگہ کے تیر کے آیا ہے سامنے   برجا ہے گر وو لختِ جگر کوں سپر کرے

بلبل ترے دہن کی لطافت کوں دیکھکر   صندوقِ غنچہ بھر کے زرِ گل نذر کرے

مسندیہ عاشقی کی جو ہے بادشاہِ وقت   لازم ہے اسکی راہ میں فرشِ جگر کرے

آسودگی سیں گردِ کدورت کی صاف ہوئے   جب دیدۂ آبِ اشک کے دامن کوں تر کرے

دریائے شور میں جو پڑے عکسِ لعلِ یار   اپنے اثر سیں رنگِ رواں کوں شکر کرے

میں وقت پا کے اس کوں سناؤنگا یہہ غزل

دردِ دلِ سراج مگر کچھ اثر کرے

۵۷

۲۷۹۸

چشمِ خوں ریزِ یار خنجر ہے   موئے مژگاں سیں جس کوں جوہر ہے

تازہ رکھ آبِ مہربانی سیں   ایک دل سو چمن برابر ہے

تجھ جدائی میں اے قیامت قد   شورشِ آہِ صورِ محشر ہے

ہ شور ۔ ۲۹۱ ا ۔

زخم مجھ پر کرم رقیبوں پر — ہوئے تو بہتر نہ ہوئے تو بہتر ہے

ہے جدائی کا غم غم بے میر — اس سبب دل کی بازی ابتر ہے

نامۂ غم صنم کوں پہنچانے — آہ میری پرِ کبوتر ہے

دل مرا خوں پذیرِ غم ہے سراج
ہجر کی آگ کا سمندر ہے

۵۸

۲۸۰۵

جب چشم کے ساغر کوں صنم دور[1] کرینگے — حالِ دلِ عشاق پہ کیا جور کرینگے

اپنے دمِ شمشیر کے پانی کوں پلاکر — شاید کہ شہیدوں کے اوپر غور کرینگے

جا چرخ پہ بے جا جو کرے[2] لامِ نو — ابرو کی اوسے تیغ ستی ٹھور کرینگے

آئے ہیں صنم مجھ طرف از بس غضب آلود — معلوم نہیں مجھ ستی کیا طور کرینگے

اے جانِ سراج آ کہ ہزاروں دلِ شیدا
تجھ پہ سیتی[3] فدا جان کوں فی الفور کرینگے

۵۹

۲۸۱۰

شیشۂ دل غم سیں چکنا چور ہے — خندۂ مے گریۂ ناسور ہے

---

[1] پیا۔ ۳۹۱ ا۔ [2] آیا ہے۔ ک۔ [3] پگ یہ۔ ۳۹۱ ا۔

جس ورق پر وصفِ حسنِ یار ہے　　وو ورق نہیں برگِ نخلِ طور ہے

تجھ نگہ سیں رنگِ آتش ہے گداز　　آج مجمر خوشۂ انگور ہے

جب سیں دیکھا ہو وو لعلِ شکریں　　چشمِ حیراں خانۂ زنبور ہے

جلوۂ قامت دکھا جا ایک دم　　سروِ سرکش باغ میں مغرور ہے

عالمِ باطن کا اس کوں سیر نیں　　شیخ و زاہد آنکھ سیں معذور ہے

وصلِ یارِ شمع رو کا اے سراجؔ
گرمیٔ دل کوں مرے کافور ہے

۶۰

جب سیں مری نظر ستی وو حور دور ہے[۱] ۲۸۱　　بزمِ طرب سیں بادۂ انگور دور ہے

روتا ہوں دردِ ہجر سیں از بسکہ زار زار　　مردم سیں چشم کی اثرِ نور دور ہے

زاہد رکھا ہے کشتیِ محراب میں قدم　　طوفانِ عشق کا تو ابھی پور دور ہے

اس ماہ رو کا وصل میسر ہے جب ستی　　ظلماتِ ہجر کی شبِ دیجور دور ہے

زخمی ہوا ہے بسکہ تری تیغِ عشق کا　　زخمِ جگر سیں مرہم کافور دور ہے

---

[۱] از بس کہ تجھ نگاہ کے خنجر سیں ہوں شہید ۔ ۲۹۱ و۔

صہبا پرستِ عشق کوں عشرت روا نہیں   مجلس سیں غم کی نغمۂ طنبور دور ہے

نزدیک جب سیں دردِ جدائی ہوا سراج
چاروں طرف سیں عیش کوں یاں دور دور ہے

٦١

۲۸۲۴

جب[1] سیں دامِ زلف عالمگیر ہے   نقشِ پا ہر صید کوں زنجیر ہے

زلفِ مشکیں کوں مطول مت کہو   مصحفِ رخسار کی تفسیر ہے

خوں ہوا رشکِ کفِ پا سیں ترے   خوابِ مخمل کی یہی تعبیر ہے

جب سیں دیکھا وو قدِ شمشادِ رشک   سروِ گلشن قمری تصویر ہے

یاد میں اس غمزۂ خوں ریز کی   لختِ دل آماج گاہِ تیر ہے

کھینچ کر تیغِ جفا مت قتل کر   عاشقِ[2] دل خستہ بے تقصیر ہے

جل[3] گیا آخر دلِ بے کل سراج
تب تو تھا سیماب اب اکسیر ہے

---

[1] بس کہ ۔ ب ۳۹۱ و ۔ [2] یہ دلِ خوں گشتہ ۔ ب ۳۹۱ ا ۔ [3] زلف پیو کی صید دل کوں اے سراج
دام ہے تب حلقۂ زنجیر ہے ۔ ب ۳۹۱ ا ۔

۶۲

تجھ زلف کی بو مشکِ معنبر کوں کہاں ہے | تجھ قد کی ادا سروِ صنوبر کوں کہاں ہے

خورشید مقابل ترے ذرّے سیں بھی کمتر | تجھ رخ کی تجلّی مہِ انور کوں کہاں ہے

مے نوشِ محبت نہ کرے منتِ[1] مینا | تجھ لب کی لطافت لبِ ساغر کوں کہاں ہے

صیقل سیں ترے عشق کی پایا ہے جلا دل | یہہ آئینۂ صاف سکندر کوں کہاں ہے

دیدار کے پیاسے کوں نہیں خواہشِ فردوس | شیریں مزگی چشمۂ کوثر کوں کہاں ہے

لے جاوے گر دل کی طپش آہ کا مکتوب | یہہ تیز پری بالِ کبوتر کوں کہاں ہے

جل جل کہ ہوا خاک سراج آتشِ غم میں
یہہ سوختگی بالِ سمندر کوں کہاں ہے

۶۳

اگر سوزِ جگر سیں نالۂ شبگیر کر سکئے[2] | دلِ بے رحم[3] میں اس یار کے تاثیر کر سکئے

ورق پر دل کے رنگ آنسو کا لے کر کلکِ مژگاں سیں | ترے چہرہ کی شاید خواب میں تصویر کر سکئے

ستم کا نیمچا مت کھینچ صیدِ دل پر اے ظالم | چھری[4] سیں مہربانی کی اگر تکبیر کر سکئے

---

۱ خواہش ۔ ۳۹۱ و ۔ ۲ سکھے ۔ ک ۔ ۳ بے درد ۔ ۳۹۱ و ۔ ۴ چھڑی ۵۸۳ و ۔

ہوا ہے سرو دیوانہ تمہارے[1] قد کے سایہ میں — بجا ہے گر تو موج آب سیں زنجیر کر سکتے

مجھے گر لوحِ محفوظ اسکے نقشِ پا سیں ہات آوے — تغیر سرنوشت جبہ تقدیر کر سکتے

بتایا[2] سامری مجھ عشق پر نیرنگ کئی مجھ کوں — پری رو کوں فسونِ آہ سیں تسخیر کر سکتے

مری نبضِ جگر کوں دیکھ لقماں نے[3] کہا یوں کر — کہ ایسے دردِ بے درماں کی کیا تدبیر کر سکتے

کہا ہاتف نے رحمت ہے گنہ گارِ محبت پہ — تو ہم تقصیر کرتے ہیں بُت تقصیر کر سکتے

اگر عکس اس سہی قد کا نصیبِ اہلِ حیرت ہوئے
سراج آئینہ دل گلشنِ کشمیر کر سکتے

۶۱۴

۲۸۴۷

جیوں کہ خوباں کوں ناز لازم ہے — عاشقوں کوں نیاز لازم ہے

گر حقیقت کی سیر ہے خواہش — راہِ عشقِ[4] مجاز لازم ہے

گر مصلے صنم کا نقشِ قدم — صدقِ دل سیں نماز لازم ہے

درد مندوں کے[5] حق میں اے ظالم — عشوۂ دل نواز لازم ہے

۱؎ صنم کے ۔ ۲۹۱ و۔ ۲؎ بتایا سحر مری نے عشق پر نیرنگ نے مجھ کوں۔ ۲۹۱ و۔ ۳؎ کر لقماں نے بولا۔ ۲۹۱ و۔ ۴؎ اول۔ ۲۹۱ و۔ ۵؎ اے مجھ حق میں دردمندوں کے۔ ۲۹۱ و۔

محفلِ عاشقی میں مثلِ سراج

نالۂ جاں گداز لازم ہے

۶۵

۲۸۵۲

ہمارا[1] جلوہ فرما دل لجانے ناز کرتا ہے — ادا یا سحر یا جادو ہے یا اعجاز کرتا ہے

کتابت میں مرا دل کیا لکھے احوال حیراں ہوں — نہیں انجام قصۂ غم کا جب آغاز کرتا ہے

جگر میں شوق کی آتش کہو کیونکر رکھے پنہاں — یہ آہِ شعلہ افشاں پردۂ دل واز کرتا ہے

بتنگ آیا ہے غم سیں وصل کی ہے آرزو ہم کوں — قفس سیں مجھ جگر کے داغِ دل پرواز کرتا ہے

"شتابی آشتابی آ شتابی آشتابی آ" — جگر بے تاب ہو ہر دم یہی آواز کرتا ہے

نہیں ہے مجکوں اب تاب جدائی مہربانی کر — مرے پر کیوں ستم اے دلبرِ طناز کرتا ہے

سراج اس بختِ نا فرجام کا شکوہ لکھے[2] کب تگ

کہ ہر خار اس چمن میں مجھ سنتی اغماز کرتا ہے

۶۶

۲۸۵۹

پردۂ عشاق سیں ہم راز ہے — آہ کے قانوں میں جس کوں ساز ہے

---

[1] مرے دل کوں لجاتا ہے صنم جب۔ ۳۹۱ ؎ ل۔ [2] لکھوں۔ ک۔ لکھے کا ار تگ۔ ۳۹۱ ؎ ل۔

کاش کہ بر میں نہ ہوتا پیرہن　　یہہ گریباں درد کا غماز ہے

دل نسیمِ عیش سیں کھلتا نہیں　　یہہ کلی اُس باغ میں ممتاز ہے

ابر میرے اشک کا ہے پردہ در　　برق میری آہ کا آواز ہے

شکوۂ طرزِ تغافل خوب نہیں　　یہ بھی اُس کافر ادا کا ناز ہے

نہیں دلِ خاموش پر زخمِ ستم　　غنچۂ تصویر کوں پرواز ہے

ہجر میں مہتاب رو کے اے سراج
اشکِ گل ریز آہِ آتش باز ہے

۶۷

طریقِ عشق میں وو بوالہوس ہے [۲۸۴۹]　　جو کوئی ہر قند پر مثلِ مگس ہے

ہمیشہ دردو غم کے قافلے میں　　صدائے آہ آوازِ جرس ہے

جہنم کیوں نہ ہووے حسرتیں سیں پانی　　ہماری آہِ آتش سیں سرس ہے

مجھے ہر دم کنڈی مت بتاؤ　　نگہ کی برچھیوں کی ہُول بس ہے

---

۱ صرف۔ ۲ ۳۰۴ ا۔ ۳ نغزہ کا کام شمشیر و سپر کوں۔ مجھے تیر ادا کا وار بس ہے۔
۳۹۱ ا۔

شتابی آ اے شوخِ ماہ رخسار — ترے بن ایک ساعت سو برس ہے

مقابل عشق کے ہے عقل یوں کر — کہ جیوں کر آگ کے نزدیک خس ہے

سراج اس خوش دہن بن غنچۂ گل

ہمارے بلبلِ دل کوں قفس ہے

۶۸

قدرت کے باغ میں کا ہر[۱] گل جیں کوں دیکھئے[۲۸۷۳] — چاروں طرف بہار ہے کس کس کوں دیکھئے

کوئی نیم جاں ہے کوئی تڑپتا ہے[۲] کوئی تہیہ — اِن بسملوں کی صورتِ مجلس کوں دیکھئے

تھا نقدِ جاں سو[۳] دو تو تمھاری نظر کیا — اب کیا ہے حالِ عاشقِ مفلس کوں دیکھئے

اوس چشمِ نیم خواب کی معلوم ہو گی قدر — گلشن میں جا کے تختۂ نرگس کوں دیکھئے

جاناں برہ کی آگ میں بے تاب ہے سراج

اپنے رفیق و محرم و مونس کوں دیکھئے

۶۹

صد شکر کہ دل شوق میں بے ہوش ہوا ہے[۲۸۷۸] — اس شورِ حوادث ستی خاموش ہوا ہے

۱؎ بوستاں ۔ ۳۹۱ الف ۔ ۲؎ جیوں پسند ۔ ۳۹۱ الف ۔ ۳؎ و دل سو ۔ ۳۹۱ الف ۔

افسردہ دلی دور کیا گرمیٔ غم نے
اس غم کوں مئی شوق سیتی جوش ہوا ہے

جس عاشقِ رسوا نے کیا ترکِ تمنا
مقصود کے شاہد سیتی ہم آغوش ہوا ہے

جب گھر کوں چلا تو سنِ گلگوں چمن سیں
ہر سرو سہی خاشیہ بردوش ہوا ہے

تجھ زلف کی خوبی جو سنا باغ میں سنبل
کھا پیچ اسی غم سیتی سیہ پوش ہوا ہے

کر یاد تری نرگسِ مخمور کوں بلبل
لے ساغرِ گل ہات میں مئی نوش ہوا ہے

آتا نہیں احوالِ سراج اس کوں کبھی یاد
جانی کے مگر دل سیں فراموش ہوا ہے

۶۰

ضبط میں کیونکر رہے دل عشق کے جوشوں ستی
آگ بن پارا کہیں ٹھہرا ہے سرپوشوں ستی

عاشقِ صادق کوں تیرِ نقشِ پا ہے تاجِ سر
بوالہوس کوں عار آتی ہے تو پاپوشوں ستی

آرسی میں عکس تیرا مجکوں آتا ہے نظر
صاف رہ اے تیرہ باطن ہم نمدپوشوں ستی

جب سیں پایا ہوں مزہ میں غم کے مینے کید کا
دل مرا کھٹا ہوا انگور کے خوشوں ستی

عشق کے مستوں کوں آدابِ شریعت ہے معاف
دشمنی مت کر ارے نااہل بےہوشوں ستی

لے یتیم ۔ ۱۹۱ ا ۔

ہرزہ گوئی قدردانِ عشق کوں ہے ناپسند　　عالمِ حیرت کی لذت پوچھ خاموشوں ستی

جیوں سراج آتش کے شعلے تجکوں مج یا بتا کھو

خوف کر اے شمع رو ایسے بلانوشوں ستی

۱۷

۲۸۹۳
شوخ سرکش مطیع میرا ہے　　مرتبہ کیا رفیع میرا ہے

تم سیتی ظاہر شوخ دل میں غلام　　کیا طریقہ بدیع میرا ہے

تیغ ابرو سیں وو شۂ خوباں　　سرگروہ جمیع میرا ہے

گوہرِ اشک سب سمائے ہیں　　آج دامن وسیع میرا ہے

اے سراج اب خطر نہیں کہ رسول

روزِ محشر شفیع میرا ہے

۱۲

۲۸۹۴
جب گلبدن کے دیکھے دل باغ باغ ہووے　　سب دشمنوں کا سینہ جیوں لالہ داغ ہووے

آزاد سرو میرا جس وقت رخ دکھاوے　　شاید کہ دامِ غم سیں مجکوں فراغ ہووے

---

۱ پیوسوں۔ ۳۹۱ و۔ ۲ سب انجمونین میں۔ ۳۹۱ و۔ ۳ کیا دل۔ ۳۹۱ و۔ ۴ کہو۔ ۳۹۱ و۔

تب مجکوں یاد آوے گل رو کی آشنائی — بلبل کوں جب کہ گل سیں شرطِ جناغ ہووے

وو لعلِ لب تمہارا[1] ہے خاتمِ سلیماں — ہر مور بوالہوس کوں کیونکر سراغ ہووے

روشن دلوں کی صف میں ہووے[2] وو شمعِ مجلس — جس دل میں عاشقی کا روشن چراغ ہووے

ہشیار[3] مست ہوویں اور مست ہوویں ہشیار — جب دورِ چشمِ ساقی دور ایاغ ہووے

شعر سراج ہر یک ہے گلشنِ معانی
بو اس سخن کی پاوے جو خوش دماغ ہووے

۶۳
۲۹۴

عجب تجھ غم کے گوہر کوں شرف ہے — کہ چاک سینۂ عاشق صدف ہے

کہاں ہے[4] طاقت حباب بوالہوس کوں — لبِ دریا پہ اس مستی سیں کف ہے

نہیں درکار تیغِ کج ادائی — نزی سیدھی نگہ تیر ہدف ہے

شہِ خوباں شتاب آ فوجِ عشرت — ترے بن یک قلم سب برطرف ہے

سراج آئینۂ دل کر مصفا
کہ قلبِ صاف ما بے کلف ہے

---

[1] پیاکا ۔ ۳۹۱ ز ۔ [2] پاوے خطاب انور ۔ ۳۹۱ ا ۔ [3] برجا ہے عاشقوں کوں تب آن بیخودی کی ۔
جب تجھ نین کی گردش دور ایاغ ہووے ۳۹۱ [4] نہیں ۔ ۴۴۵ ا ۔

۷۴

۲۹۰۹

دل کے پرزے ہوئے اب ایک ورق باقی ہے[1] — سب تو آخر ہوئی کتاب ایک سبق باقی ہے

فرض ہے مجکوں شب لف میں مغرب کی نماز — اس شہابی لب مئی گوں کی شفق باقی ہے

تجھ کفِ پا کی خجالت سیں ہر ایک گلشن میں — پھول پر قطرۂ شبنم سیں عرق باقی ہے

خوابِ[1] آشفتۂ ہستی کی یہی ہے تعبیر — غیر فانی ہے مگر جلوۂ حق باقی ہے

جان دیتا ہے ترے ہجر کی سختی سیں سراج
آشنائی ستی اے جان رمق باقی ہے

۷۵

۲۹۱۴

ہر قطرہ اشک[2] درد کا بحرِ عمیق ہے — مردم ہماری[3] چشم کا اس میں غریق ہے

تنہا نہیں ہوں[4] دشتِ محبت میں اے صنم — غم ساتھ درد قافلہ اور دکھ رفیق ہے

اس لیے کسی کے حال میں غم خوار کوئی نہیں — لیکن ہمیشہ[5] درد جدائی شفیق ہے

تسکیں[6] ہے یاد لعلِ لب یار سیں مجھے — حق میں ہماری تشنہ لبی کے عقیق ہے

۱؎ جگ کے اس خواب پریشاں ۔ ۲۹۱ ا ۔ ۲؎ مجھ انجھو کا ہو دریا ۔ ۲۹۱ ا ۔ ۳؎ یہ میری ۔ ۲۹۱ ا ۔ ۴؎ گر یہاں نہیں ہے دوجا تو نہیں ہے غرض ۔ ۲۹۱ ا ۔ ۵؎ مجھ پر ہمیشہ ۔ ۲۹۱ ا ۔ ۶؎ رکھتا ہوں اپنے پاس محبت کی کیسہ میری نظر میں سنگ سلیمانی عقیق ہے ۔

ہرگز نہیں زیارتِ کعبہ کا مجکوں شوق　　دلدار کی گلی مجھے[1] بیت العتیق ہے

برجا ہے لخت لخت اگر ہوے مرا جگر　　ہر ضربِ آہ حق میں مرے منجنیق ہے

اس خوش دہن کے وصف کوں کر مختصر سراج

تیری غزل کا قافیہ از بس دقیق ہے

۷۶

۲۹۲۱

ہے مجکوں بے قراری[2] جس من سیں گل بدن کی　　جیوں عندلیب ہرگز پروا نہیں چمن کی

بے آب[3] وصل[4] ساقی بجھتی نہیں ہے ہرگز　　سینے میں جس کے دوں ہے تجھ ہجر کی اگن کی

کس پاس جا کہوں میں ہمدرد کوئی نہیں ہے　　اس واسطے رکھا ہوں تب[5] من میں بات من کی

طوفانِ غم اوٹھا ہے اے آشنا کرم کر　　جی ڈوبتا ہے میرا کشتی دکھا نین کی

مجلس میں شمع رو کی پروانگی ہے مجکوں　　میرے نصیب میں ہے کیا سُبھ گھڑی لگن کی

تجھ لعل دُر فشاں کا ہر اک سخن ہے موتی　　میں جانتا ہوں قیمت اس لیے بہار تن کی

قرباں ہوا ہوں جب سیں جانِ سراج تجھ پر

مثلِ پتنگ مجکوں پروا نہیں کفن کی

---

[1] یہی۔ ح۔ [2] انتظاری۔ ۱۳۹۱ ا۔ [3] جل جل ہوا ہوں کا جل جلدی کا درس کا جل د۔ سینے میں آگی دوں تجھ ہجر کی اگن کی۔ ۱۳۹۱ ا۔ [4] وصل آب۔ ۱۳۸۳ ا۔ [5] مجھ۔ ۱۳۹۱ ا۔

۷۷

۲۹۲۸

تیری نگہ کی ہُول قیامت[1] اچوک ہے | جس کے ہر ایک زخم سیں دل نُوک نُوک ہے
اس کوں سکھا کہ لذتِ دیدار سیر کر | نادیدہ دل کوں وصل کی نعمت کی بھوک ہے
اے شوخ[2] رکھ میرے دلِ بے تاب پر قدم | تیرے برہ کے درد سیں سینے میں ہوک ہے
جس کی نظر ہے فسق کے اوپر مثالِ سگ | وو شیر مردِ عشق کے نزدیک خوک ہے
جو جی دیا ہے اپنے بدیع الجمال کوں | سب عاشقوں کی صف میں وو سیف الملوک ہے
سب سیں جدا ہے عالمِ دیوانگی کی راہ | لیکن طریقِ عارف سالک سلوک ہے

دریائے بے خودی کوں نہیں انتہا سراج
غواصِ عقل و ہوش کوں واں بھول چوک ہے

۷۸

۲۹۳۵

دل[3] بسکہ یادِ دوست سیں آئینہ رنگ ہے | نقشِ خیالِ حسن پری اس پہ زنگ ہے
دم مارنے کوں عاشقِ بیدل کے جا نہیں | صحرا مثال خانۂ آئینہ تنگ ہے

۱ے سجن کیا۔ ۲۹۱ و۔ ۲ے میرے جگر میں پائے مبارک کوں رکھ سجن۔ ۲۹۱ و۔ ۳ے دل بیوکہ کھو کی یاد میں۔ ۲۹۱ و۔

آتی ہے بزمِ عیش[1] ستی مجکوں بوئے خوں — موجِ شراب جوہرِ تیغِ فرنگ ہے

مینا ے تن میں بوجھ غنیمت مئے حیات — جیوں دورِ جام دورِ فلک بے درنگ ہے

آرام کیونکہ ہووے شبِ ہجر میں مجھے — ہر آہ و نالہ پہلوئے دل میں خدنگ ہے

جس دن سیں سایہ پرورِ سنگِ فراق ہوں — تب سیں شکستِ شیشۂ ناموس و ننگ ہے

ہر شب[2] لگن میں شوق کی جلتا ہوں جیوں سراج
اس شمع رو کے حسن کا جو کوئی پتنگ ہے

۷۹

۲۹۹۲

دل میں خیالاتِ رنگیں گذرتے ہیں جیوں باغ گلوں کے رنگوں میں رہیے

وحشت کے جنگل میں کب تک پریشاں ہو غم کے بھارے سنگوں میں رہیے

جو کوئی کہ ہے دشتِ وحشت کا ساکن اوسے ہوش کے شہر سوں ہے نفرت

ہے دیوانگی کا نپٹ خوب عالم ہے زنجیر کی جا النگوں میں رہیے

پہ پندارِ ہستی سیں وہمی خیالوں نے کثرت کی تہمت لگائے ہیں ناحق

دراصل میں جوشِ طوفانِ وحدت ہے جیوں موجِ دریا امنگوں میں رہیے

---

[1] عشق۔ ک۔ [2] ہردم۔ ک۔

اس سروِ قامت کے جوشِ محبت میں ازبس کہ آزاد سب سیں ہوا ہوں
مانند قمری بدن کوں لگا کر "کہہ" "یا ہو" کے دم بھر ملنگوں میں رہیے
ناخن سراج آہ حسرت کی آتش سیں ہر دم میں بار جیبا سبب کیا
یکبار شعلے پہ گرنے کی طرحوں کوں معلوم کرنے پتنگوں میں رہیے

۸۰

چہرے پہ دل کے جوشِ جنوں کا کمال ہے — جس پر سوادِ داغِ محبت کا خال ہے
ہرگز گذر نہیں ہے یہاں عکسِ غیر کوں — دل عاشقوں کا آئینۂ بے مثال ہے
گلرو کوں دیکھ سر بگریبان ہوئے ہیں — شبنم سیں پھول پر عرقِ انفعال ہے
کیوں کر ادب میں یکسر ہو کر سکے قصور — سنبل چمن میں زلف تمہاری کا بال ہے

اٹھتا ہے دود آہ جگر سیں مرے سراج
اس شمع رو کی زلف کا جب سیں خیال ہے

۸۱

مرے گھر مہر سیں گر وو مہ ابرو ہلال آوے [۳۹۴۵] رقیبِ شوخ طینت کے ستارے پر زوال آوے

۱؎ ہوئے ہم ۔ ک ۔

صدا آ قمری سیں چمن میں راگ ہوتا ہے ‌ ‌ ‌ عجب نہیں جو ہر ایک شمشاد کوں قدت سیں حال آوے

اگر مجموعۂ گیسوئے مشکیں ہات لگ جاوے[1] ‌ ‌ ‌ مرے بخت پریشاں کی پریشانی پہ کال آوے

تماشہ دیکھ عالم کے چمن کا من کی آنکھوں سیں ‌ ‌ ‌ کہ تا توحید کے گل سیں تجھے بوئے کمال آوے

سراج ازبس کہ بلبل ہے گلستانِ محبت کا[2]

کہاں سبزِ چمن کا اُس کے خاطر میں خیال آوے

۸۲

تجھ پر فدا ہیں سارے حسن و جمال والے ‌ ‌ ‌ کیا صاف گال والے کیا خط و خال والے

مجھ رنگ زرد اوپر غصے سیں لال مت ہو ‌ ‌ ‌ اے سبز شال والے اور رُمال والے

تحقیق کی نظر سیں آخر کوں ہم نے دیکھا ‌ ‌ ‌ اکثر ہیں مال والے کم ہیں کمال والے

سایہ کوں سرو قد کے ڈھونڈے کہیں نہ پاوے ‌ ‌ ‌ عالم کے فال والے اور کیا نہال والے

گر حرف میرے غم کا لاوں زباں کے اوپر ‌ ‌ ‌ ہو جائیں قال والے یکدم میں حال والے

موزوں نہیں کئے ہیں تجھ قد سا ایک مصرع ‌ ‌ ‌ جل گئے خیال والے مر گئے مثال والے

---

[1] اگر وو زلف مشکیں سیں چمن یک شب دکھاوے رُخ ۔ ۲۹۱ ا ۔ [2] ترے گلزار سیں

گھر پر ۔ ۲۹۱ و ۔ اضافہ اشعار ۔ پیا مکھ دیکھنے خاطر مری انکھیں پھرکتی ہیں ۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وو فرخندہ فال آوے

جدائی کی اندھاری رات یارب مت دکھا کس کوں ۔ نہیں ہے چاند کی حاجت جو وو صاحب جمال آوے ۔

گر شب کوں سیر کرنے نکلے سراج مہ رو

جاہ و جلال والے ہوویں شال والے

۸۳

جس کوں تجھ قد کی چال یاد آوے[1] | کب چمن کا نہال یاد آوے
جس کا دل شوق سیں ہے مالا مال | کب اُوسے گنج و مال یاد آوے
دم بدم صورت آہ سیں تجھ کوں | دیکھ کوں الجمال یاد آوے
شوخ جادو ادا کی دیکھ جھلک | بے خودی کا خیال یاد آوے
شعر[2] سنتے ستی ہلالی کے | یار ابرو ہلال یاد آوے
اس ستم کیش لاو بالی کوں | کب مرے دل کا حال یاد آوے

شمع کوں شعلہ رو کے پاس سراج

عرق انفعال[3] یاد آوے

---

[1] میری۔ ۲۹۱ ر

[2] ماہ نو چاندرات کوں دیکھ۔ ۲۹۱ ر

[3] پیو کے سامنے ہیں۔ ۲۹۱ ر۔

۸۴

۲۹۷۱

اگر جوش شراب درد سیں جیوں خُم ابل سکئے — گزک کرنے کوں دل کا گوشت قیما کر کچل سکئے

گزر ہے جس زمیں پر وہ زمیں گلذار ہو جاوے — جب اپنے دیدۂ پندار سیں پانی ہو ڈُھل سکئے

گرے بے ہوش ہو دیکھے جو کوئی اوس کی صفائی رخ کوں — پھسلتے ہیں نگہ کے پا نواب کیونکر سمہل سکئے

تصور کیجئے گر اوس زری دستار والے کا — عجب کیا آفتابِ حشر سیں چیرا بدل سکئے

ستوں ہم کوں کیا غم نے خرابی کی عمارت کا — خلل ہے استقامت میں اگر ٹک یہاں سیں ہل سکئے

ہوے ہیں پادشاہ وقت جل کر دھوپ میں غم کی — یہ چنور سورج کے کرنوں کا ہمارے سر پہ جھل سکئے

سراج ان گرمیوں میں گر نہ پہنچے وصل کا پانی
درختِ موم کی مانند گل گل کر پگھل سکئے

۸۵

۲۹۷۲

جب تجھ قدم کی خاک زمیں میں محل کرے — سرمہ کے اعتبار میں شاید خلل کرے

بھنوز ابرہ کے داغ کا ہوا اس میں جانشیں — جب آبِ اشکِ تازہ یہ ہو دل کا کنول کرے

نقاشِ عشق یار کی تصویر کھینچنے — شنگرف اشک[1] آنکھ کی سیپی میں حل کرے

---

[1] چپک کے صدف میں اشک کا شنگرف حل کرے ۔ ۳۹۱ و۔

دستار زر سجا ہے وو خورشید رو نے آج ‏ ‏ شاید کہ آفتاب سیں جیرا بدل کرے

امید وار قتل ہوں ظالم کے ہات سیں[1] ‏ ‏ جو نہیں کیا ہے آج تو شاید کہ کل کرے

کیا خوش مزہ ہے مگیں دل بریاں کے کباب ‏ ‏ تجھ غم کی کیف آ کہ جب اپنا عمل کرے

برجا ہے گر سراج ہلالی ہے وقت کا

جب تجھ بھنوؤں کے وصف میں طرح غزل کرے

۸۶

۲۹۸۵

خنجرِ عشق کا جو بسمل ہے ‏ ‏ تشنۂ آبِ تیغِ قاتل ہے

جو چڑھا دار پر ہوا منصور ‏ ‏ یہ محبت کی پہلی منزل ہے

منصبِ عشق میں نسیمِ زندہ ‏ ‏ مجکوں جاگیر سیر[2] حاصل ہے

نہیں ہے آئینہ روبرو اس کے ‏ ‏ لیلیٔ حُسن کا یہ محمل ہے

صاف مشرب ہے سب تی ہم رنگ ‏ ‏ آب ہر رنگ بیچ شامل ہے

ربع مسکونِ چار عنصر میں ‏ ‏ کار فرمائے بےخودی دل ہے

---

[1] ہوں کہ سجن مہر کی نگاہ ۔ ۲۹۱ ا ۔

[2] سیں حاصل ہے ۔ ح ۔ ۳ ۔ ۲۹۱ کا اضافہ شعر ۔ اس کوں دو جگ میں ہے حیات ابد ۔ غم کی شمشیر کا جو گھائل ہے

ہے تشنۂ غم میں خاک ہو جاناں
بوالہوس کوں سراجؔ مشکل ہے

٨٧

٢٩٩٢

کانوں میں عبث اینچتے ہو دل کوں ہمارے — مرہم کی لیاقت نہیں بسمل کوں ہمارے

ہر دم دمِ خنجر پہ سرِ جاں سیں[1] گذرنا — اول قدمِ شوق ہے منزل کوں ہمارے

افسوس کہ ظالم نے مجھے یوں بھی نہ پوچھا — کیا درد ہے اس عاشقِ کامل کوں ہمارے

کرتا ہے دمِ تیغِ تغافل سیں ہمیں قتل — سمجھاؤ خدا واسطے[2] قاتل کوں ہمارے

کیا ہوگا جو کھولو گے گرہ زلف سیں اپنی — آسان کرو عقدۂ مشکل کوں ہمارے

ہے عشق کے آنے کی خبر خرمنِ جائے — پیغام لکھا برق نے حاصل کوں ہمارے

ہر مصرعِ زنجیرِ جنوں یاد ہے دل کوں — تیغے[3] جگرِ گوشۂ قاتل کوں ہمارے

کوئی[4] واقفِ احوالِ غریباں کا نہیں ہے — پوچھا ہے مگر غم نے تنِ دل کوں ہمارے

---

[1] ایں سرسیں۔ ۳۹۱ و۔ [2] ۳۹۱ و کا اضافہ شعر۔ خوں ریزیِ عشاق کوں یہ ایک رہا ہے۔ مت ٹوک خدا واسطے قاتل کوں ہمارے۔ [3] سینے کو جگر۔ ۳۹۱ و۔ [4] نہ کوئی جگہ میں نہیں واقف احوال غریباں۔ ۳۹۱ و۔

جلتا ہے[1] سراج آتشِ حسرت میں کیوں شمع
روشن نہ کیا ظلمتِ محفل کوں ہمارے

۸۸

(۳۰۰۱)

کشورِ دل میں آج ہل چل ہے ۔۔۔ عشق کی فوج کا عجب دَل ہے

شبِ ہجراں میں خواب[2] آتا نہیں ۔۔۔ کیا ہوا گرچہ فرش مخمل ہے

بیچینِ ابرو کی ٹک گرہ کوں کھول ۔۔۔ عقدۂ عشق مجکوں لاحل ہے

کیا ہوا گرچہ یار ہے نزدیک ۔۔۔ آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل ہے

گردِ عارض نہیں ہے یہہ خطِ سبز ۔۔۔ صفحۂ حُسن کی یہہ جدول ہے

صاف کر دل کوں خاکساری سیں ۔۔۔ لازم اِس آرسی کوں صیقل ہے

دل ہے بے تاب جیوں سپند سراج
آتشِ غم سیں سینہ منقل ہے

---

[1] بےجان سراج آج پتنگ غم کا اندھارا۔ روشن کر و اس نور سیں محفل کوں ہمارے ۔ ۲۳۹۱ [2] ہجرت میں مجکوں خواب نہیں۔ ۳۹۱ و۔ [3] ۳۹۱ و کے اضافہ شعر کل کا وعدہ کیا تھا کل تونے۔ دل مرا آج کل سوں بے کل ہے۔۔ دل ہوا ہے تپ تپنج مثل آتش غم سوں سینہ منقل ہے۔ توں خدا و رسول کوں یک دیکھ۔ جو دو دیکھتا ہے دو سوا احول ہے۔ خادم دل میں آیا ہے سراج۔ جیوں کہ ماہی کے گلا میں گل ہے۔

۸۹

۳۰۰۸

میں تو دل صاف ہوں پہ جو تغافل کیا ہے — اس قدر معنیٔ روشن کوں تامل کیا ہے

طبعِ نازک سیں تری خوف ہے مجکوں ورنہ — چاک کرنے کوں گریباں کے تحمل کیا ہے

مجکوں اُس زلف نے سب بھول گئے تیا معقد — جب کہا معنیٔ مسطرِ خطِ سنبل کیا ہے

ڈوب اس شرم سیں پانی میں اگر غیرت ہے — یار[۱] سیں خندۂ بے شرمی ار گل کیا ہے

ہے کمی وصل میں گر شورشِ[۲] عاشق کوں سراج

فصلِ گل میں سببِ نالۂ بلبل کیا ہے

۹۰

یا الٰہی آج ایسا کر کے وو جانی ملے — تشنہ لب ہوں ہر طرح دیدار کا پانی ملے

جسکی بو سے پیرہن میں روح کی ہے تازگی[۳] — چاہ رکھتا ہوں کہ میرا یوسفِ ثانی ملے

مالکِ کانِ محبت کیوں نہ مجکوں کہیں — اشکِ خونیں کا اگر یاقوتِ رمانی ملے

من کا منکا پھیر تا لُو حاجتِ تسبیح نہیں — کیا کروں گا میں اگر منکا سلیمانی ملے

پادشاہِ ملکِ وحدت سیں یہی ہے التجا — صوبۂ دیوانگی کی مجھ کو دیوانی ملے

---

۱ پیرونگے۔ ۱۲۹۱ا۔ ۲ سوزش۔ک۔ ۳ رُخ کی ہجی۔ک۔

سینۂ دل میں بغیر حیرت اور کچھ تحفہ نہیں — آرسی بازار میں سب جنس حیرانی ملے

دور ہو جائے شبِ غفلت کی تاریکی سراج
عشق بزم افروز کی گر شمعِ نورانی ملے

۹۱

لطف تیرا جو عام ہو جاوے — مقصدِ دل تمام ہو جاوے

گر پکارے وو زلف کا مظلوم — صبحِ محشر میں شام ہو جاوے

بزمِ گلشن میں سر خوشی کوں ترے — باس مئے پھول جام ہو جاوے

ٹک نگہ کی اگر بتاوے بول — دلِ بسمل کا کام ہو جاوے

ہے عبث خاتمِ سلیمانی — ننگ جاوے تو نام ہو جاوے

اس الف قد کے بار خجلت سیں — سرو خم ہو کہ لام ہو جاوے

عزمِ پروانہ یوں ہوا ہے سراج
شمع رو کا غلام ہو جاوے

۱؎ پھر کہ دیکھو سراج کی جانب۔ بار دیگر غلام ہو جاوے۔ ۳۹۱ و۔ ۲؎ کو۔ ک۔

۹۲

۳۰۲۷

جب صنم[1] مایلِ خرام ہوے | سرو گلزار پائے[2] نام ہوے
گوشۂ دل کی بس ہمیں جاگیر | سب سیں بے باق دام دام ہوے
لے لئے سب سیں خطِ آزادی | ہم تو اب ایک کے غلام ہوے
نیم بسمل کسی کوں حق نہ رکھے | شکر للہ کہ ہم تمام ہوے
کیوں نہ شمشیر کوں عزیز رکھیں | جو خوش ابرو سیں ہم کلام ہوے
گردشِ چشم کوں نہ فرما کام | یک تبسم میں قتلِ عام ہوے

مت کہو عکس رنگ زرد سراج[3]
آرسی پر طلا کے کام ہوے

۹۳

۳۰۲۸

جس ون سیں سرِ یاس وو گلفام نہیں ہے | گل گشت سیں گلزار کے کچھ کام نہیں ہے
بس ہے مری آہِ سحری نالۂ صبحی | گل رو کوں مرے حاجتِ پیغام[4] نہیں ہے
عشاق کی مجلس میں کہاں وقر ہے اسکوں | جو عشق کے بازار میں بد نام نہیں ہے

---

[1] سجن۔ ۲۹۱ و۔ [2] پا بنام۔ ک۔ [3] موہن۔ ۲۹۱ ا۔

مدت سیں تری زلف کے رشتے میں پھنسا ہوں | افسوس کہ آغاز کوں انجام نہیں ہے

شمشاد قد آتا ہے گلستاں میں اے قمری | اب سرکشیِ سرو کا ہنگام نہیں ہے

عاشق کوں ترے ہجر میں جلنے کی کہاں تاب | جیوں آگ میں سیماب کو آرام نہیں ہے

بے تاب ہے آتش میں جدائی کی سراج آج[1]

ہیہات کہ وو یارِ دل آرام نہیں ہے

۹۴

ق ۳۰۴۵

خوش[2] قد کی ہوتے سرو ہی کم ہوا کرے | ہووے تو بارِ شرم ستی خم ہوا کرے

لازم نہیں ہے شوخ غزالی نگاہ کوں | اوروں سیں رام ہم ستی یہ رم ہوا کرے

تیغِ نگہ صنم کی چمکتی ہے جس گھڑی | شمشیرِ برق کوں کہو بے دم ہوا کرے

جامِ[3] مئے وصال سیں جمشیدِ وقت ہوں | یہہ آج کا سا دن مجھے جم جم ہوا کرے

دامن میں[4] اشکِ چشم مری دیکھ کر کہا | اس دو ندی کا خوب ہے سنگم ہوا کرے

کب لگ غمِ فراق میں اے عیدِ عاشقاں | ہر روز مجھ پہ ماہِ محرم ہوا کرے

---

[1] ہر لحظہ سراج اب مجھے یہ ورد ہے مصرع ۔ ۳۹۱ ا۔ [2] خوباں سرو قد کے آگے ۔ ۳۹۱ و ۔ [3] جمشید وقت آج ہوں (پی) پیر کے لب کا جام۔ ۳۹۱ ا۔ [4] دامن میں مجھ نین کے انجھو۔ ۳۹۱ و۔

ٹکڑے جگر کے دیکھ کے بولا طبیبِ عشق — اس زخم پر وصال کا مرہم ہوا کرے

اے میرِ حُسن ہم کوں براتِ وصال دے — کب لگ دلوں کا گنجفہ برہم ہوا کرے

دل ہات لے کہ بعد ترا شوق ہے سو کر — اول بنائے عرشِ معظم ہوا کرے

تقصیر اتنی عرض سنو اس غلام کی — میرا سلام سب میں مقدم ہوا کرے

گل[1] داغِ غم کوں دیکھ مرے بزم میں سراج
ہر اشک شمع قطرۂ شبنم ہوا کرے

۹۵

شب فراق میں اس ماہ رو کی ماتم ہے — ہلالِ عید مثالِ مہِ محرم ہے

مری[2] دو چشم کے آنسو میں جب دامن میں — یہ ایک گھاٹ پہ[3] دونوں کا سنگم ہے

دہانِ غنچہ صفت میں ہیں کیا ترے دندان — گلِ گلاب میں گویا ہجومِ شبنم ہے

ہوا ہوں زور کش صد کشا کشِ غم — قدِ خمیدہ و غم دیدہ مجھ کوں لازم ہے

کیا ہے سینۂ عشاق کی سپر کوں دو نیم — تری نگاہ کی خنجر میں کیا بلا دم ہے

---

۱ گل دیکھ مجھ جگر میں شب ہجر کے سراج۔ ۱۹۲۱ ۔ ۲ دو نین کے انجھو۔ ۱۹۲۱ ۔ ۳ اوپر دونوں۔ ک و ۱۹۲۱ و ۱۹۴۳ ۔

عجب نہیں کہ سلیمانِ وقت ہوں اپنا — نگینِ دل پہ ترا نام اسمِ اعظم ہے

اے دل تو چشمۂ کوثر کی آرزو مت کر — صنم کی چاہِ زنخداں میں آبِ زمزم ہے

شکیب و عقل و دل و صبر گرچہ نہیں نزدیک — بروِ رفیق ہے غم یلد و ہجر ہم دم ہے

سلونے یار کا دیدار راحتِ جاں ہے

نمک سراج مرے زخمِ دل کوں مرہم ہے

۹۶

اے گلِ باغِ وفا مجھ پاس آناں خوب ہے — بلبلِ بے تاب کوں چہرہ دکھاناں خوب ہے

روز و شب جلتا ہوں ظالم تجھ برہ کی آگ میں — یہہ اگن دل کے تلطف سیں بجھاناں خوب ہے

اب تغافل کوں مرے حق میں روا ہرگز نہ رکھ — کس نے سکھلایا کہ عاشق کوں جلاناں خوب ہے

ہجر کی شمشیر کا زخمی ہوا ہے جاں بلب — شربتِ دیدار اب اُس کوں پلاناں خوب ہے

گر شہادت آرزو ہے عشق کے میدان میں — غم کے خنجر سیں گلا اپنا کٹاناں خوب ہے

غیر کوں زنہار اپنے بھید سیں محرم نہ کر — رازِ دل جب لگ چھپے اُس کوں چھپاناں خوب ہے

۱؎ پیا کہ مکھ کی ملاحت سیں ہے سراج آرام۔ نمک نہیں ہے مرے زخمِ دل کوں مرہم ہے۔ ۳۹۱ و۔ ۲؎ روشن ک ۳۹۱ ب

۳؎ مت رکھ سجن۔ ۳۹۱ و۔ ۴؎ کا۔ ح۔ ۵؎ ہے نیم بسمل جاں بلب۔ ۳۹۱ و ۶؎ کا پانی ک۔ ۷؎ ہرگز اپس کے۔ ۳۹۱ و

۸؎ جہاں۔ ۳۹۱ و۔ ۹؎ جب لگ ک۔

غم نے میرے گوشِ دل میں یوں کہا ہے اے سراجؔ
دوست کوں[1] احوالِ دل اپناں سنانا خوب ہے

۹۷

۳۰۶۹

مجلسِ عشق میں جو مہماں ہے — اس کوں لختِ جگر نمکداں ہے

پیچ و تابِ خیالِ زلفِ صنم — یہ چمنِ دل میں سنبلستاں ہے

داغِ گل، آہ سرو، دل گلشن — لبِ زخمِ جگر خیاباں ہے

ناخنِ پنجۂ فراق ستی — لختِ دل صورتِ گریباں ہے

آتشِ غم لگی ہے گلشن میں — گل ہر یک شاخ پر چراغاں ہے

عکسِ رخسارِ گلعذار کوں دیکھ — دامنِ آرسی گل افشاں ہے

کیوں نہ ہووے ہر اشک دُرِ یتیم — ریزشِ دیدہ ابرِ نیساں ہے

بوجھتا ہے وو قدرِ شعر سراجؔ
جو ادا فہم اور سخن داں ہے

۱؎ ہجر کا سب دردو دکھ پیو کوں سنانا۔ ۲؎ ۳۹۱ د۔ ۲؎ نا کپانے۔ ۳؎ ۳۹۱ د۔ ۳؎ لختِ جگر۔ ۴؎ ۳۹۱ د ۴؎ بس کہ جلتا ہوں ہو گزار دیکھ یہاں۔ ۵؎ ۳۹۱ کا اضافہ شعر۔ سرو کوں سوزِ غم سوں رام کیا۔ قمری باغ کیا خوش الحاں ہے۔

۹۸

عشق کے سر دار کوں مردانگی درکار ہے — سب یگانوں سیں او سے بیگانگی درکار ہے

گرچہ اے زاہد ہوا ظاہر میں تو خلوت نشیں — مجلسِ دل میں تجھے پروانگی درکار ہے

شعرِ جامیؔ یاد کرتا ہے تری انکھوں کوں دیکھ — خشک زاہد کوں گر مستانگی درکار ہے

کیا مزہ ہوگا خدا جانے تری دشنام میں — تجھ لبِ شیریں کی مجکوں بانگی درکار ہے

زلف کی زنجیر کھولا من ہرن نے اے سراجؔ

مثلِ مجنوں اب تجھے دیوانگی درکار ہے

۹۹

ہے گلی اُس کی بہشت اس کوں چمن کیا کہیے — نقشِ پا پھول سیں بہتر ہے تمن کیا کہیے

عرقِ چہرۂ دلدار کے ہر قطرہ کوں — شرم آتی ہے مجھے دُرِّ عدن کیا کہیے

آکہ عنبر نے دیا خطِ غلامی جس کوں — ویسے گیسو کوں ترے مشکِ ختن کیا کہیے

بل میں دل چھین لیا آپہہ کوں بیمار دکھا — اب ترے نرگسِ خونیں کوں سجن کیا کہیے

۱۔ ۳۹۱ و کا اضافہ شعر۔ فارغ التحصیل اگر فاضل ہوا تو کیا ہوا۔ نکتۂ عرفان کوں بیمانگی درکار ہے۔ ۲۔ اب تجھے مجنوں تمن۔ ۳۹۱ و۔ ۳۔ یا کی فردوس۔ ک و ۳، ۵، ۱۔ ۴۔ سخن۔ ح۔

دل نے تجھ زلف کے کوچے میں کیا ہی مسکن پھر کہ اوس پاس عبث نامِ وطن کیا کہیے

سرخیِ اشک[1] ہے از لعلِ بدخشانی ہے چشمِ پرخوں کوں مری کانِ یمن کیا کہیے

مجلسِ یار میں جیوں آئینہ حیراں ہے سراؔج
لاجوابی کے مکاں بیچ سخن کیا کہیے

۱۰۰

سنو تو خوب ہے نک کان دھر میرا سخن پیارے کہ عاشق پر نہ ہونا اس قدر بھی دل کٹھن پیارے

کدھر ہو بے خبر ہو کیا اگر احوال سیں میرے اودھر[2] دیکھو اے ظالم لاؤ بالی منہرن پیارے

نہ کر آزردہ خاطر بلبلِ بے تاب کوں ہرگز غنیمت بوجھ دو دن کی بہارِ سمن تن پیارے

پھسا ہے مجھ سری کا صید آ کر دام میں تیرے کیا تو نے مگر کچھ سحر اے جادو نین[3] پیارے

تغافل مت کرو اے نو بہارِ گلشنِ خوبی تمھارے بن نپٹ بے آب ہے دل کا چمن پیارے

مرے دل کی کلی مرجھا رہی ہے صرصرِ غم سیں کرو ٹک مسکرا کر بات اے شیریں بچن پیارے

سراؔج اب شعلۂ الفت میں جیوں پروانہ جلتا ہے
نہ جانوں تجھ ستی اس کوں لگی ہے کیا لگن پیارے

---

۱ لب۔ ک۔ ۲ ایدھر۔ ک۔ ۳ سرو تن من ہرن موہن بچن۔ ص ۳۹۱ د۔

۱۰۱
۳۰۹۸

قبائے جامۂ دل دادخواہ کس کا ہے — شہیدِ زخمِ خدنگِ نگاہ کس کا ہے

یکایک آپ سیں جاتا ہو بوئے گل کی شا — نہ جانوں صحنِ چمن جلوہ گاہ کس کا ہے

صبا گلی میں صنم کی نہ جا نہیں ہے خبر — کہ وہاں کا نقشِ قدم سجدہ گاہ کس کا ہے

نیاز و عجز و ارادت یہ ہے مری تقصیر — پہ یہ نگاہِ تغافل گناہ کس کا ہے

ہوا ہے طرۂ دستار زیبِ سرو قداں — نہ جانوں برگِ سمن فرشِ راہ کس کا ہے

ترے جو لب پہ نمودار ہے سیاہیِ خط — خبر بھی ہے اثرِ دودِ آہ کس کا ہے!

نگاہِ ناز ستی ملکِ دل کیا تسخیر — کہو کہ وو شہ جادو سپاہ کس کا ہے

عجب میں ہوں مرے آنسو کی آب پاشی سیں — نین کا گوشۂ محل خوابگاہ کس کا ہے

برہ کی آگ میں ثابت قدم سراج کوں دیکھ
سبھی پکار اوٹھے "واہ واہ کس کا ہے!"

۱۔ نس۔ ۳۹۱ الف۔ ۲۔ پھر۔ ک۔ ۳۔ رنگ۔ ک۔ ۴۔ ۳۹۱ ب کے اضافہ شعر۔

اگر نہیں ہوں خجل اپنی چشمِ حیراں پر۔ سرا بمجھ عرقِ عذر خواہ کس کا ہے۔ مری طرف سیں کہو جا چمن میں قمری کوں
اسیرِ سروِ قیامت پناہ کس کا ہے۔

۱۰۲

جس[1] چمن میں وو شوخ لالہ ہوئے ۔۔۔ گُلِ لالہ وہاں کا پالا ہوئے

جب کرے سیرِ باغ وو ساقی[2] ۔۔۔ گُل گلابی و لالہ پیالہ ہوئے

[3]دل میں تجھ عشق کے رہے قائم ۔۔۔ جو جوانمرد اور جوالا ہوئے

وار پر وار مت کر اے ظالم ۔۔۔ جس کے سینے میں زخم آلا ہوئے

ورد کرتا ہوں گو زباں سیں مدام ۔۔۔ عمر تیری ہزار سالا ہوئے

غم کوں اُس کے عزیز کیوں نہ رکھوں ۔۔۔ جس نے خونِ جگر کوں پالا ہوئے

کششِ بے خودی جسے کھینچے ۔۔۔ سب سیں یکبارگی نرالا ہوئے

ماہ رو جب جھلک دکھاوے سراج

شبِ تاریک میں اوجالا ہوئے

۱۰۳

یار کا عزم ہے سیرِ گُلِ لالہ کرنے ۔۔۔ گُلِ لالہ کا جگر داغ سیں کالا کرنے

---

[1] جب چمن میں وو سروِ بالا ہوئے ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] مست ۔ ۳۹۱ و ۔ [3] دل میں تجھ عشق کے ۔ ۳۹۱ و ۔

سبزۂ خط نے دیا حسن کے گلشن کوں بہا — یا نمودار ہوا چاند کوں ہالا کرنے

ولئہ اشک مرا تار پلک میں موہن — روز سمرن ہے ترے نام کی مالا کرنے

حاکم عشق نے جب عقل کی تقصیر سنی — ہو غضب حکم دیا دیس نکالا کرنے

مستعد ہوں ترے زلفوں کی سیاہی لیکر — صفحۂ نامۂ اعمال کوں کالا کرنے

انتظاری میں ترے رات گذر گئی ساری — صبح ہوئی اب تو نکل جگ کوں اوجالا کرنے

ہے مرے یار کوں درکار مکاں رہنے کا — فکر ہے دل کی حویلی کا قبالا کرنے

یارِ مہ رو نے دیا جلوۂ دیدار سراج
شب تاریک کوں عاشق کی اجالا کرنے

۱۰۴

بوالہوس کیوں تو ں را بھولا ہے — عالم ظاہری ہیولا ہے

دل کے صحرا میں وحشی غم کوں — آہ نہیں ہیم کا بگولا ہے

جب سیں دیکھا ہوں گنبد کا جھولا — میری انکھوں میں جھل بھولا ہے

---

۱ مرے ۔ ح ۔ ۲ پیوہن ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ سنا ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۴ کوں ۔ ک ۔ ۵

لی ہے امید شفاعت کی ہو اگرچہ سراج ۔ مستعد نامہ اعمال کوں کالا کرنے ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۶ میر کر آد یکھ ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۷

کہ ۔ ۳۹۱ ا ۔

جس نے تجھ عشق کی شراب پیا — اُس نے[1] ہوش و خرد کوں بھولا ہے

اے سراجؔ آج نالۂ جانکاہ

دل پہ[2] فرہاد کا بسولا ہے

۱۰۵

اُس سبز خط کی یاد اگر دل میں لائیے — لختِ جگر تراشِ زمرد بنائیے

ہے دل میں یوں کہ یاد میں اُس خوش نگاہ کی — ہر نوک کے اتفاق سیں جنگل بسائیے

اُس سرو قد کے واسطے لازم ہے باغِ دل — لائق ہے اُس زمیں کوں خیاباں بنائیے

شب خوں کا عزم ہے صفِ عشاق پر اگر — مسی لگا کے پان کے بیڑے چبائیے

ہم رنگ ہے فسادِ لقا حسن و عشق کا — جس وقت آ دسے لگا لے مجھ کوں چھپائیے

عاشق کوں آہ سرد ہے اور نالۂ بلند — اُس زیر و بم سیں نوبتِ شاہی بجائیے

بوئے نسیمِ عشق سیں از بس کا ہے دم — گل کی کلی کی قبر میں جیتے سمائیے

جب حرف تیرے شعلۂ غم کا لکھے سراجؔ

جیوں تارِ شمع بالِ قلم کوں جلائیے

۱؎ اپنے ۔ ۲۹۱ ا ۔ ۲؎ میرے ۔ ۲۵۵ ا ۔

۱۰۶

یار کی وضع بے حجابی ہے　　شوخ ہے مست ہے شرابی ہے

تجکوں عاشق دورنگ کیوں کہیں　　زلف کالی ہے لب شہابی ہے

خالِ موزوں صنم کی ابرو پر　　نقطۂ فردِ انتخابی ہے

کشورِ دل میں تجھ جدائی سیں　　ظلم ہے شور ہے خرابی ہے

دھوپ میں غم کی ہیچ سایہ نشیں　　آفتاب ان کوں آفتابی ہے

دل کہ عرشِ خدا ہے اس کوں نہ توڑ　　عاشقوں کا سخن کتابی ہے

ہے تجمل بسکہ آتشیں روسیں
شمع تب سیں سراج آبی ہے

۱۰۷

مجہ کوں ہر آن ترے درد سیں بہبودی ہے　　عشق بازی میں رخِ زرد زرِ سودی ہے

۱؎ پیو کوں اپنے۔ ۳۹۱ و۔ ۲؎ اے سجن یہ۔ ۳۹۱ و۔ ۳؎ ظلم مت کر سراج پر ظالم۔ یہ ستم اس پہ بے حسابی ہے۔ ۴؎ ۳۹۱ و کا اضافہ شعر۔ چہرۂ یار پر نقاب نہ دی۔ ماہتابی پہ آفتابی ہے۔ ۵؎ عشق بازوں کوں۔ ۳۹۱ و۔

زخمِ غم بیل ہے اور داغِ جفا بوٹا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ بریں مجھ دل کے عجب جامۂ محمودی ہے

جلوۂ[1] حسن دکھا کر اوسے گلزارِ خلیل ‌ ‌ ‌ ‌ سوزِ بے تابیٔ دل آتشِ نمرودی ہے

مثلِ مجنوں ہے اوسے سیرِ بیاباں جاگیر ‌ ‌ ‌ ‌ منصبِ عشق سیں عشاق کوں خوشنودی ہے

رام کرتا ہے ہر ایک چشمِ غزالی کوں سراج

شعرِ پر سوز مرا نغمۂ داؤدی ہے

۱۰۸

۳۱۲۵

بن[2] دوست آنسووں کے شراروں کی کیا کمی ‌ ‌ ‌ ‌ جس رات چاند نہیں ہے ستاروں کی کیا کمی

دل کے چمن میں داغِ محبت سیں یار کے ‌ ‌ ‌ ‌ یک گل تو کیا ہے بلکہ ہزاروں کی کیا کمی

درکار نہیں ہے دام مرے دل کے صید کوں ‌ ‌ ‌ ‌ اوس من ہرن کے زلف کے تاروں کی کیا کمی

شمشیرِ غم کے زخم حمائل ہوئے جسے ‌ ‌ ‌ ‌ اس کے گلے میں پھول کے ہاروں کی کیا کمی

اس گلبدن کے عشق میں مانند عندلیب ‌ ‌ ‌ ‌ پہلوئے[3] دل میں آہ کے خاروں کی کیا کمی

داغِ جفا ہیں سینۂ سوزاں میں بے شمار ‌ ‌ ‌ ‌ جلتے کھلے کے بیچ انگاروں کی کیا کمی

---

[1] آشنتابی سی کہ ہریں۔ ص ۳۹۱ و۔ [2] بند ہوئے آب نمن طبع جو ہد سراج۔ ص ۳۹۱ و۔

[3] پہلو بن مجھے انجھو۔ ص ۳۹۱ و۔

مجھ دودِ آہ میں ہے نہاں فوجِ غم سراجؔ
جب گرد ہوئے عیاں تو سواروں کی کیا کمی

۱۰۹

نقشِ[1] حیرت ہے خیالِ امیدواری میں تری ۳۱۵۰ | چشمِ[2] دل کے پٹ کھلے ہیں انتظاری میں تری
بوجھتا ہے بسترِ آرام کوں دامِ بلا | دل کوں[3] ہے آرام شاید بے قراری میں تری
تجھ نگہ کی خوش[4] ادائی نے کیا ہے قتلِ عام | کیا قیامت آبداری ہے کٹاری میں تری
داغِ غم تیرے[5] تغافل کی نشانی ہے مجھے | جان جانے لگ رہوں گا یادگاری میں تری

اے سراجؔ اب شعر تیرا یار کوں آیا[6] پسند
کیا بلا کچھ سحر ہے معنی نگاری میں تری

۱۱۰

بار تجھ ہجر کا بھاری ہے خدا خیر کرے ۳۱۵۵ | رات دن نالہ و زاری ہے خدا خیر کرے

---

[1] کس ستی امید نہیں۔ ۳۹۱ و مہرباں ہو کر دکھا یکبارگی اپنی جھلک۔ مجھ نین کے پٹ کھلے ہیں انتظاری میں تری عاشق بیتاب سے جاکر سرِ کی ہو دو خوبے۔ بوالہوس ثابت نہیں رنگی یاری میں تری۔ ۳۹۱ و۔ [2] عمر گئی ساری جاری بیقراری میں تری۔ ۳۹۱ و [3] شوخ ادائی۔ ۲۵۵ و۔ [4] گل۔ ک۔ [5] پیو کوں آیا ہے۔ ۳۹۱ و۔

سختیٔ غم سیں مرے دل کا لہو پانی ہو — چشمِ گریاں ستی جاری ہے خدا خیر کرے

کب مرے چاند کے آنے سیں اوجالا ہوگا — ہجر کی رات اندھاری ہے خدا خیر کرے

چشمِ خونریز تری کی ہے عجب تند نگاہ — ہو بہو عین کٹاری ہے خدا خیر کرے

دلِ پُر آہ سیں میرے وو صنم ڈرتا نہیں — کالے ناگوں کی پٹاری ہے خدا خیر کرے

بسملِ عشق کوں ہرگز نہیں امیدِ حیات — زخم اس تیغ کا کاری ہے خدا خیر کرے

آشنا شعلۂ دوری سیں ہوا جانِ سراج

کاہ کوں آگ سیں یاری ہے خدا خیر کرے

۱۱۱

۳۱۶۲

لالہ اس گل بدن سیں باغی ہے — جب سیں باغی ہے تب سیں داغی ہے

شمع جلتی ہے بزم میں بے دود — شعلہ رو گرم بے دماغی ہے

باغِ الفت کا سیر کیونکہ کروں — قیدِ وحشت سیں کم فراغی ہے

جو ہوا ہے غبارِ کوچہ آہ — خلوتِ عشق کا سُراغی ہے

داغِ دل نے دیا مرادِ سراج

غم کی درگاہ کا چراغی ہے

۱۱۲

۳/۱۶۹

جس کوں تجھ غم سیں دل شگافی ہے — مرہمِ وصل اس کوں شافی ہے

ہوش کھونے کوں مَے نہیں درکار — گردشِ چشمِ مست کافی ہے

بے خطی[1] میں عیاں ہے سبزۂ خط — تیرے[2] عارض میں اس کی صافی ہے

بخش میرے گناہ کوں آ مل — خط نہیں یہ خطِ معافی ہے

گلبدن کوں کہو کہ سیر کوں آ — آج ہر گل چمن میں لافی ہے

غضبِ یار سیں نہ ہو غمگیں — جور نہیں مہر کی تلافی ہے

رشتۂ[3] آہِ آتشیں سیں سراجؔ
مجکوں ہر رات شعلہ بافی ہے

۱۱۳

۳/۱۸۰

گلستاں میں نہ یہ نرگس نہ سوسن اور چمیلی ہے — مرے نازک بدن گل رنگ کی ہر ایک سہیلی ہے

عجب عرسِ شہیدِ چشمِ ساقی کے چراغاں میں — کہ وہاں کا تیل عطرِ نرگس و عطار تیلی ہے

---

[1] سبز ہی خط عیاں ہے اس لب سیں۔ ۳۹۱ و۔ [2] یہو کے۔ ۳۹۱ و۔ [3] تار پود و فراق سیں اس کے جامۂ آہ شعلہ بافی ہے۔ ۳۹۱ و۔

بنے ہیں بے نوا تیری جدائی کے محرم میں — گلے میں بلبلوں کے موجِ رنگِ گل کی سیلی ہے

طبیعت نے مری سن لالِ تیرے لب کی خوں ریزی — عجب مضموں کے موتی فکر کے دامن میں جھیلی ہے

سہی قد بن ہے دل سینہ میں بندِ دامِ تنہائی — قفس میں جس طرح سیں سرو بن قمری اکیلی ہے

خیالِ نازکِ موئے کمر سمجھا نہیں جاتا — نہ جانوں چیستاں ہے یا معما یا پہیلی ہے

تمہارے پنجۂ نازک سیں ہو ہم دست حیراں ہوں — رگِ جاں یا ہے انگلی لختِ دل ہے یا ہتیلی ہے

دلِ حیراں میں میرے رہ کہ خاطر جمع ہو جاؤ — سراپا آرسی سیں ایک پتھر کی حویلی ہے

نہ خال و خط نہ زلف و چشم و لب دلگیرِ عاشق ہے — دلِ مجنوں نگاہِ ناز سیں لیلیٰ نے لے لی ہے

شکر لب تلخ مت ہو ترش رو ہو کر نہ کر شورش — حلاوت زندگانی کی مرے حق میں کسیلی ہے

اگر وو شمع رو پر خشم ہے اپنے پتنگوں پر
سراجؔ ان بے کسوں کے حال کا اللہ بیلی ہے

۱۱۴

جو خوش قدوں کی صف میں امامی دیا تجھے — نقشِ دہن سیں خاتمِ نامی دیا تجھے

شاید کہ حق کی ذرہ نوازی پہ تھی نظر — جیوں آفتاب حسنِ دوامی دیا تجھے

نرگس نے جب سنا کہ سخن آشنا ہے توں — آنکھوں پہ رکھ قصیدۂ جامی دیا تجھے

طاقت نہ تھی جو مجکوں جوابِ سلام کی — لے نقدِ دل کوں ہات سلامی دیا تجھے

کچھ آج کل سیں بندۂ بے زر نہیں سراؔج
روزِ ازل سیں خطِ غلامی دیا تجھے

۱۱۵

۳۱۹۲

جو کوئی شوخ کے پاس آنے نہ پاوے — غمِ بے قراری سنانے نہ پاوے
ہوا بند جو کوئی کہ زندانِ غم میں — بجز لختِ دل قوت کھانے نہ پاوے
مرے عشق کا رازِ پنہاں رہے کیوں — کہ بوئے مشک کی کوئی چھپانے نہ پاوے
شتابی گیا لالہ رو بر سیں میرے — کہ تا داغ دل کا دکھانے نہ پاوے
ارے دل مرا جان لے کر چلا ہے — خبردار ہو، جان جانے نہ پاوے
تری چشم خونی کوں اے شوخ سکھلا — غریبوں کوں ظالم ستانے نہ پاوے

سراؔج آتشِ ہجر میں بے خبر لے
کہ یہ آگ اس کوں جلانے نہ پاوے

۱۱۶

۳۲۰۳

فدا کر جان اگر جانی یہی ہے — ارے دل وقتِ بے جانی یہی ہے
یہی قبرِ زلیخا سیں ہے آواز[1] — اگر ہے یوسفِ ثانی یہی ہے

---

[1] زلیخا قبر میں سیں بولتی ہے۔ ۲۹۱ ا۔

نہیں بجھتی ہے پیاس آنسو سیں لیکن[1] — کریں کیا اب تو یہاں پانی ہی ہے

کسی عاشق کے مرنے کا نہیں ترس — مگر یہاں کی مسلمانی ہی ہے

برہ کا جان کندن ہے نپٹ سخت — شتاب آ مشکل آسانی ہی ہے

پرو تار پلک میں دانۂ اشک — کہ تسبیحِ سلیمانی ہی ہے

مجھے ظالم نے گریاں دیکھ بولا — کہ اس عالم میں طوفانی ہی ہے

زمیں پر یار کا نقشِ کفِ پا — ہمارا خطِ پیشانی ہی ہے

وو زلف پر شکن لگتی نہیں ہات — مجھے سدی پریشانی ہی ہے

نہ پھر ناں جان دینا اس گلی میں — دلِ بے جان کی بانی ہی ہے

کیا روشن چراغِ دل کوں میرے

سراج اب فضلِ رحمانی ہی ہے[2]

۱۱۷

۳۲۱۰

شربتِ[3] دیدار کے بن زندگانی ہیچ ہے — بے رخِ ساقی حیاتِ جاودانی ہیچ ہے

۱؎ انجھو سیں پیاس نہیں بجھتی ہے۔ مـ ۳۹۱ ا۔ ۲؎ مـ ۳۹۱ ا کے اضافۂ شعر۔ تری نہ لغاں میں ٹل لاچار ہے جنید فرنگستاں میں لیلائی ہی ہے۔ اگرچہ سب طرف معمور ہے وحدت۔ نہیں دیتا سو حیرانی ہی ہے۔ پونیا دل ہوتا ہے مـ ۳۹۱ ا ۳؎ جان جاناں بن۔ مـ ۳۹۱ ا۔

آرسی کوں اس قدر بخشا ہے فیض اس عکس نے
جس مقابل خوبیٔ تصویرِ مانی ہیچ ہے

بزمِ عرفاں میں نہیں ہے احتیاجِ جامِ مے
مستِ وحدت کوں شرابِ ارغوانی ہیچ ہے

خندۂ گل گریۂ ناسور ہے گل رو بغیر
مجلسِ ماتم میں عیشِ شادمانی ہیچ ہے

اس بہارِ بے بقا میں جز فنا حاصل نہیں
فصلِ گل میں بلبلوں کی شعر خوانی ہیچ ہے

دوستی و دشمنی کا نہیں ہے ہرگز اعتبار
مہربانی ہیچ ہے نامہربانی ہیچ ہے

اشک بن[1] باطل ہے فردِ چہرۂ زردِ سراج
چشمِ خوں نہیں تو رنگِ زعفرانی ہیچ ہے

۱۱۸

اے شوخ تری شوخ نگاہی نظر آئی
سنتے تھے جسے ہوس سیں گواہی نظر آئی

جاں عشق کا طوفان ہے دیکھا ہوں میں اکثر
وہاں عقل کی کشتی کوں تباہی نظر آئی

ہے نشۂ عشرت کا ترے غم میں تقید
اس شرع کی کیا سخت مناہی نظر آئی

جمشید کوں دیکھا تو ترے در کا گدا تھا
یہ دبدبہ و شوکت و شاہی نظر آئی

اے عقل نکل جا کہ دھنواں آہ کا نہیں ہے
یہ عشق کے لشکر کی سپاہی نظر آئی

---

[1] بن انجمن۔ ص۳۹۱ ا۔

عشاق کے آنسو کا بیاں مجھ سیں نہ پوچھو　　حوتِ فلک اس بحر کی ماہی نظر آئی

دیکھا ہے سراج[1] آتش و خاک آب و ہوا کوں
سب میں صفتِ ذاتِ الٰہی نظر آئی

۱۱۹

عجب وو مو کمر خورشید رو ہے[2]　　نزاکت جس کے قد میں مو بمو ہے

نہیں ہے اوس کوں طوبا کی تمنا[3]　　جسے اوس سرو قد کی آرزو ہے

ہوا ہے جس کے دل کا پیرہن چاک　　خیالِ تارِ زلف اوس کا رفو ہے

نمازی ہے طریقِ عاشقی میں　　جو کوئی آبِ نین سے باوضو ہے

اوسے ہے جلوۂ دیدار بیشک　　جسے آئینۂ دل روبرو ہے

ہوا ہے جو شہیدِ تیغِ الفت　　صفِ عشاق میں وو سرخرو ہے

کیا ہے پردۂ دل جس نے فانوس
سراج اس کوں خیالِ شمع رو ہے[4]

---

[1] سیں - ح - ۔ [2] ۔ [3] آرزو - ک - [4] ص ۲۹۱ ل کے اضافہ شعر: محبت کے نگر میں نہیں وصبا
بجز دلکار شرم آبرو ہے۔ سراج اس کوں نہیں کوئی میں کام۔ بجز دلدار شرم آبرو ہے۔

۱۲۰

۳۲۳۳

شوق ہے کہ اپنا جی اُس قدم پہ جا دیجے — نوبت اپنے موسم کی اس گھڑی بجا دیجے

حشر میں اگر پوچھیں ہم سیں طرزِ مظلومی — چاک کر گریباں کوں دھوم جا مچا دیجے

جس کا ہاتھ جا پہونچے گلبدن کے دامن تک — اس کوں نکہتِ گل کی گرد میں ملا دیجے

کھینچ تیغ ابرو کوں آوتا ہے وو ظالم — چاہیے گلا اپنا بن چھری کٹا دیجے

کیوں پکار کر بلبل راز فاش کرتی ہے — شاخِ گل کی سولی پر باغ میں چڑھا دیجے

ہائے جی کے سودے میں روز کا ہے ہنگامہ — چوک میں عنصر کے یہ دکان اٹھا دیجے

شعر وصفِ گلرو کا باغ میں اگر پڑھیے — بلبلوں کے سینے سیں داغِ گل مٹا دیجے

سروِ صحن گلشن میں سرکشی سیں پھرتا ہیں — حرف راست اُس قد کا ایک دم سنا دیجے

اے سراج ہر مصرع درد کا سمندر ہے

چاہیے سخن میرا آگ میں جلا دیجے

۱۲۱

ہے ختم تجھ پر نازک میانی — کرتا ہے جس پر یک مو گرانی

لہ پہ قائم ہے۔ ک و [illegible] ا۔

زخمِ جگر نے کھولا ہے لب کوں — ظالم پلا[1] جا خنجر کا پانی

مثلِ سکندر حاصل ہے مجھ کوں — ملکِ جنوں کی صاحب قرانی

تجھ ہجر سیں ہے[2] اے شوخِ رعنا — رُخ[3] زعفرانی، اشک ارغوانی

گر آرزو ہے سیرِ چمن کی — آ دیکھ دل کے زخمِ نہانی

اس سرو قد کے رُخ کے مقابل — ہے ہر چمن میں ہر گل خزانی

کرنے کوں قرباں تیرے قدم پر — کرتی ہیں آنکھیں گوہر فشانی

کھویا[4] ہے غم سیں اس سیم تن کے — مجھ رنگِ رُخ نے سونے کی بانی

اے[5] شمع رو دیکھ سوزِ سراج آج

اب وقت ہے یہ کر مہربانی

١٢٢

٣٢٢٧

تیری آنکھوں میں کیا بلائے ہے — ہوش کھونے کوں نشۂ مے ہے

زادِ بن راہِ غم کوں طے کرنا — حق میں عاشق کے روزہ طے ہے

---

١ تک۔ ٣٩١ و۔ ٢ کھ۔ ٣٩١ و۔ ٣ پایا۔ ٣٩١ و۔ ٤ در دوسرا [illegible] مدسوں۔ ٣٩١ و۔

یار ستیں کب ہے فرصت خلوت ۔۔۔ دل مرا ہو رقیب در پے ہے

عشق کا نام گرچہ ہے مشہور ۔۔۔ میں تعجب میں ہوں کہ کیا شے ہے

مجھ کوں ہر رات بزم غم میں سراج

آہ پر سوز نغمۂ نے ہے

۱۲۳

۳۲۵۴

مسکرا کر عاشقوں پر مہربانی کیجیے ۔۔۔ بلبلوں کی پاس خاطر گلفشانی کیجیے

عشق نے از بس دیا ہے زرد رنگی کا رواج ۔۔۔ ارغوانی آنسوؤں کوں زعفرانی کیجیے

مے کش غم کوں شب مہتاب ہے مو سفید ۔۔۔ موسم پیری میں سامان جوانی کیجیے

ہجر کی راتوں میں لازم ہے بیان زلف یار ۔۔۔ نیند تو جاتی رہی ہے قصہ خوانی کیجیے

یار جانی تو زمانے میں بہت کم یاب ہیں ۔۔۔ کیجیے دشمن اگر اپنا تو جانی کیجیے

مت ہو اے دل تو سدا اہل ہزار و پیچ کا ۔۔۔ ایک باقی بوجھیے باقی کوں فانی کیجیے

سب سمندر متفق ہو مجھ کوں کہتے ہیں سراج

شعلہ رو کے وصف میں آتش زبانی کیجیے

---

۱ جب میں جاتا ہوں پوچھے کوچے میں ۔ ۱۳۹۱ ق ۔ ۲ دوست کے باج بزم غم میں سراج ۔ ۱۳۹۱ ق ۔ ۳ نار ک ۔ ۴ بیانی ک

۱۲۴

شہیدِ تیغِ[۱] الفت کوں حیاتِ جاودانی ہے   جو اُس[۲] چشمے ستی پانی پیا وہ خضرِ ثانی ہے

کہاں ہر بوالہوس کوں تاب اُس رُخ[۳] کی تجلّی کی   کہ موسیٰ کوں جوابِ "ارِنی" "لن ترانی" ہے

ہر یک دم تشنگی سیں وا ایں زخمِ دل کے نظالم   تری شمشیرِ ابرو میں کہاں کا شوربانی ہے

ہمارے نالۂ پرسوز سیں وسواس لازم ہے   نہ بوجھو اے صنم یہ آہ تیر آسمانی ہے

اگرچہ حسبِ ظاہر میں ہے مجھ سیں سرگراں لیکن
سراج[۴] اس یار کوں پنہاں نگاہِ مہربانی ہے

۱۲۵

گلبدن باغ میں جس وقت لٹکتا جاوے[۵][۶][۷]   خارِ حسرت جگرِ گل میں کھٹکتا جاوے

اس کے دامن کوں اگر ہاتھ لگاویں عاشق   تند ہو گرد کی مانند جھٹکتا جاوے

رستمِ[۸] وقت کوں مشکل ہے مقابل ہونا   دیکھ کر شوخ کی شوخی کوں[۹] ٹھٹکتا جاوے

جب کرے عزمِ چمن سروِ خراماں میرا   چشمِ قمری میں ہر اک سرو کھٹکتا جاوے

---

۱ خلق کوں جگ میں ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ جو کوئی چندر بدن کوں بج دیا سیار ثانی ہے ۔ ۱۳۹۱ ۔ ۳ کھ ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۴ ب ۳۹۱ و
کے اضافہ شعر ۔ سریجن کے قدم کی خاک تج میں عشق باندوں گے ۔ نین کوں نور دیتی توتیائے اصفہانی ہے ۔ گل داغ جگر پر کرنہ
جاونگے قیامت لگ ۔ پرت کی یادگاری میں محبت کی نشانی ہے ۔ ۵ گرچہ رستم ہے ولے ۔ ۳۹۱ و ۶ جھکتا ۔ ج ۔ ۷ شعر
سوگلادار اما جب کہ کرے سیر چمن نہ شک لٹو سرو کی کھیاں میں کھٹکتا جاوے ۔ آتش غم میں ہرا اک لٹو ہے تاب سراج تجھ جدائی کے دکھ سیں [illegible]

مشغلِ جلوۂ معشوق ہے دردِ کارِ سراجؔ
دل کہاں زلف کی گلیوں میں بھٹکتا ہے جلو

۱۲۶

عجب یہ چہرۂ دل پر جمالِ وحشت ہے — کہ جس پہ داغِ محبت میں خالِ وحشت ہے
ہوا ہوں دشتِ جنوں میں سوار توسنِ غم — رکابِ حلقۂ چشمِ غزالِ وحشت ہے
کہاں ہے آج مرا شوخ من ہرن یارب — کہ جس بغیر مرے پر کمالِ وحشت ہے
ہوا ہے جب سیں مقابل وو چشمِ خونی کے — جبینِ آئینہ پر رنگ آلِ وحشت ہے

نہ تاب وصل نہ صبرِ فراق ہے شب و روز
عیاں ملا سراجؔ کی شورش سیں حالِ وحشت ہے

۱۲۷

ہر ادا برچھی کی گویا ہول ہے — دل مرا جس ہول کا مقتول ہے
خار ہے اُس کی نظر میں برگِ گل — جس کلیجے میں برہ کی سول ہے
جس نے اپنا جی کیا جاناں کوں نذر — وو جنابِ عشق میں مقبول ہے

---

۱ کہ باج۔ ص۲۹۱ و۔ ۲ کہ۔ ک و ص۲۹۱ و۔

طاقتِ افغاں مجھے کیوں کر رہے　　خنجرِ چشمِ صنم کمول ہے

سینۂ پرخوں مرا ہے نالہ زار　　یہ دلِ صد چاک جس کا پھول ہے

بس کہ عنبر بیز ہے موہن کی زلف　　مشک چیں اس کے قدم کی دھول ہے

مائلِ منقول نہیں مثلِ سراجؔ
دل سیں جو کوئی تابعِ معقول ہے

۱۲۸

گدائے کوچہ مے خانہ میرِ مے پرستاں ہے　　۳۲۸۹　　بہارِ گل میں ہر بلبل بشیرِ مے پرستاں ہے

شبِ تاریک میں حاصل ہوا ہوں سیرِ مہتابی　　کہ دورِ جامِ مُل بدرِ منیرِ مے پرستاں ہے

بتاتا ہے کرشمے بیٹھ کر مسجد میں ابرو کی　　مگر وہ نرگسِ مخمور پیرِ مے پرستاں ہے

ہوا عہدِ الست ان کوں شکستِ توبہ دیر میں　　گلوئے شیشۂ مے دستگیرِ مے پرستاں ہے

عیاں ہوتا ہے رنگِ بادۂ مینائے سربستہ
سراجؔ آئینۂ روشن ضمیرِ مے پرستاں ہے

۱۲۹

عالم کے دوستوں میں مروّت[1] نہیں رہی　　۳۲۹۰　　شرم و حیا و مہر و شفقت بتیں رہی

---

[1] محبت۔ ۱۲۹۱ء۔

ظاہر میں کیا رفیق کہاتے ہیں آپ کوں ۔۔۔ لیکن انوں کے دل میں محبت[1] نہیں رہی

ملتے ہیں راستی سیں جو کوئی کج نظر ملے ۔۔۔ خوبوں میں پاک بازی کی حرمت نہیں رہی

ہر خار بوالہوس کی کئے صحبت اختیار ۔۔۔ تو حسن گلرخوں میں لطافت نہیں رہی

نالائقوں میں عمر کوں کرنا عبث تلف ۔۔۔ ہم صحبتی کی ان میں لیاقت نہیں رہی

بھولے[2] ہیں ہر صنم کے کرشمے پہ ہوش کوں ۔۔۔ ان زاہدوں میں کشف و کرامت نہیں رہی

سفلے ہوئے عزیز عزیز اب ہوئے خراب ۔۔۔ بے جوہروں میں قدر شرافت نہیں رہی

مت ہو بہار گلشن دنیا کا عندلیب ۔۔۔ اس پھولبن میں بوئے رفاقت نہیں رہی

اب[3] ذاتِ حق بغیر نہ رکھ دوستی سراجؔ

عالم میں آشنائی و الفت نہیں رہی

۱۳۰

۳۲۹۷

وو ماہ اگر مہر سیں آوے تو بجا ہے ۔۔۔ مہتاب ہوں دیدار دکھاوے تو بجا ہے

مجھ[4] کوں نظر آتا ہے ہر ایک دم دمِ آخر ۔۔۔ کوئی مژدہ دیدار سناوے تو بجا ہے

---

۱ شفقت۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ کھوتے ہیں۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ حق کے بجز کسی۔ ۳۹۱ ا۔ ۴ ہم۔ ک۔

تجھ ہجر میں ہے پھول مری انکھ میں پھولا گر سیرِ گلستاں نہ سہاوے تو بجا ہے

ظاہر ہے مرے رنگ ستی شوق کی تصویر صورت سیں معانی مرے پاوے تو بجا ہے

وو پھول مرا آج کدھر بھول پڑا ہے دل پھول کہ پھولوں نہ سماوے تو بجا ہے

جو حرف محبت کوں کیا نوکِ زباں پر عالم کے خیالات بھلاوے تو بجا ہے

بھڑکے ہیں مرے دل میں برہ آگ کے شعلے
وو جان سراج آ کہ بجھاوے تو بجا ہے

۱۳۱
۳۳۰۴

لب تشنۂ وصال ہوں کب تاب[1] ہے مجھے آبِ حیات چشمۂ بے آب ہے مجھے

راحت ہے مجھ کوں گم دو بیاباں کی سیر میں ہر برگِ سبز بسترِ سنجاب ہے مجھے

ازبس کہ بے[2] قرار ہے آتش میں عشق کی لختِ جگر نمونۂ سیماب ہے مجھے

اس سبز خط کے[3] غم سیں ہوا ہوں تمام زرد ہر اشک سرخ دانۂ عناب ہے مجھے

بے تل کی جانماز پر اب فرض ہوئی نماز ابروئے قبلہ رو خمِ محراب ہے مجھے

---

۱ کاں ۔ مخطوطہ ۳۹۱ و ۔ ۲ ہوں تجھ غم کی آگ میں ۔ مخطوطہ ۳۹۱ و ۔ مخطوطہ ۳۹۱ میں اس شعر کا دوسرا مصرعہ بعد کے شعر کا مصرع ثانی ہے اور اس شعر کا دوسرا مصرعہ یہاں ہے۔ ۳ ہجر میں ازبس ۔ مخطوطہ ۳۹۱ و۔

کھولا ہے لب کوں تشنگیِ آبِ تیغ میں ہر زخمِ سینہ دیدۂ بے خواب ہے مجھے

مہتاب رو[1] مرا نظر آیا ہے اے سراج
وو زلفِ عنبریں شبِ مہتاب ہے مجھے

۱۳۲

۳۳۰۹

دردمندوں کوں شرابِ بے خودی کا جام دے بسملوں کے زخمِ دل کوں مرہمِ انعام دے

ہوں گدا گوئی میں تیری سوں[2] زباں سیں اے صنم مسکرا کر بیچ اس کے اس بدل دشنام دے

مہرباں ہو بلبلِ بے تاب کا احوال بوجھ اے صبا اس گلبدن کوں جا مرا پیغام دے

اے[3] دل اس کی دوستی تجھ کوں نہیں کہتا تھا جو کیا اس کام کوں آغاز تو انجام دے

بے دلوں کی دل دہی کر اے دل و جاں سراج
بے قراروں کوں جدائی کے تلک آرام دے

۱۳۳

۳۳۱۶

آئی ہے نو بہار دیوانوں کی بن گئی بن بن صدائے خندۂ گل ہر چمن گئی

---

۱ چندر مکھی۔ ۳۹۱ ر۔ ۲ بن ۳۹۱ و۔ ۳ اے دل اس بے وفا کی وفاداری میں ثابت رکھ قدم۔ ۳۹۱ و
۴ وادی۔ ۳۹۱ و ۵ سیں ک۔ ۳۹۱ ۶ اضافہ شعر عاشق کے نہیں ہے عشق ہو عقل و ہوش۔ پاک ہو دو جہاں کی
نیک ... دور کر ... ۳۹۱ و۔

برپا ہوا ہے خیمۂ گل صحنِ باغ میں — آوازِ بلبلوں کی طناب آج[۱] تن گئی

شاید کہ عزمِ سیرِ گلستاں ہے یار کوں — لینے کوں پیشوا اسے بوئے سمن گئی

کیوں کھینچتے ہو ہم پہ تغافل کا نیمچا — دل کی سپر نگاہ کے تیروں سے چھن گئی

مالی نے برگِ گل میں لپیٹا ہزار شکر — بلبل موئے پرانت گلابی کفن گئی

سن نام تجھ نگینِ لبِ لعل کا صنم — کانِ یمن سیں آب عقیقِ یمن گئی

آتش میں غم کی خاک ہو ثابت قدم سراج

توں دیکھ شمع جل گئی پن بے سخن گئی

۱۴۴

وو صنم[۱] خدا جانے کب جھلک دکھاوینگے — دل کی آگ کے شعلے آ کے کب بجھاوینگے

صبحِ عید ہے لیکن شام ہے مجھے اس بن — عید ہوئے گی اس دن جب ادھر کوں آوینگے

انتظار میں[۵] ان کے جی مرا نکلتا ہے — اب امید ہے شاید مجھ پہ رحم لاوینگے

ہم کمین چیرے میں جی کوں وار پھیرے ہیں — ہر طرح سیں تیرے ہیں اور ترے کہاوینگے

---

۱ ہ کے ۔ ص ۳۹۱ و ۔ ۲ سبن ۔ ص ۳۹۱ و ۔ ۳ من ۔ ص ۳۹۱ و ۔ ۴ موہن ۔ ص ۳۹۱ و

۵ وھدے میں تن سیں جی ۔ ص ۳۹۱ و ۔

خاکسار ہیں عاشق تجہ جنابِ عالی کے   حشر لگ ترا دامن چھوڑ کر نہ جاوینگے

یا تو جان لیں میرا یا توجی مجھے بخشیں   آتشِ جدائی میں کب تلک جلاوینگے

اے سراج کرتے نہیں ہر مگس کوں پروانہ

جو مرید ہووینگے سو مراد پاوینگے

۱۳۵

جلا کر باغ کوں بیٹھا ہوں سایہ بیچ لوکے   پڑے ہیں طوقِ وحشت سیں گلے میں ہار پھولوں کے

بجائے جوئے شیر آنکھوں سیں آبِ اشک جاری ہے   ہوئے ہیں کوہ کن ہم غم کی سولوں کے بسولوں کے

میں کیوں کر ہو سکوں جاں بر تری ظالم نگاہوں سیں   کہیں بچتے بھی ہیں مارے ہوئے برچھی کی نوکوں کے

لیا دل ساتھ آہو نکے جدا ہو رشتۂ جاں سیں   پتنگ اُکھڑا تُڑا کر ڈور کوں مارے بگولوں کے

پتنگوں کوں بڑا دعویٰ تھا اپنی جاں نثاری کا

سراج آتش میں غم کی ہوش اُڑ گئے بوالفضولوں کے

۱۳۶

مجھے اس خوش دہن کی آرزو ہے   نگارِ گل بدن کی آرزو ہے

۱؎ گلبدن۔ م۳۹۱ و۔ ۲؎ ہمیشہ خوش غنچی۔ م۳۹۱ و۔

مرا دل تشنۂ کوثر نہیں ہے ۔۔۔ اسے چاہِ ذقن کی آرزو ہے

تماشہ دیکھ زلفِ من ہرن کا ۔۔۔ اگر مشکِ ختن کی آرزو ہے

گلی میں اس پری رو کی گذر کر ۔۔۔ اگر سیرِ چمن کی آرزو ہے

مرے آنسو کوں دیکھ اے معدنِ حسن ۔۔۔ اگر دُرِّ عدن کی آرزو ہے

بیاضِ چشم پر لکھ ہر غزل کوں ۔۔۔ اگر میرے سخن کی آرزو ہے

سراج آتش میں غم کی خاک مت ہو

اگر تجھ کوں کفن کی آرزو ہے

۱۳۷

ترے رخ کی تجلی جب عیاں ہوئے ۔۔۔ برہ راتوں کی تاریکی نہاں ہوئے

چلانے کوں خدنگِ نوکِ مژگاں ۔۔۔ ترے ابرو کی کج شاخِ کماں ہوئے

ادا و ناز کی شمشیر مت کھینچ ۔۔۔ نگہ کے تیر سیں خاطر نشاں ہوئے

مرے گل فام کی تعریف کرنے ۔۔۔ ہر یک گل کوں ہر ایک پنکھڑی زباں ہوئے

---

[۱] سراج اسکوں نہیں کوثر سوں مطلب ۔ جسے چاہِ ذقن کی آرزو ہے ۔ ط ۳۹۱ و ۔ [۲] کھ ۔ ط ۳۹۱ و ۔ [۳] نگانے ۔ ط ۳۹۱ و ۔ [۴] تیر کے ۔ [۵] ط ۳۹۱ و میں اسکی بجائے یہ شعر ہے ۔ وفاداری میں ثابت ہوں کرم کر ۔ ستم مت کر بہت اب امتحاں ہوئے ۔

چمن میں اے سراؔج اُن گلبدن بِن[1]
مرے حق میں صبا بادِ خزاں ہوئے

۱۳۸

۳۳۴۵
مرا دل بندِ گیسو ہو گیا ہے — شہیدِ تیغِ ابرو ہو گیا ہے
تمہاری زلفِ مشکیں کا ہر ایک خم — مرے حق میں بچھو ہو گیا ہے
لکھوں کیا خوش لباسی کا تری وصف — ورق مسطر سیں اُتو ہو گیا ہے
ہوا ہوں زندگی سیں سیر ظالم — کہ تیرِ غم ترازو ہو گیا ہے
دلِ پروانہ خو میرا سراؔج آج
نثارِ آتشیں رو ہو گیا ہے

۱۳۹

شبِ ہجراں میں ہم کوں نالہ و زاری کا ساماں ہے — ۳۳۵۲
رُخِ زرد آہِ سرد و دیدۂ جاری کا ساماں ہے

---

[1] ک ۔ ح ۔ باغ ۔ ۲۹۱ و ۔

چمن پیرا آئے حسرت کوں ہمارے گلشنِ دل میں
بغیرِ گلبدن داغوں کی گل کاری کا ساماں ہے

خیالِ نرگسِ مخمور ہے از بس کہ درد افزا
مزاجِ ناتواں میرے کوں بیماری کا ساماں ہے

مجھے آتا ہے رشک اُسکی گلی میں لے صبا مت جا
کہ پلکوں سیں مجھے بھی خاک برداری کا ساماں ہے

گلے میں طوق ہے انگلی کوں انگوٹھی کے حلقے سیں
تلاشِ نام واری سو گرفتاری کا ساماں ہے

چلا ہے باغ سیں گل کی کلی رکھ سر پہ وو گل رو
مگر خونیں دلوں کی آج دلداری کا ساماں ہے

سراجؔ اس شمع رو کی گرم خوئی سیں ہوا روشن
کہ اُس کوں ہم پتنگوں کی دل آزاری کا ساماں ہے

۱۴۰

زلفِ[1] مشکینِ یار قہری ہے ۔۔۔ کیا[2] قیامت کا ناگ زہری ہے

دھوپ میں غم کی تازگی ہے اوسے ۔۔۔ دل نہیں ہے گلِ دوپہری ہے

ذاکرِ[3] غم کوں دل کے ملقے میں ۔۔۔ نالہ و آہ ذکرِ جہری ہے

دامنِ[4] یار نہیں کناری دار ۔۔۔ صفحہ جدول سنہری ہے

وحشیِ دشتِ بے خودی ہے سراج

گرچہ عالم کے نزد شہری ہے[5]

۳۳۶۲

۱۴۱

اس پری رو کی اگر زلفِ رسا مجکوں ملے ۔۔۔ ۳۳۶۲

رشتۂ جمیعتِ[6] بے انتہا مجکوں ملے

---

[1] کیا بلا تیری زلف ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] دل کے ڈسنے کوں ۔ ۳۹۱ و ۔ [3] مجکوں تیرے رو کے ملقے میں ۔ ۳۹۱ و ۔ [4] پیو کے دامن پہ ہے کناری زر ۔ جدول اس ورق پہ سنہری ہے ۳۹۱ و ۔ [5] ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر ۔ عشق کے راز میں جو واقف نہیں ۔ مذہب عاشقاں میں دہریا ہے ۔ جو کہ ڈوبا سو تہاہ نہیں پایا ۔ کیا ندی تیرے غم کی گہرا ہے ۔ [6] تا قیامت دوست ۔ ۳۹۱ و

سرخرو ہوں عشق کے جوہر شناسوں میں سدا
اشکِ خونیں سیں جو لعلِ بے بہا مجکوں ملے

دور ہوئے بیماریِ غم خاطرِ ناشاد سیں
رہ گزر تیرے سیں گر خاکِ شفا مجکوں ملے

بلبلِ دل کوں میسر ہوئے سامانِ بہار
ایک دم گر شاہدِ گلگوں قبا مجکوں ملے

مرشدِ کامل ستی کہتے ہیں باتِ معرفت
قبلہ جا دیکھوں اگر قبلہ نما مجکوں ملے

فیضِ وحشت سیں مرے دل میں گزرتا ہے خیال
خانۂ زنجیر میں شاید کہ جا مجکوں ملے[1]

---

[1] مـ ۲۹۱ الف کے اضافہ شعر۔ چمن نگر میں تجھ بن کے رو دھوں جاتا ہوں میں۔ آہ استقبال لینے مینوا مجھ کوں ملے۔ تو تیانے دیدۂ حیراں کروں کا شوق سوں۔ سرخ روئی تری گر خاکپا مجھ کوں ملے۔ کشتی دل کوں سلامتی ہے رہِ طوفاں میں ناخدا اوس کا نصیب ہے گر خدا مجھ کوں ملے۔ سینہ چاکی سوں عجب نہیں جو ہے فارغ اے سراج۔ ایک دم گر شاہدِ گل گوں قبا مجھ کوں ملے۔

جس طرف کوں اضطرابِ درد سیں جاوے سراج
اس زمیں سیں شعلۂ غم پیشوا مجھ کوں ملے

۱۴۲

۳۳۶۹

شائق[۱] ہے دم بھر جدائی دلبرِ گلرنگ کی — زندگی کیوں کر کٹے ہے بلبلِ دل تنگ کی

ہے وو ظالم صلح میں بیگانہ اور جنگ آشنا — مصلحت کرنا برائے مصلحت کچھ جنگ کی

دل مرا اٹھا ہے سنگیں دل سیتی ہے کیا کروں — کس طرح شیشے نے سیں ہو صحبت برار اس سنگ کی

یا الٰہی رحم کر ہم دل جلوں کے حال پر — دشتِ دل میں دوں لگی ہے عشقِ آتش رنگ کی

دشتِ وحشت میں بھٹکتا ہے مرا آہوئے دل — بھول گئی ہے چوکڑی اب وو تلاش دو فرسنگ کی

عشق کے دریا کی لہروں کا مجھے اب تاب نئیں — ان دنوں کشتی تباہ ہوئی ہے ناموس و ننگ کی

توں سنے واسوز اگر میرے تو جل جاوے سراج
مت حقیقت مجھ سیں پوچھ اس شمعِ نیرنگ کی

۱۴۳

۳۳۷۶

آج ہر گل میں بہار اور ہی ہے — عندلیبوں کی پکار اور ہی ہے

۱؎ بعض غزلیں ح میں نہیں ہیں۔

ہے کسی گلشنِ حیرت کی خبر   چشمِ نرگس کا خمار اور ہی ہے

سروِ قمری کا ادا فہم ہوں میں   طوق نہیں بلکہ یہ ہار اور ہی ہے

ہے نوا سنج حقیقت کوں خیال   دل کے طنبور کا تار اور ہی ہے

صورتِ غنچہ و پیکاں ہے ایک   لیک ہر ایک میں خار اور ہی ہے

سرِ منصور ہے انگور نہیں   شجرِ دار کا بار اور ہی ہے

ہر خس و خار کوں نہیں سوز سراجؔ
شعلۂ جاں کا شرار اور ہی ہے

۱۴۴

شوخیٔ برق کوں تو چاہے تمکیں دیوے ۳۳۸۲   حیرت آئینہ کوں منصبِ تلویں دیوے

حکمِ اکسیرِ کار رکھتی ہے ترے پاؤں کی گرد   کیا عجب گر مرے سیما کوں تسکیں دیوے

نہیں ہے یہ کیمیاء عاشق کوں دوا بن معشوق   تپِ فرہاد کوں کوئی شربتِ شیریں دیوے

داد دیوے گی مرے عالمِ مشتاقی کی   آرسی تجھ کوں اگر دیدۂ خود بیں دیوے

دامنِ طور میں گر جلوۂ مہ رو ہو سراجؔ
شجرِ وادیٔ ایمن گلِ نسریں دیوے

۱۴۵

٣٤٢٨

نہ ہووے کیوں اسے فریاد و زاری — جسے ہے شوق کی بے اختیاری

نہیں آرام کوں آرام ہرگز — ہوا دل میں قرار بے قراری

گلِ داغِ جگر کوں تازہ کرنے — ہوئی[1] آنسو کی نہر انکھوں سے جاری

ترے لب پر نظر کر سرخیِ پان — کئے ہیں عاشقوں نے جاں سپاری

سراج[2] اس آتش رو کی جھلک دیکھ

پتنگوں نے کئے ہیں جاں نثاری

۱۴۶

٣٤٢٩

ہے ترے قد میں عجب طنازی — جس کوں طوبا ستی ہے دم سازی

پھول جھڑتے ہیں تبسم سیں ترے — ہے دہن یا گلِ آتش بازی

تودۂ[3] دل پہ ستم کرتا ہے — نگہ تند سیں تیر اندازی

جب سیں پہنچی ہے مجھے نوبتِ عشق — ہے مجھے تب سیں بلند آوازی

---

۱ انجھو کی نہر ہے انکھیاں سوں۔ ٣٩١ و۔ ۲ سراج آتش میں غم کی مضطرب ہے۔ شتابی آ دیکھ اسکی بے قراری۔ ٣٩١ و۔ ۳ تو وہ دل کوں میں کیا تھا۔ ٣٩١ و۔

شعلۂ شمعِ محبت پہ سراجؔ
مثلِ پروانہ کیا جاں بازی

۱۴۷

خطابِ طالبِ صادق سیں ہے اگر مانے ۔۔۔ جو کچھ کہ جان کا ہے جاں جان کوں جانے
احد کی ذات جدا نہیں صفاتِ احمد سیں ۔۔۔ پھٹا انار تو بکھرے انار کے دانے
خودی ہے کفر اگر ہم اٹھیں تو بہہ جاوے ۔۔۔ ہمارے بعد خودی جانے یا خدا جانے
کھلا ہے راز کا بازار لاؤ نقدِ یقیں ۔۔۔ خریدِ عشق کا سودا ترا جو من مانے
جو کوئی طالبِ مستی ہیں کان دھر کہ سنیں ۔۔۔ عجب مذاق کی کہتے ہیں بات مستانے
زباں میں شہد و شکر دل میں زہر رکھتے ہیں ۔۔۔ کسا ہوں سب کوں جتے آشنا ہیں بے گانے
مرے سیں دور کیا چاہتے ہیں بادۂ عشق ۔۔۔ جتے ہیں شہر کے سیانے ہوئے ہیں دیوانے

عجب نہیں جو ہوا ہوں دو شمع رو کا پتنگ
ہیں مجھ سر کئے ہزاروں سراجؔ پروانے

---

۱ کہتا ہوں طالبِ صادق کوں بات ۔ ۳۹۱ و ۔ ۲ معانے ۔ ۳۹۱ و ۔ ۳ نہ ۔ ۳۹۱ و ۔ ۴ پر ۔ ۳۹۱ و ۔ ۵
بیا ہوں عاشقِ صادق یوں کر کے پہچانے ۔ ۳۹۱ و ۔ ۶ اٹھی ہے قیمت [illegible]

۱۴۸

۳۴۰۶

جیتے ہی تم نے موت کی لذت چکھا چکے — ہم نے بھی جی سیں ہات اوٹھائے تم آچکے

مجنوں بھی گرچہ خاک نشینی میں کم نہ تھا — ہم نے بھی اپنے وقت میں دھولیں اڑا چکے

جاتا نہیں ہے دل سیں خیالِ شکر لباں — ہر چند اوسکوں قصۂ شیریں سُنا چکے

جب سیں سُنے کہ عشق کوں بندی ضرور ہے — ہم عقل کی جتاری ہوئی تختی مٹا چکے

عاشق کے رنگِ زرد پر لازم ہے اب تو رحم — خوب اُس طلا کوں تم نے کسے اور تپا چکے

تیری گلی کی خاک میسر نہ ہوئی ہمیں — اس کیمیا کے ذوق میں کیا کیا جلا چکے

میرا جو اعتقاد ترے ساتھ ہے سو ہے — اوروں نے بھی بہت سے کرشمے دکھا چکے

اب لگ بھی ان کی روح نے ہم کوں شکی مدد — کئی بار قبرِ حضرتِ مجنوں پہ جا چکے

دل سوزیاں سراج کی کرتے ہو تم عبث
جب شمع زندگی کو تم اس کی بجھا چکے

۱۴۹

۳۴۱۵

پیام اُس گلبدن کا گر مجھے بادِ صبا لاوے — چمن کوں چھوڑ کر بلبل مرے سیں التجا لاوے

تری چشمِ سیہ سیں خوف کرتا[۱] ہے ہمارا دل — لگا کر تو تیا شاید کسی گھر پر بلا لاوے

۱۔ رکھتا۔ ۱۳۹۱ و۔

تری ابرو کوں گر دیکھے تو لازم ہے نمازی کوں — اسی محراب میں شرطِ نمازِ دل بجا لاوے

دلِ نازک پہ میرے اس قدر سختی روا مت رکھ — کہ سنگِ غم شکستِ شیشۂ دل کی صدا لاوے

عجب کیا ہے فلک گر روز و شب لے چاند سورج کوں — تصدق کوں ترے پر زر جدا گوہر جدا لاوے

جو کوئی غواص ہو کر آج اس بحرِ حسرت کا
اگر جا انتہا لاوے تو دُرِّ بے بہا لاوے

۱۵۰

یار کے گر وصفِ قامت بیچ مطلع کیجیے[۱،۲،۳،۴] — سرو کی موزوں قدی آخر کا مصرعہ کیجیے

زرِ سری کا رنگ اور یاقوت ہے آنسو میں جمع — چاہیے اب دھکدھگی دل کی مرصع کیجیے

یار جب ہر چھینک عاشق کوں کیا لوہو میں سرخ — تاڑیوں کوں اوس کی سونے کا ملمع کیجیے

گلبدن کی ان دنوں میں گل سیں صحبت گرم ہے — چاہیے اب بلبلوں کوں پیام رجع کیجیے

تا رہے پنہاں نگاہِ غیر سیں یوسف مرا — پردۂ اشکِ زلیخائی سیں برقع کیجیے

جس غزل میں ہو بیاں شامِ جدائی کا سراج
مطلعِ صبحِ قیامت واں کا مقطع کیجیے

۱؎ نچھاور ۔ ۲؎ ۱۴۹ ا ۔ ۳؎ ا کا اضافہ شعر ، گر ذرا تا ہیں بے قید سوں گر کیجیے ۔ جو کوئی بے جا مرے فکر رسا اوپر خطا لاوے ۔

۱۵۱

۳۴۳۷

خبرِ تحیرِ عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی

شہِ بے خودی نے عطا کیا مجھے اب لباسِ برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی

چلی سمتِ غیب سیں کیا ہوا کہ چمن ظہور کا جل گیا
مگر ایک شاخِ نہالِ غم جسے دل کہو سو ہری رہی

نظرِ تغافلِ یار کا گلہ کس زباں سیں بیاں کروں
کہ شرابِ صد قدحِ آرزو خمِ دل میں تھی سو بھری رہی

وو عجب گھڑی تھی میں جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق پر جوں دھری تھی توں ہی دھری رہی

ترے جوشِ حیرتِ حسن کا اثر اس قدر سیں یہاں ہوا
کہ نہ آئینے میں رہی جلا نہ پری کوں جلوہ گری رہی

کیا خاک آتشِ عشق نے دلِ بے نوائے سراج کوں
نہ خطر رہا نہ حذر رہا مگر ایک بے خطری رہی

۱۵۲

اگر کچھ ہوش ہم رکھتے تو مستانے ہوئے ہوتے
پہنچتے جا لبِ ساقی کوں پیمانے ہوئے ہوتے

---

۱ یہیں۔ ۳۹۱ و۔ ۲ چلی۔ ۱۹۱ ۳ سرود ۳۹۱ ۴ کہ ۱۹۱ ۵ کہ کتاب عقل کی طاق پہ جیوں دھری تھی تیونہی دھری رہی۔ ۳۹۱ و۔

۱ سودہ

عبث ان شہریوں میں وقت اپنا ہم کیے ضائع ۔۔۔ کسی مجنوں کی صحبت بیٹھ دیوانے ہوئے ہوتے

نہ رکھتا میں پہا گر الفتِ لیلیٰ نگاہوں کوں ۔۔۔ تو مجنوں کی طرح عالم میں افسانے ہوئے ہوتے

اگر ہم آشنا ہوتے تری بیگانہ خوئی سیں ۔۔۔ برائے مصلحت ظاہر میں بیگانے ہوئے ہوتے

زبس کاں فرہادیوں نے چلائے سنگِ بے رحمی ۔۔۔ اگر سب جمع کرتا میں تو بت خانے ہوئے ہوتے

نہ کرتا ضبط اگر میں گریۂ بے اختیاری کوں ۔۔۔ گذرتا جس طرف یہہ پُور ویرانے ہوئے ہوتے

نظر چشمِ خریداری سیں کرتا و لبِ سنار واں ۔۔۔ اگر قطرے ہر آنسو کے دُردانے ہوئے ہوتے

محبت کے نشے ہیں خاص انساں واسطے ورنہ ۔۔۔ فرشتے یہہ شراب پی کہ مستانے ہوئے ہوتے

عوض اپنے گریباں کے کسی کی زلف ہات آتی ۔۔۔ ہمارے ہات کے پنجہ مگر شانے ہوئے ہوتے

تری شمشیرِ ابرو سیں ہوئے تھے سنکھ والا نہ ۔۔۔ اجل کی تیغ سیں جیوں آرہ دندانے ہوئے ہوتے

مزہ جو عاشقی میں ہے سو معشوقی میں ہرگز نہیں

سراج اب ہو چکے افسوس پروانے ہوئے ہوتے

۱۵۳

ہوس کی آنکھ سیں وو چہرۂ روشن نہ دیکھو گے ۔۔۔ مطلع ۔۔۔ تو چہرہ تو کہاں اُس گوشۂ دامن نہ دیکھو گے

لہ نسخے ۔ [illegible]

چھپاتے ہو سو بے جا اس جمالِ حیرت افزا کوں مری آنکھوں سیں دیکھو گے تو پھر درپن نہ دیکھو گے

اگر اس خوش دہن کے لب پہ دیکھو رنگ مستی کا تو پھر زنہار برگِ غنچۂ سوسن نہ دیکھو گے

اگر دیکھو گے عکس اس خط کا میری چشمِ گریاں میں لبِ جو پر بہارِ سبزۂ گلشن نہ دیکھو گے

سراج اپنے سیں کیوں وسواس ہے اے شمع رو تم کوں
کسی عاشق کوں تم معشوق کا دشمن نہ دیکھو گے

۱۵۴

۳۴۵۱

اگر وو لالہ گل پیرہن چمن سیں اٹھے یہ چمن سیں رنگ اٹھے، بو گلِ چمن سیں اٹھے

جو کوئی کہ خوش دہن کے خیالِ خط میں ہوا ہجومِ شہر میں وو بستی و کفن سیں اٹھے

اگر کہوں دلِ پرسوز کے سپند کا حال برنگِ شعلہ سخن مجمرِ دہن سیں اٹھے

ہمارے دردِ جگر کی اگر خبر پہنچے غبارِ آہ وو زلفوں کی ہر شکن سیں اٹھے

چھپا ہے ماہ، وو خورشید رو کوں دیکھ سراج
طلوعِ صبح میں جوں شمع انجمن میں اٹھے

۱۵۵

۳۴۵۶

آرزوئے دل ہیں بسمل میں اس جلاد کے صبحِ محشر میں نہیں ہیں لب کشا فریاد کے

تیشۂ شیریں غم کھا کر سلامت ہیں مدام
جاں خراشاں معتقد نہیں مشربِ فرہاد کے

دیدۂ اہلِ نظر گل رو کی صورت دیکھ کر
بلبلِ تصویر ہیں آئینۂ ایجاد کے

دیکھ کر اُس گلبدن کے قامتِ موزوں کوں
صحنِ گلشن میں اوڑے ہیں فاختے شمشاد کے

جب کیا جزوِ پریشانِ سخن شیرازہ بند
تھے برس چوبیس ہی عمرِ بے بنیاد کے

سالِ ہجری تھے ہزار و یکصد و پنجاہ و یک
واقفِ علمِ لدنی صاحبِ ارشاد کے

اے سراج اس منتخب دیوان کے سب ریختے
جائے مژگانِ خوباں سیں ہیں لائق صاد کے

۱۵۶

تری زلف زنار کا تار ہے
کہ جس تار میں دل گرفتار ہے

کرشمے کے لشکر میں شاہِ حسن
صفِ خوب رویاں کا سردار ہے

تلطف سیں پوچھے گا کب دردِ دل
ستمگر ہے سرکش ہے عیار ہے

جسے دل خراشی نہیں عشق کی
طریقِ محبت میں بےکار ہے

سجن لطف کر نرگسِ باغ پر
تری چشم سے گوں کا بیمار ہے

---

۱ جگ کے سب ۔ ۱۲۹۱ د ۔ ۲ ح ندارد ۔ ۱۲۹۱ و ک "پنجاہ و دو" ۔ ۳ جدید غزل نہیں ۱۲۹۱ و ب کی اضافہ ہیں

شفا دے مجھے مرہمِ وصل سوں ۔ جگر پر مرے ہجر کا وار ہے
شبِ ہجر میں گلبدن کے سراج
نظر میں مری شمع جیوں خار ہے

۱۵۷

جو محبت کے نشے میں چور ہے ۔ گردنِ مینا اسے کافور ہے
جس ورق پر وصف ہے تجھ حسن کا ۔ وو ورق نیں برگِ نخلِ طور ہے
زخمِ عاشق پر نمک رکھتے ہو تم ۔ یہ نمک نیں مرہم کافور ہے
تجھ نگہ سوں رنگِ آتش ہے گداز ۔ آج مجمر خوشۂ انگور ہے
بس کہ دیکھا ہوں دو لعلِ شکریں ۔ چشمِ حیراں خانۂ زنبور ہے
منتظر ہوں ابروئے کشتی دکھا ۔ رنگِ گل کی موج میں کیفی پور ہے
وو کلیمِ وقت ہے اپنا سراج
جس نظر میں پیو کے رخ کا نور ہے

۱۵۸

دل مرا بے قرار ہوتا ہے ۔ بسملِ انتظار ہوتا ہے

لے وصل ۔ ۱۳۹۱ و ۔

پیو کے دامن کا شوق ہے جیکو (جسکوں) — خاک ہو چل غبار ہوتا ہے
گل گلشن سوں خار (خارا) ہے مجھ کوں — پیو بنا نوکِ خار ہوتا ہے
دل پہ میرے نہ کھینچ تیغ ستم — [یہہ] اگر آپ شکار ہوتا ہے
دل مرا تجھ ادا کے خنجر کا — وار کھا وار وار ہوتا ہے
شوخ چالاک کی نگاہ کا تیر — سپر دل سوں پار ہوتا ہے

جیو مرا پیو کا حال دیکھ سراج
ہر قدم پر نثار ہوتا ہے

۱۵۹

۳۲۸۳

منصور مئے عشق میں سرشار ہوا ہے — اس واسطے مینا اُسے جیوں دار ہوا ہے
زخمی کوں ترے تیر کے مرہم کا اثر نہیں — سینے کی سپر چیر کے وو پار ہوا ہے
وو سرو ادا جب سیں کیا سیرِ چمن کوں — قمری کے گلے طوقِ جنوں ہار ہوا ہے
دیکھے سیں ترے زلف کی زنجیر مرا دل — ہر تار کے سودے میں گرفتار ہوا ہے

ہے بس کہ تری چشم کا مشتاق سراج آج
نرگس کے تماشے ستی بیزار ہوا ہے

۱؎ ترے - ۱۲۹۱

۱۶۰

مہربانی سیں مرے من کو لبھایا پیو نے ۸ ۳۲۸

آگ مجھ دل کی محبت سیں بجھایا پیو نے

ہجر کی رات کا سب درد سُنایا کوں دَھر

جب مرے عشق کے احوال کوں پایا پیو نے

دلِ پژمردہ مرا غم سوں رہا تھا کُملا

مسکرا پھول[1] کی مانند ہنسایا پیو نے

بلبلِ دل کوں مرے ہوش سیں بے ہوش کیا

جب آپس عارضِ گلگوں کوں دکھایا پیو نے

کوئی کہے جا کے اُسے موم ہو مرتے یں سجن

سنگدل ہو کے برہ اگن بچھایا پیو نے

دیکھ کر مجھ کوں کیا شرم سیں چہرہ بہ نقاب

چاندنی چاند کی بدلی میں چھپایا پیو نے

---

[1] پیار سیں جیوں پھول ۔ ب

کس کوں جا سونپے سینۂ سوزاں کا سراج
عشق کی آگ نوے سر سیں لگایا پیو نے

۱۹۱

٣٤٩٥

تجھ جدائی میں مرے سر پہ غضب کیسا ہے — رات آئی ہے مری جان کو دن جیتا ہے
عشق نے جس کے گریباں کوں کیا ہے صد چاک — سوزنِ آہ سیں لاچار اُسے سیتا ہے
غم کی پوتھی کو پیا پاس کہاں لگ کھولوں — یہہ کہانی مرے احوال کی کون سنتا ہے
عاشقِ مست کوں کیا کام ہے مئے ظاہر سوں — آپ میں آپ خونِ جگر پیتا ہے!

اس قدر اُس کوں نراسی نہ کرو تم کہ سراج
اب تلگ وصل کی امید ستی جیتا ہے

۱۹۲

٣٥٠٠

پیو کنے جس نے جیو کوں ہارا ہے — ہوش و آرام سب بسارا ہے
مجھ کوں جادوگری سیں ظالم نے — تیغِ ابرو کی موٹھ مارا ہے
رحم کر اے سجن کہ عاشق نے — تجھ قدم پر سیں جیو کوں وارا ہے
دل مرا جیوں انار ہے صد چاک — زیبِ دستار کر ہزارا ہے
ماہ رو کے فراق میں ہر شب — ہر انجھو چشم کا ستارا ہے

داغ نیں مجھ جگر میں لالہ مثال — ہجر کی آگ کا انگارا ہے

مہربانی رکھو سراجؔ اوپر
جب تلک جان ہے تمہارا ہے؟

۱۶۳

۳۵۰۷

تری انکھیاں میں سحرِ سامری ہے — ادا یا ناز یا جادوگری ہے

نہووے کیوں جھلک سورج کی پامال — سجن کے سر پہ دستا بندری ہے

ترے لب کی ہے مسّی کوں تقدر معلوم — پتہ بازار میں دل جوہری ہے

مثالِ بوئے مجھ دل کی گلی میں — خیال اُس پریو کا شیشے میں پری ہے

لکھا ہوں وصف اُس نرگس نین کے — بجا ہے گر تخلص عبہری ہے

سجا ہے سرخ پیشوا جب سیں پیو نے — مرے انجھواں کوں رنگِ احمری ہے

سراجؔ آئینہ رو کوں جس نے دیکھا
اسی کوں دولتِ اسکندری ہے

۱۶۴

جس کوں پیو کے ہجر کا بیراگ ہے — آہ کا مجلس میں اُس کی راگ ہے

کیوں نہ ہو شعلہ جل کے خاکستر نمن — آتشیں رو کی محبت آگ ہے

اے دل اس کے زہر سیں وسواس کر — زلف نہیں ہے بلکہ کالا ناگ ہے

جب سیں لایا عشق نے فوجِ جنوں — عقل کے لشکر میں بھاگا بھاگ ہے

طالعِ اسکندری رکھتا ہے سراج

روبرو آئینہ رو کیا بھاگ ہے

۱۶۵

جو سجن کا خیال کرتا ہے[۳۵۱] — سیرِ باغِ جمال کرتا ہے

بسملِ تیغِ عشق دامن کوں — اشکِ خونیں سیں لال کرتا ہے

رنگِ مہندی کیا عبث ظالم — خونِ دل پائمال کرتا ہے

مفتیِ ناز نے دیا فتویٰ — خونِ عاشق حلال کرتا ہے

دلِ وحشی کے صید کرنے کوں — زلفِ مشکیں کوں جال کرتا ہے

روپ دے سن دکھا دریغ نہ کر — دل گدا ہو سوال کرتا ہے

نہیں عجب گر ہوا شہید سراج

نوکِ مژگاں کوں بھال کرتا ہے

۱۶۶

اوّل مری طرف سیں سجن کوں سلام ہے[۳۵۲] — بعد از سلام یوں ہے مرے دل کا پیام ہے

ہو مہرباں کبھی تو مرے ساتھ بات کر | فرخندہ بخت ہے جو ترا ہم کلام ہے

دیکھا نہیں ہوں روپ ترا جب سیں سیم تن | کھانا ناں تو مجھ کوں زہر ہے سونا حرام ہے

ہوں بے گناہ مجھ پہ کرم کی نگاہ کر | کس نے کہا کہ جور و جفا خوب کام ہے

تیری جفا سیں کیونکہ شکایت کرے سراج
بندہ ہے خانہ زاد ہے کمتر غلام ہے

۱۹۶

۳۵۲۹

جو دل سیں غلام احمدی ہے | حق سیں اُسے فیض سرمدی ہے

شبنم کی نمن جو غم سیں رویا | گل کا اُسے فرش مسندی ہے

غم خانہ ہوا ہے سینہ تجھ باج | ہر آہ چراغِ مشہدی ہے

تجھ سیں ہوا سرفراز منصب | گلشن میں گلاب یکصدی ہے

مکتب میں ترے جنوں کے مجنوں | ناداں ہے طفلِ ابجدی ہے

پکڑا ہوں کنارۂ جدائی | جاری مرے اشک کی ندی ہے

محشر میں سراج کیا مجھے خوف
ایمان مرا محمدی ہے

۱۶۸

۳۵۳۶

پیو کے آنے کا وقت آیا ہے / جی کے جانے کا وقت آیا ہے

نیم بسمل ہوں تیغ ابرو سیں / تلملانے کا وقت آیا ہے

شب خلوت میں اس پری رو کوں / دکھ سنانے کا وقت آیا ہے

ملک ویران کوں مرے دل کے / پھر بسانے کا وقت آیا ہے

کب تلک ہجر کی اگن میں جلوں / آ بجھانے کا وقت آیا ہے

پیو کے غم میں انجھو بہاتا ہوں / کیا بہانے کا وقت آیا ہے

مثل پروانہ شمع رو پہ سراج / دل جلانے کا وقت آیا ہے

۱۶۹

۳۵۴۳

شب ہجر مجھ پر بلا لائی ہے / برہ آگ سینے میں سلگائی ہے

جدائی کی پہنچی ہے نوبت مجھے / دو دم زیر و بم آہ شہنائی ہے

یہاں لگ غم ہجر بھاری ہوا / کہ کوہ اسکے پاسنگ میں آئی ہے

نہ برسے گا انجھو کا برسات کیوں / مجھ انکھوں میں غم کی گھٹا چھائی ہے

ہوئی کج ادا ہم سیں تیری نگاہ / تجھ ابرو نے شاید کہ سکھلائی ہے

دیا حق نے خون جگر کی غذا / یہ نعمت مجھے غیب سیں آئی ہے

نہوئے داخلِ بزمِ غم کیوں سراج
محبت کی پروانگی پائی ہے

۱۷۰

۳۵۵۰

جس کوں تیرے نین کی مستی ہے | روز و شب شغلِ مئی پرستی ہے
سوزِ پروانہ نیں مگر معلوم | شمع یہ حال دیکھ ہنستی ہے
تو فنا ہو اگر بقا چاہے | نیستی میں توں دیکھ ہستی ہے
سیر کر مَن عَرَف کے گلشن کا | گر تجھے ذوقِ حق پرستی ہے
اے سراج اب نہوئے کیوں طوفاں | نین بادل سیں جھڑ برستی ہے

۱۷۱

۳۵۵۵

پیو کا کاکل ہے ناگنی کالی | کیا بلا میری جان کوں پالی
صیدِ دل اس میں آ کے کیوں نہ پھنسے | پیو نے ڈالی ہے ریشم کی جالی
غیر کوں نیں مجال آنے کی | تجھ گلی کے چمن کا ہوں مالی
تیرے آنے کی آج سن کے خبر | مجھ کوں حاصل ہوئی ہے خوشحالی
اے گلستانِ ناز تجھ قد پر | وار ڈالا ہوں پھول کی ڈالی
زاہداں میری قدر کیا جانیں | دل ہیغم ہے عشق سوں خالی

عشق دونوں طرف سوں ہوتا ہے — کیوں بجے ایک ہات سوں تالی

کیا سجھا پیو نے چہرۂ بلدار — سب سجن ہیں یہ سیج بنزوالی

تجھ بہا اے محمد محمود
نیں ہے کوئی سراج کو والی

۱۷۲

یو خط ترا نقابِ رخِ راز ہے مجھے — برگِ بنفشہ سرمۂ آواز ہے مجھے

تیری ہوائے وصل میں اودو مژیانِ چشم — موجِ نگاہ شہپرِ پرواز ہے مجھے

ہے ضعف سیں زبسکہ مری آہ بے اثر — رنگِ پریدہ شعلۂ آواز ہے مجھے

پیری نے عاقبت مجھے اپنا کیا شکار — قدِ خمیدہ ناخنِ شہباز ہے مجھے

اوس سرو قد کے یار کی مجلس میں اے سراج
طوقِ گلوئے فاختہ دمساز ہے مجھے

متفرقات

فردیات، رُباعیات، مستزاد، مخمسات وغیرہ

فردیات

توں اپنے حسن کی صافی پہ ہرگز خود نماست ہو — نہ سن اے سادہ رُو توں آرسی کی بات توں دیکھی

رُخ تیرا اے آفتابِ حسن و ماہِ دلبری — دن کوں ہے سورج مکھی اور رات کوں گل چاندنی

اگر وو لالہ رُو گلشن میں آوے — ہزارا پوست میں کیونکر سماوے

صنم کے ابروئے کج کا ہے نادر نیمچا خوش خم — عجب میٹھا ہے وار اس کا مگر ٹکڑا ہے مصری کا

کئے فرصت جہاں کی دوستی ہم — سلامیں کر سبھوں سیں ہاتھ اُٹھائے

مجھ طرف سے جا کہو آہوئے من صیاد کوں — دل میرا وحشی ہوا سینے میں ٹک آ رام کر

دلبری آنکھوں میں تیری لال ڈورے ہیں غضب — پوچھتا نہیں حال میرا اس نشوں کے ناز میں

نازک بدن سیں مست مل کئی بار میں کہا ہوں — جا من تری خوشی ہے رسوائے عام ہوناں

لال میرے کوں کہوں جا کر ترا کیا ننگ ہے — باندھتا ہو باندھا ہے کیوں چیرے پر اپنے خون کا

عالم میں بے بہا دُر اسے کیوں نہ بولئے ۱۰ — دیتا ہے زیب جس کوں لباس بہادری

ہے پپیہا شور میں، تجھ بن گھٹا آئی ہے جھوم　　مجھ کوں لگتا ہے صنم ہر بوند، بوندی کی کٹار

اب بھی اس بے برگ کوں مقصود کا پھل لینے دیو　　قبرِ لیلیٰ کی بناؤ، بیدِ مجنوں کے تلے

تری انکھیں نشے سیں اتنے میں سُرخ اے ساقی　　کہ اس کا دیکھنا مجھ حق میں معجون گلابی ہے

غیرت سیتی تجھ حسن کی گلزار میں گُل زار ہے　　خوبی نہیں ہے پھول میں، ہرگز ترے رخسار کی

جان شیریں کوں دیا دل پہ لگا کر تیشہ　　جان کندن سیتی فرہاد کوں اب فرصت ہوئی

آشتی کوں ترک کر باندھا کمر مجھ قتل پر　　نہیں حصار اب وہ سرا کوئی مگر جی پر بنے

دریائے قناعت میں، آزاد جو ہو آیا　　درکار نہیں ہرگز کشتی میں اسے لنگر

میں کہا "کیا عرق ہے تجھ رُخ پر"　　مُسکرا کر کہا کہ "فتنہ ہے"

کہا میں یار کوں، دیکھوں گا چہرہ　　مجھے غصے سوں بولا "بیٹھ موں دیکھ"

قینچی پلک کی کھول کہ کاٹا ہوں غم کی رات　　۲۰ پھر کاٹنے لگے گا مجھے دن، تو کیا کروں

نقش نگین جاں ہے ترا نام یا رسول　　خاتم اوپر توں ختم نبوت کی نگ ہوا

کیا کروں تجھ غم میں آنسو کا شمار　　مجھ کوں تارے گنتے ساری رات گئی

مت باندھ خون ناحق عشاق پر کمر　　میرا لہو پیو جو حنا پر قدم رکھو

ضعیفی میں نہیں درکار ہرگز مال اور دولت　　سفیدی سر کی بوڑھوں کو یہی روپا ہے چاندی کا

گرچہ آسیب اس ذقن سیں دیا　　لیکن آتی ہے مجھ کوں بوئے بہی

خالم نے جب کہا کہ ارے میاں! سراج ہوتے! میں نے دیا جواب کہ "حاضر ہے" جی کہو"

زندگانی دردِ سر ہے یار بن کوئی ہمارے سر کوں آکر جھاڑ دے

رفوگر کوں کہاں طاقت کہ زخمِ عشق کوں ٹانکے اگر دیکھے میرا سینہ رفو چکر میں آجاوے

نہیں [ہے] تاب مجھے سامنے ترے جا کا کہاں سراج کہاں آفتابِ عالم تاب

آتشِ غم سیتی جلا ہے سراج اس کا دل اب کباب ہویگا۔

رُباعیات

۱

ہر آن ترے خیال میں ہوں مشغول　　یک بار نگاہ مہربانی سیں نہ بھول
بندہ ہوں ترا ہمیشہ جانُ دل سیں　　اے قادرِ بے نیاز کر مجھ کوں قبول

۲

تھا عین نماز میں کہ ساقی آیا　　بھر ساغرِ مئے میرے مقابل لایا
میں اس کوں اشارے سیں کہا تائب ہوں　　بولا کہ "شتاب پی' پیا سو پایا"

۳

آنسو کی میری نین سیتی دھار بہی　　ہر دھار ترے برہ میں خوں بار بہی
تجھ عشق کے رن میں دل میرا کام آیا　　اس کھیت میں آج خوب تلوار بہی

۴

تجھ غم میں ہے رنگ زرد باناں میرا　　دشوار ہے ہر کسی کوں پاناں میرا
درکار نہیں کہ تجھ گلی میں جاؤں　　آناں' ترا یہی ہے جاناں میرا

۵

رنجیدہ ہوا، وہ مہرباں مجھ سیتی حیف — ابروے تغافل کی مجھے مارا سیف
ہے خونِ جگر کی مجھ نین میں لالی — کیا خوب ہے نشۂ دوبالا کی کیف

۶

اس شوخ نے اب شیوۂ تمکین لیا — آئینِ جفا کا مذہب و دین لیا
ظالم نے ستم کیا مجھے بے کس بوجھ — ٹک آنکھ دکھا کے دل میرا چھین لیا

۷

مجھ دل پہ وفورِ غم نے باندھا ہے کھلا — ہر آن صنم کی تیغ میرا ہے گلا
کیا طرفہ لگن لگی ہے جانی سیں مجھے — دیکھوں تو حجاب اور نہ دیکھوں تو بلا

۸

اس شامِ جدائی میں مجھے آ دیکھو — الطاف و کرم کوں کار فرما دیکھو
خورشید ڈوبا شفق کے لوہو میں تمام — ٹک اپنے شہید کا تماشا دیکھو

۹

جس حسن کے دیکھے سیں دوعالم دک ہے — اس حسن کے رہنے کا مکاں یہ جک ہے
یہ قرص سیاہ نہیں میری آنکھوں میں — مرشد کے جمال کی یہی عینک ہے

قصیدہ

آتش رسیدۂ احوال دیدہ غم دیدہ و دل ہجراں کشیدۂ خطاب بہ قاصد آہ

مناجات بجناب مرشد اللہ

کہاں رفیقِ موافق کہاں ہے یارِ ندیم
کہ اس کے پاس کرے رسمِ بندگی تقدیم

میری طرف سیں کہے اسکوں جا کہ عرضِ نیاز
پس از نیاز دعا و پس از دعا تسلیم

مے کہ چشمِ حقیقت سیں خوب دیکھا ہوں
کہ غیرِ آہ نہیں مجکوں آشنائے قدیم

اے آہ جا کہ میری التماس یار سیں کر
کہ زخمِ ہجر سیں میرا جگر ہوا ہے دو نیم

طبیبِ دردِ جگر کوں میری خبر پہنچا
تپِ فراق سیں ہوں بسترِ الم پہ سقیم

نہ ہوئے دور قیامت تلک یہ بیماری
دوائے لطف سیں جب لگ نہ ہوئیگا یہ حکیم

نہ دل میں تاب نہ آنکھوں میں خواب ہے یکدم
خلاف نہیں ہے میرے بات کا خدا ہے علیم

ہوا ہے چشم کے چشمے سیں خونِ دل جاری
نہیں ہے تشنگی آب کوثر و تسنیم

کہاں ہے یار الف قد کہ بارِ ہجراں نے
خمیدہ مجکوں کیا ہے مثال حلقۂ میم

کہاں ہے آہ وو گوہر شناس شتاقاں ۱۰ کہ آنکھ سے کے ہے صدف میں ہر اشک دُرِ یتیم
کہاں ہے وو گلِ خنداں کہ جس کے بن یارز ہوا ہے سیر گلستاں بجائے نارِ جحیم
جگر کے باغ میں داغوں کے پھول پھولے ہیں یہ آہِ سرد کی جب سیں ہی ہے بادِ نسیم
لگے ہیں ہجر کے شعلے دکھا بہارِ جمال توں کر یہ آتشِ نمرود، باغِ ابراہیم
ہمیشہ مجکوں یہی آرزو ہے اے جاناں کہ اپنا جان کروں اس قدم پہ جا تسلیم
حجابِ عشق ہے لیکن مدام مانعِ راہ وگر نہ شوق ہر یکدم ہے مائلِ تعظیم
ہوا ہوں جی سیں بتنگ اب نہیں ہے تابِ فراق حیاتِ خضر ہے حق میں میرے عذابِ الیم
شتاب آ کہ خبر لے کہ جان جاتا ہے اٹھینگے شوق ستی بعد مرگ عظام رمیم
کیا ہے کشورِ دل کوں خراب اور تاراج ہجومِ عشق نے لایا ہے غم سیں فوجِ غنیم
ہمیشہ درسِ محبت کی ہے مجھے تکرار دیا ہے جب ستی استادِ عشق نے تعلیم
طلائے خالص رنگ زریرحاصل ہے ۲۰ میری نگاہ میں مانند خاک ہے زر و سیم
تجلّیاتِ محبت کوں کیوں نہ جا دیکھے ہوا ہے شوق میرا طورِ بیخودی پہ کلیم
نہیں ہوں دامنِ صحرا میں خوار جیوں مجنوں جنوں کے صحن میں حاصل ہے سیرِ ہفت اقلیم
نہیں ہوں گردشِ بے جا میں جیوں بناتُ النعش ہوا ہوں قطب کے مانند درد و غم میں مقیم
اگرچہ جان نے جانے میں کچھ کمی نہ کیا ترے وصال کی لیکن ہے مجھ امید قویم

میری امید کوں بر لا شتاب یا رحماں
کہ جانتا ہوں تجھے اپنی بے کسی پہ رحیم

جمال مجکوں دکھا اپنے یار جانی کا
کہ قلب صاف سے کرتا ہوں میں دعائے صمیم

مُراد خاطرِ غمگیں کوں کیوں نہ بر لاوے
کہ خاص و عام پہ یکساں ہے جس کا لطفِ عمیم

نہیں ہے طالبِ دیدار کوں خیالِ بہشت
کہ زاہدوں کو سزاوار ہے بہشتِ نعیم

شفیعِ حشر سیں ہے آرزو مجھے بخشش
اگرچہ سر سیں قدم لگ ہوں پر گناہ و اثیم

سدا ہے صرصرِ غم میں سراج بے پروا
لگا ہے ہات اُسے دامنِ رسولِ کریم



مستزاد

۱

ہر صبح فلک پر ملک عالم بالا — قد دیکھ سجن کا
تسبیح کریں سلمہ اللہ تعالےٰ — من کالئے من کا
تجھ جیرۂ زرتار کے تاروں کی جھلک کی — آنکھوں کوں نہیں تاب
شاید کہ نمودار[1] ہے عالم میں اُجالا — سورج کی کرن کا
اے سروِ سہی داغِ جدائی کی خبر لے — رکھ عزم تماشا
پھولا ہے عجائب یہ ہزارا گلِ لالہ — مجھ دل کے چمن کا
تجھ ابروئے خوں ریز کی شمشیر کی اوجھڑ — ہے جس کے جگر پر
مردوں میں جہاں کے ہے جوانمرد جوالا — تجھ عشق کے رن کا

---

[1] نمایاں ہوا۔ ۵۰۰ ا ـ دیکھیے ب

بر جا ہے اگر ہوش سے بیہوش ہوا ہوں　　اے ساقیِ گلرو
مجلس میں محبت کی ہوا نشہ دو بالا　　تجھ جام نیَن کا

نسبت میں ترے حسن کی ہوئی پھول کی پکڑی　　توں سب میں ہزارا
اور رخ کے مقابل تیرے کس جھاڑ کا پالا　　ہے پاتے سمن کا

دیدار کی سمرن ہے مجھ آنکھوں کوں سراج آج　　پس کیوں نہ پھراویں
پلکوں کی ہر انگلی ستی لے ہاتھ میں مالا　　آنسو کے رتن کا

۲

اوّل تو ہمارے سیں نپٹ مہر و وفا کا　　اقرار کیا ہے
آخر کوں ہمیں قتل کر، اس جور و جفا کا　　انکار کیا ہے

بکھرے ہیں مرے ہوش کی تسبیح کے دانے　　اے غارتِ ایماں
کافر ہو میرے دل نے ترے زلفِ رسا کا　　زنار کیا ہے

تجھ عشق کے بازار میں سوداگر غم نے　　لے نقدِ خرد کوں
مجھ دل کے خریدار ستی جنس بلا کا　　بیپار کیا ہے

سر دفترِ دیوانِ جنوں ہوے تو بجا ہے　　عشاق کی صف میں
جس عاشقِ سرمست نے تجھ مدح و ثنا کا　　طومار کیا ہے

ؔ برگ ۵۴۳ و

ہر نرگسِ مخمور کوں تجھ چشم کے ہوتے — اے رشکِ گلستاں
۱۰ تقدیر کے مالی نے چمن بیچ سدا کا — بیمار کیا ہے

جس نے کہ کیا مجکوں غزل خوانِ محبت — جیوں بلبلِ نالاں
رخسار میرے دلبرِ گلرنگ قبا کا — گلزار کیا ہے

عشاق کے احوال طرف دیکھ کرم سیں — کر شکر کہ حق نے
۱۴ اے جانِ سراج آج تجھے شاہ و گدا کا — سردار کیا ہے

۳

عاشق تو ترے وصل کے مشتاق کھڑے ہیں — اے دل کے پیارے
سر جائے تو پروا نہیں پر آب تو اڑے ہیں — ہیں سر سے اتارے

تجھ ابروئے خمدار کی شمشیر کے زخمی — تنہا نہ ہوئے ہم
کئی سر تری اس تیغ کی اوجھڑ سے جھڑے ہیں — ہو کھیت پہ وارے

تجھ حسن کے زرگر نے انگوٹھی کوں دہن کی — مسی کا دے کندن
کیا گوہرِ دندان کے الماس جڑے ہیں — سب جوت میں نیارے

چھڑکا ہے تغافل سیں نمک جور و جفا کا — عاشق کے جگر پر
اس کانِ ملاحت کے عجب شور پڑے ہیں — کیا خلق میں سارے

آتی ہے ہنسی ڈھال کے سانچے میں ریا کے — زہاد کے تن کوں
زر گر نے حقیقت کے عجب ڈول گھڑے ہیں — قدرت کے سنوارے
ہے قامتِ رعنا کا تیرے حلقہ بگوش آج — ہر سرو چمن میں
اس واسطے موجوں ستی پاؤں میں کڑے ہیں — پانی کے کنارے
سینے میں نہیں داغ، سراج آتشِ غم سیں — از بسکہ جلا دل
مجھ آہ کے بہت پھول کے یہ پھول جھڑے ہیں — یا ٹوٹے ستارے

۴

تجھ زلف کی یہ باس گئی جب سیں ختن میں — ہے نافۂ آہو — پر مشک خطا سیں
ہر غنچۂ دل تنگ ہوا پھول چمن میں — اے شوخ سمن بو — تجھ رُخ کی ہوا سیں
ہو خار سلے اس کی پلک تجھ کفِ پا کوں — ہے تجھ میں نزاکت — از بسکہ سراپا
جس وقت رکھے پاؤں تراں بلبل کے نین میں — اے دلبرِ گلرو — اس ناز و ادا سیں
اعرابِ خط و خال نقطۂ چشم ہے مطلق — مصحف ہے ترا رُخ — اے آیتِ خوبی
ہے سورۂ اخلاص کی خواہش مرے من میں — بسم اللہ ابرو — ہے مدرسا سیں
یک روز کہا میں کہ ستم نہیں ہے مناسب — عشاق کے اوپر — سن بات ہماری
بے تاب ہیں اس غم سیں مرے بھگتن میں — اے کافر بد خو — بولا کہ "بلا سیں"

سوگند میرے حال پریشاں کی موہن　　مانو تو کہوں میں کیوں زلف لپیٹی

جمعیتِ دل بند ہے ہر ایک شکن میں　　کھولو خمِ گیسو اب مہر و وفا سیں

یکبار تلطف سیں پلا شربتِ دیدار　　اے شوخ شفا دے بیمار ہوں غم کا

ہے مجکوں برہ درد جگر میں نہ بدن میں　　حاجت نہیں دارو کیا کام دوا سیں

مشتاق ہو دل سے میرے اشعار کوں سننے　　ہر آن سراج اب آتے ہیں پری رو

توں دیکھ میری طبع کے ہر ایک سخن میں　　کرتا ہوں میں جادو کیا فکر رسا سیں

۵

بازگشت

جاں بلب ہوں ہے کہاں وو دلبرِ جادو لقب
دلبرِ جادو لقب کے ہجر میں ہوں جاں بلب
بے ادب کوں انجمن ہرگز نہ کرتوں رو برو
رو برو تیرے ہوئی ہے آرسی کیا بے ادب
بے سبب ہم بے گناہوں پر روا مت کر ستم
کر ستم ہم کوں کیا ہے قتل کیوں توں بے سبب

زلف شب ہے اور ترا عارض ہے رشکِ آفتاب
آفتاب اب ہے ترا رخسار و تیری زلف شب

ہے غضب بے جا ہماری جان پر اے من ہرن
من ہرن تیر تغافل حق میں میرے ہے غضب

منتخب ہے مصرع موزون وقدِ گلبدن
گلبدن کا وو خمِ ابرو ہے فردِ منتخب

مستحب ہے عشق کے مذہب میں ترکِ ماسوا
ماسوا سے باز آنا ہے سراج اب مستحب



مخمسات

ا

عشاق ترے دام میں بے جان ہوئے ہیں　　تجھ زلف کے حلقے میں پریشان ہوئے ہیں
آئینۂ دیدار کے حیـــران ہوئے ہیں　　گل دیکھ ترے رخ کوں پشیمان ہوئے ہیں
شبنم ستی نم ہو عرق افشان ہوئے ہیں

لوہو میں تڑپتے ہیں ہزاروں دلِ بسمل　　تجھ ابروئے خوں ریز کی شمشیر کے گھائل
بے تاب ہیں بے صبر ہیں اے ظالم قاتل　　ٹک مہر سیں آ ان پہ نپٹ حال ہے مشکل
تجھ عشق کے میدان میں غلطان ہوئے ہیں

باندھا ہے کمر ظلم پہ وو شوخ ستمگر　　ابرو کی لے شمشیر کرشمے کا نے خنجر
کھینچا ہے عجب ناز و ادا کا دیکھو لشکر　　حیرا ہوں شاید غضب آیا ہے کسی پر
عشاق کے سب قتل کے سامان ہوئے ہیں

کھولے ہیں صنم جب ستی وو حلقۂ کاکل   ہے رشک ستی پیچ میں اور تاب میں سنبل
زنہار مناسب نہیں یہ طرزِ تغافل   کرتا نہیں احوال میرا دیکھ تامل
لے جان مرا جان کر انجان ہوئے ہیں

دریائے محبت میں نہ آغاز نہ انجام   کئی غرق ہوئے ان کا رہا نہیں ہے نشان ظلم
اے آفتِ جاں نوح کی کشتی کا نہیں کام   کشتی کوں جنوں کی دو چھپا اے رخِ گلفام
گردش میں تری چشم کے طوفان ہوئے ہیں

مستوں کوں ترے عشق کی ستی کا اثر ہے   بے ہوش ہیں عالم کی کہاں ان کوں خبر ہے
ہر لحظہ انہیں شوق کے کشور کا سفر ہے   مستی میں محبت کی گزک لختِ جگر ہے
مجلس میں تری غم کی جو مہمان ہوئے ہیں

دیکھا ہوں جفا دلبرِ بے مہر و وفا بن   ہوں جی سیں تنگ اس صنمِ تنگ قبا بن
داغی ہے عقیقِ جگر اس کانِ حیا بن   روتا ہوں سراج اس لبِ یاقوت نما بن
آنسو میرے اب لعلِ بدخشان ہوئے ہیں

۱؎ ہے جو کوئی اس چمن حسن کا مالی۔ ۲۹۱ و ۲؎ سینے کوں کیا داغ ستی بحث گلشن ۲۹۱ الف ب

۳؎ حیراں ہے سراج آج دیکھا حسن کا درپن ۲۹۱ و ۴؎ تصور میں ترے لب کے سر نگون ۔ ۲۹۲

۲

برہ کا درد ہوا جب سیں ہمدمِ جانی　　لہو کیا ہے میرے دل کوں اور لہو پانی

ہوا ہوں شوق کی آتش میں خاک جو فانی　　طرب کے مصر میں ہے جس بغیر ویرانی

کہاں گیا ہے مرا آج یوسفِ ثانی

طپش ہے، درد قیامت ہے، آہ و زاری ہے　　ستم ہے، ظلم ہے، آفت ہے، بیقراری ہے

غمِ فراق مرے دل پہ آج بھاری ہے　　نہیں ہے تاب مجھے، زخمِ عشق کاری ہے

کرو نگاہ کے خنجر سیں مشکل آسانی

ہوا ہوں مست ترے شوق کی شراب سیتی　　بہارِ عشق ہے اشکِ رواں کے آب سیتی

نہیں ہے کام مجھے ہرگز آفتاب سیتی　　ہوا ہے گل کہ لہو تیرے رخ کی تاب سیتی

دلِ شہید مگر لعل ہے بدخشانی

میرے جگر میں دہکتا ہے غم کا انگارا　　بغیرِ وصل نہیں میرے درد کا چارا

رواں ہے اشک کا پانی پلک سے فوارا　　کیا ہوں عشق کے کتب میں دل کوں سیپارا

زبانِ شوق سے کرتا ہوں ذکرِ قرآنی

ا کا ... و ... ے ۔ ... ے ہے بجز جگر کی انگیٹھی میں غم کا انگارا ص ۲۹۱ ا

ے میرے نین سے رواں ہے انجھو کا ص ۲۹۱ ا ۔ ... کا ص ۲۹۱ ا ۔

بہارِ غم میں دلِ بے قرار بکھرے ہیں
چمن میں درد کے بے اختیار بکھرے ہیں
ہوا ہے عشق میں مثلِ غبار بکھرے ہیں
تمہاری زلف کے جس دن سے تار بکھرے ہیں
ہوئی ہے جمع میرے پاس سب پریشانی

جگر کے داغ سیں لالا کھلا مرے دل میں
اگر ہے ذوق تماشا تو آ مرے دل میں
بغیر تیرے نہیں مدعا مرے دل میں
ہے دردِ سوختۂ یوسف سدا مرے دل میں
تیرے خیال سے اے رشکِ ماہِ کنعانی

ہر ایک نالۂ سوزاں ہے سورِ اسرافیل
عجب نہیں کہ جلیں اس سبب پرِ جبریل
گناہِ عشق سیں ہوں خنجرِ رضا کا قتیل
صنم کے عشق کے کعبے میں مثلِ اسمٰعیل
سراج شوق سیں دل کے ہوا ہے قربانی

۳

تیرے فراق میں بیتاب، تاب کیا جانے
شکیبؔ و طاقتؔ و آرام و خواب کیا جانے
برہ کی بزم میں چنگ و رباب کیا جانے
بغیر خونِ جگر کے شراب کیا جانے
گزک جو پارۂ دل ہے کباب کیا جانے

ے ۳۹۱ ل میں بند حسبِ ذیل ہے ۔ نین میں سادہ بعنوان "فی ادونوں" ہے۔ سیم ؔ سنم کہوں تو بجا ہے تجھے ملک ذیم
تری نگاہ کے خنجر سیں دل پڑا ہے دو نیم ؔ عجب نہیں جو ہر یک اشک ہوئے در یتیم ؔ میرے نین سے برستا ہے ابر نیسانی۔

ے ہے ترے غم میں ہر ایک آہ ۳۹۱ و ے انجمر کے نیر کی بہتی تھیا مجھ نین سیں جیل ۳۹۱ ل۔

کیا ہے شکلِ صنم نے پائمال اپناں خیالِ غیر کوں کھو کر دیا خیال اپناں
شہیدِ عشق کہے کس زباں سیں حال اپناں حجابِ وصل میں بھولا ہوں قیل و قال اپناں
لبِ خموش سوال و جواب کیا جانے

مثالِ برق مرے قتل پر غضب سے کڑک چڑھا ہے گوشۂ ابرو نگہ کی سیف شڑک
ہوا ہے یار ستم پر ہمارے کیا نڈرک کہ جس عتاب کے دیکھے سیں بن گئے ہوش بھڑک
تمام شوخ ہے طرزِ حجاب کیا جانے

ہوا سوار وو صیاد من ہرن جس دم شکار آہوئے دل پر نگہ کا کھینچ علم
کیا ہے دامنِ زیں عاشقوں کے خوں سیں نم رکھا ہے لطف و کرم سیں مجھے نین میں قدم
زبسکہ مست ادا ہے رکاب کیا جانے

لیا ہوں درس تجہ ابرو سیں لاجوابی کا مجھے خیال ہے نت فردِ انتخابی کا
عجب ہے مطلعِ برجستہ بے حجابی کا سبق لیا ہے جو کوئی چہرۂ کتابی کا
ہوا ہے قابلِ حیرت کتاب کیا جانے

ورق پہ لختِ جگر کے لکھا ہوں یار کا نام مری نظر میں برابر ہے کفر اور اسلام
کہاں ہے گرمیٔ دوزخ سیں مجھ کوں خوف و الم برہ اگن میں جلے کوں نہیں بہشت سیں کام
بروزِ حشر ثواب و عذاب کیا جانے

ہزار شکر کہ وو شوخ فتنہ گر آیا — عتاب[1] ناز و تغافل سیں جلوہ گر آیا

نگارِ لب شکر و یارِ سیم بر آیا — جمالِ ہوش ربا[2] اس کا جب نظر آیا

سراج قدرِ مہ و آفتاب کیا جانے

۴

ہلال ابرو کی شہرت جا بجا ہے — ولیکن ان دنوں میں کم نما ہے

گر بیگانگی سیں آشنا ہے — یہی مصرع شہیدوں کی صدا ہے

تغافل یا قیامت یا بلا ہے

عجب پایا ہوں اس سونے میں سوناں — کہ آیا خواب میں موہن سلوناں

بجا ہے ہوش کھوناں، محو ہوناں — میرے پر پیار کا کرتا ہے ٹوناں

لقب جس شوخ کا جادو ادا ہے

ترے بن اے ستمگر اس قدر کے — لگے ہیں ہجر کے کتے کے چرکے

کہ اڑ گئے پھول سب دل کی سپر کے — حقیقت کوں میرے چاکِ جگر کے

گلِ صد برگ پر لکھنا روا ہے

لگا ہے آتشِ غم کا بھبوکا — اٹھا[3] ہے دل میں شعلہ آرزو کا

---

۱ پیو ۔ ۲۹۱ و ۔ ۲ تجھ جدائی ۔ ۲۹۱ و ۳ ریختہ کام جاری ہے انجھو ۔ ۲۹۱ و ۔

ہوا ہوں وصل کی نعمت کا بھوکا — ترے غم کوں کہ پیاسا ہے لہو کا

غذائے نعمتِ دل کی اشتہا ہے

تم اول دل میں آکر جا۔ کئے ہو — برہ کے بن میں پھر تنہا کئے ہو

نپٹ بے رحم ہو تم کیا کئے ہو — نَیَن کے دَور میں رسوا کئے ہو

عبث مجھ بیگنہ پر تو تپا ہے

پرت کی راہ کی مت پوچھ توں بات — کہ ہے ہر ہر قدم پر جان کی گھات

برستا ہے یہاں تیروں کا برسات — اے دل ہشیار رہ' او سان رکھ ہات

یہی تو عاشقی کی ابتدا ہے

رہو آکر میری آنکھوں کے غم میں — پڑے ناسور غم کے مجھ جگر میں

تمہاری ہر تغافل کی نظر میں — ہوئے ہیں کئی ہزاروں دل کے برے

نگہ ہے یا مگر تیرِ قضا ہے

اٹھا میرے کلیجے میں برہ درد — ہوا ہوں سنگ غم کا سایہ پہ درد

بدن ہے ناتواں اور رنگ ہے زرد — لبِ خشک و دلِ گرم و دمِ سرد

مجھے اس کی گلی دار الشفا ہے

ے کہاں ہیں غم نے خوں کیا مجھ؟ ؛ جاں اس جاں جاں دیکھا مجھ؟ ؛ برہ کے درد کی دارو بنا مجھ ؛ تمام احوال سنکر یوں کہا مجھ؟ ؛ گلی دلدار کی دار الشفا ہے ۔ ۱۲۹۱ و

پرم کوچے میں اول تو نہ چلناں　　چلے تو یہاں سیں پھر ہرگز نہ ٹلناں
مثالِ قطب اس جا سیں نہ ہلناں　　بجا ہے اے سراج آتش میں جلناں
پتنگوں کی یہی آخر سزا ہے

۵

تم آکے پل میں دل کوں گرفتار کر چلے　　اپنی پرت کا جال گلے ہار کر چلے
زنجیر بند زلف گرہ وار کر چلے　　ناحق شہیدِ ابروے خمدار کر چلے
جانے کہاں ہو اب تو مجھے مار کر چلے
ہو گے اگر جدا دلِ حیرت شعار سیں　　آنکھیں کھلی رہینگی سدا انتظار سیں
سب جائیگا قرار دلِ بے قرار سیں　　دل کے پرت نگر کوں بسا کے تھے پیار سیں
پھر کیوں غضب سیں مار کر مسمار کر چلے
پیتم سیں میں کہا کہ تمہارا ہوں جاں فشاں　　کیا ہوئیگا جو ہوگے مرے غم کے قدرداں
چلتے میں سن یہ بات کھڑے رہ کے یک زماں　　پھر کر غضب سیں دیکھ کر ابرو کی لے کماں
دل کی سپر سیں تیرِ نگہ پار کر چلے
تاریک تھی مدام شبستان دوستی　　روشن کئے تم آکے چراغانِ دوستی

سہ آکے ۔ مخطوطہ و ۔

سیکھے ہو کس سیں بات کھو شانِ دوستی
رہتے ہیں دل کے کھول کے دکانِ دوستی
سودائیوں کی گرمیٔ بازار کر چلے

عالم کوں کر کے ناز کے توسن کا پائمال
آئے ہمارے قتل کا رکھ دل میں تم خیال
مژگاں کی صاف لیس جیسے تھی نگہ کی بھال
آنکھوں کی اپنی ترکشِ پر تیر سیں نکال
لختِ جگر برابر سوفار کر چلے

ہوں زلف مشکبو کی گلی کے سراغ میں
اب مشک ناپسند ہے میرے دماغ میں
ہے گلبدن کی یاد دلِ داغ داغ میں
لالا کے پھول کیوں نہ کھلیں دل کے باغ میں
اپنے برہ کے داغ سیں گلزار کر چلے

گستاخ ہو میں ان سے کہا اپنے جی کی بات
مت جاؤ یا چلے تو مجھے بھی رکھو سنگات
اس دم میں ایک ہوئے تو نہیں ملو گے آ ؟
ہوتا ہے پل میں قطع میرا رشتۂ حیات
دونوں سخن نہ مان نرا دھار کر چلے

کہتا ہوں بیخودی سبب مجھے عار نہیں رہی
جانے میں میرے جان کے کچھ بات نہیں رہی
اب کیا کہوں کہ حاجتِ اظہار نہیں رہی
میری زباں کوں طاقتِ گفتار نہیں رہی
حیراں مثالِ صورتِ دیوار کر چلے

ے لختِ جگر بار برابر ۔۔۔ و۔

جاناں نے جب کہ دیکھے مجھے غم سیں لاعلاج　　ہو مہرباں کہے کہ نہ ہو بے قرار آج

آتے ہیں پھر کے جلد، رکھ اپناں بجا مزاج　　اب لگ جیا ہے وصل کی امید پر سراج

اس واسطے کہ وعدۂ دیدار کر چلے

٦

عالم کے خوش قدوں میں توں بے مثال ہیگا　　گلزارِ دوستی کا توں نونہال ہیگا

تجھ سار کا جہاں میں پاناں محال ہیگا　　موہن تیری بھنووں کا جب سیں خیال ہیگا

مجھ دل کی آرسی میں عکسِ ہلال ہیگا

اے شاہِ فوجِ خوباں بوجھا ہوں تیری اٹ　　تیری رضا اگر ہے کر سر ستی جدا دھڑ

جھبکی نین کی تبلا غمزے کی ہول آ، جڑ　　بے باک بھیک ظالم مجھ پر نگہ کی او جھڑ

عاشق کا خون کرناں تجھ کوں حلال ہیگا

ہے تجھ عقیق لب کی شہرت یمن میں جاناں　　تجھ زلف کی نہیں بو مشکِ ختن میں جاناں

آیا توں سیر کرنے جب پھول بن میں جاناں　　تجھ چشم و رخ کے دیکھے صحنِ چمن میں جاناں

نرگس ہوئی ہے باندی، گل پائمال ہیگا

یارب لگی ہے مجھ کوں شمشیرِ عشق کاری　　اب نہیں ہے تابِ دوری غم کا ہے بوجھ بھاری

سہ سب جگ کے تھرناں۔ ٢٩١ د —

خاطر میں اس کے نہیں ہے عاشق کی بیقراری　　بیڑا ابنا کے دل کا کرتا ہوں جاں سپاری

لیکن صنم کی نسبت سوں کاٗ اکال ہیگا

عالم کے گلرخوں میں لطف و کرم کی بو نہیں　　جز شیوۂ تغافل جور و جفا کی خو نہیں

سب ہیں اسی طرح کے کچھ ان میں ایک دو نہیں　　دلدار کی گلی میں عاشق کوں آبرو نہیں

اس دشت کربلا میں پانی کا کال ہیگا

اغیار سیں غرض کیا دل میں سدا ہے موہن　　اوروں سے کام کیا ہے جب آشنا ہے موہن

ہر چند حسب ظاہر مجھ سیں جدا ہے موہن　　آنکھوں کی پتلیوں میں آ کر بسا ہے موہن

خلوت میں بیخودی کی ہر دم وصال ہیگا

زاہد کوں بند کرنے بھکرا ہے دام مذہب　　نہیں جانتا جہاں میں کوئی عاشقوں کا مطلب

ہر بوالہوس کوں مشکل ہے عاشقی کا مذہب　　پروانہ ہوتا ہے مجھ کوں سراجؔ ہر شب

آتش میں عاشقی کی جلناں محال ہیگا

۷

عشق ہے عشق کہ آئینہ انساں ہوا　　عشق ہے عشق کہ اپنے آپ میں حیران ہوا

ے ملا۲۹۱ میں تین مصرعے مختلف ہیں۔

ہے چاک جیوں کتاں دل، مہ رو کے باج ہر شب ؍ فرقت سے خوں ہوا کا مجھ کوں علاج ہر شب ؍ سینے کے تخت اوپر ہے غم کا راج ہر شب۔

عشق ہے عشق کہ سب جان کہ انجان ہوا عشق ہے عشق کہ ہر جسم میں آ جان ہوا

عشق ہے عشق کہ جس عشق کا منڈان ہوا

عشق ہے عشق نبیؐ جگ میں چلایا چالی عشق ہے عشق کہ ہے گلشن دل کا مالی

عشق ہے عشق کہ کہیں پھول ہوا کہیں ڈالی عشق ہے عشق کہ سبزی ہے کہیں کہیں مالی

عشق ہے عشق کہ رنگِ گلِ امکان ہوا

عشق ہے عشق کہ عاشق کوں دیا عجز و نیاز عشق ہے عشق کہ معشوق کوں ہے عشوہ و ناز

عشق ہے عشق کہ ظاہر میں ہے تصویرِ مجاز عشق ہے عشق کہ باطن میں مجازی کا ہے راز

عشق ہے عشق کہ شاہنشہ ذیشان ہوا

عشق ہے عشق کہ تصویر محمد آیا عشق ہے عشق کہ حیدر کی صفت دکھلایا

عشق ہے عشق کہ خود فاطمہ جا کھلایا عشق ہے عشق کہ حسنین کی صورت پایا

عشق ہے عشق کہ خود واقف عرفان ہوا

عشق ہے عشق کہ اغیار کوں لا یار کرے عشق ہے عشق کہ وحشی کوں گرفتار کرے

عشق ہے عشق کہ گرم آہ کا بازار کرے عشق ہے عشق کہ تسبیح کوں زنار کرے

عشق ہے عشق کہ غارت گرِ ایمان ہوا

[illegible]

عشق ہے عشق کہ جس ہات میں ہے من کی ڈور　　عشق ہے عشق کہ عالم میں اسی کا ہے شور

عشق ہے عشق کہ کہیں سانجھ ہوا ہے کہیں بھور　　عشق ہے عشق کہیں چاند ہوا کہیں ہے چکور

عشق ہے عشق کہ سب روپ میں تابان ہوا

عشق ہے عشق کہ تئیں اس کو دو عالم کا راج　　عشق ہے عشق کہ ہے سر پہ اسے آہ کا تاج

عشق ہے عشق کہ پایا ہے محبت میں رواج　　عشق ہے عشق کہ مشہور ہوا نامِ سراج

عشق ہے عشق کہ خود مظہرِ رحمان ہوا

۸

وصفِ حسنِ آئینہ رو کا جب ورق پیدا کروں　　بلبلِ تصویرِ دل کوں طوطیِ گویا کروں

ہو کہ وحشی حرف بے تابانہ جا بے جا کروں　　خوبیِ اعجازِ حسنِ یار اگر انشا کروں

بے تکلف صفحۂ کاغذ یدِ بیضا کروں

اے نگہ صورت طرف کر سود کوں کشتی چشم　　بھیک منگنے ہات نے بھنو کوں کشتی چشم

تا کہ پاوے مطلبِ مقصود کوں کشتی چشم　　پہنچتی نہیں کعبۂ مقصود کوں اس کشتی چشم

فیض سیں آنسو کے دریا کوں مگر پیدا کروں

---

۱ اسکوں دو عالم۔ ۱۷۳۵ء۔ ۲ تضمین بر غزل ولی (دیوان ولی ۱۷۶۸) ۳ لا ابس۔ ۲۹۱ ر۔
۴ مقصود۔ ۵ ج۔ ۶ نہیں پہنچی۔ دیوان ولی۔ ۷ سیں۔ دیوان ولی
۸ انجھواں ۱۷۳۵ء و ۲۹۱ ر۔

پیچ کھا حسرت سیں تجہ زلفِ پریشاں کے حضور — رو دیا دل نے صنم تجہ لعلِ خنداں کے حضور

فاختے اڑ گئے ہیں تجہ سروِ خراماں کے حضور — کیا کہوں تجہ قد کی خوبی سروِ عریاں کے حضور

خود بخود رسوا ہے اس کوں پھر کہ کیا رسوا کروں

مبتلا جو کوئی ہوا تجہ چشم پر نیرنگ کا — صاف کر دھویا ہے دفتر دانش و فرہنگ کا

بند ہے جیوں تکمۂ دل تیری قبائے تنگ کا — سر کروں جب صف تیرے جامۂ گلرنگ کا

جامہ زیبوں کوں برنگ صورت دیبا کروں

فیضِ نقشِ پا سیں ہے بانات سلطانی فروش — بلکہ چشم صورتِ قالیں ہے سلطانی فروش

کیوں نہ ہووے زاہد پرفنِ مسلمانی فروش — ہندوِ زلف پری رو ہے پریشانی فروش

ہیچ دیوے مجہ کوں سودے میں اگر سودا کروں

بند ہوں تیری قبائے صندلی میں آ کے جیب — شرم کی ہے باس مجہ دل کی گلی میں آ کے جیب

دن کوں آؤں چھپ صدا باسلی میں آ کے جیب — رات کوں آؤں اگر تیری گلی میں آ کے جیب

زیور لب ذکر سبحان الذی اسریٰ کروں

نالۂ شب گیر کچھ تاثیر کے قابل نہیں — یا مگر فولاد ہے اس سنگدل کا دل نہیں

---

۱ بمن ص ۲۹۱ و ۔ ۲ پھر کے ۔ دیوان ولی ۔ ۳ ہنسے ۔ دیوان ولی ۔ ۴ آؤں ۔ دیوان ولی ۔

کون کہتا ہے کہ ملناں یار سیں مشکل نہیں   جیوں نسیم اب لگ سبک رہی مجھ میں حال آیا نہیں
کس طرح اس غنچۂ بندِ قبا کوں وا کروں

یار کوں پیغام کہہ اے شوق کے روح الامیں   کوئی ترے بن محرمِ رازِ دلِ بسمل نہیں
گر سنے احوال میری جانِ کندن کا یقیں   سنگ دل کے دل پہ بیٹھے نقش جیوں نقشِ نگیں
آہ کا ہے کر قلم جب درد کوں املا کروں

بر میں ہے سیپارۂ دل پنجسورہ ہیکلی   یاد کرتا ہوں خیالِ یار سیں نادِ علی
تجھ سیں کہنا ہے سراج اب کھول حرفِ منجلی   آرزو تجھ کوں بی ہے وقت مرنے کے ولی
سرو قد کوں دیکھ، سیرِ عالمِ بالا کروں

۹

ہر شکن میں دل مرا ہو بند بے آرام ہے   زلف ہے یا دام ہے یا نام ہے یا شام ہے
عشق کے مستوں کوں کب مینائے مے سیں کام ہے   نشہ بخشِ عاشقاں وو ساقیِ گلفام ہے
جس کی انکھیوں کا تصور بیخودی کا جام ہے

آہ کا تیشہ لگا سینہ پہ مثلِ کوہکن   چشم سیں جاری ہے جوئے شیر اے شیریں سخن

۱؎ پیو کوں۔ ۹۱ و۔ ۲؎ انشا، دیوان ولی ۳؎ دل میں بی ہے دیوان، ۴؎ تضمین بر ل ولی (دیوان)
۵؎ نشہ (دیوان)، ۶؎ انکھیں ۔۔۔ و۔ انکھیاں (دیوان)، ۔۔۔ و۔

بیچ دینے کوں ہمارے لے ستمگر سحر فن   کھولناں لبوں[1] کا کچھ درکار نہیں اے خوش ذہن[2]

یک نگاہ ناز تیرا[3] دو جہاں کا دام ہے

چاند ہے بے نور تجھ رخ کے مقابل جیوں کلف   تجھ طرف کرتے ہیں سجدہ سب ستارے بصف[4]

بس کہ تیرے آستانے کوں ہے کعبہ کا شرف   آفتاب آتا ہے محرم[5] ہو کے تجھ کوچے طرف

صبحِ صادق بر میں اس کے[6] جامۂ احرام ہے

یا الٰہی دوست کے دیدار بن ہے درد و غم   دم بدم ہر آہ مجھ سینے میں ہے تیغِ دو دم

ہجر میں ہرگز نہ ہوئے بیقراری دل کی کم   دل کوں جمعیت ہے جب جاتا ہوں[7] ہمراہ صنم

آرسی کے ساتھ میں سیماب کوں آرام ہے

جل گئے اس آگ میں کئی شہپر روح الامیں   ہے یہاں ہر ذرہ ذرہ مثلِ برق آتشیں

گر تجھے ہے آبرو درکار یا اسلام و دیں   مت قدم رکھ اس طرف اے زاہد خلوت نشیں

غمزۂ خونخوار ظالم دشمنِ اسلام ہے

صید کرنے کوں نہیں ہے حاجت دام کمند   رشتۂ الفت[8] سیں ظالم نے کیا مجھ دل کوں بند

---

۱ کھولن زباں کا. (دیوان) ص۳۹۰ ۲ ادا (دیوان) ۳ تیری (دیوان) ۴ چاند ستارہ تیرا مکھ کے مقابل ص۳۹۱

۵ مجرم. ص۳۹۱ ۶ اس کے بر میں (دیوان) ۷ جاتا ہے دنبال (دیوان) جاتا ہوں دنبال ص۳۹۱

۸ اخلاص میں پرونے. ص۳۹۱.

لطف سیں کرتا ہے جو دل پر دوائے دلپسند　　جس صنم کی سرکشی کا جگ میں ہے صیتِ بلند

شکرِ حق وو کافر بدکیش میرا رام ہے

دل مرا بیتاب ہے بیماریِ وحشت سیں آج　　بے دوائے وصل کب اس کا بحال آوے مزاج

بس کہ ہے ہمدرد تیرا اس سبب کہتا سراج　　اے ولی کیوں خشک مغزی کا نہیں کرتا علاج

یاد اس آنکھیں کا تجھ کوں روغنِ بادام ہے

۱۰

آ حال دیکھ بندۂ بے اشتباہ کا　　لازم ہے ہر گدا پہ کرم بادشاہ کا

ہوں خاک تجھ جنابِ فلک بارگاہ کا　　نقشِ قدم ہوا ہوں محبت کی راہ کا

کیا دل کشا مکاں ہے میری سجدہ گاہ کا

کب لگ میں زندگی میں جدائی کا دکھ بھروں　　اس غم سیں لاکھ بار ہے بہتر اگر مروں

بیتاب ہو کہ حشر میں "یاہو" ندا کروں　　گرمی سیں آفتابِ قیامت کی کیوں ڈروں

سایہ ہے مجھ کوں سروِ قیامت پناہ کا

۱؎ وہ (دیوان)، ۲؎ ۲۹۱ و، پہلے دو مصرعوں میں: مجھ دل بیمار کوں نہیں ہے دوا اور کہاں آج، جاں بجہ خطرہ ہے جو کہ خنجر سر آج۔

۳؎ ان انکھیاں کی - (دیوان)، ۴؎ ۲۹۱ و میں مصرعے یوں ہیں ۲ : ۱ ۵؎ میں ۲۸۵ و -

۶؎ ہے آرزو کہ زہر اجل نوش [کر] مروں، ۲۹۱ و - ۷؎ غزل سراج۔

جو کوئی کہ تیغِ عشق سیں مقتول ہو رہے　　کیا تاب ہے کہ زخمِ جگر کا بیاں کہے

بسمل ہو تجھ ادا کا ستم کب تلک سہے　　تا سو ہو کے روزِ قیامت تلک بہے

جس کے جگر میں تیر لگا تجھ نگاہ کا

شادی ہے عندلیبِ دلِ جاں نثار پر　　آیا ہے حسنِ یار کا گلشن بہار پر

خط خوشنما ہے اس کے لبِ آبدار پر　　سنبل ہے جیوں کہ جلوہ نما جوئبار پر

آنکھوں میں میری عکس دو زلفِ سیاہ کا

اٹکا ہے دل تجھ ابروئے خوش خم کی شست میں　　ماہی ہے تجھ دامِ زلفِ سیہ کی شکست میں

عاشق کے قتل پر ہے نگہ تیری جست میں　　ڈورے نہیں ہیں سرخ تری چشمِ مست میں

شاید چڑھائے خون کسی بے گناہ کا

عاشق وو ہے کہ عشق کی آتش میں جل سکے　　لختِ جگر کوں غم کی کڑاہی میں تل سکے

کہ شمع سیں پتنگ کا کیا زور چل سکے　　دل تجھ برہ کی آگ سیں کیوں کر نکل سکے

شعلے سیں کیا چلے کا کہو برگ کاہ کا

---

۱ جیوں پھول ہسکرا کر جھڑتوں بچن کہو ۱۹۱ و ۲ دل آرسی شال نہیں کرا لگ ہے ۱۹۱ و ۳ متن بے زلف سیہ کی شکست میں ۱۹۱

۴ دیکھ اس جھلک کو سر بہ فن ہو کر چاک دل　　جیوں آرسی ہے رنگ کدورت سیں پاک دل

شمشیر دوستی سیں ہوا ہے ہلاک دل　　پیو کا جمال دیکھ ہوا چاک چاک دل

جیوں کر کتاں پہ عکس پڑے نورِ ماہ کا

کوئیؔ جا کہے صنم کوںؔ میرا حرفِ احتیاج   لازم ہے خوفِ نالۂ عاشق سیں لا علاج

اکثر سنا ہوں برق کوں میں آتشی مزاج   مہتاب رو کے رخ پہ سیہ خط نہیں سراج

جا کر کھلا ہوا ہے میرے دودِ آہ کا

11

تجھؔ
ہمن کوں عشق میں قرباں کرو تو خوب کرو   برہ کی آگ میں سوزاں کرو تو خوب کرو

دلوں کی گوے کوں غلطاں کرو تو خوب کرو   اپس کی زلف کوں چوگاں کرو تو خوب کرو

ہر ایک تار میں پیچاں کرو تو خوب کرو

ہمیشہ مجکوں جلاتا ہے آفتابِ فراق   میرے نین میں نہیں ایک آن خوابِ فراق

صفحہ پہ دل کے میں کاں لگ لکھوں حسابِ فراق   دکھا کے مکھ کرو فارغ نہیں ہے تابِ فراق

یہ وقت سخت کوں آساں کرو تو خوب کرو

لہ مـ ۳۹۱ ا میں پہلے مصرعے یوں ہیں۔

کئی دن سہا ہوں بار جدائی پیا کے باج   اب گرشتۂ فراق میں اس کے ہوں لا علاج

بڑلاوے حق مگر دل بے کل کی احتیاج   چندر مکھی کے مکھ پہ نہیں ہے یہ خط سراج

لہ میں۔ مـ ۳۵۰ و۔ مہ، ح، مـ ۳۵۵ ندارد۔ از مـ ۳۹۱ و۔

بتاؤ آج تو یعقوبؑ حال یوسف کوں — توں دل میں لاؤ زلیخا خیالِ یوسف کوں
سینے کے مصر میں دیکھو جمال یوسف کوں — اگر ہے چاہ کہ پاؤ وصالِ یوسف کوں
ایس کے دن کوں جو کنعاں کرو تو خوب کرو

ڈوبا عشق کے دریا میں آج بسملِ عشق — اُسے نگاہ میں آتا نہیں ہے ساحلِ عشق
پڑی ہے آج جگر پر ہزار مشکلِ عشق — نگہ کے زخم سیں ہم نیم جان بسملِ عشق
ادا کی تیغ سیں بے جاں کرو تو خوب کرو

اگر لکھوں تو کروں کیا لکھوں تو مشکل ہے — ہزار حیف کہ مجھ کوں حجاب حائل ہے
برہ کے زخم سیں دل کا شکار گھائل ہے — ہوس کے صید کوں جمعیت آج حاصل ہے
دیکھا کے زلف پریشاں کرو تو خوب کرو

نہیں نماز کوں کچھ حاجت وضو تم کوں — یہ بس ہے آج کہ جاری ہوئے انجھو تم کوں
اگر ہے عشق میں درکار آبرو تم کوں — عبث ہے چشمۂ کوثر کی آرزو تم کوں
خیالِ چاہِ زنخداں کرو تو خوب کرو

تمہارے ناز و ادا پر فدا ہے دل میرا — برہ کے جام سیں ساغر پیا ہے دل میرا
شہیدِ خنجرِ جور و جفا ہے دل میرا — جفا کے داغ سیں گلشن ہوا ہے دل میرا
تم آج سیرِ گلستاں کرو تو خوب کرو

پیا پلا کر پرم مدہ کئے خراب ہمیں　　زباں سیں حیف کہ آتا نہیں جواب ہمیں
کئے ہو ہجر کی آتش میں کیوں کباب ہمیں　　تمہاری تیغِ جفا کی نہیں ہے تاب ہمیں
ہمارے حال پہ احساں کرو تو خوب کرو

لگے ہیں زخم محبت کے میرے دل پر آج　　اپس کے لطف و کرم سیں کرو ٹک یک علاج
کیا ہوں دل کوں میں پرخوں پیا تمہارے کاج　　تمہارے خنجر سیں نسمن فسردہ دل ہے سراج
گلِ مراد کوں خنداں کرو تو خوب کرو



ترجیع بند

اے گلِ بوستانِ ناز و ادا — دیکھ آ حالِ بلبلِ شیدا

ایک دیدار کا ہے تجھ سیں سوال — اے صنم[1] ہوں تری گلی کا گدا

بے خودی کی شراب کوں پینا[2] — عاشقوں کے طریق میں ہے دوا

یارِ بن[3] دو جہاں سے مطلب نہیں — مجھ کوں یکساں ہے گلشن و صحرا

کیا کروں دل کا اختیار نہیں — آتشِ شوق نے کیا ماوا

شوق کا جوش کھا کے اُبلا ہے — میری آنکھوں سے اشک کا دریا

عہ ۳۹۱ و میں اس کا عنوان "واسوخت" ہے۔

[1] سجن ۳۹۱ و [2] تجھ پرت ۳۹۱ و [3] پیو بنا ۳۹۱ و۔

تجھ زنخداں کی چاہ ہے ساقی　　حوضِ کوثر کی نہیں مجھے پروا

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یکبار

جانِ کندن میں شربتِ دیدار

دوست کے ہجر سیں ہے دل بیتاب　　آتشِ غم میں دل ہوا ہے کباب

جب مرا حال یار پوچھے گا　　مجھ کوں حیرت ہے کیا کہونگا جواب

ساقیٔ شوخ کی جدائی میں　　جامِ دل میں مرے ہے غم کی شراب

بند ہوں دام میں جدائی کے　　یا الٰہی مجھے نکال شتاب

قیدِ غم میں ہے یہ دعا میری　　افتح یا مفتح الابواب

شوخ قاتل کے غم سیں سجدہ میں　　دمِ شمشیر ہے خمِ محراب

کیا کروں دل کی آگ بجھتی نہیں　　چشمۂ خضر میں کہاں ہے آب

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یکبار

جانِ کندن میں شربتِ دیدار

مجھ پہ کرتا ہے دو گلستاں رو　　کیا ادا کیا نگاہ سیں جادو

---

۱ جی ۵۰۰ و ۲۰۱ ۲ پیو ۲۰۱ ۳ تجھ بنا نہیں ہے کوئی میرا حافظ ۲۰۱

صیدِ عشاق کوں ٹک برابر ہے — حلقۂ دامِ حلقۂ گیسو

قمریاں ہر چمن میں کہتی ہیں — سروِ قد کے خیال سیں کو، کو

سیرِ گلشن پہ طبع راغب نہیں — ہے کہاں گل میں گلبدن کی بو

جھڑ پڑیں برگ، نخلِ طوبا کے — گر کروں دل سیں نعرۂ "یا ہو"

جب سیں پایا شکستِ سنگِ جفا — تب سیں ٹوٹا ہے عقل کا بازو

آشنائی سیں دل کے گوشہ میں — تجھ پہ قرباں ہوں اے کماں ابرو

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یکبار

جان کندن میں شربتِ دیدار

اس کی خاکِ قدم جو پاتا ہوں — چشم میں سرمہ کر لگاتا ہوں

گل کی مانند مجھ پہ ہنستا ہے — داغِ دل کا جسے دکھاتا ہوں

جب خیال اس پری کا آتا ہے — میں غریبِ خرد سیں جاتا ہوں

مجھ سیں آزردہ ہو چلا تجھ پاس — دل کوں ہر چند میں مناتا ہوں

کیا کروں بوئے مشک چھپتی نہیں — عشق ہر چند میں چھپاتا ہوں

ل کی ۔ ۲ گوشہ و ۳ کماں ۴ ہر گلبدن ۱۹۲۱ و ۵ گر ۶ ۔ ۷ ہے ۱۹۲۱ وش ستاتا ۔ ح

تجھ برہ میں گئی ہوں[1] خواب و خیال   لختِ دل جائے قوت کھاتا ہوں
زخم کھا تجھ برہ کے خنجر کا   نیم بسمل ہو تلملاتا ہوں

تشنہ لب ہوں مجھے یکبار
جانِ کندن میں شربتِ دیدار

دل کے بازار کا جو رستا ہے   اس میں سودا جنوں کا ستا ہے
ہر پلک پر یہ اشک گرم ستی   کیا چراغاں عجب[2] رستا ہے
دیکھ کر آرسی وو غنچہ دہن   پھول کی ہر کلی پہ ہنستا ہے
ہے عجب چین وصل میں رو ناں   ہنہ[3] کہاں دھوپ میں ستا ہے
کیوں نہ ہوئے دل مرا رسول آباد   مصطفےٰ کا خیال بستا ہے
دل مرا تجھ برہ کے گلشن میں   غم کے داغوں سیں گل کا دستہ ہے
میں[4] وفادار ہوں خدا کی قسم   کیوں تغافل سیں مجکوں کستا ہے

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یکبار
جانِ کندن میں شربتِ دیدار

---

[1] ہے۔ ح   [2] شوخ درپن میں دیکھ اپنا مکھ ۳۹۱ و [3] میہہ۔ ۳۹۱
[4] جان جاناں سے کوئی کہے جا کے ؛ تجھ جدائی میں جیو کستا ہے ۳۹۱ ر۔

دیکھ مجھ اشک کی درافشانی — ہر گہر شرم سیں ہوا پانی

کیوں نہ جوہر شناس ہووے دل — لب ترے لعل ہیں بدخشانی

اس کے فرمان میں ہیں دیو و پری — ہے دہن خاتمِ سلیمانی

دیکھ اے شوخ تجھ زنخداں کوں — چاہِ غم میں ہے ماہِ کنعانی

دل گزک، خوں شراب، غم ہے قوت — عشق نے کیا کیا ہے مہمانی

ہے خجالت سیں زرد رُو نرگس — دیکھ مجھ رنگ زرد کی بانی[1]

کیا کروں شرحِ دل کی بیتابی — آ خبر لے، اے دلبرِ جانی

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یکبار
جانِ کندن میں شربتِ دیدار

دل گرفتارِ زلفِ موہن ہے — جی کوں جس کا خیال سمرن ہے

گردشِ چشم سیں کیا بے خود — ہوش کھونے کا یہ عجب فن ہے

جو کیا دل کوں صاف زنگ ستی — در و دیوار اس کوں درپن ہے

جا نہیں غیر کے خیال کے تئیں — دل میں تجھ غم کا آج مسکن ہے

---

[1] پانی۔ ۳۹۱ و۔

گلِ داغِ جفا سیں دل میرا بوستاں ہے چمن ہے گلشن ہے
ہجر کی رات میں نہیں آرام ہر پلک مجھ نین میں سوزن ہے
تجھ جدائی ستی اے جانِ سراج آشنائی کہ جان کندن ہے
تشنہ لب ہوں مجھے پلا یکبار
جان کندن میں شربت دیدار[1]



[1] مخطوطہ ح اس ترجیع بند پر ختم ہوجاتا ہے۔ [illegible] میں اس کے بعد مناجات اور چند متفرق اشعار درج ہیں۔

مناجات

یا الٰہی حشر میرا ہوئے پیغمبر کے سات
اور بتولِ فاطمہ اور حیدر و صفدر کے سات

دشمنوں نے زہرِ قاتل سیں کئے جسکوں شہید
وو امامِ دیں حسن ابنِ شہ خیبر کے سات

نورِ چشمِ مصطفےٰ و مرتضےٰ و فاطمہ
وو حسینِ تشنہ لب سردارِ دیں پرور کے سات

جو رہا ہفتاد و دو تن بیچ باقی یادگار
شاہ زین العابدیں جانِ علی اکبر کے سات

عاصیوں کے حال پر ہے رحم کی جس کوں نظر
زبدۂ آفاق یعنے حضرتِ باقر کے سات

مرجع ہر چار مذہب مصدر آیاتِ دیں
صادق قولِ حقیقت حضرت جعفر کے سات

حق و باطل کو کیا جس نے جدا جیوں روز و شب
حضرت موسیٰ کاظم حامی محشر کے سات

نورِ قندیل خراساں آفتابِ ہشتمیں
وو علی موسیٰ رضا شاہ مہ و اختر کے سات

گوہرِ درجِ سیادت ماہ برجِ مکرمت
وو تقی روح مجسم انور و اطہر کے سات

جس کے چہرہ پر نمایاں ہے جمالِ احمدی
شاہِ دیں حضرت نقی آئینۂ انور کے سات

عرش جس کے بیٹھنے کا فرش ہے کرسی ہے تخت
خسروِ عالی مراتب حضرت عسکر کے سات

قائم آلِ محمد خاتمِ اثنا عشر
ہادئ دیں مہدئ آخر زماں سرور کے سات

اور جتے اصحابِ پاکِ احمدِ مختار ہیں

اُن کے سات اور اُن کے ہر ہر خادمِ چاکر کے سات
تھے ملک جن کی اذاں کے منتظر یعنے بلالؓ
اور غلامان غلام حضرت قنبر کے سات
غوث و قطب اولیا اوتا و ابدال اتقیا
غوث الاعظم اور معین الدین حسن سنجر کے سات
چار پیرو چاردہ سب خانوادے کے ولی
اور جتنے ہیں خاص بندے حق کے اُن ہر ہر کے سات
مدعائے جاں خلاصہ سب کا مقصود سراج
یعنے حضرت شاہِ رحماں مرشد رہبر کے سات

۲

ہوں سخت بے کسی میں گرفتار یا علی
تیرے بغیر کون ہے اب یار یا علی
آج حادثات دہر میں مضطر نہ رکھ مجھے
کشتی میری تباہ ہے کر پار یا علی

امیدوار نقدِ تفضل ہوں رحم کر
توں جنسِ قلب کا ہے خریدار یا علی

لایا ہوں تجھ سیں باطن و ظاہر کی احتیاج
بر لا بحق احمد مختار یا علی

جلدی ستی شفا دے کہ تشخیص تجھ کو ہے
ہوں جس مرض کے بیچ گرفتار یا علی

ہے ظلِ عاطفت کی ترے مجھ کو التجا
ہر چند نیں ہوں اس کا سزاوار یا علی

بیتاب ہو اگر نہ کہے حالِ دل سراج
یہ درد کس سیں جا کرے اظہار یا علی

۳

اے دل شہیدِ عشقِ ستم زاد ہو ٹک یک
لذت نصیبِ خنجرِ جلاد ہو ٹک یک

دل تنگ اس بہار میں اے غنچہ خوب نیں
خاموش کب تلک لبِ فریاد ہو ٹک یک

اے طفلِ اشک آنکھ مچانی سیں باز آ
کب تک رہیگا نقطۂ شک صاد ہونک یک

گرچا ہتا ہے دامنِ مقصود ہات آئے
جیوں گرد اٹھ کے خاک سیں برباد ہونک یک

مشغول غیر مت رہے توں آپ عین ہے
مدت تلک تھا یاد میں بے یاد ہونک یک

نقش و نگار پردۂ وہمی میں کیوں ہے توں
خود نقش بندِ عالمِ ایجاد ہو ٹک یک

گلگشتِ باغِ روح کا گر تجھ کو عزم ہے
تن پروری کی قید سیں آزاد ہونک یک

۴

عمر سب جلتے ہی گذری خاکساری رہ گئی
گرم راکھ اس قافلے سیں یادگاری رہ گئی

جی لبوں پر آرہا ہے انتظارِ وصل میں
فوج سب جاتی رہی خاصی سواری رہ گئی

ضمیمہ

ا

وحشی ہوا ہے دِل مرا آہو نین کوں دیکھناں ‏ ‏ ‏ ہے ناتوانی ہجر کی نازک بدن کوں دیکھناں

جو آرزو جنّت کی ہے پیو کی گلی میں سیر کر ‏ ‏ ‏ گر جا دہے کوثر کی تجھ چاہِ ذقن کوں دیکھناں

علم مطول مختصر تحصیل کرنے کوں مجھے ‏ ‏ ‏ ہے آرزو دل میں یہی زلف و دہن کوں دیکھنا

دل شور و فغاں میں سدا ہے بلبل گلزار غم ‏ ‏ ‏ یوں کر اوسے اب ذوق ہے جا گلبدن کوں دیکھنا

مجنوں نمن مشتاق ہو تجھ لیلیٰ مقصود کا ‏ ‏ ‏ ہمیار بے کل ہے سدا چندر بدن کوں دیکھنا

تیرے خط شبرنگ کا ہے عنبر سارا نہاں ‏ ‏ ‏ حلقے میں تیری زلف کے مشک ختن کوں دیکھنا

لعل و گہر سوں کم نہیں ہر بیت تیری اے سراج ‏ ‏ ‏ جوہر شناسی کی نظر میرے سخن کوں دیکھنا

۲

آرام مجھے نہیں ہے تجھ بن ‏ ‏ ‏ ہر دم دمِ واپسیں ہے تجھ بن

اے معدنِ حسن نام تیرا ‏ ‏ ‏ مجھ دل پہ خطِ نگیں ہے تجھ بن

مجھ چشم ستی ہر اشکِ خونی ‏ ‏ ‏ فوارۂ آتشیں ہے تجھ بن

اے سروِ سہی چمن میں جا دیکھ   گل خار سوں ہم نشیں ہے تجھ بن

روشن ہے ترے جمال کا عکس   دل شیشہ دوربیں ہے تجھ بن

۳

دل میں عاشق کہ آہ اسکی نہیں ہے اور کی   سردی ہر صبحگاہ اسکی نہیں ہے اور کی

حسن معشوق مجازی اسکے عشق ہے ذات کا   خوبی زلف سیاہ اسکی نہیں ہے اور کی

اس بہانے شربت دیدار ساقی ہے مراد   تشنۂ کوثر کوں چاہ اسکی نہیں ہے اور کی

غنچۂ گل کوں ہے جا دستار پر بو کی طفیل   بلبلوں کے دل میں داد اسکی نہیں ہے اور کی

عشق نے صورت پکڑ مجنوں ہوا لیلیٰ بدل   آہ سرد صبحگاہ اسکی نہیں ہے اور کی

نور میں روشن کرے ہے بزم عالم آپ ہی   شمع کوں یہ دستگاہ اسکی نہیں ہے اور کی

۴

بات کہتے میں دل لجاتا ہے   کیا بلا اوس کوں سحر آتا ہے

لوگ بدنام مجھ کوں کرتے ہیں   بھید کی بات کوں وو پاتا ہے

نامۂ آہ پیو کوں بھیجا ہوں   منتظر ہوں جواب آتا ہے

من مرا من ہرن کے دیکھے سوں   ہو کے بیخود خودی سوں جاتا ہے

سن کے ہوتا ہوں ہوش سوں بے ہوش   بات گر پیو کی کوئی سنتا ہے

دلِ بے تاب جھانجھ میں اکثر — نوبت آہ کوں بجاتا ہے

تجھ گلی سوں سراج کاں جاوے — ئی بندۂ بے درم کہاتا ہے

۵

ترے دو نین ہیں چنچل چھبیلے — رسیلے رسمسے بانکے کٹھیلے

چلاتے ہیں کمر کی سانگ مجھ پر — بجا ہے دو کوں کرتیں نوکیلے

کیا ہوں سیر حسنِ خوب رویاں — نہ دیکھا تم سریکھے کوئی چھبیلے

لپیٹے دل مرا جھنٹے کے بل میں — سجن چھوڑو ذرا تو پیچ ڈھیلے

کئے ہو پنجۂ مرجاں کوں نیلا — ترے دو ہات مہندیاں رنگیلے

خیالِ یار جاتا نہیں ہے دل سوں — کہ نقش کالحجر کوئی کیونکہ چھیلے

سراج اب زندگی کوں چاہتا نہیں — اگر جیو چاہتا ہے تو ابی لے

٦

مشہد میں قمریوں کے دو سرو قد جو آوے — شمشاد ہر چمن کا شمعِ مزار ہووے گا

آئینہ رو کے دل میں نہیں عکسِ مہربانی — میرے طرف سیں اس کوں شاید غبار ہوگا

۷

گل رخاں سخت دل میاں لیکن — تجھ سا کوئی دل کٹھن نہیں دیکھا

ماخذوں کی فہرست

۱۔ نکات الشعرا۔ میر تقی (۱۱۵۶ھ)

۲۔ تحفۃ الشعرا۔ افضل بیگ خاں قاقشال اورنگ آبادی (۱۱۶۵ھ) مخطوطہ ۳۵ و ق ۱۱۲ کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد

۳۔ تذکرۂ ریختہ گویاں۔ فتح علی گردیزی (۱۱۶۶ھ)

۴۔ مخزن نکات۔ قیام الدین قائم (۱۱۶۸ھ)

۵۔ تذکرۂ اولیائے دولت آباد۔ سبزواری ([illegible]) (مخطوطہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ)

۶۔ چمنستان شعرا۔ لالہ لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی (۱۱۷۵ھ)

۷۔ گل رعنا۔ " (۱۱۸۱ھ)

۸۔ طبقات الشعرا۔ قدرت اللہ شوق مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ (۱۱۸۸ھ)

۹۔ تذکرۂ شعرائے اردو۔ میر حسن (۱۱۸۸ھ)

۱۰۔ گل عجائب۔ اسد علی خاں تمنا اورنگ آبادی (مخطوطہ کتب خانۂ آصفیہ) (۱۱۹۳ھ)

۱۱۔ تذکرۂ شعرا الموسوم بہ تذکرۂ بے نظیر۔ اختر دولت آبادی

۱۲۔ گلزار ابراہیم۔ ابراہیم خاں خلیل (۱۱۹۸ھ)

۱۳۔ تزک آصفیہ۔ شاہ تجلی علی (۱۲۰۸ھ)

۱۴۔ مجموعۂ نغز۔ حکیم قدرت اللہ قاسم (۱۲۲۱ھ)

۱۵۔ ریاض الفصحا۔ مصحفی (۱۲۳۰ھ)

۱۶۔ سخن شعرا۔ عبدالغفور خاں نساخ (۱۲۹۱ھ)

۱۷۔ نغمۂ عندلیب (گلستان بے خزاں) حکیم قطب الدین باطن (۱۲۹۱ھ)

۱۸۔ صبح گلشن۔ علی حسن خاں قنوجی بخاری (۱۲۹۵ھ)

۱۹۔ محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن۔ عبدالجبار خاں ملکاپوری (۱۳۲۹ھ)

۲۰۔ گلشن بے خار۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ۔

۲۱۔ مجمع الاشعار ہندی۔ قاضی ابراہیم (۱۲۴۴ھ)

۲۲۔ تذکرۂ شعرائے اورنگ آباد۔ سردار علی

۲۳۔ لسان الملک (۱۹۲۳ء) (مضمون [illegible] غضنفر یاب خاں)

۲۴۔ سہیل (۱۹۲۹ء) بوستان خیال۔ [illegible]

۲۵۔ مرقع سخن۔ جلد اول۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور (۱۹۳۵ء)

۲۶۔ سراج سخن۔ عبدالقادر سروری (۱۹۳۱ء)